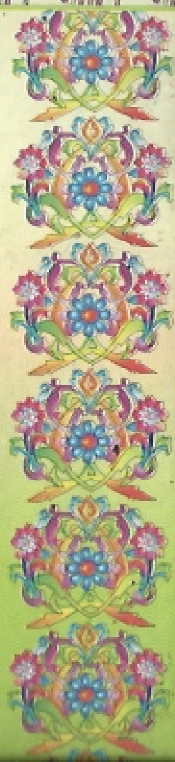
نظریاتی اور اعتقادی مفاہمت کی تاریخی روئیداد



تقدیس الوکیل

عن

توہین الرشید والخلیل



مؤلفہ و مرتبہ

حضرت مولانا ابو عبدالرحمن غلام دستگیر صاحب ہاشمی نقشبندی قصوری نور اللہ مرقدہ

المتوفی ۱۳۱۵ھ

مؤیدہ: مصدقہ:

شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف — شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

نظریاتی اور اعتقادی مناقشت کی تاریخی روئیداد

المسمّٰی بہ

تقدیس الوکیل

عن

توہین الرشید والخلیل

مرتبہ

حضرت مولانا مولوی ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ

مؤیدہ

شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ چاچڑاں شریف

مصدقہ

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

مع رشحات تقدمہ

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

ناشر

نوری کتب خانہ

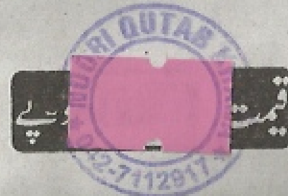
بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور

بفیضانِ کرم
حضرت الحاج پیر سید **محمد معصوم شاہ** گیلانی قدس سرہٗ
قادری نوری

بفیضانِ نظر
صاحبزادہ الحاج پیر سید **محمد حسن شاہ** گیلانی مدظلہ
قادری نوری

اہتمام اشاعت
پیر سید محمد عثمان نوری

ناشر : نوری کتب خانہ، لاہور
طابع : پرنٹ یارڈ پریس، لاہور



تقسیم کار
نوری کتب خانہ
042-6306386
نوری بک ڈپو
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
فون 042-7112917

مولانا غلام دستگیر قصوریؒ

حالات و تصانیف

حضرت مولانا غلام دستگیر ہاشمی قریشی صدیقی قصوری رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف کتاب) محلہ چلہ بیبیاں اندرون موچی گیٹ لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی مولانا حسن بخش صدیقیؒ تھا۔ آپ کے ایک بڑے بھائی مولانا محمد بخشؒ مسجد ملا مجید لاہور میں ایک عرصہ تک خطابت اور تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری خلیفہ شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمہما اللہ کی ہمشیرہ تھیں اسطرح مولانا غلام دستگیر کو حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ کا شاگرد، خواہر زادہ، داماد مرید باصفا اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

جب مولانا سن شعور کو پہنچے تو حضرت مخدوم غلام مرتضٰی قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ روحانی درس گاہ اور علمی مکتب مغربی پاکستان کے اولیاء و علماء کی روحانی اور علمی تربیت گاہ کی حیثیت سے مرجع خلائق بن چکا تھا اور اس وقت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری کے فیضان کا شہرہ اطراف و اکنافِ پاک و ہند تک پھیل چکا تھا۔ ترجمانِ حقیقت سید وارث شاہ اور سید بلھے شاہ رحمہما اللہ جیسے نامور صوفیاء اسی درسگاہ کے فیضان سے مالا مال ہو کر آسمانِ شہرت پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے تھے۔ ان بزرگانِ دین کی ضیا پاشیوں سے قلوب و اذہان کے تاریک خانے بقعہ نور بن چکے تھے۔ حضرت مولانا

غلام مرتضیٰ بریلوی اور حضرت خواجہ غلام نبی للٰہی رحمہما اللہ ان دنوں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری کی شاگردی میں روحانی دولت سے دامنِ مراد بھرنے میں مصروف تھے۔ مولانا غلام دستگیر قصوری کو اس درسگاہ کی کشش نے لاہور سے دعوت تربیت دی۔ آپ نے وقت کے اس جلیل القدر استاد کے سامنے زانوئے ادب طے کیا، جس کے کمالات کا ایک کرشمہ یہ بھی تھا کہ ؎

ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

آپ نے منقولات و معقولات میں کمال حاصل کیا۔ زمانۂ طالب علمی میں اپنی ذہانت اور محنت کی بدولت اپنے اساتذہ سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ آپ ابتدا ہی سے فکری اور نظریاتی مباحث میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ اس چیز کو اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ درسگاہوں کے باہر کی دنیا فکر و نظر کے اختلافات میں کھو گئی ہے اور ملک کی سیاست پر انگریز قابض ہو چکا ہے جس نے مسلمانوں کی وحدتِ فکر کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ہزاروں اعتقادی فتنوں کو بیدار کر دیا تھا۔ آپ کے استاد حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رح نے مستقبل کے ایسے ہی اعتقادی فتنوں کے سدِباب کے لئے اپنے لائق اور ذہین شاگرد کو خاص انداز میں تربیت دے کر تیار کیا۔

آپ نے قرآن پاک کی تفاسیر اور احادیث کی تشریحات کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا۔ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اعتقادی نشو و نما کا کام کرنے لگے۔ آپ کو [illegible]گاہ سے نکل کر جن حالات کا سامنا کرنا پڑا، وہ اس قدر صبر آزما تھے کہ ہم تفصیلات [illegible] اٹھتے ہیں۔ انگریزی حکومت نے اسلامی معاشرت [illegible]مسموم کرنے کے لئے کئی قسم کے اعتقادی زہر پھیلا دیئے۔ بداعتقاد علماء کی پیٹھ ٹھونکی جاتی، فتنہ پرور عناصر کو فتنہ سامانیوں کی پوری مراعات بہم پہنچائی جاتیں۔ ان نظریات کو خاص طور پر پھیلایا جاتا جس سے ملتِ اسلامیہ کی وحدتِ فکر کو پارہ پارہ کیا جا سکتا تھا۔ عوامی ذہن کو شکوک و شبہات کی نذر کر دیا جاتا۔ اس وقت کی معاشرتی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ مرزائیت، وہابیت، چکڑالویت، نیچریت اور پھر دیوبندیت جیسے محسوس اور غیر محسوس فرقے رینگتے ہوئے آگے بڑھے اور حشرات الارض کی طرح اسلامی زندگی کے تمام راہوں کو متعفن کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہر مسجد، ہر مجلس، ہر جلسہ گاہ، ہر درسگاہ غرضیکہ ہر گھر ان فتنوں کی آماجگاہ بنا دیا گیا پھر لطف کی بات یہ ہے کہ ان فرقوں کے داعیانِ ذیشان اپنے آپ کو اسلام اور دین کا اولین "خادم" اور "حق پرست" کہتے نہ تھکتے۔

ان نامساعد حالات میں مولانا اللہ کا نام لے کر میدانِ عمل میں آ گئے، اور ان طوفانوں کے سامنے ڈٹ گئے۔ لاہور کی علمی دنیا آپ کی ہمت مردانہ اور فاتحانہ اندازِ تکلم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ پنجاب کے مشاہیر نے آپ کی خدمات کا اعتراف کیا عرب و عجم کے دینی حلقوں نے آپ کی علمی اور اعتقادی خدمات کو بڑا سراہا۔ آپ نے وقت کے اس چیلنج کا نہایت پامردی سے مقابلہ کیا۔ برصغیر پاک و ہند کے ہر شہر ہر قصبہ، ہر میدان اور ہر جلسہ میں پہنچے اور بد اعتقاد علماء کے کھوکھلے دعووں کے تار و پود بکھیر دیتے۔ آپ کے زورِ استدلال اور اندازِ بیان کے سامنے ان فتنہ پردازوں کا پندار ٹوٹ جاتا اور اکثر میدان چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرتے۔

آپکے معاصرین میں سے اکثر علمائے اہلسنت نے آپ کا ہاتھ بٹایا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ علمائے حق اس دورِ ابتلا میں دوش بدوش باطل قوتوں کے

سامنے ڈٹے رہے اور اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان فتنوں کا مقابلہ کرتے رہے اس سلسلہ میں مولٰنا نور احمد امرتسری۔ مولانا غلام محمد بگویؒ۔ مولانا غلام قادر بھیروی۔ حافظ ولی اللہؒ لاہوری۔ حضرت امام احمد رضا خانصاحب بریلویؒ۔ پیر مہر علیشاہ گولڑویؒ اور مولٰنا محمد نبی بخشؒ حلوائیؒ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

آپ کی اعتقادی خدمات صرف آپ کی تقاریر اور مباحث کی مرہون منت ہی نہیں بلکہ آپ کی قلم حقیقت رقم نے بہت سی ایسی کتابیں مرتب کیں۔ جو عوام کے اعتقادی نظریات کی اصلاح کے لئے بڑی افادیت رکھتی ہیں۔ آپ کی ایسی ہی کوششوں کی ایک جھلک آپ کی کتاب ہدیۃ الشیعتین میں بدیں الفاظ مرقوم ہے:۔

فقیر نے تائید دین متین کے واسطے کئی کتابیں لکھیں جن کو علمائے عرب و عجم نے پسند فرمایا۔ ان میں "تحفہ دستگیریہ" بہ جواب "اثنا عشریہ"۔ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب نعمان" جو جواب معیار الحق میں ہے۔ چودہ برس سے چھپ کر مشتہر ہو چکی ہے۔ پھر رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل" ردّ ابن تیمیہ اور تحقیق صلوٰۃ الجمعہ جواب تذکرۃ الجمعہ اور جواب اعتراضات بر "تحفہ رسولیہ" یہ تینوں چند سال سے مطبوع ہو کر وقف تقسیم ہوئے۔ یہ رسالے علماء نے پسند کئے۔ اب اُردو کا رواج ہے۔ اس لئے یہ آرزو تھی کہ رسالہ "ہدیۃ الشیعتین" کو جس میں فقیر نے فارسی زبان میں قرآن مجید سے شیعہ و خوارج کا جواب لکھا ہے۔ اردو ترجمہ کر کے فارسی اُردو یکجا چھپوایا جائے تاکہ سب کو فائدہ ہو۔ یہ ارادہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ فقیر نے رسالہ "مخرج عقائد نوری" پادری عماد الدین کے "رسالہ نغمہ طنبوری" کے ردّ میں لکھ کر رام پور کا عزم کیا۔ تاکہ وہاں کے نواب صاحب کی امداد سے وہ رسالہ چھپوا کر مفت تقسیم کیا جائے۔ چنانچہ شعبان ۱۲۹۴ھ میں فقیر رام پور گیا۔ ہنوز ارادہ کسی سے ظاہر نہ کیا تھا کہ جذب باطنی بریلی کھینچ لایا۔ بسبب خشک سالی اور گرانی کے لوگ پریشان تھے۔ بریلی کے علماء نامدار کی تجویز سے بامامت خاکسار نماز استسقاء ادا ہوئی۔ ارحم الراحمین نے رحم فرمایا۔ بہت باران رحمت برسایا۔ عمائد بریلی کا احقر کی نسبت حسن اعتقاد بڑھا۔ مولوی محمد بشیر الدین صاحب وکیل کی اطلاع سے محمد الطاف علی خاں صاحب رئیس بریلی اپنے مقدمہ کی دعا حسن اسلوبی کے لئے فقیر کو اپنے باغیچہ میں لے گئے۔ فقیر ختم خواجگان کے بعد دست بدعا ہوا، مجیب الدعا نے اس مقدمہ کو جس میں خانصاحب کا پچاس ہزار روپیہ نقصان ہو گیا تھا۔ ان کی حسب مراد کر دیا اور اسی اثنا میں رسالہ موصوفہ کی ایک ہزار جلدیں عمائدین بریلی کی سعی سے چھپ کر مفت تقسیم ہوئیں۔ وہ رسالہ نواب صاحب محمد ابراہیم علی خاں صاحب بہادر والئ مالیر کوٹلہ کی نظر سے گزرا تو فقیر کو انہوں نے کوٹلہ میں بلایا چنانچہ فقیر جمادی الاولیٰ ۱۲۹۵ھ میں ان کے پاس آیا اور ان کے حسن اخلاق سے چند روز قیام پذیر رہا اس اثنا میں رسالہ "ہدیۃ الشیعتین" کا اردو ترجمہ مرتب ہوا۔ پھر ۱۲۹۶ھ میں فقیر نے بدیں غرض سفر کیا۔ اس کی فتوح سے یہ کتاب چھپ کر مفت بانٹی جائے تاکہ اجر نشر علوم حقہ ہاتھ آئے۔ پس فقیر کا گوجرانوالہ، وزیر آباد گجرات، سیالکوٹ جموں سے ہو کر ڈیرہ اسماعیل خاں بنوں، عیسیٰ خیل

بن جاتا ہوا، حق تعالیٰ نے ان دینی بھائیوں کو جزائے خیر دی۔ جن کی امداد سے یہ رسالہ گیارہ سو جلد چھپ کر تیار ہو گیا۔ اب مسلمان بھائیوں کو بلا قیمت دیئے جائیں گے''

مندرجہ بالا اقتباس نقل کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ کی علمی مصروفیات اور اعتقادی خدمات کا اندازہ لگایا جا سکے۔ آپ انہی مصروفیات کی بدولت مغربی پاکستان (بالخصوص پنجاب) کے تمام دینی اور علمی حلقوں میں بڑے مقبول تھے۔ اس دور کی فقہی اور اعتقادی تحریروں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی معاملات میں کوئی فتوےٰ ایسا نہ ہوتا جس پر آپ کی مہر تصدیق ثبت نہ ہوتی تھی۔

لاہور میں "انجمن حمایت اسلام" کا قیام مسلمانوں کو عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی خلاف اسلام مہموں کا زور توڑنے کی ایک علمی کوشش تھی۔ انجمن کے شعبۂ تصنیفات کی انتظامیہ نے مولانا کی علمی خدمات سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ آپ نے ستمبر ۱۸۸۷ء میں عیسائیوں کے باطل خیالات پر مشتمل ایک رسالہ "تحریف القرآن" کے جواب میں ایک رسالہ لکھ کر تصنیف و تالیف کی دنیا میں اپنا تعارف کرایا۔ بعض اور نصابی کتابیں ترتیب دے کر تمام آمدنی انجمن کے فنڈ میں جمع کرا دی۔

آخر سنیوں کا یہ بطل عظیم ۱۳۱۵ھ میں واصل بحق ہوا، اور قصور کے مشہور قبرستان میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ

تصانیف

آپ کی مشہور تصانیف میں سے جو ہماری نظر سے گزر چکی ہیں۔ ان کے اسماء

ذیل میں درج کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین اپنے ذوق کے پیش نظر ان موضوعات کا تفصیلی مطالعہ کر سکیں۔ اور مصنف کی علمی کاوشوں کا صحیح اندازہ کر سکیں۔

۱۔ "عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان" ۱۲۸۵ھ میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب وہابیوں کے شیخ الکل جناب میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی مشہور تصنیف "معیار الحق" کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ پہلے یہ کتاب فارسی میں چھپوائی گئی۔ بعد میں اس کی مقبولیت کے پیش نظر اردو میں بھی شائع کیا گیا اور اس کے کئی ایڈیشن مولانا کی زندگی میں چھپے۔

۲۔ "تحفۂ دستگیریہ بجواب اثنا عشریہ" سن طباعت ۱۲۸۵ھ۔ اس کتاب میں میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری کے احناف پر دس اعتراضوں کے جواب میں ہے۔

۳۔ تحقیق صلوٰۃ الجمعہ۔ سن طباعت ۱۲۸۸ھ۔ اس کتاب کی افادیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آج تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ صوفی میاں رحمت علی صاحب کنگ شریف (ضلع لاہور) والوں نے ۱۹۵۲ء میں از سر نو شائع کرا کے تقسیم کی۔

۴۔ مخرج عقائد نوری بجواب نغمہ طنبوری پادری عماد الدین۔ سن طباعت ۱۲۹۴ھ رسوائے پنجاب پادری عماد الدین نے نغمہ طنبوری میں اسلام پر بڑے رکیک حملے کیے تھے۔ مولانا نے اس کتاب میں ان خیالات کی پُر زور تردید کی اور ساتھ ہی لدھیانہ میں ایک مناظرہ میں عماد الدین کو شکست فاش دی۔

۵۔ ہدیۃ المشتغلین منقبت چار یار مع حسنین رضی اللہ عنہما (۱۲۹۵ھ) یہ کتاب فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہوئی۔ اس میں شیعہ اور خوارج کے نظریات کا مدلل جواب دیا گیا۔ اس کے دیباچہ میں حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری ؒ اور

ان کے صاحبزادہ عبدالرسول قصوری کے حالات زندگی بھی درج ہیں۔

۶۔ **توضیح دلائل وتصریح ابحاث فریدکوٹ**۔ ریاست فریدکوٹ کے راجہ نے اپنے اہتمام میں علمائے اہلسنت اور غیر مقلدین کے درمیان بڑے مناظرے کرائے۔ ان تمام مناظروں میں ملک کے بڑے بڑے جید علمائے کرام شریک ہوتے تھے۔ مولانا نے ان مباحث کو یکجا جمع کرکے ترتیب دیا، اور آخر میں مہاراجہ فریدکوٹ نے فیصلہ بھی دیا۔ یہ کتاب نظریاتی اختلافات کی ایک تاریخی روئیداد ہے، اور خاص کر مسئلہ تقلید میں بڑا ہی مواد جمع کیا گیا ہے۔

۷۔ **عروۃ المقلدین بالہام القوی المبین**۔ سن طباعت ۱۳۰۰ھ۔ مسئلہ تقلید اس زمانے میں علمائے دین میں مابہ نزاع بن گیا تھا اور ہر سطح پر اس موضوع پر گفتگو ہوتی تھی۔ حضرت مولانا نے اس کتاب میں تقلید پر بڑے پرزور دلائل دیئے ہیں۔

۸۔ **ظفر المقلدین**۔ سن طباعت ۱۳۰۲ھ۔ یہ کتاب مولوی محی الدین لکھوی کی کتاب ظفر المبین کے جواب میں لکھی گئی اور مسئلہ تقلید پر بڑے پختہ دلائل دیئے گئے۔ اس موضوع پر مختلف علمائے کرام نے کتابیں لکھیں۔ چنانچہ نصر المقلدین از سید احمد علی شاہ بڑی اہم تصنیف ہے۔ مگر مولانا قصوری کی کتاب کی اہمیت اس وجہ سے بھی زیادہ ہے کہ وہ مولوی محی الدین لکھوی کے انداز تحریر اور مزاج سے خوب واقف تھے۔ اس لئے کہ ہم مکتب رہ چکے تھے۔

۹۔ **رجم الشیاطین براغلوطات البراہین**۔ سن طباعت ۱۳۰۲ھ۔ اس کتاب میں مولانا نے مرزا قادیانی کی براہین احمدیہ کے "الہامات" و "دعاوی" کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کیا ہے۔

۱۰۔ **جواہر مضیئہ رد نیچریہ** (سن طباعت ۱۳۰۲ھ) اس کتاب میں سرسید احمد خاں کے ایک خط کا جواب مدلل دیا گیا ہے۔ اس خط میں سرسید احمد خاں نے اپنے نیچری عقائد اور خاص کر خدا کی ہستی پر اپنے نظریات کو پیش کیا تھا۔ مولانا نے آپ کے خط کا نہ صرف جواب دیا، بلکہ اسے کتابی شکل میں شائع کرکے علمی دنیا میں اہم مقام حاصل کیا۔

۱۱۔ **ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ** (۱۳۰۲ھ)، جمعہ کے تمام مسائل کی چھان بین کی گئی ہے۔

۱۲۔ **تحقیق تقدیس الوکیل** (۱۳۰۰ھ)، اس کتاب میں آپ نے بڑی تحقیق وتفصیل سے حضرت باری تعالیٰ کی تقدیس کو پیش کیا ہے اور ابن تیمیہ کے مقلدین کے عقائد کی بے راہ روی کی نشاندہی کرکے ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو وہ آئے دن اٹھاتے رہتے تھے۔

۱۳۔ **تحقیقات دستگیریہ فی رد ہفوات براہینیہ**۔ اس کتاب میں قادیانی نبوت کے دعووں کا جواب دیا گیا ہے۔

۱۴۔ **کشف السطور عن مسئلہ طواف قبور**۔ (۱۳۰۵ھ) آپ نے اس رسالہ میں طواف قبور پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۵۔ **نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار** (۱۳۰۵ھ) یہ رسالہ گوجرانوالہ کے بعض غیر مقلدین کے اس اشتہار کے جواب میں لکھا گیا۔ جس میں انہوں نے صلوٰۃ وسلام علی النبی المکرم پر اعتراض کیا ہے۔ آپ نے گوجرانوالے کے عوام کی دعوت پر ان اشتہار والے علماء کا سخت تعاقب کیا اور گوجرانوالے پہنچکر کورٹ بھوانید اس میں

مولوی عبدالعزیز اور مولوی عبدالقادر سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ کو آپ نے کتابی شکل میں شائع کرا کے تقسیم کیا تھا۔

۱۶۔ **فتح الرحمانی بدفع کید قادیانی** (۱۳۱۳ھ) یہ کتاب آپ کی آخری تصنیف ہے۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کو آپ نے مباہلہ کے لئے للکارا، اور لاہور کی مسجد طلامجید میں اپنے بیٹوں اور پوتوں سمیت مرزا صاحب سے مباہلہ کے لئے تشریف لائے۔ مگر مرزا قادیانی نے اس مباہلہ میں خود آنے کی بجائے مولوی فضل دین کو بھیج دیا اور یوں مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی۔ آپ نے اس کتاب کی تصدیق و تائید میں حضرت مولنا رحمت اللہ علیہ الرحمۃ مہاجر مکی اور دیگر علمائے عرب و عجم سے تقاریظ حاصل کیں۔

مندرجہ بالا تصانیف اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ حضرت مولانا نے اپنے وقت کے اعتقادی اور فکری فتنوں کو مٹانے کے لئے دن رات ایک کر دیا تھا، اور ثابت کر دیا تھا کہ اسلام پر جب بھی بدعقیدہ لوگوں نے یلغار کی، اس وقت علمائے ربانی نے صحیح اسلامی نقطہ نظر پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ ہم نے مولنا کی علمی اور اعتقادی خدمات کا تفصیلی تذکرہ اپنی کتاب "علمائے لاہور" میں کیا ہے۔ یہ کتاب عنقریب طبع ہو رہی ہے۔

زیر نظر کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" آپ کی اعتقادی اور فکری اختلافات میں مفاہمت کے لئے ایک اہم کوشش ہے۔ اس کتاب کو ان تمام اختلافات کی اساس میں ایک بنیادی اور فیصلہ کن حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ جو آجتک بعض حلقوں میں [illegible] سب سے پہلے دیوبندی مکتب فکر کے ان علمائے ہند نے جن میں

بعض حضرات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان مسائل سے اختلاف کیا۔ جو سنی مکتب فکر میں مسلم حیثیت رکھتے تھے۔ ان مسائل پر ان سے پہلے ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، محمد بن عبدالوہاب نجدی اور پھر اسمٰعیل صاحب دہلوی اپنی تحریروں میں اعتراضات کر چکے تھے۔ ان لوگوں نے ان حضرات اختلاف کی تحریروں سے متاثر ہو کر برصغیر پاک و ہند کے سواد اعظم کے معتقدات کو غلط قرار دینا شروع کر دیا تو علمائے ربانی نے انکی تحریروں کا نوٹس لیا۔ مگر جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) میں علمائے اہلسنت پر جو مصائب ٹوٹے ان سے ان بدعقیدہ علماء کے حوصلے بلند ہو گئے اور ان کی یہ حرکتیں باقاعدہ ایک فتنہ کی شکل اختیار کر گئیں۔ بعض صلح جو حضرات نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ سے رجوع کیا اور ان کی رائے لی۔ تو آپ نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کی صورت میں ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر بات سلجھنے کی بجائے بگڑتی چلی گئی۔ مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں ان لوگوں کے ایک اشتہار کا سخت نوٹس لیا اور ایک کتاب المسمیٰ بہ "انوار ساطعہ" لکھی۔ جس کے رد میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (جو ان دنوں بہاولپور میں مدرس تھے) نے "براہین قاطعہ" لکھ دی۔ اس کتاب میں وہ علمائے اہلسنت پر خوب برسے۔ اس کتاب کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی تائید حاصل تھی۔

مولوی خلیل احمد انبیٹھوی حضرت مولنا غلام دستگیر قصوری رح کے مخلص احباب میں سے تھے اور علمائے اہلسنت کی ان تمام تحریروں پر تائیدی اور تصدیقی مہریں ثبت کر چکے تھے۔ جو اعتقادی مسائل پر سامنے آئیں۔ "اکجانہ فریدکوٹ" ہیں، مولوی خلیل احمد صاحب ان تمام اعتقادی مسائل کو تصدیقی مہروں سے مزین فرما چکے تھے۔ جو علمائے اہلسنت کے اعتقادی نظریات پر مبنی تھے۔ "براہین قاطعہ" کی تحریر سے مولنا

غلام دستگیر قصوری رح کو بڑا صدمہ ہوا۔ وہ بہ نفس نفیس بہاولپور پہنچے۔ اپنے دیرینہ دوست سے بالمشافہ گفتگو کر کے صورت حال معلوم کرنے کی سعی بلیغ فرمائی۔ مگر صاحب "براہین قاطعہ" کو اپنی ہٹ پر قائم پا کر حیرت زدہ ہو گئے۔ اندریں حالات مولانا قصوری کے سامنے اس کے بغیر چارہ کار نہ تھا کہ ان مسائل کو عوام کے سامنے پیش کر کے مولوی خلیل احمد صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کو بحث کا موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ شوال ۱۳۰۶ھ بمقام بہاولپور ان اعتقادی مسائل پر مفاہمت کی ایک بھرپور کوشش کی۔ مولوی خلیل احمد صاحب اپنے چھ دیوبندی علماء لے کر فردکش ہوئے اور مولانا غلام دستگیر قصوری نے بھی اپنے چھ ساتھیوں سمیت نواب آف بہاولپور کی نگرانی میں ان مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا۔ جو انوار ساطعہ اور براہین قاطعہ میں زیر بحث آ چکے تھے۔

اس اعتقادی مفاہمت کی مجلسی بحث کے حکم والیٔ بہاولپور ہز ایکسی لینسی سر محمد صادق عباسی کے پیر و مرشد حضرت شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف مقرر ہوئے۔ مناظرہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکست فاش ہوئی، اور حکم مناظرہ نے لکھ دیا کہ ان دیوبندی حضرات کے اعتقادات وہابی علماء سے ملتے ہیں۔ جو اس برصغیر میں اعتقادی خلفشار کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس فیصلہ کے بعد مولوی خلیل احمد صاحب کو ریاست سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

مناظرہ کی تفصیلی روئیداد زیر نظر کتاب "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" میں قلمبند کی گئی۔ مگر علمائے دیوبند نے بعض اشتہارات میں اپنے ہمخیال عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ نظریات تو محض علمائے برصغیر کے ہاں ہی پائے جاتے ہیں۔ علمائے حرمین الشریفین تو ان کے ہم نوا نہیں۔ حضرت مولانا غلام دستگیر

قصوری رح ۱۳۰۷ھ میں اس کتاب کو لے کر عازم بیت اللہ ہوئے؛ تاکہ وہاں کے مشاہیر سے رائے لی جائے اور جہاز میں اس کا عربی ترجمہ بھی کرتے رہے۔ حرمین الشریفین ان دنوں بھی جلیل القدر علماء کے مساکن تھے۔ چنانچہ وقت کے جید علمائے دین نے اہلسنت وجماعت کے ان اعتقادی خیالات کی تائید کی۔ جو روئیداد میں مولانا غلام دستگیر قصوری رح نے پیش کئے تھے۔ ان مشاہیر کے اسمائے گرامی اور ان کی گراں آراء آپ کتاب کے آخری حصہ میں پائیں گے۔

اس کتاب کی افادیت کو مدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔ دیوبندی مکتب فکر کا ایک طبقہ پاکستان میں ازسرِ نو ان مسائل کے سہارے سر اٹھانے لگا تھا۔ جن کے کفن پر بہاولپور کے مناظرہ نے آخری کیل نصب کر دی تھی۔ بعض دیوبندی قلم کاروں نے تو اس مناظرہ کا سرے سے انکار ہی کر کے اپنے زعماء کی شکست پر پردہ ڈالنے کی سعیٔ ناتمام سے بھی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔ ملک کے مختلف حصوں کے وہ سنی اہل علم جنہیں دیوبندیوں کی اس سرکوبی کی داستان اچھی طرح یاد تھی۔ ہم نے ہمیں اس بات پر آمادہ کیا کہ اس تاریخی اور اعتقادی مفاہمت کی روئیداد کو ازسرنو شائع کر کے عوام تک پہنچایا جائے۔

چنانچہ مکتبہ نبویہ لاہور کے ناظم جناب مولانا بابر علی صاحب نسیم کی وساطت سے حضرت مولانا نبی بخش حلوائی رح مؤلف تفسیر نبوی کے کتب خانہ سے اس نایاب کتاب کا قیمتی نسخہ حاصل کیا گیا۔ یہ کتاب عربی اردو کالموں میں تقسیم تھی، مگر اس مسودہ کی تیاری اور صحت کے عظیم کام کو سرانجام دینے میں جناب حافظ محمد نواز صاحب نقشبندی جو مولانا غلام دستگیر قصوری رح سے روحانی تعلق رکھتے ہیں، کی قابل قدر کاوش کام آئی۔

انہوں نے کتاب کے مسودہ کی تیاری میں بڑی محنت سے کام لیا۔ حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری مولانا باغ علی صاحب نسیم نے کتاب کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر کتابت و اشاعت کی مشکلات دور کرنے میں بڑے خلوص سے کام لیا۔ مولانا باغ علی صاحب نسیم نے خاص طور پر لفظی صحت اور عبارات کو اصل کتابوں سے لے کر اہل مطالعہ کیلئے آسانیاں پیدا کر دیں۔

ناشر کی ہمت مردانہ نے نوجوان علمائے اہل سنت کے لئے خصوصاً اور عام پڑھے لکھے سنی حضرات کے لئے عموماً ان مباحث کو علمی انداز میں پیش کر کے، ان اعتقادی خیالات کو سمجھنے میں بڑا کام کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اعتقادی کشمکش کی یہ پرخلوص مفاہمتی کوشش دونوں نظریات کے مخلص حاملین کے لئے ایک مفید دستاویز کا کام دے گی اور انہیں ان نظریات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی جو علمائے کرام کے درمیان ایک مدت سے وجہ نزاع ہیں۔

خادم العلماء کرام

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم۔اے

خطیب جامع سنی کوتوالی، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

روئیداد

تاریخی مناظرہ بہاولپور

المشہور

تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل

مؤلفہ و مرتبہ

حضرت مولانا ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر صاحب ہاشمی رح

نقشبندی قصوری نور اللہ مرقدہٗ

(المتوفی ۱۳۱۵ھ)

نوری بک ڈپو

بالمقابل دربار داتا صاحب رح - لاہور

مطبوعہ: پنجاب پریس لاہور

مضامین و مباحث تقدیس الوکیل

تعارف

رسالہ براہین قاطعہ مؤلفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی و مقبولہ مولوی رشید احمد گنگوہی میں بسبب اندراج مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کے و امکان نظیر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام بنی آدم کا بشریت میں آپ سے برابر ہونا اور آپ کا علم شیطان کے علم سے کم ہے اور آپ کے مولود کی مجلس گنہیا کے جنم وغیرہ سے مشابہ ہے اور فاتحہ خوانی برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کے مانند ہے۔ اور حرمین کے مفتیوں کا فتوے رشوت خواری وغیرہ سے نامعتبر ہے۔ اس کے مؤلف سے ریاست بہاولپور میں جہاں وہ اوّل مدرس عربی تھا، واقعہ شوال ۱۳۰۶ھ فقیر کان اللہ لہٗ نے بغرض اعلاء کلمۃ اللہ مناظرہ کیا تھا کہ یہ مسائل سخت غلط ہیں! جس پر بہ تجویز حضرت صاحب شیخ المشائخ حاجی الحرمین المحترمین مقبول رب المشرقین والمغربین مولانا خواجہ غلام فرید مدظلہم بالفیض المزید سجادہ نشین چاچڑاں شریف جو حَکَم تھے۔ فتوے شایع ہوا تھا کہ مؤلف مذکور مع اپنے معاونین کے وہابی، اہلسنت سے خارج ہیں۔ تب انہوں نے کئی پرچوں اور اخبارات میں درج کرایا کہ ہم اس مباحثہ میں غالب رہے، جس کے جواب میں فقیر نے اخبار ریاست میں شایع کرایا تھا کہ اگر وہ فیصلہ منظور نہیں تو آئیے مکہ مکرمہ میں مولانا رحمۃ اللہ صاحب جن کی کمال تعریف آپ کے براہین میں مکرر درج ہے اور نیز حاجی امداد اللہ صاحب آپ کے پیرو مرشد برحق، اُن کو منصف ٹھہرا کر فیصلہ کرلیجئے، ورنہ مباہلہ کرلیں۔ اس پر وہ ایک پرچہ اخبار میں بجائے مباہلہ، مقاتلہ پر مستعد ہوئے تھے۔ چونکہ فقیر کا مقاتلہ غیر ممکن تھا

منتقیم نے ریاست موصوفہ کی معزز جمعیت سے مؤلف مذکور کی کمال مذلت سے، استیصال فرمائی الحق سے ہر عمل اجرے وہر کار سزائے دارد

پھر جمادی الاخری ۱۳۰۶ھ میں فقیر بعزم حج جب وارد بمبئی ہوا تو وہاں سے تحریرات مناظرہ کا اردو سے عربی میں ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ واقعہ ذیقعدہ مکہ معظمہ میں ان کا جواب الجواب پورا ہو کر، مولانا رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں پیش ہوا۔ انہوں نے احقاق حق کی نظر سے اس کی تصحیح فرمائی اور حاجی امداد اللہ صاحب نے بھی اس کی تصدیق کی اور باستثناء سوال وجواب قبائح مفتیان حرمین شریفین چھ پہلے مسائل کے جواب الجواب پر حضرات مفتیان و مدرسان موصوف کی تصدیق ہو گئی۔

الغرض حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص عنایت سے جس پر واقعہ رویائے سفر مدینہ منورہ شاہد ہے۔ مختصر حال اس رویا، کا کتاب ہذا کے صفحات آئندہ میں درج ہے۔ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں یہ کتاب مبارک مکمل ہو گئی۔ واقعہ سلطان بایزید خاں مرحوم ۹۰۱ھ کی مجلس میں مولانا علی عربی سے ابن الخطیب رومی نے کذب الٰہی کے امتناع بالغیر میں بحث کر کے، اخیر میں رسالہ امتناع ذاتی کے اثبات میں لکھا اور سلطان وقت کو خوش کیا تھا۔ کذا فی کشف الظنون۔ اب اس فقیر نے احکم الحاکمین عزوجل، اور حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ الصلوٰۃ والسلام اجمعین، کے خوش کرنے کو یہ تالیف کی۔ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ عاملًا ومصلیًا ومسلمًا اولًا وآخرًا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ۔ سُبْحَانَ الْحَلِیْمِ الْکَرِیْمِ۔

الحمد للہ رب العالمین حمدًا یوافی نعمہ ویکافی مزید کرمہ۔ اللّٰھم صلِّ وسلم علیٰ سیدنا محمد النبی وازواجہ امہات المؤمنین۔ وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اللّٰھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیٰمۃ۔ اللّٰھم انفعنی بما علمتنی وعلمنی بما ینفعنی وزدنی علمًا۔ اللّٰھم انی اعوذ بک من الاربع من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ودعاء لا یسمع وجزی اللہ تعالیٰ عنا سیدنا محمدًا صلی اللہ علیہ وعترتہ کلما ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون۔ والحمد للہ علیٰ کل حال ونعوذ باللہ من حال اھل النار۔

امّا بعد الحمد والصلوٰۃ، واضح ہو کہ مجلس مولود شریف کے بعض منکرین نے علماء غیر مقلدین سے یہ سوال کیا "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی و مدحت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسی ہیئت سے کہ جس مجلس میں امردان خوش الحان گانے والے ہوں اور زیب وزینت وشیرینی وروشنی ہائے کثیرہ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب وحاضر ہوں جائز ہے یا نہیں؟ اور

ل ابن صلاح در امالی خود از محمد بن المنذر روایت کردہ کہ حضرت آدم علیہ السلام در جناب الٰہی عرض کرد کہ بار خدایا من میخواستم کہ انفاس عمر من ہمہ در حمد وتسبیح تو بگذرد لکن تو مرا مشغول فرمودی بکسب دست کہ زراعت و حرفت میکنم پس مرا چیزے تعلیم فرما کہ جامع حمد وتسبیح جمیع خلائق باشد۔ حق تعالیٰ وحی فرستاد کہ وقت صبح وشام ایں کلمات را سہ بار بگو کہ ایں شامل جمیع اقسام حمد وتسبیح اند۔ تفسیر فتح العزیز،

قیامِ وقتِ ذکرِ ولادت جائز ہے یا نہیں[1]؟ نیز بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ کے، آب و طعام سامنے رکھ کر اُس پر فاتحہ وغیرہ ہاتھ اٹھا کر پڑھنا اور اُس کا ثواب اموات کو پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بروز سوم میت کے لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی اور بھُونے ہوئے چنوں پر کلمہ طیبہ مع پنج آیات پڑھنا اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنا بالحدیث نبوی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

یہ عبارت انوارِ ساطعہ مطبوعہ حاشیہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۸، ۹ سے منقول ہے۔ پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۲۴ کے حاشیہ پر منقول ہے کہ جواب اس کا تین غیر مقلدین دہلی نے یوں دیا کہ انعقاد محفل میلاد اور قیام وقت ذکر پیدائش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرون ثلثہ سے ثابت نہیں ہوا پس یہ بدعت ہے اور علیٰ ھٰذا القیاس بروز عیدین و پنجشنبہ وغیرہ میں فاتحہ مرسومہ ہاتھ اٹھا کر پایا نہیں گیا، الیٰ قولہ۔ خلاصہ یہ کہ بدعات و مخترعات وغیرہ ناپسند شرعیہ ہیں، انتہیٰ۔

اور مدرسہ دیوبند کے مدرس اور واعظ وغیرہم نے اس جواب کی حقیقت پر مُہر کر دی جیسا کہ صفحہ ۲۴، ۲۶ اسی رسالہ کے حاشیہ میں ہے، پھر صفحہ ۵۴، ۵۵ کے حاشیہ پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی عبارت، تصحیح میں اُس جواب کے یُوں نقل کی ہے ایسی مجلس ناجائز ہے اور اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر دو عالم علیہ السلام

---

[1] اور حاضر ہونا مفتیان کا ایسی مجلس میں جائز ہے یا نہیں؟

[2] درود کا اختصار بے سادگی ہے۔ جیسا کہ اپنے محل میں مبرہن ہے۔

کو کرنا، اگر حاضر و ناظر جان کر کرے تو کفر ہے۔ ایسی مجلس میں شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلافِ سُنّت ہے اور سوم بھی کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہیں، البتہ اموات کو ثواب پہنچانا، بلا قید روا ہے[2]! اس کا مضایقہ نہیں! فقط واللہ اعلم۔ "رشید احمد گنگوہی عفی عنہ"

---

[1] جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے مریدین میں سے۔ اس گروہ کے سرخیل تھے جو حضرت حاجی صاحب کے مسلک کے خلاف مصروف جہاد تھا، جناب گنگوہی کے مزاج میں بیحد تیزی تھی جس کے باعث وہ کسی کو بھی نہیں بخشتے تھے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب اُن کے پیر و مرشد نے "فیصلہ ہفت مسئلہ" لکھا اور شائع ہو کر بغرض تقسیم اس کی کاپیاں گنگوہ پہنچیں تو فاضل گنگوہی نے جملہ نسخوں کو جمع کر دینے کا حکم دے دیا۔ (تحقیق الحق مطبوعہ قیومی پریس آگرہ، صفحہ ۴۰، سطر ۱۰۔ بحوالہ انوار آفتاب صداقت، مطبوعہ لاہور صفحہ ۲۵۸)۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی (جن کو علمائے اہلسنت اپنے میں شمار نہیں کرتے) کے صاحبزادے خواجہ حسن ثانی نظامی راوی ہیں کہ "نذرِ آتش کرنے کی یہ خدمت والد حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد کے ہاں زیر تعلیم تھے۔ لیکن خواجہ صاحب نے جلانے سے پہلے اس کو پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انھوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولانا گنگوہی سے ملنے آئے اور اُن سے پوچھا کہ میں نے کچھ کتابیں تقسیم کرنے کیلئے آپ کے پاس بھیجی تھیں، اُن کا کیا ہوا؟ مولانا گنگوہی نے تو اس کا جواب خاموشی سے دیا لیکن کسی حاضر الوقت نے کہا کہ علی حسن (حضرت خواجہ حسن نظامی) کو حکم ہوا تھا کہ انہیں جلا دو! مولانا تھانوی نے "میاں علی حسن" سے پوچھا کہ کیا واقعی تم نے کتابیں جلا دیں؟ باقی صفحہ ۲ پر

کیونکہ دہلی میں چند علماء دو مو مولود پڑھتے ہیں جن کے نام ظاہر کئے۔ پھر اخیر میں درج کیا کہ ہاں بعض مجلسوں میں بعد فراغت قاری مولود کے جو علماء اعیان سے ہوتے ہیں، کوئی خوش آواز کا بھی کوئی مدح وغیرہ پڑھ دیتا ہے اور اس کا اثبات واضح طور پر بیان کیا ہے اور تحمل وغیرہ کے دلایل با حسن وجوہ ذکر کئے ہیں۔ پھر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی تحریر کے جواب میں یوں لکھا ہے کہ اس عبارت کی رکاکت مبانی وسخافت معانی دل میں شبہ ڈالتی ہے کہ یہ کلام مولوی رشید احمد صاحب کا نہیں ہوگا۔ انتہیٰ بلفظہ۔ پھر وجوہ جواب میں یہ بھی لکھا کہ ان کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ مولود کی مجلسوں میں شامل اور شریک ہوتے ہیں اور جب ہند میں تھے تو اپنے نعتیہ اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے اور حضورؐ سے مدد مانگتے رہتے تھے، ایسا ہی اُن کے استاد شاہ عبد الغنی صاحب مہاجر مدینہ منورہ نے اپنی بعض تصانیف میں جواز مجلس میلاد کا فتوے دیا ہے۔ الغرض صاحب انوار ساطعہ نے اس بارہ میں مولوی رشید احمد کے مرشدوں اور استادوں سے معتبر نقلیں لکھی ہیں اور مولود اور فاتحہ کے اثبات میں عمدہ بیان کیا ہے۔ پس یہ رسالہ جب چھپکر شایع ہوا تو گنگوہی صاحب اور اُن کے مرید شاگردوں پر سخت ناگوار گزرا۔ تب انہوں نے صاحب انوار کی کمال تشنیع کی کیونکہ یہ لوگ مولوی گنگوہی صاحب کے اقوال کو وحی الٰہی کی طرح خطاء و زلل سے محفوظ جانتے ہیں۔

حاشیہ صفحہ ۶۔ یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اُن مریدوں نے جو دیوبندی مسلک کے بانی مبانی ہیں نے حاجی صاحبؒ کے اُن خلفاء کے تذکرے محفوظ کرنے سے گریز کیا ہے۔ اس لئے کہ اگر ان لوگوں کے کارنامے اور عقاید عوام کے سامنے آجائیں تو دیوبند کا طلسم قایم نہیں رہ سکتا تھا۔ مگر اس پر فراخ دل اور غیر متعصب ہونے کے مدعی ہیں۔ محمد شفیع رضوی

پس یہ فتوے مطبع ہاشمی میرٹھ میں جب چھپ کر بارہا شایع ہوا تو مولوی عبدالسمیع رام پوریؒ نے اس کے رد میں رسالہ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ لکھا اور رسایل نے جو مجلس مولود میں امردان خوش الحان کا پڑھنا ہی لکھا ہے تو اس کا بہتان ہونا ثابت کیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۔ انہوں نے جواب دیا، کہ استاد کا حکم ماننا ضروری تھا۔ اس لئے میں نے آدھی کتابیں تو جلادیں اور آدھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب بیان کرتے تھے کہ مولانا تھانوی اس سے اتنے خوش ہوئے کہ آم کھا رہے تھے، فوراً دو آم اُٹھاکر، مجھے انعام دئے۔ (ماہنامہ مُنادی دہلی۔ جلد ۳۹۔ شمارہ ۱۲، صہ ۲۲)۔ سبحان اللہ کیسی پیری مُریدی ہے! یہ بھی یاد رہے کہ اس زمانہ میں تھانوی صاحب نے اعلانیہ طور پر اپنے جدید خیالات کا اظہار نہیں فرمایا تھا۔ کیونکہ آپ حضرت مولانا احمد حسن کانپوری۔ مدرسہ فیض عام کانپور کی مدرسی کے زمانہ میں میلاد و قیام کیا کرتے تھے۔ اگر بعد کے زمانے میں احراق بدعت مسئلہ کا واقعہ پیش آتا تو فاضل تھانوی خواجہ صاحب کو خدا جانے کیا انعام دیتے۔ محمد شفیع رضوی

۲ حضرت مولانا عبدالسمیع بیدل رحمۃ اللہ علیہ رام پور منہاران ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ بڑے فاضل و اجل بزرگ تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کے اخص خاص مریدوں میں سے ہیں۔ مولانا عبدالسمیع صاحب، فاضل گنگوہی کے برعکس قبلہ حاجی صاحبؒ کے مریدوں کی اس پارٹی کے سرخیل تھے جو مسلکِ اسلاف کو مضبوطی سے اپنائے ہوئے تھی۔ آپ ایک عرصہ تک شیخ الٰہی بخش صاحب کے مدرسہ بمقام میرٹھ درس دیتے رہے۔ بیدل آپ کا تخلص تھا۔ شعر خوب کہتے تھے۔ آپ کا نعتیہ کلام شایع ہو چکا ہے۔ آپ کے نامِ نامی و اسم گرامی کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے آپ کی تصنیف "انوار ساطعہ" بہت کافی ہے۔ موصوف ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۱ء میں فوت ہوئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ (۸) پر

پس انوار ساطعہ کے رد میں کئی رسائل تحریر کئے اور اپنے زعم میں اس کے ابطال میں بہت دلائل لائے۔ منجملہ ان کے رسالہ براہین قاطعہ علیٰ ظلام الانوار الساطعہ ہے جس کو گنگوہی صاحب کے قرابتی اور شاگرد اور مرید مولوی خلیل احمد[1] انبیٹھوی نے تالیف کیا اور اول سے آخر تک جمیع اقوال انوار ساطعہ کو بہت شدت سے رد کیا، خواہ اس نے محض نصیحت ہی کی تھی یا صریح و صحیح بات لکھی تھی۔ جس کو اس میں شک ہو تو براہین کے پہلے قول میں دیکھ لے کہ اس کا مؤلف باری تعالیٰ کے امکان کذب

[1] جناب مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (متوفی ۱۳۴۶ھ) جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اول مدرس، دار العلوم دیوبند کے حقیقی بھانجے تھے۔ فاضل گنگوہی سے بیعت ہوئے اور ۱۲۹۰ھ میں خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں سے شاہ عبد الغنی مجددی اور شیخ احمد دحلان مکی جو اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے استاد تھے، بڑے پکے اہلسنت تھے۔ غالباً انہی حضرات کے تعلق کا اثر تھا کہ آپ عرصہ تک اپنے عقائد کو چھپائے رہے۔ چنانچہ ۱۳۰۰ھ میں علمائے اہلسنت کا فرید کوٹ میں جو غیر مقلدین سے مناظرہ ہوا اور پھر "ابحاث فرید کوٹ" کے نام سے مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس مناظرے کی کاروائی کو مرتب کر کے شائع کیا تو اس کی تصدیق مولوی خلیل احمد صاحب نے کی جو "ابحاث فرید کوٹ" میں دیکھی جا سکتی ہے اور ایک بات یہ بھی تجربہ میں آئی ہے کہ علمائے دیوبند جہاں جاتے ہیں، اہلسنت بن کر میلاد پڑھتے اور ختم وغیرہ کے کھانے کھاتے رہتے ہیں اور خفیہ طور پر اپنے ہمنوا پیدا کرنے میں مصروف رہتے ہیں، جب کچھ لوگ ساتھی بن جاتے ہیں تو کھل کر اپنے عقائد کا اظہار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح ان دنوں مولوی خلیل احمد صاحب اہلسنت کے مدرسہ عربی بہاولپور میں مدرس تھے اور مجبوراً یا ضرورۃً وہی کرتے اور لکھتے رہے جو اہلسنت کرتے ہیں مگر ان سے غلطی یہ ہوئی کہ قبل از وقت اظہار خیال فرما دیا اور مولانا قصوری نے

کا قائل ہوا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید سے حق سبحانہ کا اصدق الصادقین ہونا ثابت ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امکانِ نظیر کا بھی قائل ہے اور آپ بحکم قرآن مبین خاتم النبیین ہیں اور دوسرے قول میں آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ جمیع بنی آدم کو بشریت میں برابر لکھ دیا ہے اور پُر ظاہر ہے کہ جملہ بنی آدم میں کفار، گناہگار اور چوہڑے چمار بھی داخل ہیں اور تیسرے قول میں دعوٰے ہے کہ بلا ریب جمیع بنی آدم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت میں بھائی ہیں اور قرآن مجید ناطق ہے کہ آپ کے ازواج مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ، جیسا کہ مدارک وغیرہ میں ہے اور تفسیر تیسیر الرحمٰن وغیرہ میں ہے کہ آپ کی ابوت حرمت یعنی تعظیم میں مقتضی ابوت حقیقی کے ہے۔ انتہٰی

پھر صاحب براہین نے لکھا ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان لعین کے علم سے کم تر ہے حالانکہ باتفاق اہل علم و یقین، آپ عالم علوم الاولین والآخرین ہیں۔ پھر براہین والے نے اپنے مرشد رشید احمد سے نقل کیا ہے کہ مجلس مولود بدعت ہے اور تعظیم کے لئے کھڑا ہونا بھی بدعت و حرام بلکہ کفر ہے اور یہ مجلس مولود جنم کنہیا سے مشابہ ہے جو کفار ہنود کا فعل ہے بلکہ مسلمان مولود کرنے والے کفار ہنود سے بھی بدتر ہیں۔

یہ رشید احمد کے مقولے ہیں سو پناہ بخدا، ایسے قول مردود اور قائل مطرود ہے! اور براہین والے نے بھی تصریح کی ہے کہ مجلس مولود کے جائز رکھنے والے علماء بدعتی اور فاسق و فسادی ہیں۔ الغرض اس کے قلم سے نہ خدا چھوٹا ہے، نہ رسول اکرم اور نہ علمائے راسخین، جیسا کہ اس کے اقوال کے بعینہ مطالعہ سے ناظرین کو یقین آجائے گا

جو عنقریب منقول ہوں گے۔

اور یہ خلیل احمد، براہین قاطعہ کا مؤلف مدرسہ عربیہ ریاست بہاولپور میں اول مدرّس اور اکابر علماء میں سے تھا۔ فقیر کاتب الحروف بھی اس سے محبت للّٰہی رکھتا تھا۔ کیونکہ اُسے علمائے اہلسنت سے خیال کرتا تھا۔ مگر جب فقیر کاتب الحروف ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۶ھ میں بغرض تحسین امور دین، ریاست مذکور میں وارد ہوا اور رسالہ براہین قاطعہ دیکھا، تو وہ مدت کی محبت سخت عداوت سے مبدّل ہو گئی اور جب اس رسالہ کے اخیر میں رشید احمد گنگوہی کی تصدیق دیکھی جو اس نے بڑی شدّ و مد سے کی ہے اور اس رسالہ کو بلقب الدلائل الواضحۃ علیٰ کراھۃ المروج من المولود و الفاتحۃ ملقب کیا ہے اور اس کے مؤلف کو اقسام دُعاء و ثناء سے یاد فرمایا ہے اور نیز ابتداء میں یعنی لوح پر درج ہے کہ بامر جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مطبع ہاشمی میں مطبوع ہوا۔ تب فقیر کو مولوی فیض الحسن[1] صاحب مرحوم سہارنپوری کے قول کی تصدیق ہوئی جو انہوں نے، اُن کے حق میں عربی اخبار لاہور میں لکھا تھا کہ "اس کا نام رشید ہے اور کام غیر رشید ہے"۔ پس فقیر نے براہین کو دیکھ کر، بعض اعیان ریاست بہاولپور کو اس کے مضامین کی قباحت پر مطلع کیا اور یہ خبر والیٔ ریاست[2] موصوفہ اصلح اللہ تعالیٰ حالنا وحالہ وما احسن مالنا ومآلہ تک پہنچی اور یہ تجویز ہوئی کہ حضرت صاحب چاچڑاں شریف یعنی

---

[1] آپ سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ اُن کے معاصرین میں اُن جیسا عربی کا ادیب دوسرا کوئی نہ تھا۔ اورینٹل کالج لاہور میں عربی کے اول مدرّس تھے اور یہیں ۱۸۸۶ء میں انتقال کیا۔ (رضوی)

[2] نواب سر صادق محمد خاں والی بہاولپور۔ (رضوی)

اُن کے مرشد حاجی صاحب شیخ المشائخ مولانا شیخ غلام فرید[1] صاحب سلمہ اللہ الحمید جب سفر اجمیر شریف سے واپس تشریف لائیں تو انہیں حَکَم (منصف) بنایا جائے اور اُن کے رُوبرو براہین کے مطالب کی تحقیق کے واسطے مناظرہ ہو۔

اس فرصت میں فقیر اپنے وطن کو آیا اور براہین کے اقوالِ مردودہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور علمائے پنجاب کی خدمت میں پیش کر کے، مشاہیر علمائے لاہور اور امرتسر سے تصدیق کرایا۔ پھر ابتدائے رمضان مبارک میں حسب الطلب مناظرہ کے لئے

---

[1] زبدۃ العارفین عمدۃ الکاملین حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ممتاز اولیائے کبار میں سے تھے۔ وحدت الوجود کے زبردست حامی اور اس نظریہ کے مبلغِ اعظم تھے۔ آپ کی کافیاں مشہور و مقبول ہیں اور عوام و خواص آپ کے اعجازِ کلام کے قائل ہیں۔ نواب صادق محمد خاں والیٔ بہاولپور آپ کے مرید صادق تھے اور انہیں اپنے مرشد باصفا سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ "میں نے حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی بارہا زیارت کی ہے اور بارہا یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب ایک گاڑی میں سوار ہیں جیسی کہ بچوں کی گاڑی ہوتی ہے اور نواب صاحب بہاولپور (سر صادق محمد خاں ثالث مرحوم) ملازموں کی طرح اس گاڑی کو ہاتھوں سے دھکیل کر چلا رہے ہیں"۔ (خواجہ غلام فرید، از محمد حسن، صفحہ ۲۵)۔

حضرت خواجہ غلام فرید بہت بڑے صوفی اور شاعر ہونے کے علاوہ عالم متبحر اور فاضل اجل بھی تھے اور آپ کی اس عظمت کا اعتراف آپ کے مخالفوں کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ عزیز الرحمٰن صاحب مرید خلیفہ مولوی خلیل احمد صاحب جو اس مناظرہ میں طالب علم کی حیثیت سے اپنے استاد اور مرشد کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے، اور اس مجلس علمی میں انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کی شانِ علمی کو ملاحظہ کیا تھا، مقدمۂ دیوان فرید میں لکھتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

فقیر ریاست بہاولپور میں وارد ہوا اور خلیل احمد جو رخصت پر تھا، اپنے ہم مشرب علماء کو
لے کر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں بہاولپور میں وارد ہوا جن کے نام یہ ہیں ۔
۱۔ مولوی محمود حسن۔ مدرس مدرسہ دیوبند۔ ۲۔ مولوی صدیق احمد مقیم ریاست مالیر کوٹلہ،
۳۔ مولوی محمد مراد و مولوی عبدالحق قاضی پور۔ ۵۔ مولوی جمعیت علی مدرس فارسی بہاولپور
اور حضرات علمائے اہلسنت سے ۱۔ مولوی سلطان محمود تلیری والے، ۲۔ مولوی عبدالرشید
مدرس مدرسہ صاحب السیر علیہ الرحمۃ، ۳۔ مولوی عمر بخش، ۴۔ مولوی غلام نبی اور مولوی الٰہ بخش
صاحبان کو بغرض تحقیق حق بلوایا اور رمضان مبارک میں شدت گرمی کے سبب مجلس مناظرہ
کا انعقاد عید سعید کے بعد قرار پایا۔ پس تین شوال کو حضرت صاحب کے مقام فرودگاہ پر،
اراکین ریاست بہاولپور، جمیع علماء و شرفاء وغیرہم جمع ہوئے تو فقیر راقم الحروف
نے محض تائید دین متین کی غرض سے چند اعتراضات، مسائل براہین قاطعہ پر عرض کیے،
اور اول سے آخر تک پڑھ سنائے جو بجنسہٖ منقول ہوتے ہیں ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲ ؎ "حضرت خواجہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کی شان علمی کا وہ پہلا منظر،
اس وقت تک میرے دل و دماغ پر منقش ہے۔ میں نے چشم عقیدت و بصیرت سے دیکھا کہ اتنے
بڑے علماء و فضلاء کے مابین علمی، منطقی اور فلسفیانہ مباحث کے لئے جو بزرگ حکم مقرر ہوئے
ہیں اُن کی جلالت قدر اور عظمت شان کا کچھ ٹھکانہ ہی نہیں۔ حضور کے چہرۂ اقدس سے عالمانہ
تمکنت اور فاضلانہ وقار ٹپکا پڑتا تھا"

اہلسنت والجماعت کے اس مایۂ ناز عالم ربانی نے ۶؍ ربیع الثانی $\frac{۱۳۱۹ھ}{۱۹۰۱ء}$ کو
انتقال فرمایا۔ کوٹ مٹھن شریف (بہاولپور ڈویژن) میں مزار مبارک مرجع خواص و عوام ہے
جہاں فیض کے دھارے بہتے ہیں۔ (محمد شفیع رضوی)

پہلا اعتراض

امکان کذب باری تعالیٰ (دیوبندی عقیدہ)

انوار ساطعہ کے ابتداء میں اسلام کے ضعف پر افسوس کرکے لکھتا ہے کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے
کہ جناب باری عزاسمہٗ جس کی شان عالی یہ ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا اس
کو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے۔ انتہیٰ۔ براہین قاطعہ کے صفحہ ۳ میں اس کی تردید یوں
کی ہے۔ امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا، بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے،
کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں؛ چنانچہ ردالمحتار میں ہے، ھَلْ یَجُوْزُ الْخُلْفُ فِی الْوَعِیْد
الخ، اور ایسا ہی دیگر کتب میں لکھا ہے۔ پس اس پر طعن کرنا مؤلف کا پہلے مشائخ پر طعن
کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے،
انتہیٰ ملتقطۃً۔

اس پر خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کو خلف وعید کی فرع بنانا
عوام اہل اسلام کو دھوکہ دینا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ براہین والے کا خود عقیدہ یہی ہے
اور یہی بعینہٖ وہابیوں کا ہے۔ چنانچہ رسالہ جامع الشواہد میں درج ہے پہلا عقیدہ وہابیوں
کا یہ ہے کہ خدائے پاک کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔ چنانچہ کتاب صیانۃ الایمان مطبوعہ مرادآباد
مصنفہ مولوی ظہور الحق شاگرد مولوی نذیر حسین[1] کے صفحہ ۵ میں مندرج ہے انتہیٰ بلفظہٖ
اور ایسا ہی اس رسالہ میں چند عقائد و اعمال ان کے ذکر کرکے آخر میں چھپن[56] علمائے ہندوستان

[1] میاں نذیر حسین صاحب پاک و ہند کے غیر مقلدوں کے "استاد الکل" تھے جناب سید صاحب رائے بریلوی اور

بقیہ صفحہ ۱۵ پر

کے اتفاق سے لکھا ہے کہ بعضے یہ عقائد وغیرہ کفر ہیں۔ بعضے فسق و بدعت ہیں اور ہند و پنجاب میں یہ رسالہ مکرر چھپ کر شائع ہوا ہے اور فخر رازی نے جو علمائے کلام کا امام ہے۔ تفسیر کبیر کے کئی مقامات میں تصریح کی ہے کہ بعضے معتزلہ خلف وعید فساق کے منکر ہوئے ہیں، کہ اس کو اپنے زعم میں امکان کذب باری تعالیٰ جانتے ہیں اور اہلسنت نے اس کا جواب لکھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴ — اور شاہ محمد اسماعیل دہلوی کے عقیدت مند اور اُن کے مذہبی عقائد کے ناشر و مبلغ تھے۔ لہٰذا یہ اتباع سید صاحب و شاہ اسماعیل صاحب انگریزوں کے بہی خواہ اور سچے وفادار رہے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جب علمائے اہلسنت نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تو میاں صاحب نہ صرف اس جہاد سے الگ رہے بلکہ انگریزوں کی ہر طرح مدد کی اور اُن کی جانیں بچائیں۔ پروفیسر محمد ایوب قادری ایم اے لکھتے ہیں کہ:۔

"۱۸۵۷ء میں ایک انگریز خاتون کو پناہ دی، ساڑھے تین مہینے تک رکھا جس کے بدلے میں ایک ہزار تین سو روپے انعام اور خوشنودی سرکار کا سرٹیفکیٹ ملا۔"

"جب میاں نذیر حسین حج کو گئے تو کمشنر دہلی کا خط ساتھ لے گئے۔ گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دہلی میں انتقال کیا۔ تذکرہ علمائے ہند مترجم اردو ص ۴۹۵

ایک دفعہ میاں صاحب کو شبہ کی بنا پر انگریزوں نے نظر بند کر دیا تھا مگر بعد تحقیقات وفادار سرکار ثابت ہوئے اور کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا۔ اسی نظر بندی کا سہارا لیتے ہوئے جناب غلام رسول مہر صاحب نے میاں صاحب کو مجاہدین کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ مہر صاحب کی اس بے مثال "تحقیق" نے اُن کی ثقاہت و دیانت کی قلعی کھول دینے کے علاوہ یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح کے مجاہد اور انگریز دشمن میاں صاحب تھے، اسی طرح کے جناب سید صاحب رائے بریلوی تھے (صفحہ ۱۶ ملاحظہ فرمائیے)

دیا ہے کہ وعید فساق قطعی نہیں ہے، بلکہ عدم عفو سے مشروط ہے۔ ہمارے نزدیک جیسا کہ عدم عفو، عدم توبہ سے مشروط ہے بالاتفاق۔ یہ ترجمہ خلاصہ عبارت تفسیر کبیر کا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۔ کے نیچے سے، پھر سورۂ رعد میں امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ ہم خلف وعید کے قائل نہیں۔ لیکن عموم وعید کو آیات عفو سے تخصیص کرتے ہیں، انتہیٰ مترجماً۔

اور قاضی بیضاوی اور مفتی ابو السعود اپنی تفسیروں میں آیت مرقومہ بالا کے نیچے لائے ہیں کہ وعیدیہ یعنی معتزلہ اس سے یہ دلیل پکڑتے ہیں اور اہلسنت سے اس کا جواب یہ ہے کہ وعید فساق عدم عفو کے ساتھ مشروط ہے علیحدہ دلائل کی رُو سے۔ چنانچہ عدم عفو عدم توبہ سے مشروط ہے بالاتفاق انتہیٰ۔ اور شرح مواقف میں ہے آٹھواں مقصد اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، اور اس کی بخشش کافروں کے حق میں نہیں ہے بلکہ مومنوں کے حق میں ہے۔ انتہیٰ

مفتی محمد عبداللہ صاحب[1] ٹونکی اول مدرس مدرسہ یونیورسٹی لاہور[2] نے لکھا کہ مؤلف براہین

بقیہ صفحہ ۱۵ — جو محقق مصنف "میاں نذیر حسین کو انگریز دشمن لکھنے سے نہیں جھجکتا، وہ سید صاحب کو انگریز دشمن بنانے میں کیونکر کوئی دقیقہ فروگذاشت کر سکتا ہے؟ اور اس جماعت کے افراد کیلئے اپنے "پیشوا" کو انگریز دشمن ظاہر کرانے کے لئے آجکل کے "محقق" "مصنفین" کو "مایۂ ناز ذخیرہ مکتوبات" فراہم کر دینا کچھ مشکل نہیں، کیونکہ یہ بلاغ المبین وغیرہ کو لکھ لینے سے زیادہ محنت طلب نہیں ہے" (رضوی)

[1] مفتی عبداللہ ٹونکی (متوفی ۱۹۲۰ء) بڑے فاضل انسان تھے۔ لاہور میں اورینٹل کالج میں عربی کے اُستاد تھے۔ انجمن مستشار العلماء لاہور کے معتمد تھے اور اہلسنت کے (بقیہ صفحہ ۱۷ پر دیکھیں)

اور اس کے حواریین نے امکان کذب باری تعالیٰ کی دلیل میں شرح مواقف مطبوعہ نولکشور کے صفحہ ۶۰۹ سے عبارت مجھ کو دکھلائی تو میں نے کہا کہ اس کا جواب مسلم الثبوت میں موجود ہے اور میرے نزدیک امکان کذب باری تعالیٰ کا قائل اہلسنت سے خارج ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

اور فقیر کہتا ہے کہ شارح مواقف نے بہت مقامات پر تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کذب بالاتفاق ممتنع ہے اور کذب نقص ہے اور نقص خدا پر بالاجماع محال ہے اور جب کذب خدا پر ممتنع ہوا تو واجب ہے کہ اس کا کلام صادق ہو انتھی اور پھر آخیر شرح مواقف کے عقائد اہل السنۃ کے بیان میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حرکت۔ سکون، انتقال، جہل، کذب وغیرہ صفات نقص صحیح نہیں ہیں بخلاف اس کے جو حق تعالیٰ پر اُن کی تجویز کرتا ہے جیسا کہ پیشتر گزر چکا ہے۔ انتھیٰ

اور اوپر گمراہ فرقوں کے ذکر میں، معتزلہ کے راہب ابوموسیٰ عیسیٰ بن صبیح سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے "اللہ تعالیٰ کذب وظلم پر قادر ہے، اگر کرے تو خدا کاذب ظالم

خلاشیہ صفحہ ۱۶۔ دار العلوم مدرسہ نعمانیہ لاہور کے مدرس بھی رہے۔ آپ زمانہ قیام لاہور کے دوران میں میلاد وغیرہ کے جواز میں فتوے دیتے رہے اور وہابیوں کے عقائد باطلہ کی تردید کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ مگر جب ندوہ چلے گئے۔ تو وہاں کے فیض یافتگان وہابیت کے زیر اثر کچھ سے کچھ ہو گئے اور یہاں تک "آزاد" ہو گئے کہ بینک کے سود کو جائز سمجھنے لگ گئے نیز اسی قسم کے اور کئی مسائل میں علمائے اہل سنت کا خلاف اُن کا معمول ہو گیا۔ (رضوی)

سلہ مینی اورینٹل کالج لاہور۔

ہو گا۔ خدا اس سے بہت بلند ہے جو اس نے کہا۔ پس شرح مواقف کی ان تصریحات پر مطلع ہو کر کوئی دیندار نہیں کہہ سکتا کہ امکان کذب باری تعالیٰ بموجب مذہب اہلسنت کے شرح مواقف کی عبارت سے ثابت ہے۔ کیونکہ ایسا ہو سکے جب وہ عبارت بھی مقصد خامس فروع معتزلہ میں واقع ہے جو ان کے اصل پر مبنی ہیں کہ حسن اور قبح کاموں کا عقل کے حکم میں ہے اور باوصف اس کے علمائے اہل کلام نے اس عبارت کی ذہنی تصانیف میں تاویل وتضعیف بھی کی ہے پس صاحب براہین پر تعجب ہے کہ باوجود اس تصریح کے کہ عقاید، نصوص قطعیہ ہی سے ثابت ہوتے ہیں اور خبر احاد اس میں کفایت نہیں کرتی، جیسا کہ صفحہ ۴۴، ۴۶ براہین میں لکھتا ہے۔ اس جگہ عبارت ضعیف اور استنباط سخیف سے عقیدہ امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کر رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے پاک ہونا قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور دینی کتابوں سے امکان کذب حق سبحانہ وتعالیٰ شرعاً وعقلاً محال ثابت ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور کون راست تر ہے خدا سے کلام میں"[1] "اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں"[2] اور "خدا کا کلام سچ ہے"[3] اور انبیائے کرام سے بطریق تواتر روایات ہیں کہ حق تعالیٰ سچا ہے اور خود حق تعالیٰ نے کذب کی قباحت میں فرمایا ہے پس لعنت کریں خدا کی جھوٹوں پر۔ چنانچہ امکان کذب باری تعالیٰ کا محال ہونا عقلاً وشرعاً ثابت ہوا۔ اس لئے کہ کذب بُرا اور نقصان وہ ہے اور حق تعالیٰ سب عیبوں سے پاک اور

[1] وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔ الآیۃ [2] وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ الآیۃ

[3] وَقَوْلُہُ الْحَقُّ۔ الآیۃ

بحان ہے۔ امام علم کلام اپنی تفسیر کبیر میں آیت اخیر سورۂ یوسف وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا (گمان کیا کہ وہ جھٹلائے گئے) کے نیچے لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ کا گمان کرنا مسلمان کو روا نہیں بلکہ اس سے دائرۂ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ اھ اور وہم اول میں ظن کے معنی وہم کے تجویز کرتے ہیں اور نیز اسی تفسیر کبیر میں ہے کہ جب حق تعالیٰ پر خبر میں خلاف کی تجویز کی جائے تو یہ خدا پر کذب کو روا رکھنا ہے۔ پس یہ بڑا گناہ ہے بلکہ کفر کے قریب ہے شرح فقہ اکبر وغیرہ میں ہے کہ باری تعالیٰ کا کذب محال ہے اور شرح عقاید جلالی میں ہے کہ محال کا امکان بھی محال ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نالائق کے ساتھ وصف کرنا یا نقصان سے نسبت کرنا کفر ہے اور کفار اپنے جھوٹے خداؤں کو جھوٹ سے موصوف نہیں کرتے اور اس سے بہت ہی دور رہتے ہیں اور یہاں علمائے اسلام اپنے سچے معبود حق کو اپنے خراب رسالوں میں امکان کذب سے وصف کرکے چھپواتے ہیں۔ اور وہ ذرہ بھر بھی نہیں شرماتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ خدائے پاک پر دین کے دشمنوں کی زبان درازی کراتے ہیں۔

یہ تھا پہلا اعتراض، منجملہ سات اعتراض مجموعی کے جو حکم کے پاس مجلس مناظرہ میں چند اوراق پر لکھ کر پیش کئے گئے تھے۔ اس پر مؤلف براہین نے اپنے حواریوں کی امداد سے بہت سے اوراق میں اس کا جواب لکھا اور فقیر کو سخت بدگوئی سے یاد کیا۔ فقیر نے دل وجان سے حمد حق تعالیٰ ادا کی کہ یہ مسکین حضور رب العالمین اور حضرت سید المرسلین اور علمائے ربانیین کی سلک میں منسلک ہوا۔ کیا معنی؛ کہ مولوی گنگوہی اور انبیٹھوی اور ان سب کے ہم مشربوں کے مطعون تو یہ تینوں حضرات ہیں۔ پس اس فقیر کو مبارک ہو کہ ان

بزرگوار کے ضمن میں داخل کیا گیا ہے۔ ہر چند وہ اوراق جواب اجمالی وتفصیل کے اعتراضات کی طرح مجموعہ تھے۔ مگر پہلے جواب تفصیلی اعتراض اول کا پورا نقل کرکے پھر اس کی تردید کرنا مناسب ہے اور ایسا ہی ہر اعتراض کو مع جواب اور جواب الجواب کے لکھنا بہتر ہے۔ تاکہ قارئین ترتیب وار انہیں ملاحظہ کریں۔ اور تشویش میں نہ پڑیں۔

چنانچہ اب یہاں فقیر خلاصہ تفصیلی جواب کا عربی میں ترجمہ کرتا ہے۔ اور مولیٰ معین سے مدد چاہتا ہے۔ صاحب براہین اور اس کے چاروں معین "جواب تفصیلی" میں جلب براہین کہتے ہیں۔ ہ

کہ رسالہ انوار ساطعہ میں جو پیچھے ذکر کرنے آیت وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا کے متعلق امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل پر طعن کیا ہے اور برا جانا ہے۔ چونکہ یہ طعن بعض صورتوں میں اکابر اہلسنت کی طرف راجع ہوتا تھا تو براہین میں اس کا جواب یہ دیا گیا۔ کہ ان صورتوں میں تو کوئی امکان کذب باری تعالیٰ کا قائل نہیں ہے۔ بلکہ قدما میں خلف فی الوعید کے بارے میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ ردالمحتار سے ثابت ہے کہ اشاعرہ خلف وعید کے جواز کے قائل ہیں تو فی الحقیقت یہ طعن ان اشاعرہ پر ہوا جو جواز خلف وعید کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس خلف وعید میں کذب کا موجود ہونا بدیہی ہے۔ اس لئے کہ کذب اور تخلف میں صرف لفظی فرق ہے اور معنی میں دونوں ایک ہیں۔ پس امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل پر طعن بعینہ خلف وعید کے قائل پر طعن ہے۔

حالانکہ جس مسئلہ میں اکابر اہلسنت کا اختلاف ہو تو پچھلوں کو ان میں سے

کسی فریق پر طعن کرنا روا نہیں۔ خصوصاً ایسا طعن جو اکابر اہلسنّت سے کسی کی تکفیر تک نوبت پہنچائے تو صاحب براہین نے مؤلف انوار ساطعہ کا جہل ثابت کیا۔ اس پر مولوی قصوری نے بلا دلیل اور بے سمجھے یہ حکم لگا دیا کہ صاحب براہین[1] باری تعالیٰ کے امکانِ کذب کا قائل ہے۔ حالانکہ براہین سے یہ امر بالکل ثابت نہیں ہوتا ہے اور میرا[2] اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ سے وقوعِ کذب محال ہے۔ جیسا کہ آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا۔ وغیرہا سے ثابت ہے اور کوئی عام مومنوں سے کیا، کافر بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کذب سے پاک نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کو کذب سے پاک نہ جاننے والا دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور میں نے براہین میں اس مسئلہ کے متعلق صرف دو دعوے کئے ہیں پہلا یہ کہ مسئلہ خلفِ وعید، قدماء میں مختلف فیہ ہے۔ جملہ کُتبِ کلامیہ میں اس کا ثبوت موجود ہے اور ردّ المحتار کی عبارت اس کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ دُوسرا دعویٰ یہ ہے کہ امکانِ کذب خلفِ وعید کے جواز کی فرع ہے اور اس میں داخل ہے اور یہ امر عقلِ سلیم کے سامنے بدیہی ہے۔ اس لئے صدق و کذب دو نو ضدیں ہیں جو جمع نہیں ہوتے۔ پس اگر کہا جائے کہ اس سے حق تعالیٰ پر نقص لازم آتا ہے اور یہ محال ہے تو اُس کا جواب یہ ہے جو شرح مواقف اور ردّ المحتار سے منقول ہے کہ یہ نقص نہیں بلکہ جُود و کرم ہے۔

اور میں مسئلہ خلفِ وعید میں محققین اہلسنّت کے مختار کا معتقد ہوں۔ جیسا کہ شرح عقائد میں لکھا ہے کہ محققین اُس کے خلاف پر ہیں اور مولوی قصوری نے

---

[1] مؤلفِ براہین [2] مؤلفِ براہین

جو یہ کہا ہے کہ براہین والا حق تعالیٰ کے امکان کذب کا معتقد ہے سو یہ کذب اور افتراء ہے اس لئے کہ مؤلفِ براہین نے، مسئلہ خلفِ وعید کے اختلاف کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ امکانِ کذب خلفِ وعید کی فرع ہے اور اسی قدر بیان سے اعتراض متعلق عبارت براہین سے فراغت حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن بغرض تکمیلِ بحث اور اظہار اس بات کے کہ مولوی قصوری کذب کے مراتب سے ناداں ہے اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اہلسنّت کے نزدیک ہر مرتبہ کا حکم کیا ہے! میں کچھ تھوڑا سا لکھتا ہوں کہ۔ ——————

کذب یا مرتبہ صفات باری تعالیٰ میں ہو گا یا اخبار میں۔ پس مرتبہ صفات کا کذب تو بہر حال ممتنع بالذّات ہے اور کذب مرتبہ اخبار یا امکان عقلی یا امکان فعلی شرعی ہے پس امکانِ کذب بمعنی جوازِ شرعی صرف خلفِ وعید بعض گنہ گار مسلمانوں میں ہے، جیسے کہ بعض اشاعرہ کا مختار ہے چنانچہ ردّ المحتار میں ہے اور امکانِ عقلی ممتنع بغیرہٖ قدرتِ الٰہی کے نیچے داخل ہے کیونکہ ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذّات ہے اور ہر ممکن بالذّات خدا کی قدرت کے نیچے داخل ہے۔

اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ سب آدمیوں کا ایک مذہب پر اکٹھا ہونا خدا کے کذب کو لازم پکڑتا ہے بحکم اس آیت کے وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ ۝ اور وُہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ پس محال اور خدا کی قدرت کے نیچے داخل نہ ہوا۔ اور اس آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۝ اگر خدا چاہے تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب بنا دے۔ سے صریحاً ثابت ہے کہ سب آدمیوں کا ایک مذہب پر جمع ہونا

خدا کی قدرت میں داخل ہے اور نیز سب کا مسلمان بن جانا خدا کے کذب کو لازم پکڑتا ہے بدلیل اس آیت کے إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ؕ ترجمہ:- جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہوئی وہ ایمان نہ لاویں گے۔ اور اس آیت مبارکہ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ ترجمہ:- اگر تیرا رب چاہے تو سب لوگ مسلمان بن جائیں۔ سے باوجود استلزام کذب نص کے ثابت ہے۔ کہ ایمان جمیع بنی آدم داخل قدرت و مشیت باری تعالیٰ ہے۔ اور نیز آیت إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ ترجمہ:- اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ سے جمیع اشیائے ممکنہ کا مقدور الٰہی ہونا ثابت ہے کیونکہ ذات و صفاتِ الٰہی اور ممتنع لذاتہ اس آیت کے اطلاق سے خارج ہیں۔ اور سوا اُن کے سارے ممکنات مقدورِ الٰہی ہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ کوئی ممکن بھی قدرت خدا کے نیچے داخل نہ ہو اور یہ بداہۃً غلط ہے۔ کیونکہ مستلزم کذب نص ہے اور یہ امکان عقلی مذہب اہلسنت آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ کو فاعل مختار اعتقاد کرتے ہیں اور اس پر کسی چیز کا واجب ہونا نہیں مانتے اور مومنوں کے ثواب کو فضل اور کفار کے عذاب کو عدل جانتے ہیں اور اگر اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ سب مومنوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل کر دے اور سارے کفار کو ابد الآباد بہشتی بنا دے تو یہ اس کی قدرت میں داخل ہے اور ممکن ہے حالانکہ اس سے قرآن کی آیت کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔

مفتی صدر الدین[1] رسالہ اثبات نظیر فخر عالم میں نقل کرتے ہیں کہ تفسیر نیشاپوری میں ہے "پھر ذکر کیا لازم ملک اور حکم کا اور فرمایا يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ بخشتا ہے جسے وہ

[1] دیکھئے حاشیہ دوسرے صفحہ پر:

چاہتا ہے۔ اپنے فضل سے اگرچہ وہ شیطانوں اور فرعونوں سے ہو وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ اور عذاب کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی خدائی اور قدرت کے حکم سے اگرچہ وہ مقرب فرشتوں اور صدیقوں سے ہو، اور یہ سب کچھ حق تعالیٰ سے شرعاً و عقلاً زیبا ہے ورنہ کمال بادشاہت و حکم حاصل نہ ہوگا۔ مگر رحمت اور بخشش کی جانب غالب ہے۔ اس لیئے کلام کو آیت وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ سے ختم کیا ہے۔ یہ اشاعرہ کا قول ہے۔

کفایہ میں ہے کہ یہ مذہب ہے اشاعرہ کا اور ایسا ہی اُن کے نزدیک مومنوں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافروں کا بہشت میں روا ہے۔ مگر قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ۔ میرے نزدیک بات نہیں بدلتی۔ وَإِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔ اور خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ اور خدا وعدہ خلاف نہیں کرتا ہے۔ امام نے کہا ہے۔ کہ بندے کا کام حق تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں کرتا ہے، نہ بندگی ثواب کو واجب کرتی ہے

(متعلقہ حاشیہ صد ۲۳) [1] مفتی صدر الدین آزردہ مرحوم اہل سنت و الجماعت کے سربرآوردہ علماء میں سے تھے۔ مفتی اور صدر الصدور کے عہدوں پر فائز رہے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں فتویٰ جہاد پر دستخط کرنے کے جرم میں گرفتار ہوئے اور جائداد ضبط ہوئی۔ چند ماہ قید رہنے کے بعد رہائی نصیب ہوئی۔ نصف جائداد واگزار ہوئی، مفتی صاحب عربی، فارسی، اور اُردو میں شعر کہتے تھے ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں وفات پائی۔ اور مصنف براہین نے ان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ کذب و افترا ہے
(محمد شفیع رضوی)

اور نہ گناہ عذاب کو لازم پکڑتا ہے، بلکہ سب کچھ حق تعالیٰ کی خداوندی اور قدرت سے ہے، پس ہمارا دعویٰ صحیح ہے کہ اگر خدا تعالیٰ سارے مقربوں کو عذاب کرنا چاہے تو بجا ہے، اور اگر سب فرعونوں اور شیطانوں پر رحم کرے تو زیبا ہے، اور آیت یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ اس پر دلالت کرتی ہے، اگر کوئی کہے کیا خدا کافروں کو بخش دے گا اور فرشتوں اور انبیاء کو عذاب کرے گا، تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر خدا کسی کام کو چاہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے اور اس کا یہ مقتضا نہیں ہے کہ خدا ایسا کرے گا اور یہ بات بہت ظاہر ہے۔

اس منقول کے رو سے مولوی قصوری پر لازم ہے مفتی صدر الدین اور تفسیر نیشاپوری والے اور صاحب خلاصہ بلکہ جمیع اشاعرہ کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیوے، کیونکہ یہ سب باری تعالیٰ کے امکان کذب کے قائل ہیں، اور نیز انبیاء و صدیقین کے دوزخی ہونے کے امکان پر قایل ہیں۔ پس قصوری کو ضروری ہے کہ مذہب اشاعرہ سے بیزار ہو اور جمیع اہل سنت کی تکفیر پر جراٴت کرے، اور اس امر کی تصریح علماء ظاہر کے ہی کلام میں نہیں بلکہ اکابر اولیاء اللہ نے اس سے بڑھ چڑھ کر لکھا ہے۔ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری جن کی مدح اخبار اخیار میں ہے اپنے مکتوبات کے مکتوب ۴۵ میں کہتے ہیں:۔

"اے بھائی جس کو ایسے جبار اور قہار سے معاملہ ہو کہ اگر بہشت کو دوزخ بنا دے، اور دوزخ کو بہشت اور کعبہ سے کلیسا نکالے، اور مسجد سے بُت خانہ بنائے اور فرشتوں سے لباس مَلکی چھین لے، اور ناپاک شیطانوں کو فرشتوں کی پوشاک اور تاج قدس پہنا دے، اور محمدؐ خاتم رسالت اور عیسیٰ پاک دامن کے بیٹے کو اور یحییٰ کو جس نے کبھی گناہ نہیں کیا اور نہ گناہ کا خیال آیا ایک زنجیر میں باندھے اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈال دے اور اُن پر قہر کرے تو کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ اُس کے دامن عدل پر ایک ذرہ غبار ظلم پڑتا ہے، تو اُس شخص کو جائے قرار اور امینی کیونکر ہوگی اور کیونکر دعویٰ خود بینی کر سکتا ہے" اھ

دین دار اور منصف لوگ اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں کہ ہر لفظ شیخ کا کس طرح ممتنعات لغیرہا کو ممکن اور داخل تحت قدرت کر رہا ہے اور ہر فقرہ سے امکان کذب باری تعالیٰ کا ثبوت ہو رہا ہے کیا آن حضرتؐ و عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا قدرت خداوندی میں ہونا امکان کذب باری تعالیٰ کا مستلزم نہیں ہے تو مولوی قصوری کو ضروری ہے کہ حضرت شیخ کیا اکثر اولیاء اللہ کی تکفیر کا فتویٰ مشتہر کرے کہ جنہوں نے بڑے شد و مد سے عموم قدرت باری تعالیٰ کو بیان کیا ہے۔

اچھا اور لیجیئے حضرت شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے، تیسرا یہ کید ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ:۔

اہل سنت حق تعالیٰ پر ظلم کی تجویز کرتے ہیں کہ اُن کا اعتقاد ہے کہ اگر خداوند تعالیٰ بے گناہ بلکہ فرماں بردار مومن کو دوزخ میں ڈال دے اور اس کو ہمیشہ عذاب کرے تو روا ہے" مگر قرآن میں ہے کہ حق تعالیٰ ایسا نہ کرے گا اور اس مکر کا جواب اول معلوم ہو چکا ہے کہ باری تعالیٰ سے اہل سنت کے نزدیک ظلم ممکن ہے اس لئے کہ سب مخلوقات اُس کی پیدائش و ملک ہیں جو چاہے کرے اور باوجود اس کے عذاب کا جائز رکھنا اور بات ہے اور عذاب کرنا اور بات ہے' اھ

اور ظاہر ہے کہ فرمان بردار مومن کا ہمیشہ دوزخ میں رکھنا مولوی قصوری کے فہم پر باری تعالیٰ کے کذب کو لازم پکڑتا ہے' اور یہ نقص ہے تو اس کا دعوٰی بھی کفر ہوا تو صاحب تحفہ کی بھی تکفیر کریں

اب مؤلف انوار ساطعہ اور اس کے پشت پناہ مولوی قصوری اور تمام اُن کے ہم مذہب عبرت سے دیکھیں کہ جو طعن مطلق امکان کذب کے قائلوں پر کر رہے تھے اُس نے اکابر اہل سنت کی تکفیر تک نوبت پہنچائی۔ ہر چند ارادہ تھا کہ اس بحث کی خوب تفصیل کرتے

۱؎ مولانا عبدالسمیع بیدل رح (ادارہ)

مگر افسوس عجلت زیادہ ہے اسی قدر قلیل پر اکتفا ہے' انشاء اللہ بشرط موقع دوسرے وقت اس کو بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

رہا یہ کہ مولوی صاحب قصوری نے اپنے دعوٰی کے دلائل میں مراتب کذب میں ہرگز امتیاز نہیں کی ہے' بعض آیات کا ابتدا میں ذکر آچکا ہے اور جو آیت فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اپنے استدلال میں لکھی ہے یہ بھی بے سوچے سمجھے لکھ ڈالی' یہ نہ سمجھے کہ صدق وصف مشتق کے لئے وجود مبدأ اشتقاق ضروری ہے نہ امکان ورنہ قصوری کے فہم موافق جملہ بنی آدم حتیٰ کہ معصومین پناہ بخدا آیت نَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ کا مصداق ہوں۔ کیونکہ جب اس وعید کا مدار مطلق امکان پر ٹھہرا اور امکان کذب جملہ بنی آدم میں ہے تو مصداق وعید جملہ بنی آدم ہوئے۔

اب قصوری صاحب ذرا سوچ کر دیکھیں کہ انبیاء اور اولیاء کو بھی مصداق اس آیت کا قرار دیا بُری فہمید سے، پناہ بخدا۔ اور کچھ جھوٹ پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکابر اولیاء وغیرہ کو تمام گناہ کفر اور شرک اور زنا' اور سرقہ وغیرہ پر قدرت ہے اور اُن کے امکان میں داخل ہے گو واقع نہ ہوں، تو اگر نفس امکان پر ہی وعیدات وارد ہیں تو یہ جملہ بزرگوار بھی مثل کفار داخل عموم وعید ہوں گے، اس سے مثل آفتاب نیم روز ظاہر ہے کہ تمام بنی آدم توبہ توبہ ماخوذ و معذب ہوں گے نعوذ باللہ منہ۔ اور یہ جو دلیل بیان کی ہے کہ کذب قبیح اور نقص ہے اور باری تعالیٰ سب نقصوں

سے پاک ہے، اس کا جواب یہ ہے، اول ہم نے مانا کہ جھوٹ قبیح ونقص ہے لیکن امکان کذب کا قبیح اور نقص ہونا مسلم نہیں بلکہ کمال الوہیت اور شعبۂ عموم قدرت ہے، چنانچہ اوپر معلوم ہو چکا ہے، اگر آپ قبح ونقص کے مدعی ہیں تو دلیل لائیے ورنہ کچھ تو شرمائیے۔

ثانیاً یہ دلیل مولانا قصوری کی ناواقفیت مذہب سے پیدا ہوئی ہے ورنہ فی الحقیقت اشاعرہ کے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی چیز قبیح نہیں ہے وہاں سب کمالات ہیں۔ شاہ عبدالعزیز تحفہ میں لکھتے ہیں دوسرا کید! شیعہ کہتے ہیں کہ اہل سنت قبائح کا ظاہر ہونا باری تعالیٰ سے جائز رکھتے ہیں یعنی زنا اور چوری کو خدا کی پیدائش اور اس کے ارادہ سے جانتے ہیں، شیطان اور انسان کی طرف حوالہ نہیں کرتے ہیں اور یہ جائز رکھنا حق تعالیٰ کی کمال بے ادبی ہے۔ اور یہ نہیں جانتے (یعنی شیعہ) کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ جو کام بہ نسبت انسان وشیطان کے قبیح ہیں اور اُن پر مؤاخذہ ہوتا ہے، باری تعالیٰ کی نسبت اُن میں کوئی قباحت نہیں ہے، اور بہت ظاہر ہے کہ حُسن وقبح دونو اضافی امر ہیں اپنے منسوب الیہ کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں۔ اصل قباحت یہ ہے کہ ہم باری تعالیٰ کی نسبت بعضی چیزوں کو اچھا جانیں اور بعضی کو بُرا، پھر اس پر شکل میں پڑیں اھ

اب ظاہر ہے کہ کفر اور عبث کا پیدا کرنا جو عین قبیح ہیں، اور ابلیس ونفس کا جو مبدء سب پلیدیوں کا ہیں پیدا کرنا پھر ان کو قدرت

دینا یہ تمام قبائح ہیں جن کو اشاعرہ نے باری تعالیٰ کی طرف نسبت کیا ہے، تو بموجب فتویٰ قصوری کے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے اور فی الحقیقت منشاء اس کا قصوری صاحب کی ناواقفیت مذہب سے ہے۔

ثالثاً یہ دلیل جو قصوری صاحب نے شرح مواقف سے نقل کی ہے تو اس کے مطلب کو نہیں سوچا نہ اس کے ماقبل و مابعد کو دیکھا ہے، خود شارح مواقف اس دلیل کو غلط بتا رہے ہیں، پس غلط دلیل کو خصم کے مقابلہ میں پیش کرنا کس قدر جرأت و بیباکی ہے، شارح مواقف کہتا ہے[له] کہ نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق مجھ پر ظاہر نہیں ہوا کیونکہ نقص فی الافعال وہی بعینہ قبح عقلی فی الافعال ہے معنی میں کچھ فرق نہیں صرف عبارت میں اختلاف ہے، پس ہمارے علماء جو قبح عقلی کے منکر ہیں کلام لفظی سے کیونکر تمسک کر سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے افعال میں نقص لازم آتا ہے اھ پس قصوری صاحب نے اس دلیل میں قبح اور نقص کو مخلوط کر کے دونوں کو ایک خیال کر لیا،

له اصل عبارت واعلم انہ لم یظهر لی فرق بین النقص فی الفعل والقبح العقلی فیہ فان النقص فی الافعال هو القبح العقلی بعینہ فیها وانما یختلف العبارة دون المعنی فاصحابنا المنکرون للقبح العقلی کیف یتمسکون فی دفع الکذب عن الکلام اللفظی بلزوم النقص فی افعالہ تعالیٰ انتہی ۱۲

تعجب ہے کہ دعویٰ مذہب اہل سنّت کا ہے اور شیعہ معتزلہ خوارج کا مذہب اختیار کر رکھا ہے، یہ قصوری صاحب کے قصورِ علم کا نتیجہ ہے۔

پس مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ مسائل واقعیہ سے ہے اس کا دشمنانِ دین سے ڈر کر اخفا کرنا بے جا ہے ورنہ قصوری صاحب اشاعرہ کے مذہب کی تمام کتابیں اور علماء کو جمع کر کے دریا میں ڈبو دیں۔ اور مذہب اہل سنت کو چھوڑ دیں، ورنہ بدوں اس کے یہ عقیدہ حل نہ ہوگا۔ اور حاشیہ پر جو دلائل تفسیر کبیر اور تفسیر ابو السعودؒ و بیضاوی کے حوالہ کئے ہیں وہ بھی نہیں سمجھے کہ کس مدعا کا اُن سے ابطال ہے اور کس کا اثبات ہے، وہ دلائل بھی ہمارے مُدعا کے ہرگز مخالف نہیں، چنانچہ مفتی صدر الدین کے رسالہ سے امام کا کلام نقل ہو چکا ہے، اور نیز جواب اعتراض دوم میں تفسیر کبیر وغیرہ سے اثبات امکان نظیر آنحضرت علیہ السّلام کا بطور عبارت النص کے کیا جائے گا جو بالبداہۃ قصوری صاحب کے مُدعا کے برخلاف ہوگا۔ اور جو عبارتیں شرح مواقف سے نقل کی ہیں اُن کے مطلب کے سمجھنے میں قصوری صاحب کا فہم قاصر ہے، اُن میں ہرگز تعارض نہیں جہاں امتناع کِذب لکھا ہے وہ صحیح ہے اُس کے معنی اور ہیں اور جہاں امکان کذب ہے وہ بھی صحیح ہے اس کا محل کچھ اور ہے اور اس عبارت شرح مواقف صفحہ ۰۹ کا کہ ہم اس کا محال ہونا نہیں مانتے، کیونکہ وہ دونوں ممکنات سے ہیں جن پر حق تعالیٰ کی قدرت شامل ہے اھ۔

جو قصوری صاحب نے یہ جواب دیا کہ یہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے یا تو مطلق عبارت نہیں سمجھی، یا غبار نفسانیت و عناد نے بصیرت کو مکدر کر دیا ہے، اگر یہ مراد ہے کہ اصل مسئلہ وجوب ثواب و عقاب اصول معتزلہ پر مبنی ہے تو درست ہے، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سارا مطلب اس مقصد کا اوّل سے آخر تک اصول معتزلہ پر مبنی ہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے، اور منحصر ہے اس پر کہ پہلے امکان کذب اصول معتزلہ پر ثابت کیا ہو، اور ایسا نہیں کیونکہ امتناع کذب جو منصوص إِنَّهُ يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ الْكِذْبُ اِتِّفَاقًا کا ہے وہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے، تو دعویٰ امکان کذب کا اُن کے اصول پر کیونکر مبنی ہوا۔

اور یہ جو مولوی عبداللہ ٹونکی مدرّس یونیورسٹی لاہور کی تحریر کا خلاف واقعہ حاشیہ پر ذکر کیا ہے، تو اس کا قصّہ یہ ہے کہ میں جس روز لاہور پہنچا مع اپنے رفیقوں کے مولوی مذکور سے ملا، اور "مسئلہ امکان کذب" کو چھیڑا تو جواب دیا کہ امکان کذب کا قائل اہل سنت سے خارج ہے۔ ہم نے اس پر دلیل طلب کی تو مولوی مذکور نے یہ عبارت شرحِ مواقف کہ وَهُوَ يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ الْكِذْبُ اِتِّفَاقًا پیش کی، تب جناب مولوی محمود حسن صاحب نے پوچھا کہ یہ "امتناع ذاتی ہے یا امتناع بالغیر"؟ مولوی عبداللہ نے کہا کہ "امتناع ذاتی" ہے۔

ع۔ قلنا لا نسلم استحالتہ کیف وھما من الممکنات التی یشملھا قدرۃ اللہ تعالیٰ انتھی

ع۔ یعنی مؤلف براہین ۱۲

تب مولانا مولوی محمود حسن[1] صاحب نے معقولی طور پر گفت گو کرنی چاہی،
جس سے مولوی عبداللہ نے پہلوتہی کی۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ شکار
ہاتھ سے نکلا جاتا ہے تو یہ کہہ کر کہ ہم اور آپ ایک اُستاد کے شاگرد
ہیں باہم مناظرہ نہیں صرف تحقیق مسئلہ ہے آپ دِل تنگ نہ ہوں۔
پھر کہا کہ اگر خود شارح مواقف کذب کا امکان لکھ دے تو آپ اس کے
قائل ہوں گے، انہوں نے اس کو قبول کیا تو میں نے یہ عبارت ص۲۰۹
کی سنائی جس کے اخیر میں یہ تحریر ہے اذ لاشبهة الخ[2] یعنی اس میں شبہ نہیں

---

[1] مولوی محمود حسن صاحب مولانا ذوالفقار علی کے فرزند تھے، جناب مولوی محمود حسن صاحب دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے، فارغ التحصیل ہونیکے بعد دیوبند ہی میں مدرس ہوگئے، کانگرس اور خلافت وغیرہ جیسی سیاسی تحریکوں کے قائدین میں سے تھے، درس و تدریس کے علاوہ تالیف و تصنیف کا کام بھی کیا۔ آپنے بہت سے ایسے فتوے بھی دیئے، جن سے مسلمانوں کے مدارس اور علمی اداروں کو سخت نقصان پہنچ سکتا تھا مگر قوم نے ان فتووں کو قبول نہ کیا۔ وگرنہ ہندوؤں کی تعلیمی یونیورسٹیاں اور کالج تو چلتے رہتے اور مُسلمانوں کے تعلیمی ادارے بالکل بند ہوجاتے اور مسلمان تعلیمی میدان میں مات کھا جاتے، مولوی صاحب کے ایسے فتوے ملاحظہ ہوں، رسالہ ترک موالات مطبوعہ مدینہ پریس بجنور۔ جناب مولوی صاحب نے ۱۹۲۰ء میں وفات پائی۔ (محمد شفیع رضوی)

[2] اذ لاشبهة فی ان عدم الوجوب مع الوقوع لایستلزم خلفاً ولا کذباً لا یقال انه یستلزم جوازهما وهو ایضاً محال لانا نقول استحالة ممنوعة کیف وهما من الممکنات التی یشملها قدرته تعالیٰ انتهیٰ۔ (اصل عبارت)

کہ نا واجب ہونا یا وجود وقوع کے خلف اور کذب کو لازم نہیں پکڑتا
ہے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ خلف اور کذب کے جواز کو مستلزم ہے، اور یہ بھی محال
ہے اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ اس کا محال ہونا منع ہے، اور یہ دونوں
ممکنات سے ہیں جن پر قدرت الٰہی شامل ہے اھ

مولوی عبداللہ صاحب اس عبارت کو دیر تک دیکھتے رہے اور
امکان کذب باری تعالیٰ کو مان گئے اور امتناع ذاتی ہونے کے عقیدہ
سے باز آگئے، اور کوئی عبارت اس قول شرح مواقف کی تردید میں
مولوی عبداللہ صاحب نے نہیں دکھائی، اور ہم وہاں سے چلے آئے۔
پھر دو روز کے بعد جناب مولوی عبدالحق صاحب لاہور میں مولوی عبداللہ
صاحب سے ملے، اور مسئلہ امکان نظیر و امکان کذب دونوں میں گفتگو
کی، مولوی عبداللہ نے دونوں کے حق ہونے کو اہل حق کے عقیدہ کے
مطابق مان لیا اور کچھ چون و چرا نہ کی۔

اگر قصوری صاحب کو اس واقعہ کے سچے ہونے میں شک ہے، تو
قسمیہ مولوی عبداللہ سے پوچھیں، اگر وہ اِس کے خلاف کہیں تو اُن کو بہاولپور
میں بُلالیں، ہم اُن کو تسلیم کرادیں گے اور وہ جلد سمجھ لیں گے، ورنہ لاہور
چلے چلیں اس مسئلہ میں ہم اُن سے گفتگو کریں، اگر وہ مان لیں تو قصوری
بھی مان لے ورنہ خیر۔ اور یہ جو لکھا کہ یہ عقیدہ وہابیوں کا ہے جیسا کہ رسالہ
جامع الشواہد میں ہے تو یہ عوام کا بھڑکانا ہے، کیونکہ اگر عقیدہ وہابیوں کا
مطابق اس تفصیل کے ہے جو امکان کذب میں بندہ لکھ چکا ہے، تو یہ قطعاً

مخالف عقائد اہل سنت کے نہیں بلکہ اس کا مخالف دائرۂ اہل سنت سے خارج ہے، اور اگر عقیدہ وہابیوں کا بندہ کی تفصیل سے خلاف ہے تو اس پر میرے عقیدے کو قیاس کرنا اور بلا امتیاز یہ کہہ دینا کہ یہ عقیدہ وہابیوں کا ہے، قصوری صاحب کے کمال علم پر واضح دلیل ہے، اور عجب نہیں کہ وہابیوں پر بھی اسی طرح قصوری کے مذہبی بھائیوں کا افترا ہو جس طرح کہ مؤلف براہین پر افترا کیا ہے، پھر اگر کوئی عقیدہ وہابیوں کا اہل سنت کے مطابق ہو تو کیا قصوری صاحب اس کے چھوڑ دینے کا بھی فتویٰ دیں گے؟ میں کہتا ہوں کہ وہابیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ خدا ایک وحدہٗ لاشریک ہے، اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں، تو چونکہ یہ بھی عقیدہ وہابیوں کا ہے، اس کو بھی چھوڑ دیجئے۔ واللہ الہادی۔

(یہاں تک اصل عبارت جواب صاحب براہین مع حوارین کے جس کا ترجمہ عربی میں ہے)

جواب الجواب!

اب فقیر قصوری کان اللہ لہ اس کا جواب لکھتا ہے اور معین حقیقی جل وعلا سے اعانت چاہتا ہے، یہ جو کہا کہ:-

"ہم نے براہین میں جواب دیا تھا کہ اس زمانہ میں کوئی قائل امکان کذب باری تعالیٰ کا نہیں بلکہ قدما میں اختلاف ہوا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، کہ اشاعرہ جواز خلف وعید کے قائل ہیں،

تو یہ طعن فی الحقیقت اشاعرہ پر ہے، جو قائل خلف وعید کے نہیں کیونکہ خلف وعید میں کذب کا ہونا بدیہی ہے۔"

تقویۃ الایمان اور یک روزی میں مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ

فقیر خدائے پاک کی پناہ میں آکر کہتا ہے، کہ مولوی اسمٰعیل صاحب[1] دہلوی نے (جو مولوی رشید احمد و خلیل احمد کے اُستاذوں سے ہیں) رسالہ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:-

"اُس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبرئیل اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے" مطبوعہ مطبع صدیقی دہلی کے ص۳۱ کی یہ اصل عبارت ہے اس پر

---

[1] مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی ابن شاہ عبدالغنیؒ ابن شاہ ولی اللہ دہلویؒ سید احمد صاحب رائے بریلوی کے مرید تھے، ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں بمقام بالاکوٹ سکھوں سے لڑتے ہوئے راہی ملک عدم ہوئے، آپ نے زمانہ قیام سرحد میں پٹھانوں اور سکھوں سے کئی جنگیں کیں، شاید آپ کے نزدیک صوبہ سرحد کے پٹھان حنفی ہونے کی وجہ سے مشرک کافر تھے، تب ہی تو اُن سے "جہاد" فرماتے رہے، آپ کے "جہاد" کی بدولت انگریزوں کے دونوں دشمن پٹھان اور سکھ کمزور ہو کر مغلوب ہو گئے، سرحد اور پنجاب میں انگریزی حملہ آوروں کے دروازے کھل گئے۔ آپ کی مایۂ ناز تصنیف "تقویۃ الایمان" مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کا باعث ہوئی۔ اور اس کتاب کا پیدا کردہ تفرقہ کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔

(محمد شفیع رضوی)

اُس کے ہم عصر بعضے علماء اہل سنّت نے اعتراض کیا کہ جب حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا رسول اور نبیوں کا ختم کرنے والا ہے، تو اُن کے برابر ایک شخص بھی باری تعالیٰ پیدا نہ کرے گا۔ پس یہ بات حق تعالیٰ کے جھوٹ کو لازم پکڑتی ہے، کیوں کہ خلاف وعدہ جھوٹ ہے، اور وہ اس سے پاک ہے، تو مولوی اسمٰعیل نے رسالۂ یک روزہ میں اس کا جواب[1] یوں لکھا ہے:۔

"کہ میں کہتا ہوں اگر مراد محال سے ممتنع لذاتہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی قدرت کے نیچے داخل نہ ہو، تو ہم نہیں مانتے کہ یہ جھوٹ ممتنع لذاتہ ہو، کیوں کہ کوئی جھوٹی بات فرشتوں کے وسیلہ سے نبیوں کو پہنچانی خدا کی قدرت سے باہر نہیں ہے ورنہ آدمی کی قدرت کا خدا کی قدرت سے بہت بڑھ کر ہونا لازم آئے گا۔ اس لیے کہ بہت سے آدمی جھوٹی بات بنا کر لوگوں کو سُنا دینے پر قادر ہیں"

---

[1] اصل عبارت رسالۂ یک روزہ ہذا) اقول اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع والقاء آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقاء آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست انتہیٰ (بلفظہ حاشیہ صفحہ ۲۵)

یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی رسالۂ یک روزی کا جو رسالہ ایضاح الحق الصریح مطبوعہ افضل المطابع کے حاشیہ پر چھپا ہے، صفحہ ۲۵ میں دیکھو اب یہ سوال و جواب تیرھویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں، اور یہ مولوی اسمعیل علماء دیوبند گنگوہ و انبیٹھ کا کمال معتقد فیہ ہے، اسی واسطے مؤلف براہین اور اُس کے حوارین نے مناظرہ تقریری کے اوراق میں لکھا ہے کہ مصحف مجید میں جھوٹ کا پایا جانا ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے، اور ایسا ہی ان لوگوں نے ضمیمہ اخبار نظام الملک مراد آباد مطبوعہ ۱۲ اگست ۱۸۸۹ء میں مشتہر کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ کلام لفظی اور نفسی کا جھوٹ سے متصف ہونا ممتنع بالذات ہے، جیسا کہ شرح مقاصد اور شرح مواقف وغیرہما میں لکھا ہے، اور بعض تفسیروں سے بھی یہی تصریح عنقریب مذکور ہوگی۔

عُلماء دیوبند کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے چھ مثیل ہیں!

اور علماء مدرسہ دیوبند سے نکلا مسئلہ موجود ہونے چھ مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلیل اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہر زمین میں، تمہارے نبی جیسا نبی ہے مشہور ہے، یہاں تک کہ مولوی محمد قاسم مہتمم مدرسہ مذکورہ نے رسالہ "تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباسؓ" بتایا اور چھپوایا۔ اور اس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی خراب تاویلیں لکھیں، جس کے عرب و عجم کے اکابر علماء نے جواب! ورد لکھے،

اور نثر و نظم سے عمدہ طور پر اس مسئلہ کی تردید کی، من جملہ اُن کے فتویٰ مکہ معظمہ کے مفتی مولانا عبدالرحمن سراج کا (اللہ تعالیٰ اُس کا درجہ بہشت میں اونچا کرے)، جو قرآن و حدیث سے مستند ہے، اور جس میں حرمین محترمین کے چاروں مذہبوں کے مفتیوں اور مدرسوں کی شہادتیں و تصحیح موجود ہے، اور مصر کے مطبع منصوری میں واقعہ ۱۲۹۱ھ (۳۶) صفحوں پر چھپا ہے۔ اب اس سے اظہر من الشمس ہے کہ مولوی خلیل احمد کے استاذوں اور اُس کا اور اُس کے مذہبی بھائیوں کا اسی زمانہ میں باری تعالیٰ کا امکان کذب کا عقیدہ نکلا ہے۔ تس پر مؤلف انوار ساطعہ نے افسوس کیا اور قرآن مجید کی آیت سے اس کی قباحت بیان کی اور ان لوگوں کا نام نہ لیا کسی مصلحت سے یا لغو پر بزرگوں کی طرح گزرنے سے، تو اب اس کے جواب میں براہین والے کا یہ قول کہ امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا الخ محض کذب اور زُور اور ارکان ریاست بہاول پور سے تقیہ کرنا ہے اور فی الواقع یہ شخص خود اور اس کے استاذ اس قول قبیح کے قائل اور اس بُرے عقیدہ پر مائل ہیں۔ پھر اس مسئلہ امکان کذب کی اشاعرہ کی طرف اسناد کرنی صاف افترا اور بہتان ہے، کیوں کہ بعضے اشاعرہ جو خلف وعید گنہ گاروں کو جائز جانتے ہیں تو اس کو کرم اور عفو معبود مانتے ہیں، نہ کہ معاذ اللہ کسی نے اُس کو امکان کذب باری تعالیٰ نام رکھا ہو۔ خدائے ودود اس قول مردود سے پناہ دیوے۔ اور نیز براہین میں جو رد المحتار سے نقل کی ہے تو اس میں سخت خیانت ورزی کی ہے، اس لئے کہ صاحب رد المحتار علیہ رحمۃ

الغفار نے اولاً اشاعرہ سے خلف وعید کا جائز ہونا نقل کیا ہے، ثانیاً تصریح کی ہے کہ محققین کے نزدیک یہ جائز نہیں اور یہی صحیح ہے، ثالثاً دونوں قولوں میں تطبیق کے طور پر تنصیص کی ہے کہ گناہ گاروں کے وعید میں خلف روا ہے نہ کافروں کی، تاکہ دونوں فریق کے دلائل میں موافقت ہو جائے اور آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ الخ ترجمہ کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا اور سوائے اس کے جس کو چاہے بخش دے گا، جواز کے قائلوں کی صریحًا دلیل ہے صفحہ ۳۵۱ مطبوعہ مصر اول مرتبہ کے جلد اول میں دیکھو۔ فقیر کہتا ہے کہ آیت مبارک کافروں کے وعید کی قطعی اور فاسقوں کے غیر قطعی ہونے کی بھاری دلیل ہے، پس حسن ظن قرین یقین کے یہ ہے کہ جو لوگ جواز خلف وعید کے قائل ہیں اُن کی مراد گناہ گاروں کی وعید ہے اور جو عدم جواز کے قائل اُن کا ارادہ کفار کی وعید کا ہے، پس اشاعرہ کے نزدیک معنی جواز خلف وعید کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور جود کے رُو سے مطابق اپنے وعدے اور ارادہ کے گناہ گار کو بخش بھی دے گا پس اس جگہ نہ کوئی خلف ہے نہ جھوٹ صرف باعتبار ظاہر کے مجازاً اس کا نام خلف وعید رکھا گیا ہے۔

اشاعرہ پر بہتان

پس اس قول اشاعرہ سے براہین والے کا امکان کذب باری تعالیٰ

ثابت کرنا اشاعرہ علماء اور صاحب ردالمحتار پر بہتان عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟
اور بڑی غرض اس کی یہ ہے کہ میں اور میرے اُستاد طعن سے بچیں، اور علما
اشاعرہ پر انوار ساطعہ والے کا طعن رجوع کرے یہ معاملہ ایسا ہے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ
فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کہ بنی اسرائیل میں سے بعضوں
نے اپنے بھائی کا خون کرکے دوسرے بے گناہوں کو ملوث کرنا چاہا تھا۔
سو حق تعالیٰ حق کو ظاہر کر دیتا ہے) اور یہ کہنا کہ قدما نے مسئلہ خلف الوعید
میں اختلاف کیا ہے عوام اہل اسلام کو دھوکا دینا اور اسلام میں خلل ڈالنا
ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ
یعنی اور ظالم معلوم کریں گے کہ کس کروٹ اُلٹتے ہیں۔ اور براہین والے
سے کمال تعجب یہ ہے کہ اپنے اساتذہ کی تائید اور رب العالمین کی توہین
اور علمار راسخین پر بہتان عظیم میں کیسا اوندھا ہوا ہے، اور آگا پیچھا نہیں
دیکھتا ہے، اپنے اس قول میں کہ خلف وعید میں کذب ہونا بدیہی ہے،
کیوں کہ خلف اور کذب کے معنی ایک ہیں صرف فرق لفظی ہے۔ اھ
پس قطع نظر امکان کذب سے اشاعرہ کے نزدیک حق سُبحانہ وتعالیٰ کا کذب بھی تا
ثابت کر دیا ہے۔

پھر کہتا ہے عام مومنوں سے، کیا کوئی کافر بھی خدا کو کذب سے منزہ
ہونے کا منکر نہیں، اور حق تعالیٰ کو کذب سے پاک نہ جاننے والا دائرہ اسلام
سے خارج ہے، جیسا کہ یہ اس کے قول اوپر منقول ہوئے ہیں اور بجنسہ اس کا

جواب تفصیلی موجود ہے جو چاہے دیکھ لے پس خود بدولت تو اشاعرہ
کا کفر ثابت کر رہا ہے اور براہین میں انوار ساطعہ والے پر طعن کر رہا تھا کہ
اشاعرہ کو مطعون بناتا ہے نفسانیت سے پناہ بخدا اور اوپر لکھا گیا ہے کہ اشاعرہ
کے نزدیک ہرگز کذب اور خلاف نہیں ہے پھر تعجب یہ ہے کہ مولوی اسماعیل
دہلوی کے خلاف وعدہ الٰہی کی تجویز پر اعتراض ہوا تھا چونکہ کوئی بھی مسلمانوں سے
خلف وعد کا قائل نہ تھا بغیر مولوی اسماعیل کے تو اب مؤلف براہین نے ادھر
سے کنارہ کشی کرکے مسئلہ خلف الوعید کو پیش کر دیا اور اس سبب موجب اپنی کج فہمی
کے باری تعالےٰ کا کذب ثابت کر لیا اور سبحانہٗ اس سے بہت پاک ہے
اے برادر جب یہ بات بغور آپ نے سمجھ لی پس آپ کو یقین ہوگا کہ
براہین والے کا یہ قول (کہ مولوی قصوری نے بلا دلیل حکم لگا دیا کہ امکان
کذب باری تعالیٰ صاحب براہین کا عقیدہ ہے اور یہ مولوی قصوری نے
براہین والے پر کذب اور افترا کیا ہے) جھوٹ صریح اور انکار قبیح ہے۔
کیونکہ اس نے حق تعالیٰ کا کذب اشاعرہ پر افترا کرکے ثابت کیا ہے اور
جب سند ردالمحتار کے امکان کذب مان لیا ہے پھر اس کو یوں ظاہر
کیا ہے کہ امکان بمعنی جواز شرعی خلف وعید بعضی گناہ گار مومنوں میں
ہے جو مختار بعضی اشاعرہ کا ہے جیسا کہ ردالمختار میں ہے سلسلہ پھر یوں کہنا
کہ میرا عقیدہ اللہ تعالےٰ سے امتناع کذب کا ہے جیسا کہ آیت وَمَنْ اَصْدَقُ
مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا سے ثابت ہے، اھ اس سے مفہوم ہوا کہ امکان کذب کا
صاحب براہین معتقد ہے، پھر صاف صاف اور اونچے آواز سے منادی کر رہا

ہے کہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ ہرگز عقائد اہل سنت کے مخالف نہیں ہے، بلکہ امکان کذب کو نہ ماننے والا اہل سنت سے خارج ہے، چنانچہ یہ اقوال اس کے جواب تفصیلی سے اوپر منقول ہو چکے ہیں۔ اور وہ جواب تفصیلی اس کا دستخطی فقیر کے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔

پس یہ اُس کے اقوال فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کے صدق برادرانبیٹھوی بہتانی کے کذب پر روشن دلیل ہیں۔ پس جو لوگ حق سبحانہٗ کو کاذب بتادیں اور اُس کے امکان کذب کو بکمال تاکید ثابت فرمادیں تو وے ابنا جنس کی تکذیب سے کیا پرواہ رکھتے ہیں حاکم حقیقی ہی بہتر منتقم ہے۔

اور یہ جو صاحب براہین اور اُس کے حواریین نے جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ امکان عقلی ممتنع لغیرہ قدرت الٰہی کے نیچے داخل ہے کیوں کہ ہر ممتنع لغیرہ ممکن بالذات ہے اور ممکن بالذات قدرت الٰہی کے تلے داخل ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ خدا کے ارشاد کے موافق تمام آدمیوں کا ایک مذہب اور ملت پر مجتمع ہونا خدا کے کذب کو مستلزم ہے کیوں کہ ارشاد ہے وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ تو یہ بھی ممتنع ہو اور داخل قدرت الٰہی نہ ہو۔ حالاں کہ ارشاد ہے، وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً اس سے صاف ثابت ہے کہ تمام آدمیوں کا ایک ملت پر اکٹھا ہونا مشیت اور قدرت کے نیچے داخل ہے، اور نیز ایمان لانا تمام بنی آدم کا مستلزم کذب کو ہے، کیوں کہ ارشاد ہے، اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ حالانکہ خود ارشاد فرمایا ہے، وَلَوْ شَآءَ

رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود استلزام کذب نص کے ایمان جمیع آدم داخل قدرت اور مشیت ہے جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے، اور یہ عبارت صفحہ ۵-۶ جواب تفصیلی کی حرف بحرف ہے۔

تو جواب اس کا یہ ہے، کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یکروزی میں یہ تقریر لکھی ہے، جس پر صاحب براہین اور اس کے حواریین جیسا کہ پہلے اس سے بھی اس کی تقلید کر کے حق تعالیٰ کی توہین میں اوندھے گرے تھے، ویسا ہی یہاں پر قرآن مجید کی تفسیر بالرائے کر کے اور حافظ ہو کر قرآن کے لفظوں میں بھی نقصان کر رہے ہیں۔ امام رازی تفسیر کبیر میں آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا (ترجمہ) اور اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کے بالکل سب لوگ ایمان لے آتے)، کے نیچے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اشاعرہ نے اپنے اس قول کی (کہ سب موجودات خدا کی مشیت سے یعنی خدا جس کو چاہتا ہے وہ ہوتی ہے)، دلیل نکالی ہے اس تقریر سے کہ لَوْ کا لفظ ایک چیز کو نابود کرتا ہے دوسری چیز کے نابود ہونے سے، پس اس آیت مبارکہ سے یہ نکلا کہ نہ خدا نے چاہا اور نہ تمام زمین کے لوگوں کا ایمان حاصل ہوا۔ پس یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ حق تعالیٰ نے جمیع بنی آدم کا ایمان نہیں چاہا یعنی خدا کی مشیت اور قدرت کے نیچے

۱؎ چنانچہ کُلُّھُمْ کا لفظ جَمِیْعًا سے پہلے اُڑا دیا ہے ۱۲

داخل نہیں ہے۔ پانچویں جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۳ میں[1] دیکھو، اور اسی جلد کے صفحہ ۴۱ میں ہے، کہ پھر حق تعالیٰ نے جب یہ تفصیل کی تو بیان فرمایا کہ خدا کے بندے ایسے ہیں جن پر شقاوت کا حکم ہو چکا ہے، اور کچھ بندے ایسے ہیں جن پر کرامت کا حکم لگ چکا ہے، پس ان دونوں گروہوں میں تغیر نہ ہوگا۔ تو خدا نے فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَةُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (ترجمہ) جن پر تیرے رب کی بات پوری ہوئی وہ ایمان نہ لاویں گے، یہ تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ ہے۔

اور تفسیر جلالین میں آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ کے نیچے لکھا ہے کیا تو لوگوں کو جبر کرتا ہے اس پر، جو خدا نے اُن سے نہیں چاہا یعنی ایمان جمیع بنی آدم خدا کی قدرت اور مشیت میں داخل نہیں ہے، اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ یہ حکم شمول اور احاطہ کا فائدہ دیتا ہے لیکن

---

[1] (اصل عبارت تفسیر کبیر جلد ۵ صـ ۱۳) احتج اصحابنا علی صحۃ قولهم بان جمیع الکائنات بمشیۃ اللہ تعالیٰ فقالوا کلمۃ لو تفید انتفاء الشئ لانتفاء غیرہ فقولہ ولو شآء ربك لاٰمن من فی الارض کلهم جمیعا یقتضی انه ما حصلت تلك المشیۃ وما حصل ایمان اهل الارض بالکلیۃ فدل هذا علی انه ما اراد ایمان الکل (اور صفحہ ۴۱ میں ہے) ثم انه تعالیٰ لما فصل هذا التفصیل بین ان له عبادا قضی علیهم بالشقاء فلا یتغیرون وعبادا قضی لهم بالکرامۃ فلا یتغیرون فقال ان الذین حقت علیهم کلمۃ ربك لا یؤمنون انتهیٰ ۱۲ عبارت تفسیر جلالین۔ ولو شآء ربك لاٰمن من فی الارض کلهم جمیعا افانت تکرہ الناس بما لم یشاء اللہ منهم انتهیٰ ۱۲

سب کے سب زمین والوں کا ایمان حاصل نہیں ہوا ہے تو ثابت ہوا کہ خدا نے سب کا ایمان نہیں چاہا۔ دوسری جلد کے صفحہ (۳۱۱) میں[1] دیکھو اور ایسا ہی تفسیر مدارک اور تفسیر خازن وغیرہما میں ہے، اور یہی مراد ہے آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً سے یعنی خدائے تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ سب آدمیوں کو ایک گروہ بنادے، چنانچہ لفظ لَوْ کا یہی منشا ہے، پس قرآن مجید کی آیات میں نہ کوئی تعارض ہے اور نہ ایک آیت دوسری کے کذب کو مستلزم ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (ترجمہ) کیا غور نہیں کرتے قرآن میں، اور اگر خدا کے سوا کسی اور کی کلام ہوتی تو پاتے اس میں بہت اختلاف، یعنی قرآن مجید کی آیتیں ایک دوسرے کے کذب کو ہرگز مستلزم نہیں ہیں۔ پس سخت وعید ہے اس عنید کے واسطے جو کہتا ہے کہ فلانی آیت دوسری آیت کے کذب کو لازم پکڑتی ہے، اور فلانی آیت حق تعالیٰ کے کذب کو مستلزم ہے، اور اپنی جہالت سے قرآن مجید کی آیات کی تفسیر فرمان قرآن کے برخلاف کرتا ہے، خدا معلوم صاحب براہین مع حوارین سخت جہالت پر کیوں اوندھے گرے ہیں، جو قرآن مجید کی آیات میں غور نہیں کرتے ہیں۔ سورۂ انبیاء میں فرمان ہے،

---

[1] (عبارت تفسیر نیشاپوری جلد ۲ صفحہ ۳۱۱) قالت الاشاعرۃ هذہ القضیۃ تفید الشمول والاحاطۃ لکنه ما حصل ایمان اهل الارض بالکلیۃ فدل هذا علی انه تعالیٰ ما اراد ایمان الکل انتهیٰ

آیت لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ۔ ترجمہ۔ (اگر چاہتے ہم کہ بنالیں کچھ کھلونا (یعنی بیٹا)، تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر ہم کو کرنا ہوتا) اور سورۂ زمر میں ہے لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (ترجمہ اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کرتا تو چن لیتا اپنی خلق میں جو چاہتا۔ وہ پاک ہے وہی ہے اللہ اکیلا غالب)، تو اب آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ میں جو کہا ہے کہ تمام بنی آدم کا ایمان خدا کی قدرت اور مشیت میں داخل ہے۔ اسی طرح ان دونوں آیتوں میں بھی کہنا پڑے گا۔ کہ اپنی جورو اور اولاد کا بنانا بھی خدا کی قدرت و مشیت میں داخل ہے۔ اور کوئی اہل علم سے اس کا قائل نہیں ہے، اور جس نے ایسا کہا ہے، وہ جہل مرکب سے نسبت کیا گیا ہے، چنانچہ عقائد کے رسالہ "کفایۃ العوام" میں جس کا درس تدریس عرب میں بہت رائج ہے لکھا ہے[1]، اور جہالت سے ہے قول اس کا جس نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ بیٹے بنانے پر قادر ہے، اس لیے کہ قدرت الٰہی کو محال سے تعلق نہیں ہے اور بیٹا بنانا محال ہے، کوئی یہ نہ کہے کہ جب خدا بیٹے کے بنانے پر قادر نہ ہوا تو عاجز ہوا۔ اس واسطے ہم اس کا

---

[1] اصل عبارت رسالہ کفایۃ العوام، فیما یجب من علم الکلام لمولانا الشیخ محمد الفضالی ومن الجہل قول من قال ان اللہ قادر ان یتخذ ولداً لانہ لا تعلق للقدرۃ بالمستحیل و اتخاذ الولد مستحیل ولا یقال انہ اذا لم یکن قادراً علی اتخاذ الولد کان عاجزاً لانا نقول انما یلزم العجز لو کان المستحیل من وظیفۃ القدرۃ ولم یتعلق بہ مع انہ لیس من وظیفتہا الخ

جواب یہ دیتے ہیں کہ عجز الٰہی تب لازم آتی جب محال وظیفہ قدرت کا ہوتا اور قدرت اس سے متعلق نہ ہوتی۔ حالانکہ وظیفہ قدرت کا صرف ممکن ہے اور علامہ بیجوری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ قول جہل مرکب سے پیدا ہوتا ہے، یعنی ایک چیز کو برخلاف اپنی ماہیت کے اعتقاد کرنا مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۸ میں دیکھو۔ اور متن سنوسیہ[1] میں ہے قدرت اور ارادہ الٰہی کا تعلق جمیع ممکنات سے ہے، اس کے حاشیہ میں ہے کہ قدرت اور ارادہ کا تعلق واجبات اور محالات سے نہیں اور اس سے

(عبارت حاشیہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ) قولہ ومن الجہل الخ ای مما ینشاء عنہ ومن المراد الجہل المرکب الذی ہو اعتقاد الشئ علی خلاف ما ہو علیہ انتہیٰ ۱۲

(عبارت سنوسیہ) القدرۃ والارادۃ المتعلقتان بجمیع الممکنات قال فی حاشیتہا القدرۃ لا تتعلق بالواجبات والمستحیلات ولا یلزم منہ عجز لانہما لیسا من وظیفتہا وبہذا یعلم سقوط قول بعض المبتدعۃ ان اللہ قادر ان یتخذ ولداً اذ لو لم یقدر لکان عاجزاً انتہیٰ ۱۲

[1] ایک بزرگ نے اپنے دوست کو اس کے مرنے کے پیچھے خواب میں دیکھا اور منکر نکیر کے سوال کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے منکر نکیر نے میرا دین اور کتب عقائد کے پڑھنے سے پوچھا میں نے کہا فلاں فلاں کتب عقائد پڑھا ہوں تب انہوں نے غصہ اور تہدید سے کہا کہ عقیدہ سنوسی کیوں نہ پڑھا کہ وہ ایک ہی کافی تھا۔ اور ایک نیک بخت سے مرنے کے بعد خواب میں حال پوچھے تو جواب دیا کہ خدا نے مجھے بخش دیا ہے، اور میں نے حضرت ابراہیم خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ لڑکوں کو عقیدہ سنوسیہ پڑھا رہے ہیں اور لڑکے اس کو تختیوں پر لکھ کر اونچی اونچی پڑھ رہے ہیں، بعضے شارحین نے یہ بیان کیا ہے مطبوعہ مصر کے لوح پر دیکھو ۱۲ منہ

حق تعالیٰ کی عجز لازم نہیں آتی ہے، کیوں کہ یہ وظیفہ قدرت کا نہیں ہیں اسی واسطے بعضے بدعتیوں کی یہ بات غلط ہے جو کہتے ہیں کہ خدا بیٹے بنانے پر قادر ہے، ورنہ اُس کی عجز لازم آتی ہے، صفحہ (۲۰۰ و ۲۰۱) مطبوعہ مصر میں دیکھو۔

اور آیت اِنَّ اللہَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کی تفسیر میں جلالین میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے ہر چیز پر جس کو چاہے، اور کمالین میں ہے، کہ اس میں اشارہ ہے کہ شئ مصدر بمعنے اسم مفعول کے ہے، اور تفسیر انوار التنزیل میں ہے کہ شئ کے معنی وہ چیز جس کا وجود خدا چاہے اور جس کو خدا چاہے وہ فی الجملہ موجود ہو جاتی ہے، اور یہی معنی ہیں آیت اِنَّ اللہَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وَاللہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ کے۔ اھ

اور تفسیر ابو السعود میں ہے، کہ شئ مصدر ہے بمعنی مفعول کے اور اسی پر کفایت کی ہے کہ مشیت کا اس سے تعلق ہے الخ

پس اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ جس کا ہونا چاہتا ہے

عبارت تفسیر جلالین، ان اللہ علی کل شئ شاءہ قدیر، عبارت کمالین، یشیر الی ان الشئ اسم بمعنے شئ اسم مفعول، عبارت انوار التنزیل۔ ای شئ وجوده وما شاء اللہ وجوده فهو موجود فی الجملة وعلیه قوله تعالیٰ ان اللہ علی کل شئ قدیر، واللہ خالق کل شئ، عبارت ابو السعود، شئ مصدر شاء اطلق علی المفعول واکتفی فی ذلک باعتبار تعلق المشیة به الخ

وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے، اور شرعاً یہ ہرگز ثابت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کذب کو چاہتا ہے، پس منتقم حقیقی ہی انتقام لے گا اُن سے جو کذب الٰہی کو اس کی مشیت و قدرت کے نیچے داخل کرتے ہیں۔ خدا معلوم کون سی آیت یا حدیث دلیل قطعی سے جو اُن سے ہی عقائد کا ثبوت لکھا ہے۔ ممتنع لذاتہ اور ممتنع لغیرہ میں فرق کیا گیا ہے۔

اور یہ قول کہ امکان عقلی اصول مذہب اہل سنت سے ثابت ہے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو فاعل مختار جانتے ہیں، اور اس پر کسی چیز کو واجب نہیں مانتے ہیں، مومنوں کو ثواب دینا اس کا فضل ہے اور کافروں کو عذاب کرنا اُس کا عدل ہے، اور اگر اس کے برخلاف سب مومنوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈال دے اور سارے کفار کو ابدالآباد بہشت میں تو یہ اُس کی قدرت میں داخل ہے، اور اہل سنت کے نزدیک ممکن ہے حالانکہ اس سے کذب آیت لازم آتا ہے۔ مفتی صدر الدین تفسیر نیشاپوری سے نقل کرتے ہیں الخ۔

تو اس کا جواب یہ ہے، کہ بیشک اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہیں اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں، ثواب اُس کا فضل ہے اور عذاب اُس کا عدل ہے، اور یہ تو کسی نے اہل سنت سے نہیں کہا۔ کہ خلاف وعدہ خدا کی قدرت میں داخل ہے، اور حق تعالیٰ مومنوں کو ابدی دوزخی اور کافروں کو ابدی بہشتی بنانا چاہتا ہی نہیں ہے کہ اس سے تو احکام شرعی بالکل باطل ہو جائیں گے، اور کسی نے بھی اہل سنت سے یہ تصریح نہیں کی کہ قرآن مجید

کا کذب ممکن ہے، بلکہ جو لوگ وہابیوں سے خدائے سبحانہٗ کی تنقیص شان کی پروا نہیں کرتے یہ اُن کی بکواس ہے۔

اور مفتی صدر الصدور کے رسالہ سے جو کلام نیشاپوری اور خلاصہ اور امام رازی سے نقل کی ہے، وہ آیت يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ کی ہرگز تفسیر نہیں ہے بلکہ بغرض محال ایک احتمال کا بیان ہے، جس سے یہ نکلتا ہے کہ خدا کے کاموں پر کسی کو اعتراض نہیں ہے چنانچہ آیت لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ یعنی خدا اپنے کاموں سے نہ پوچھا جائے گا، میں ارشاد ہے، تفسیر نیشاپوری میں اس کے نیچے لکھا ہے کہ خدا پر اعتراض دیانت کے برخلاف ہے، اور خدا جو چاہے کرتا ہے اُس کو کوئی نہیں پوچھ سکتا پس اس آیت کے قرآن کے منطوق کے موافق یہ معنی ہیں جو تفسیر جلالین میں لکھے ہیں، خدا جس کی مغفرت چاہے گا اُس کو بخشے گا۔ اور جس کا عذاب چاہے گا اس کو عذاب کرے گا۔ مدارک میں ہے کہ خدا مومنوں کو بخشے گا۔ اور کافروں کو عذاب کرے گا۔ اور جلالین میں اخیر سورہ بقرہ کے ہے، اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے خدا کا ملک ہے

عبارت نیشاپوری۔ ذکر سبحانہ ان الاعتراض علی افعالہ ینافی الدیانۃ وان لہ ان یفعل ما یشاء لما شاء ولا مجال للسوال عن افعالہ انتہی ۱۲ عبارت جلالین یغفر لمن یشاء المغفرۃ لہ ویعذب من یشاء تعذیبہ ۱۲ عبارت مدارک۔ یغفر لمن یشاء للمؤمنین ویعذب من یشاء ای الکافرین ۱۲ عبارت جلالین سورۃ بقرہ کی۔ للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ملکاً وخلقاً وعبیداً الی قولہ فیغفر لمن یشاء المغفرۃ لہ ویعذب من یشاء تعذیبہ انتہی۔ ۱۲

مخلوق اور بندے ہیں (اس قول تک) پس خدا جس کی بخشش چاہے گا اس کو بخشے گا۔ اور جس کا عذاب چاہے گا اُس کو عذاب کرے گا۔ اھ

اور نیشاپوری نے اس آیت کے نیچے کہا ہے، کہ اس آیت میں نہایت وعدہ ہے فرماں برداروں سے اور سخت وعید ہے گنہ گاروں سے۔ اھ

پس نیشاپوری وغیرہ کی تصریح سے ثابت ہے، کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ضرور اللہ تعالیٰ موافق اپنے وعدہ کے مومنوں کو بخشے گا اور کافروں کو عذاب کرے گا۔ اور مفتی صاحب نے جو نیشاپوری وغیرہ سے نقل کیا ہے، وہ صرف احتمال عقلی ہے، قرآن مجید کے منطوق سے نہیں نکلتا ہے، باوصف اس کے ایسے احتمالات عقلی معقولی علمائے اگلے وقتوں میں اپنی عربی بولی کی کتابوں میں ذکر کئے تھے، اب ان وقتوں میں جو ضعف اسلام بدرجہ نہایت ہے، اور کافر لوگ دین اسلام سے روکنے والے معاند کوئی حیلہ بہانہ تردید دین کے لئے چاہتے ہیں اور حق تعالیٰ کی توہین اور قرآن مجید اور سید المرسلین کی ہتک میں رسالے اور کتابیں چھپواتے ہیں، جیسا کہ ان ملکوں میں اکثر نصاریٰ اور بعض یہود اور سب آریوں سے یہ امر سرزد ہو رہا ہے، تو آپ ان احتمالات کا اردو کے رسالوں میں ذکر کرنا اور پھر اس سے مناظروں میں حق سبحانہ کا امکان کذب ثابت کرنا اور کمال اشتہار کے واسطے اخباروں میں

عبارت نیساپوری۔ وفی ذلک غایۃ الوعد للمطیعین ونہایۃ الوعید للمذنبین انتہی

شائع کرنا نام کے مسلمانوں کی ہی طرف سے دین متین کی توہین کے لئے
کافی ہے، علمائے مصلحت شناس پر اس کی قباحت مخفی نہیں ہے' اور
اس نازک حالت اور غم کا شکوہ خدا سے ہی کرتا ہوں۔ وہی اپنے دین
کا مددگار ہو۔

قولہ "مولوی قصوری کو لازم ہے کہ مفتی صاحب اور تفسیر نیشاپوری
والے اور صاحب خلاصہ بلکہ تمام اشاعرہ کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے
کیوں کہ یہ سب کے سب امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں' الخ

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے' کہ پہلے براہین میں درج تھا کہ
بعضے اشاعرہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں' اور اب جواب
تفصیلی میں لکھا ہے' کہ تمام اشاعرہ حق تعالیٰ کے امکان کذب کے
قائل ہیں' اور فقیر اوپر ثابت کر چکا ہے کہ اشاعرہ ہرگز امکان کذب
کے قائل نہیں' اُن کا قول صرف یہ ہے' کہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور
بخشش سے گناہ گاروں کو بخش دے گا۔ اور تمام وعیدیں گنہ گاروں
کے عدم العفو سے مشروط ہیں' یعنی اہل سنّت کہتے ہیں' کہ اگر اللہ تعالیٰ
نے گنہ گاروں کو نہ بخشا تو عذاب کرے گا۔ پس کذب اور غلط کوئی
نہیں' اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری اور خلاصہ میں امکان کذب کا اثبات
نہیں' بلکہ مراد ان کی یہ ہے' کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اپنی مالکیت کی رو
سے' اگر تمام بندوں میں برابری کر دے تو ممکن ہے' مگر اس کی حکمت
برابری کو نہیں چاہتی ہے' جیسا کہ آیت اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ
کَالْفُجَّارِ۔ یعنی کیا ہم نیکوکار مومنوں کو بدکاروں سے برابر کر دیں گے
اور پرہیزگاروں کی مانند بنا دیں گے' یعنی ایسا نہیں۔

مراد اس سے یہ ہے' کہ جیسا کافروں کا گمان ہے' کہ قیامت یا
کوئی جزا سزا نہیں ہوگی۔ تو متقی تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل و سیاست
مدنی سے موافق عقل اور شرع کے زمین کو آباد کرنے والے اور گنہ گار
شہوات نفسانی کے پیچھے لگ کر عزت اور حرمت کے ڈبونے والے
اور ملک کے برباد کرنے والے برابر ہو جائیں گے۔ جو ان دونوں
فرقوں میں برابری کر دے' وہ حکیم نہیں سفیہ ہے' اور یہ بات امکان
برابری کے منافی نہیں ہے' کیونکہ وہ مالک ہے' اس پر کوئی اعتراض
نہیں ہے' اور تفسیر کبیر کی نقل سے بھی یہی مطلب ثابت ہے' چنانچہ
اُن کا یہ قول ہے "ہم کہتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے' کہ حق تعالیٰ اگر کسی
کام کو چاہے' تو کسی کو اُس پر اعتراض نہیں ہے" اھ

عبارت نیشاپوری۔ والمراد انہ لو بطل الجزاء کما زعموا لاستوت حال الطائفتین
المتقی الصالح للارض بتہذیب الاخلاق وتدبیر المنزل والسیاسۃ المدنیۃ علی وفق
العقل والشرع والفاجر المفسد فی الارض بہدم النوامیس ویتبع الشہوات وھتک
الحرمات ومن سوی بینہم کان الی السفہ اقرب منہ الی الحکمۃ ولا ینافی ھذا
امکان التسویۃ من حیث المالکیۃ انتہی ۱۲
عبارت امام رازی قلنا مدلول الآیۃ انہ لو اراد الفعل لا اعتراض علیہ انتہی

اب غور کرو کہ اس سے یہ کب نکلتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے کذب کا ارادہ کرے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اس لیے کہ باری تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں اپنی ذات کو پاک اور منزہ بتایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے، کہ میں سب راست بازوں سے راست باز ہوں، اور جھوٹوں پر لعنت ہے، تو اب عقل سلیم کے نزدیک کب متصور ہو سکتا ہے کہ عقلاً خدا کا کذب ممکن ہے، اور یہ عقیدہ اہل سنّت کا قرآن و حدیث کی رُو سے ثابت ہے، دانش مندوں کا بغور سوچنا بکار ہے، پس جس نے اِن عبارتوں سے حق تعالیٰ کے امکان کذب کو ثابت کیا وہ بے شک خدا پر مفتری ہے، اور آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا سے یہ ہرگز نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ سے گو کذب وقوع میں نہیں آتا ہے مگر امکان کذب باری تعالیٰ عقلاً ثابت ہے، جیسا کہ جناب تفضیلی والوں کا خیال ہے، بلکہ اس آیت مبارکہ سے یہ مراد ہے کہ حق تعالیٰ کا کذب بالکل غیر ممکن ہے، امام رازی اس کے نیچے لکھتے ہیں کہ:-

---

عبارت امام رازیؒ واما اصحابنا فدليلهم انه تعالى لو كان كاذبا لكان كذبه قديما ولو كان كذبه قديما لامتنع زوال كذبه لامتناع العدم على القديم ولو امتنع زوال كذبه قديما لامتنع ان يصدق لكنه غير ممتنع لانا نعلم بالضرورة ان كل من علم شيئا فانه لا يمتنع عليه ان يحكم عليه بحكم مطابق للمحكوم عليه والعلم بهذا الصحة ضروري فاذا كان امكان الصدق قائما كان امتناع الكذب حاصلا لا محالة فثبت انه لابد من القطع بكونه تعالى صادقا انتهى ١٢

"ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے، کہ اگر حق تعالیٰ کاذب ہوتا تو اس کا کذب قدیم ہوتا، اور جب اُس کا کذب قدیم ہوتا تو اُس کا زوال ممتنع ہوتا۔ کیونکہ قدیم پر زوال نہیں آتا ہے، اور جب اُس کے کذب قدیم کا زوال منع ہوتا تو اس کا صدق ممتنع ہوتا۔ لیکن اُس کا صدق ممتنع نہیں ہے، اِس لئے کہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ جو شخص کسی چیز کا عالم ہوتا ہے تو اس پر محکوم علیہ کے موافق حکم کرنا ممتنع نہیں ہوتا۔ اور یہ امر یقینی ہے، پس جب امکان صدق قائم ہوا تو ضرور امتناع کذب حاصل ہو گیا۔ پس یقیناً ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ صادق ہے" اھ

اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں درج ہے، پس اِس تحریر سے آفتاب نیم روز کی طرح ثابت ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا عقلاً کذب ممتنع ہے اب ظاہر ہے کہ ان علماء کی کلام سے باری تعالیٰ کا کذب عقلاً ثابت کرنے والا بے شک مفتری ہے، اللہ تعالیٰ بُرے عالموں سے پناہ دے، اور یہ بدیہی امر ہے کہ جس نے خدائے ذوالکبریا اور علمائے کبراء پر افترا کر دیا تو وہ اگر فقیر قصوری پر یہ بہتان باندھے کہ اِس نے تمام اشاعرہ کی تکفیر کی ہے تو اُس پر کوئی عجب نہیں ہے کہ وہ مفتریوں کا سردار ہے

قولہٗ واضح رہے کہ علمائے شریعت نے جیسا کہ امکان کذب باری تعالیٰ کی تصریح کی ہے ویسا ہی بلکہ بدرجہا اُس سے بڑھ کر اکابر اولیاء سے یہ مسئلہ منقول ہے، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اپنے مکتوب ۵۴ میں

لکھتے ہیں :- اے بھائی جس کا معاملہ ایسے جبار و قہار سے ہو، جو بہشت کو دوزخ بنا دے، اور دوزخ کو بہشت کر دے" الخ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ عقل کی بیماری بدن کی بیماری سے بہت سخت ہوتی ہے، اے برادر آپ کو بخوبی معلوم ہو چکا ہے، کہ علماء دین نے امکان کذب باری تعالیٰ پر تصریح نہیں کی ہے، بلکہ صاحب براہین نے بالیقین اُن پر افترا کیا ہے، اور ایسا ہی یہاں اکابر اولیاء پر بہتان باندھ رہا ہے شیخ شرف الدین علیہ الرحمۃ کے مکتوبات سے جو نقل کر رہا ہے، خدانخواستہ کہ اُس سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت ہو، بلکہ شیخ تو ایک مُرید خاص کو حق تعالیٰ کے کبریا اور استغنا بیان کر کے توبہ اور تجرید کی ترغیب دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ جبار و قہار ہے، جو کچھ کرتا ہے اُس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، اگر صفت قہر کا ظہور فرمادے تو کوئی اُس پر اعتراض نہیں کر سکتا ہے، کیوں کہ اپنی مخلوق میں تصرف کو ظلم نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ وہ جو کچھ کرے وہ اچھا ہے، پس کون مُسلمان کہہ سکتا ہے کہ شیخ صاحب کی کلام کے ہر فقرہ سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت ہو رہا ہے، اس کو یاد رکھ کر آگے سنئے، کہ یہی شیخ علیہ الرحمۃ انہیں اپنے مکتوبات کے اٹھانویں ۹۸ مکتوب میں لکھتے ہیں۔

" بھائی شمس الدین کو معلوم ہو کہ اہل سنت کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ کافروں کے لئے وعید مطلق ہے، اور نیکو کاروں کے لئے وعد مطلق ہے، اور گنہ گار مسلمان چونکہ کافر نہیں وہ وعید مطلق

کے نیچے داخل نہیں ہیں، اور نیز وہ بالکل نیکو کار بھی نہیں تو وعدہ مطلق میں بھی داخل نہیں، اس میں اختلاف ہے، معتزلہ اس کو ہمیشہ کے لئے دوزخی بتاتے ہیں، اور اہل سنّت اس کو خدا کی مرضی پر چھوڑتے ہیں، خواہ حق تعالیٰ اپنے فضل سے بخش دے یا عدل کر کے عذاب کرے "۔ (الی قولہ)

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنّت کے نزدیک ممکن ہے کہ تمام گناہ سوا کفر کے بخشے جاویں، قرآن میں فرمان ہے کہ حق تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا۔ اور شرک سے کم گناہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت فارسی کا مکتوبات کا صفحہ ۳۸۰ و ۳۸۱) سے حاصل عبارت اُنہیں شیخ یحییٰ منیری مستند صاحب براہین کے مکتوبات کا یہ ہوا کہ یقینی وعید کافروں کے واسطے ہے، اور یقینی وعدہ نیکو کار مسلمانوں کے لئے ہے، اور گنہ گار مسلمان خدا کے ارادے میں ہے، اگر چاہے تو اس کو اپنے فضل سے بخش دے، اور

عبارت شیخ علیہ الرحمۃ۔ برادرم شمس الدین بداند کہ مر اہل سنت وجماعت را اجماع ست کہ وعید مطلق مر کافراں را است و وعدہ مطلق مر نیکو کاراں راست باز مومن کہ وے عاصی باشد کافر نبود تا در تحت وعید مطلق در آید و نیز محسن مطلق نیست تا وعدہ مطلقاً وے را یابد اندر وے اختلاف ست نزد معتزلہ جاویداں در دوزخ باشد نزد اہل سنت موقوف است نہ وعدہ مطلق دہندہ نہ وعید مطلق حکم وے بمشیت متعلق دارند اگر خواہد وے را بیامرزد و آں از وے فضل بود و اگر خواہد عذاب کند و آں از وے عدل بود الی قولہ۔ وحاصل الامر نزدیک اہل سنت وجماعت ہمہ معاصی شاید کہ مغفور گردد باجتناب از کفر قال اللہ تعالیٰ۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء انتہیٰ ۱۲

چاہے تو عدل سے عذاب کرے، اور اہل سنّت کے نزدیک سوا کفر کے تمام گناہ مغفور ہو سکتے ہیں، یعنی اُن کے وعید قطعی نہیں ہیں۔

اب غور کرو کہ انہیں شیخ علیہ الرحمۃ کے کلام سے کیسا صاف صاف ثابت ہے کہ گنہ گار مسلمانوں کے وعید مشروط ہے بخشش کے نہ ہونے سے، پس خلاف اور امکان کذب کا نام و نشان ہی نہ رہا تو ان کی کلام سے جو امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کرے اور فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کو ان کا مکفر قرار دے تو کیسا گمراہ اور گمراہ کنندہ خلق خدا ہے علاوہ ازیں یہ ہے کہ یہ شیخ علیہ الرحمۃ تو اُن اولیاء سے ہیں جن کو خدا تعالیٰ کے خوف نے مغلوب و مدہوش کیا ہوا ہے، جیسا کہ اُن کے مکتوبات کے اخیر مناجات میں یہ ابیات درج ہیں ؎

من نہ کافر نے مسلماں زادہ ام درمیانِ ہر دو حیراں ماندہ ام!
نے مسلمانم نہ کافر چوں کنم ماندہ سرگردان و مضطر چوں کنم

(مکتوبات صفحہ آخری (۴۰۰) سطر ۷ و ۸ میں دیکھو)

اب ظاہر ہے کہ علم عقائد اسلامیہ کی کتابوں میں مثل تمہید ابو شکور سالمی اور شرح عقیدہ طحاوی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سب میں تصریح ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک اپنے ایمان کو انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشروط کرنا روا نہیں ہے، پس چہ جائے کہ اپنے ایمان کو صاف منفی کر کے (نے مسلمانم) کہہ دینا کیونکر جائز ہوگا۔ حق تعالیٰ شریعت مطہرہ پر قائم رکھے پس ایسے بزرگوار کی کلام سے جو وہ بھی کسی مرید خاص سے ہو، دلیل لے کر

عام طور پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام جن کو حق تعالیٰ کے قہر میں داخل کر کے اور جمیع خاص و عام کو ہمیشہ کے واسطے دوزخی بنا دینا اور پھر اس مقولہ سے باری تعالیٰ کا کذب ثابت کرنا اور مناظروں میں اِن دلائل کو پیش کرنا اور رسالوں اور اشتہاروں میں اس کو شائع کرنا، یہ کمال توہین حضرت باری تعالیٰ اور نہایت اہانت جناب انبیاء علیہم السلام نہیں تو اور کیا ہے؟ اور کسی مومن صاحب حیا کی زبان پر ایسی باتیں ہرگز نہیں آتیں ہیں، خاص ایسے نازک وقت غلبہ دشمنانِ دین متین میں، دانش منداس میں غور کر کے شہادت دیں کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

اور وہ جو صاحب براہین نے تحفہ "اثنا عشریہ" سے نقل کیا کہ:۔

"اہل سنّت کے نزدیک حق تعالیٰ سے ظلم ممکن ہے کیوں کہ سب اس کی پیدائش اور پادشاہت ہے" الخ سو یہ بھی جھوٹ اور بہتان ہے اس لئے کہ تحفہ میں تو یوں درج ہے:۔

تحفہ "اثنا عشریہ" میں تحریف!

"حق تعالیٰ سے اہل سنّت کے نزدیک ظلم ممکن نہیں ہے" اور صاحب براہین نے مع اپنے حوارین کے لکھا ہے، کہ تحفہ میں ہے کہ ظلم ممکن ہے،

عبارت تحفہ اثنا عشریہ۔ از باری تعالیٰ نزد اہل سنّت ظلم ممکن نیست الخ ۱۲

یعنی کلمہ نفی کو لفظ اثبات سے تحریف کر دیا ہے، چنانچہ اس کی اصل عبارت محرفہ فقیر نے مجلس مناظرہ میں حضرت حکم اور دوسرے اعیانِ ریاست کو دکھلائی تھی، جب سب نے یہ تحریف دیکھی تو اس کے جواب میں براہین والے نے عذر کیا کہ یہ سہو کاتب ہے، میرے مسودہ میں لفظ نیست کا ہے اور یہ لفظ مسوّدہ میں بین السطور درج تھا۔ تب فقیر نے کہا کہ اسی لفظ تحریف کا ذکر بہت سے لوگوں میں جو مشہور ہو گیا تھا تو آپ کو بین السطور لکھنے کا اب موقع مل گیا۔ خیر تسلیم کیا کہ یہ سہو کاتب ہے، مگر نیست کے لفظ سے آپ کا مدعا کیوں کر ثابت ہوا، آپ تو ظلم اور امکان کذب کا اثبات کر رہے ہو، یہ عذر محض بے جا ہے، تو اس کا جواب مجلس مناظرہ میں فقیر کو کسی نے نہ دیا۔ اور مولوی سُلطان محمود جن کا نام علمائے اہل سنت میں اوپر معدود ہو چکا ہے مناظرہ شروع کر دیا۔

ان تحریری سوالات و جوابات میں جو کچھ صاحب براہین اور اس کے حوارئین نے بیہودہ باتیں تحریر کرائیں فقیر اُن سے متعرض نہیں ہوتا کیوں کہ میرا وظیفہ اعتراضات کے قائم کرنے اور جواب الجواب کا دینا ہے، امام رازی آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ کے نیچے تفسیر میں لکھتے ہیں:-

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے دلالت ہے، کہ اللہ تعالیٰ ظلم پر قادر ہے، کیوں کہ ترک ظلم سے اس کی مدح کی گئی ہے اور جس کے کسی فعل قبیح کے ترک سے مدح کی جائے

تو وہ تب صحیح ہو گی جب وہ ممدوح اس فعل قبیح کے کرنے پر قادر ہو جیسا کہ جا ماندہ کو کوئی اس سے مدح نہیں کر سکتا کہ وہ رات کو چوری کرتے نہیں جاتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں حق تعالیٰ کی مدح کی گئی ہے، کہ اُس کو اونگھ اور نیند نہیں پکڑتی، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو اونگھ اور نیند لازم آجائے، اور نیز قرآن میں اس کی مدح ہے کہ اُس کو آنکھیں نہیں پا سکتی ہیں، اور معتزلہ کے نزدیک یہ اس پہ دلیل نہیں کہ ادراک ابصار حق تعالیٰ پر صحیح ہو۔"

یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا جس سے بخوبی ثابت ہے، کہ امکان ظلم اور کذب سے باری تعالیٰ کو موصوف کرنا اہل سنت کا عقیدہ نہیں، معتزلہ کا اعتقاد ہے۔

قولہ[۹] اب مؤلف انوار ساطعہ اور اس کے مؤید مولوی قصوری

عبارت تفسیر کبیر۔ المسئلۃ الثالثۃ قالت المعتزلۃ الآیۃ تدل علی انہ قادر علی الظلم[۱۲] لانہ تمدح بترکہ ومن تمدح بترک فعل قبیح لم یصح منہ ذلک التمدح الا اذا کان ھو قادر علیہ الاتری ان الزمن لا یصح منہ ان یتمدح بانہ لا یذھب فی اللیالی الی السرقۃ والجواب انہ تعالٰی تمدح بانہ لا تأخذہ سنۃ ولا نوم ولم یلزم ان تصح ذلک علیہ وتمدح بانہ لا تدرکہ الابصار ولم یدل ذلک عند المعتزلۃ علی انہ یصح ان تدرکہ الابصار۔ انتھی بلفظہ۱۲

اور تمام اُن کے ہم مشرب عبرت سے دیکھیں کہ جو طعن مطلق امکان کذب کے قائلوں پر کر رہے تھے، اُس نے اکابر اہلِ سنّت کی تکفیر تک نوبت پہنچائی۔"

فقیر کان اللہ لہ اس کے جواب میں لکھتا ہے کہ اوپر بخوبی ثابت کیا گیا کہ امکان کذب باری تعالیٰ کے قائلوں پر جو طعن ہے، تو وہ صرف فرقہ وہابیہ پر عائد ہوتا ہے، اور حاشا کہ کسی اکابر اہلِ سنّت یا کسی عوام امت کی جانب وہ طعن عود کرے، اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ صاحب براہین اور اُس کے تمام حوارین کے دلائل یا تو آیت قرآنی کی اپنی رائے پر تفسیر ہے، اور یا اپنے زعم سے اجتہاد کیا ہے، یا علمائے دین پر افترا ہے اور تحریف کر کے مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے، پس مولوی گنگوہی اور اس کا مرید انبیٹھوی اور تمام اُن کے ہم مذہب جو حق تعالیٰ کے امکان کذب کو ثابت کر رہے ہیں غور سے دیکھیں کہ اس بداعتقادی نے اللہ تعالیٰ پر افترا کرنے سے اور علماء اور اولیاء کی کلام میں دلیرانہ تحریف لفظی و معنوی سے اُن کی کیسی عاقبت خراب کی ہے، ترقی کے بعد تنزل سے پناہ بخدا۔

قولہ منہ اور آیت فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ کا استدلال میں لکھنا بے سوچے سمجھے ہے اتنی بھی سمجھ نہیں ہے، صدق وصف مشتق کے واسطے وجود مبدءِ اشتقاق ضروری ہے نہ امکان، ورنہ قصوری کی فہم کے موافق جملہ بنی آدم حتی کہ معصومین پناہ بخدا آیت فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ کے مصداق ہو جائیں گے، کیوں کہ مدار

اِس وعید کا تو مطلق امکان پر ٹھہرا، اور امکان کذب سارے بنی آدم میں موجود ہے، پس مصداق وعیدِ لعنت جمیع بنی آدم ہوئے، اور کچھ جھوٹ پر ہی منحصر نہیں بلکہ اکابر اولیا وغیرہ کو تمام گناہ کفر اور شرک زنا اور سرقہ وغیرہ پر قدرت ہے، اور اُن کے امکان میں داخل ہے گو واقع نہ ہوں۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ پہلے اعتراض میں بعد ذکر کرنے آیات ناطقہ صدق باری تعالیٰ کے اور متواتر ہونے خبر صدق اس پاک ذات کے فقیر نے کذب کی وعید میں یہ آیت بھی لکھ دی تھی، اور شرعاً و عقلاً امکان کذب باری تعالیٰ کا محال ہونا درج کیا تھا۔ اس لئے کہ کذب قبیح اور نقص ہے اور صراحۃً مراد اس سے یہ تھی کہ جھوٹ بڑے درجے کی بُرائی ہے، اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں پر لعنت کی ہے، تو امکان کذب بھی حق تعالیٰ پر محال ہے، جس سے صاف صاف ظاہر تھا کہ مدار وعید کذب پر ہے نہ امکان کذب پر۔ پس براہین والے نے جو اس عبارت سے مدار وعید لعن امکان کذب پر قرار دے کر سارے انبیاء اور اولیاء کو لعنتی بنا رہا ہے، اور فقیر پر یہ الزام لگا رہا ہے، اور اخیر میں اولیاء اور انبیا کی قدرت کفر اور شرک پر ثابت کر رہا ہے، یہ اس کی محض ضدیت اور عناد سے ہے کہ اپنے عندیے کے مخالف کی تردید میں کمال ہٹ دھرمی اُن کا شیوہ ہے، اور عجب تر نفسانیت ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کلمات اہانت انبیاء و اولیاء تراش کر دوسروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں۔ بے شک جو حق تعالیٰ پر اتہام سے

نہیں ڈرتا وہ بندوں پر الزام سے کب ڈرتا ہے، رہا یہ جو اس قول میں براہین والے نے انبیاء کی قدرت کفر و شرک پر جو لکھی ہے، تو یہ بھی اہل سنّت بلکہ تمام امت کے برخلاف بکواس کی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کفر و شرک بلکہ معاصی سے عصمت پر مجبول پیدا کیا ہے، اور یہ مسئلہ یقینی ہے، دوسری کتابوں پر دسترس نہ ہو تو تفسیر عزیزی میں آیت وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى کے نیچے دیکھیں اور سب انبیاء کو قرآن میں یہ کہنا۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (الآیۃ) کہ اگر وہ شرک کرتے تو ہم اُن کے اعمال ضائع کر دیتے، اور نیز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم کے بارہ میں یوں فرمایا۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (الآیۃ) یعنی اگر تو شرک کرتا تو ہم تیرے اعمال ضائع کر دیتے، اخیر آیت تک یہ بفرضِ محال ہے، جیسا کہ تفسیر جلالین اور مدارک وغیرہما سب میں لکھا ہے، تفسیر عزیزی میں وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا کے نیچے لکھتے ہیں، یعنی بفرض محال وہ رسول اگر ہم پر کچھ بنا کر کہتا الخ پس ان معتبر سندوں سے ثابت ہے کہ انبیاء کفر و شرک پر قادر نہیں ہیں، اور امکان کفر و شرک معصوم لوگوں سے غیر ممکن ہے پس خداوند ذوالجلال ہی ان بے دینوں سے انتقام لے، چنانچہ اُس نے صاحب براہین اور حواریین سے خوب انتقام لیا جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

عبارت تفسیر عزیزی۔ اگر بفرض محال بربستہ بگوید آں رسول بر ما الخ

قولہ[۱۱]۔ اور یہ جو دلیل بیان کی ہے کہ کذب قبیح اور نقص ہے اور باری تعالیٰ سب نقصوں سے پاک ہے، اس کا جواب یہ ہے، اوّل ہم نے مانا کہ جھوٹ قبیح اور نقص ہے، لیکن امکان کذب کا قبیح اور نقص ہونا مسلّم نہیں، بلکہ کمال الوہیت اور شعبہ عموم قدرت ہے، چنانچہ اوپر معلوم ہو چکا ہے، اور جو امکان کذب قبیح اور نقصان ہونے کا مدعی ہے اس پر دلیل کا قائم کرنا لازم ہے۔''

امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے ردّ میں اکیس[۲۱] دلائل

فقیر کان اللہ لہ جواب دیتا ہے، کہ اوپر اعتراض کی تحریر میں امکان کذب کے نقص ہونے میں کئی دلائل گذرے ہیں۔ جن کو اس جگہ شمار کر دیتے ہیں، پہلے[۱] حق تعالیٰ پر بالاتفاق کذب ممتنع ہے، دوسرے[۲] کذب نقص ہے اور نقص خدا تعالیٰ پر بالاجماع محال ہے، تیسرے[۳] جب اس پر کذب ممتنع ہوا تو واجب ہے کہ اس کی کلام راست ہو۔ چوتھی[۴] خدا پر سکون حرکت انتقال جہل کذب صحیح نہیں ہے، اور نہ کوئی صفات نقص سے اہل سنّت

دلیل ۱: یمتنع علیہ الکذب اتفاقا ۲: انہ نقص و النقص علیہ محال اجماعا ۳: و اذا امتنع علیہ الکذب وجب ان یکون کلامہ صدقا ۴: ولا یصح علیہ الحرکۃ والسکون والانتقال و لا الجہل و لا الکذب و لا شیء من صفات النقص عند اہل السنۃ والجماعۃ خلافا لمن جوزہا علیہ ۱۲

کے نزدیک برخلاف اُن کے جو اُن کو روا رکھتے ہیں جیسا کہ اُوپر گذر چکا ہے
پانچویں معتزلہ کے عابد ابو موسیٰ علیئے نے کہا ہے کہ خدا جھوٹ اور ظلم
پر قادر ہے، اگر ایسا کرتا تو جھوٹا ظالم خدا کہلاتا۔ خدا اس سے بہت
اونچا ہے، یہ پانچ دلیلیں شرح مواقف سے لکھی ہیں تاکہ صاحب براہین
کا بہتان ظاہر ہو۔ جو کہتا ہے کہ شرح مواقف سے امکان کذب ثابت
ہوتا ہے، چھٹی عبارت تفسیر کبیر کی آیت وَظَنُّوْا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا
کے نیچے سے بیشک مومن کو خدا پر جھوٹ کا گمان کرنا ناروا ہے بلکہ
اس گمان سے ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اھ، اور پہلی وجہ کے بیان
میں امام رازی نے کہا ہے کہ ظن اس جگہ وہم اور خیال کے معنی رکھتا ہے
ساتویں بھی تفسیر کبیر میں ہے جب حق تعالیٰ پر خبر میں خلاف روا رکھا جائے
تو یہ کذب کی تجویز ہوئی۔ پس یہ بڑا خطا بلکہ قریب کفر کے ہے، اس لئے
کہ سب دانشمند خدائے تعالیٰ کے کذب سے منزہ ہونے پر متفق ہیں۔

دلیل ۵ قال ابو موسیٰ علیئے ابن صبیح راھب المعتزلۃ ان اللہ قادر علیٰ ان
یکذب ویظلم ولو فعل لکان الٰھا کاذبا ظالما تعالی اللہ عما قالہ علوا کبیرا۔
۶ لان المؤمن لا یجوز ان یظن باللہ الکذب بل یخرج بذلک عن الایمان انتہی
وقال فی الوجہ الاول والظن ھھنا بمعنی التوہم والحسبان۔ ۷ فاذا جوز علی
اللہ الخلف فیہ (ای فی الخبر) فقد جوز الکذب علی اللہ فھذا خطاء عظیم
بل یقرب من ان یکون کفرا فان العقلاء اجمعوا علی انہ منزہ عن الکذب

آٹھویں فقہ اکبر کی شرح میں ہے کہ خدا پر جھوٹ محال ہے۔ نویں شرح عقائد
جلالی میں ہے کہ امکان محال بھی محال ہے، دسویں فتاویٰ عالمگیریہ کی
عبارت کہ اللہ تعالیٰ کو نالائق امر سے موصوف کرنا یا نقص کی طرف
منسوب کرنا کفر ہے، یہ دس دلیلیں ہیں جو فقیر نے اعتراض میں بیان کی
ہیں جن میں لفظ جواز یا صحت یا گمان بمعنی وہم ہے تو وہ نص ہے امکان
کذب کے نقص ہونے میں اور جن میں لفظ امتناع اور محال کا ہے تو وہ بھی
ایسا ہی ہے، کیوں کہ امکان محال کا محال ہونا عقلاء کے نزدیک محقق ہے
یارھویں تفسیر کبیر سے بذیل آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا
کے منقول ہوا ہے کہ جب امکان صدق قائم ہو تو ضرور امتناع کذب
حاصل ہو گیا اھ پس امتناع کذب سے امکان کذب محال ہو چکا۔ یہ
گیارہ دلائل نقص ہونے امکان کذب میں ہر چند بنا بر اطمینان اہل
انصاف و ایمان کافی ہیں مگر چند دلائل اور بھی لکھ دیتا ہوں، شائد کسی
خدا کے مکذب کو ہدایت ہو جائے، اور مسلمانوں کے درمیان سے
خرخشہ رفع ہو۔

دلیل ۸۔ والکذب علیہ تعالیٰ محال۔ ۹ کلام الجلال الدوانی من شرح
العقائد الجلالی وامکان المحال محال ۱۰ یکفر اذا وصف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق
بہ او نسبہ الی النقص ملخصا۔ ۱۱ فاذا کان امکان الصدق قائما کان
امتناع الکذب حاصلا لا محالۃ انتہی۔

تفسیر[12] مدارک میں آیت مبارک کے نیچے لکھا ہے کہ یہ استفہام نفی کے معنی سے ہے، یعنی کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے خبر اور وعدہ اور وعید میں راستباز نہیں ہے، اِس لئے کہ کذب خدا پر محال ہے، وہ قبیح ہے کیوں کہ وہ نام ہے خلاف واقع خبر دینے کا۔" اھ اور تفسیر[13] بیضاوی میں بھی اسی آیت کے تلے لکھا ہے کہ یہ انکار ہے اس سے کہ خدا سے کوئی بھی راستباز ہو اس لئے کہ اس کی خبر میں کسی طرح سے بھی کذب داخل نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ نقص ہے اور خدا پر محال ہے۔ اھ مفتی الثقلین۔ ابو السعود[14] اپنی تفسیر میں اِسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ انکار ہے اس کا کہ کوئی خدا سے راستباز نہیں ہے اپنے وعدہ اور تمام خبروں میں اور بیان ہے اس کے محال ہونے کا کیا معنی کہ جھوٹ خدا پر محال ہے، اھ بیہقی[15] زمان تفسیر مظہری میں اس کے نیچے لکھتے ہیں، کہ بے شک خدا کی خبروں میں

دلیل نمبر[12]۔ تحت قولہ تعالیٰ۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا وھو استفہام بمعنی النفی ای لا احد اصدق منہ فی اخبارہ ووعدہٖ ووعیدہٖ لاستحالۃ الکذب علیہ تعالیٰ بقبحہ لکونہ اخبارًا عن الشیٔ بخلاف ما ھو علیہ [13] انکار ان یکون احد اکثر صدقًا منہ تعالیٰ فانہ لا یتطرق الکذب الی خبرہٖ بوجہ لانہ نقص ھو علی اللہ محال۔
[14] انکار لان یکون احدٌ اصدق منہ فی وعدہٖ وسائر اخبارہٖ وبیان لاستحالتہٖ کیف لا والکذب محال علیہ سبحانہ دون غیرہٖ [15] فان اخبارہ تعالیٰ لا یحتمل تطرق الکذب الیہ بوجہ من الوجوہ لانہ نقص مستحیل علی اللہ تعالیٰ۔

کذب کو کسی وجہ سے بھی دخل نہیں ہے کہ وہ نقصان اور خدا پر محال ہے[15] تفسیر[16] رحمانی میں اس کے نیچے تحریر ہے، اس لئے کہ قرآن خدا کی کلام ازلی کی عبارت ہے، اِس میں کذب کو دخل نہیں کہ وہ نقص ہے، اور جو خدا کے سوا ہے، ہر چند اس کا صدق مدلل ہو مگر اِن دلائل سے قطع نظر کرنے سے اِس کا کذب ممکن ہے، تفسیر[17] خازن میں ہے، یعنی کوئی بھی خدا تعالیٰ سے راست باز نہیں ہے، کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اور اس پر جھوٹ ممکن نہیں اھ عقائد[18] حافظیہ میں ہے، کہ حق تعالیٰ سُبحانہٗ ظلم اور سفاہت کذب پر قادر ہونے سے موصوف نہیں، اس لئے کہ محال خدا کی قدرت میں داخل نہیں ہے، اور معتزلہ کے نزدیک خدا کذب وغیرہ پر قادر ہے، اور کرتا نہیں اھ، شرح[19] عقائد جلالی میں ہے، خدا پر حرکت انتقال جہل کذب صحیح نہیں کہ یہ نقص ہیں اور نقص خدا پر محال ہے۔ اھ اور عقائد عضدیہ[20] میں ہے،

---

[16] تفسیر تبصیر الرحمٰن۔ لانہ عبارۃ کلامہ الازلی الذی لا دخل للکذب فیہ لانہ نقص و الغیر وان دلت الدلائل علی صدقہ فکذبہ ممکن اذا لم ینظر الیہا ۱۲
[17] یعنی لا احد اصدق من اللہ تعالیٰ فانہ لا یخلف المیعاد ولا یجوز للکذب
[18] ولا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ یقدر ولا یفعل۔ [19] ولا یصح علیہ الحرکۃ والانتقال ولا الجہل ولا الکذب لانہما نقص والنقص علی اللہ تعالیٰ محال [20] وھو منزہ عن جمیع صفات النقص کما سبق من اجماع العقلاء علی ذلک۔

کہ خدا تمام صفات نقص سے پاک ہے، اور سب عقلا کا اس پر اتفاق ہے چنانچہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اھ۔ شرح[۲۱] فقہ اکبر میں ہے، کہ حق تعالیٰ ظلم پر قدرت سے موصوف نہیں ہے، کیوں کہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا ہے، اور معتزلہ کے نزدیک ظلم پر قادر ہے، اور کرتا نہیں اھ۔

اب یہ اکیس[۲۱] دلائل باری تعالیٰ کے امکان کذب سے پاک ہونے پر ناطق ہیں کہ وہ نقص ہے، اور خدا نقص سے پاک ہے، اور صاحب براہین اور اُس کے حواریین کا یہ قول کہ ہم کذب کا قبح اور نقص ہونا مان لیں، تو امکان کذب کے قبح اور نقص کو تسلیم نہیں کرتے ہیں بلکہ اُس سے خدا کی الوہیت کامل ہوتی ہے، اور اس کی قدرت کا عام ہوتا ہے، اھ

صاف صاف چاہتا ہے کہ یہ لوگ یہ بھی اعلانیہ طور پر کہیں کہ ہم جہل زنا عجز وغیرہ کے قبح کو تسلیم کر لیں تو امکان جہل وزنا و عجز وغیرہ کے قبح ہونے کو نہیں مانتے بلکہ یہ سب کمال الوہیت اور شعبۂ عموم قدرت ہیں۔ دین دار عاقل پر اس مردود اعتقاد کی برائی پوشیدہ نہیں ہے، پناہ بخدائے لایزال ایسے سخن پرستی کے خیال سے۔

کتاب معتقد منتقد میں لکھا ہے۔

"فرقہ وہابیہ سارے اہل اسلام سے مخالف ہو گئے ہیں، اُن کا

---

۲۱ ومنها لا یوصف الله تعالیٰ بالقدرة علی الظلم لان المحال لا یدخل تحت القدرة وعند المعتزلة انه یقدر ولا یفعل انتهیٰ عبارت المعتقد المنتقد والنجدیة

امام (یعنی مولوی اسمٰعیل دہلوی) نے کہا ہے، خدا کا کذب اور اس سے امکان اتصاف محال بالذات نہیں ہے، اور یہ امکان کذب قدرت الٰہی سے خارج نہیں ہے، ورنہ آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جاوے گی۔ اور بعضے اس کے مقلدوں نے اس بُری گفت گو میں دراز نفسی کی اور دوزخ کا سزاوار ہوا، یہاں تک کہ حق تعالیٰ کا جہل عجز اور تمام نقص اور عیوب اور فواحش و قبائح سے متصف ہوناممکن کہا، اور اپنے آپ اور ساری قوم کو رُسوا کیا۔" یہ ترجمہ ہے عبارت معتقد کا۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ ہمارے زمانہ میں مولوی دہلوی کے اکابر مقلدین سے صاحب براہین اور اس کے حواریین ہیں جو اُن کے نزدیک بھی باری تعالیٰ کا سب قبائح سے متصف ہوناممکن ہے جیسا کہ اس قول سے لازم ہو رہا ہے،

ای الوهابية۔ قد فارقوا اهل الاسلام فی هذا المقام قال کبیرهم کذبه (ای اسمٰعیل الدهلوی ۱۲) امکان اتصافه سبحانه بهذه النقیصة لیس محالاً بالذات ولیس خارجاً من القدرة الالٰهیة والا یلزم زیادة القدرة الانسانیة علی القدرة الربانیة انتهیٰ والحال الوقاحة بعض متبعیه بالحالة الکلام فیما لا یعنیه والی جهنم یصلیه حتی التزم امکان اتصافه سبحانه بالجهل والعجز وجمیع النقائص والمعائب والفواحش والقبائح وفضح نفسه وقومه بانواع الفضائح ۱۲

قولہ ۱۲ دوسرا یہ دلیل مولوی قصوری کی مذہب اہل سنت سے ناواقف ہونے پر دلالت کرتی ہے، ورنہ فی الحقیقت بموجب مذہب اشاعرہ کے کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے قبیح نہیں ہے، کیونکہ وہ سب کمالات ہیں، شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں: "الخ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے قبیح کا نہ ہونا مسلم ہے اور ہم اس پر یقین کرتے ہیں، مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ حق تعالیٰ کا قبائح سے متصف ہونا جائز ہے، اور یہ قبیح نہیں، چنانچہ ان مکذبین کا یہی مقصود ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ قبائح کا پیدا کرنا جیسے کفر ظلم معاصی یہ حق تعالیٰ سے قبیح نہیں اس لئے کہ وہی چیز کا خالق ہے، اور خدا کے سب کام اچھے ہیں، ان سے مدح اور ثنا ہی متعلق ہے، اور خدا خود کفر گناہ نہیں کرتا ہے۔

شرح مواقف کے متن میں ہے، کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی قبیح نہیں، اگرچہ سب کا خالق وہی ہے اور اس پر واجب بھی کچھ نہیں، اور بحکم شرع اس کے سب کام اچھے ہیں اس میں اختلاف نہیں کہ باری تعالیٰ کوئی برا کام نہیں کرتا ہے، اور نہ کوئی واجب ترک کرتا ہے ہمارے نزدیک اس لئے کہ کچھ اس سے قبیح نہیں

(عبارت شرح مواقف) لا قبیح منہ تعالیٰ ان کان ہو الخالق للکل ولا واجب علیہ وان حسن افعالہ بحکم الشرع انتہیٰ لا خلاف فی ان الباری لا یفعل قبیحا ولا یترک واجبا اما عندنا فلانہ لا قبیح منہ ولا واجب علیہ لکون ذلک علیہ بالشرع ولا یتصور ذلک فی فعلہ الی قولہ فان قیل الکفر والمعاصی کلہا قبائح وقال

اور نہ اس پر کچھ واجب ہے، کیوں کہ واجب بحکم شرع ہوتا ہے، اور خدا کے کام میں یہ متصور نہیں الیٰ قولہ اگر کوئی کہے، کہ کفر و ظلم معاصی سب کے سب قبیح ہیں اور یہ سب خدا کی مخلوق ہیں، ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ مانا مگر قبیح کا پیدا کرنا قبیح نہیں ہے، پس خدا ہی قبائح کا بھی خالق ہے، سوائے اس کے کوئی فاعل نہیں، اور اگر کہا جائے کہ خدا اچھا کام بھی نہیں کرتا، کیوں کہ اس پر نہ کوئی حکم ہے اور نہ اس پر کچھ منع ہے، حالانکہ اجماع اس کے خلاف پر ہے (یعنی خدا اچھا کام کرتا ہے) ہم جواب دیتے ہیں کہ شرع میں خدا کے کاموں پر تعریف ہوتی ہے، تو اس کے کام اچھے ہی ہوئے کہ ان سے مدح اور ثنا متعلق ہے، یہ ترجمہ ہے شرح مواقف مطبوعہ مصر کے دوسرے جلد کے صفحہ ۱۵۳ سے) اور باقی مبسوطات عقائد میں بھی ایسا ہی ہے۔

پس متحقق ہوا کہ ضرور حق تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور کوئی برا کام نہیں کرتا برخلاف زعم مکذبین کے اور اس کا تو کوئی بھی اہل اسلام سے قائل نہیں کہ کفر خبث نفس شیطان کا پیدا کرنا قبیح ہے، حق تعالیٰ کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیئے جو خدائے پاک پر امکان کذب کے قائل ہوں وہ خدا کے بندوں پر بہتان باندھنے سے کب پرواہ کرتے ہیں۔

خلقہا اللہ تعالیٰ قلنا نسلم الاخلق القبیح لیس بقبیح فہو موجد لہا لا فاعل لہا فان قیل فلا یفعل الحسن ایضا لانہ لا حکم علیہ امرا کما لا حکم علیہ نہیا والاجماع علی خلافہ قلنا قد ورد الشرع بالثناء علیہ فی افعالہ فکانت حسنۃ لکونہا متعلق المدح والثناء عند اللہ تعالیٰ انتہیٰ۔

قولہ[۱۳] تیسرا مولوی قصوری نے یہ دلیل شرح مواقف سے نقل تو کی ہے مگر اس کے معنی کو نہیں سوچا، نہ اس کے ماقبل مابعد کو دیکھا ہے، خود شارح مواقف اِس دلیل کو غلط بنا رہے ہیں: پس غلط دلیل کو مخالف کے مقابلہ میں پیش کرنا کس قدر جرأت و بیباکی ہے، شارح مواقف کہتا ہے، کہ نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق مجھ پر نہیں ظاہر ہوا" الخ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کے نقص کذب سے پاک ہونے کی دلیل صرف شرح مواقف سے ہی ماخوذ نہیں ہے بلکہ جمیع کتب عقائد میں اس پر تصریح ہے، چنانچہ متن شرح مقاصد میں ہے کہ کذب بالاتفاق حق تعالیٰ پر محال ہے، اور تمام نبیوں نے بھی خبر دی ہے اور اس لئے کہ دانش مندوں کے نزدیک نقص ہے اھ اور شرح مقاصد میں ہے کہ کذب محال ہے یعنی تین وجہ سے، پہلے[۱] اتفاق علماء سے، دوسرے[۲] انبیاء سے (جن کا صدق اُن کے معجزات سے بھی ثابت ہے کلام اللہ کے ثبوت اور اس کے صدق پر موقوف نہیں ہے) خبر متواتر ہے کہ خدا پر کذب جائز نہیں ہے، تیسرے[۳] کذب دانش مندوں کے

عبارت متن شرح مقاصد- یکون کذبًا وھو علی اللہ تعالیٰ محال بالاجماع واخبار الانبیاء علیہم السلام ولکونہ نقصًا عند العقلاء وفی شرح المقاصد فتعین الکذب ھو محال، اما اولًا[۱] فباجماع العلماء واما ثانیًا[۲] فبما تواتر من اخبار الانبیاء علیہم السلام الثابت صدقھم بدلالۃ المعجزات من غیر توقف علی ثبوت کلام اللہ تعالیٰ فضلا عن صدقہ واما ثالثًا[۳] فلان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالیٰ محال لما فیہ من امارۃ العجز

اتفاق سے نقص ہے، اور خدا پر محال ہے اس لئے کہ یہ عجز اور جہل کی نشان ہے یا عبث ہے، (یہ ترجمہ ہے عبارت دوسرے جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۰۴ سے) اور اوپر بہت سی تفاسیر اور عقائد کی کتابوں سے منقول ہو چکا ہے کہ کذب نقص ہے خدا پر محال ہے اور یہ کہنا کہ شارح مواقف نے اس دلیل کو غلط بنایا ہے، بھی غلط ہے، کیوں کہ خود شارح مواقف آخر کتاب میں اہل سنت کے عقائد کے ذکر میں تصریح کرتے ہیں کہ خدا پر حرکت و سکون انتقال و جہل و کذب اور نہ اور کوئی صفات نقص سے جائز ہیں الخ البتہ ماتن نے یہ کہا ہے کہ مجھ پر نقص فی الفعل اور قبح عقلی فی الفعل میں فرق ظاہر نہیں ہوا ہے سو علماء نے شرح مقاصد میں اس کی تزییف کی ہے، چنانچہ کہا ہے، لیکن وجہ محال ہونے نقص کی، پس بعض کی کلام میں ہے، کہ یہ وجہ صرف معتزلہ کے مذہب پر جو قبح عقلی کے قائل ہیں پوری ہوتی ہے، امام حرمین نے کہا ہے (الیٰ قولہ) صاحب مواقف نے کہا ہے، کہ مجھے نقص فی الفعل اور قبح عقلی میں فرق معلوم نہیں ہوا بلکہ یہ دونوں ایک ہی ہیں، اور مجھے تعجب ہے اُن محققین کی کلام سے جو محل نزاع پر مسئلہ حسن و قبح میں واقف ہیں۔ (یہ دوسری جلد کے صفحہ ۱۰۵ کی عبارت کا ترجمہ ہے)

او الجھل او العبث انتھیٰ - واما وجہ استحالۃ النقص ففی کلام البعض انہ لایتم الا علی رای المعتزلۃ القائلین بالقبح العقلی قال امام الحرمین (الیٰ قولہ) وقال صاحب المواقف لم یظہر لی فرق بین النقص فی الفعل والقبح العقلی بل ھو بعینہ انا اتعجب من کلام ھؤلاء المحققین الواقفین علی محل النزاع فی مسئلۃ الحسن والقبح۔

اور مسلم الثبوت اور اس کی شرح بحرالعلوم میں مسئلہ امتناع کذب کے باب میں یوں تصریح کی ہے:۔ کہ

جواب اس کا یہ ہے کہ امر مذکور نقص ہے جس سے حق تعالیٰ کی تنزیہ واجب ہے اور کیوں نہ ہو کہ اُوپر گذرا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ عقلی ہے سارے دانش مندوں کے اتفاق سے پس ملازمت ممنوع ہے، اور مواقف میں جو ملازمت کو ثابت کیا ہے کہ قبح افعال میں قبح عقل کی طرف راجع ہے تو یہ ممنوع ہے، کیوں کہ جو امر وجوب ذاتی کے برخلاف ہو کیف ہو یا فعل وہ نقص سے ہے، باری تعالیٰ کے حق میں، اور حق تعالیٰ پر محال عقلی سے ہے، یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت کا

پس اس دلیل کا غلط بنانا خود غلط ہے، اور دلیل قوی ہے، اور اس کو شیعہ اور معتزلہ و خوارج کی طرف منسوب کرنا امکان کذب کے قائلوں کی نادانی ہے پس شرح مقاصد و مواقف دونوں سے کذب باری تعالیٰ کا امتناع ثابت ہوا تو بخوبی متحقق ہوا کذب مکذبین کا جو کہتے ہیں کہ شرح مواقف اور مقاصد سے امکان کذب کا مسئلہ ثابت ہے، فللہ الحمد۔

عبارت مسلم الثبوت۔ والجواب انه ای المذکور نقص فیجب تنزیهه تعالی عنه کیف و قد مرانه لانزاع فیه فانه عقلی باتفاق العقلاء فالملازمة ممنوعة و ما فی المواقف فی اثبات الملازمة ان القبح فی الافعال یرجع الی القبح العقلی ممنوع لان ما ینافی الوجوب الذاتی کیفا کان او فعلاً من جملة النقص فی حق الباری و من الاستحالات العقلیة علیه سبحانه انتهی۔

قولہ[14] پس مسئلہ امکان کذب کا مسائل واقعیہ سے ہے کسی کے طعن کے خوف سے اس کا اخفا ناروا ہے الخ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ اُوپر بہت سی معتبر تفاسیر اور مستند کتب عقائد سے کامل طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ کا مسئلہ مسائل واقعیہ سے ہے، جو یقیناً عقائد اہل سنت سے مخالف ہے، صرف معتزلہ سے بعض کا قول ہے، پس جس نے اس کو اہل سنت کی طرف منسوب کیا پس بے شک وہ مفتری ہے، اور کسی بھی کتاب میں اشاعرہ کی کتابوں سے باری تعالیٰ کے امکان کذب کا ثبوت نہیں، چنانچہ اوپر تفصیل وار گذرا ہے تو اُن کتابوں کو غرق کیوں کرنا ہے، البتہ قائلین امکان کذب باری تعالیٰ کو غرق لازم ہے اگر تائب نہ ہوں اور خدا ہی منتقم حقیقی ہے۔

قولہ[15] اور حاشیہ پر جو دلائل تفسیر کبیر اور تفسیر ابوالسعود و بیضاوی کے حوالہ کئے ہیں وہ بھی نہیں سمجھے کہ کس مُدعا کا اُن سے ابطال ہے اور کس کا اثبات ہے، وہ دلائل ہمارے مُدعا کے ہرگز مخالف نہیں چنانچہ مفتی صدرالدین کے رسالہ سے امام کا کلام نقل ہو چکا ہے

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ معین حقیقی جل و علا کی تائید سے بحوالہ تفاسیر معتبرہ مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا ابطال کافی ہو چکا ہے، اور امام کی کلام سے مکذبین کے مُدعا کا ثابت نہ ہونا اس کا بھی بیان شافی گذرا ہے، کیوں نہ ہو جب امام رازی خود تصریح کر گئے ہیں کہ مومن کو خدا پر وہم کذب کا کرنا ناروا ہے بلکہ ایمان سے نکل جاتا ہے، اور نیز جب خدا پر خبر میں

خلف روا رکھیں تو کذب کی تجویز ہے اور یہ بڑا خطا بلکہ قریب کفر کے ہے اور سوائے اس کے اور تصریحات علمائے دین کی جو اوپر منقول ہو چکی ہیں۔

قولہ اور نیز جواب اعتراض دوم میں الخ اقول اس کا رد بھی وہاں مذکور ہوگا۔ قولہ اور جو عبارتیں شرح مواقف سے نقل کی ہیں اُن کے مطلب کے سمجھنے میں قصوری صاحب کا فہم قاصر ہے، اُن میں ہرگز تعارض نہیں ہے جہاں امتناع کذب لکھا ہے وہ صحیح ہے اس کے معنی اَور ہیں، اور جہاں امکان کذب ہے وہ بھی صحیح ہے اس کا محمل کچھ اور ہے، اقول شرح مواقف کی متعدد تصریحات سے امتناع کذب باری تعالیٰ ثابت ہے، اور جو امکان کذب ہے، وہ بعض معتزلہ کا قول بے عول ہے جیسا کہ اوپر اس کی عبارات منقول ہو چکی ہیں جس سے قصور فہمید و فتور دید مکذبین متحقق ہے

قولہ اور عبارت شرح مواقف صفحہ ۹۰۶ میں جس کا ترجمہ یہ ہے

وہ دونوں ممکنات سے ہیں جن پر قدرت شامل ہے،

اس کا جواب قصوری صاحب نے یہ دیا کہ یہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے، یا تو مطلق عبارت نہیں سمجھی یا غبار نفسانیت و عناد نے بصیرت کو اندھا کر دیا ہے الخ اقول جب شارح مواقف نے فرق معتزلہ کے ذکر میں خود تصریح کر دی کہ اَبا موسیٰ عیسیٰ راہب معتزلہ نے کہا ہے کہ خدا جھوٹ اور ظلم پر قادر ہے، اگر ایسا کرتا تو خدا کاذب ظالم کہلاتا اور خدا اس سے بہت ہی اونچا ہے اھ دیکھو کیسا اس قول امکان کذب سے بریت کی ہے، پھر اخیر کتاب کے عقائد اہل سنت کے بیان میں تحریر ہے کہ

بیشک حق تعالیٰ پر حرکت سکون انتقال جہل کذب اور نہ کوئی اور صفات نقص سے جائز ہے الخ

پس اس سے شارح مواقف کا بخوبی قول امکان کذب سے پاک ہونا ثابت تھا۔ اس لئے فقیر نے اعتراض میں تحریر کر دیا۔ کیوں کہ کوئی دین دار دانش مند اس میں شک نہیں کر سکتا کہ کلام شارح مواقف میں جو امتناع کذب باری تعالیٰ ہے، وہ یقیناً امتناع ذاتی ہے، اور امکان کذب اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے، اور باوصف اس کے یہ قول اس کا کہ وہ دونوں ممکنات سے ہیں جن پر قدرت الٰہی شامل ہے اھ پانچویں مقصد فروع معتزلہ میں مذکور ہے، تو ان دلائل واضح کی رُو سے فقیر نے اس کی تاویل کر دی، اور بالاجمال کلام کی اور تفصیل کو ناپسند کیا۔ لاکن مکذبین نے یہ عقیدہ امکان کذب کا نہ کسی دلیل یقینی سے ثابت کیا نہ کسی صریح قول علمائے دین معتقد سے، اور صرف اس قول ضعیف کو غنیمت جان کر تحریر و تقریر میں پیش کرنے لگ گئے اور اسی کو دلیل یقینی مان لیا۔ پس ناچار بقدر ضرورت اس کی تفصیل کرنی پڑی۔

علامہ دوانی شرح عقائد عضدی میں کہتے ہیں کہ معتزلہ اور خوارج مرتکب کبیرہ جب بلا توبہ مرے تو اُس کے عذاب کو واجب جانتے ہیں اس دلیل سے کہ حق تعالیٰ نے اس کے عذاب کی وعید کی ہے پس اگر اس کو عذاب نہ کرے تو اس کی وعید میں خلاف اور اس کی

(عبارت علامہ دوانی) ان المعتزلۃ والخوارج اوجبوا عقاب صاحب الکبیرۃ اذا مات بلا توبۃ واستدلوا علیہ بانہ تعالی اوعدہ بالعقاب فلو لم یعاقبہ لزم الخلف

خبر میں کذب لازم آتا ہے، اور یہ دونوں خدا پر محال ہیں، اہل سُنت اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ غایت الامر عذاب کا وقوع ہے اس سے خدا پر وجوب عذاب لازم نہیں آتا ہے، علامہ شریف اس پر معترض ہوئے کہ اب جواز خلف و کذب لازم آیا۔ اور یہ محال ہے کیوں کہ امکان محال محال ہے، اور اس کا جواب دیا کہ اِن دونوں کا محال ہونا منع ہے کیوں کہ ممکنات سے ہیں جن پر قدرت الٰہی شامل ہو، علامہ دوانی فرماتا ہے، مَیں کہتا ہوں کذب نقص ہے اور نقص خدا پر محال ہے، پس جواز و امکان کذب ممکنات سے نہیں، جن پر قدرت الٰہی شامل ہے، اور یہ ویسا ہی ہے جیسا کہ قدرت الٰہی تمام وجوہ نقص پر شامل نہیں مثل جہل و عجز اور نفی صفت کلام وغیرہ صفات کمال کی اور جواب میں عمدہ وجہ وہ ہے جس پر پہلے ہم نے اشارہ کیا ہے کہ بے شک دونوں وعید اور وعد شرائط اور قیود معلومہ سے مشروط ہیں

فی وعیدہ والکذب فی خبرہ تعالٰی وھما محالان علی اللہ تعالٰی واجیب عنہ بان غایتہ وقوعہ ولا یلزم منہ الوجوب علی اللہ تعالٰی واعترض علیہ الشریف العلامۃ بانہ حینئذ یلزم جوازھما وھو محال لان امکان المحال محال واجاب عنہ بان استحالتھما ممنوعۃ کیف وھما من الممکنات التی یشملھا قدرۃ اللہ تعالٰی قلت الکذب نقص والنقص علیہ تعالٰی محال فلا یکون من الممکنات التی یشملھا القدرۃ وھذا کما لا یشمل القدرۃ سائر وجوہ النقص علیہ تعالٰی کالجھل والعجز ونفی صفۃ الکلام و غیرھا من صفات الکمال والوجہ فی الجواب ما اشرنا الیہ سابقاً من ان الوعید

پس ان شرائط سے کسی کے منتفی ہونے سے وعید یا وعد میں تخلف آجاتا ہے، اھ

او۔ فاضل ابوالحسن شہید اس کے حاشیہ میں کہتے ہیں۔ قول شارح کا۔ پس کذب خدا پر ممکنات سے نہیں ہے، اور غیر خدا پر کذب کا ممکن ہونا کچھ نفع نہیں کرتا ہے، کیا معنی کہ امکان کیفیت نسبت وجود شی کا نام ہے، پس کذب جب اس کا وجود خدائے پاک کی طرف سے اعتبار کیا جائے تو محال ہے، وقوع اس کا خدا سے منع ہے، اور جب وجود کذب غیر خدا کی طرف سے معتبر ہو تو ممکن ہے، وقوع اس کا بھی ہو جاتا ہے اور یہاں گفت گو صرف وجود کذب میں ہے خدا سے کیوں کہ مقصود یہ ہے کہ خلف اور کذب خدا پر محال ہیں نہ ہر کسی پر چنانچہ اوپر گذرا ہے، پس اگر شارح مواقف نے اپنے قول سے کہ خلف اور کذب دونوں ممکنات سے ہیں الخ یہ مراد رکھی ہے کہ یہ دونوں عام طور پر اُن ممکنات

والوعد مشروطان بقیود و شروط معلومۃ من النصوص فیجوز التخلف بسبب انتفاء بعض تلک الشروط انتھٰی۔ عبارت ابوالحسن شہید قولہ فلا یکون ای الکذب علیہ تعالٰی من الممکنات وامکانہ علی غیرہ تعالٰی لا ینفع یعنی ان الامکان کیفیۃ نسبۃ وجود الشئ فالکذب باعتبار وجودہ من اللہ تعالٰی محال یمتنع وقوعہ من اللہ تعالٰی وباعتبار وجودہ من غیرہ ممکن قد یقع والکلام انما ھو فی وجودہ من اللہ تعالٰی لان المقصود انھما محالان علی اللہ تعالٰی لا مطلقاً کما مر فان اراد بقولہ وھما من الممکنات الخ انھما مطلقاً من الممکنات التی یشملھا قدرتہ تعالٰی فھو باطل

سے ہیں جن پر خدا کی قدرت شامل ہے تو یہ باطل ہے، اس لئے کہ ان کا وجود خدا سے ہونا اُس پر نقص ہے اور نقص خدا پر محال ہے، اس کے دائرہ قدرت سے خارج ہے جیسے کہ جہل و عجز۔ اور ان کی مانند اور اگر مراد یہ ہے کہ یہ دونوں اُن ممکنات سے ہیں جو فی الجملہ قدرت الٰہی کے تلے داخل ہیں اگرچہ بندوں کی طرف سے اُن کا وجود معتبر ہو، پس یہ امر مدعا میں نقص نہیں ڈالتا۔" یہ ترجمہ ہے اس کی عبارت کا۔

پس ظاہر ہوا کہ جس نے علمائے کبار سے شارح مواقف کی کلام کو ظاہر پر حمل کیا ہے اور تاویل نہیں کی تو اُس نے اس کی صریح تردید کی ہے جو صحیح بات ہے جیساکہ بیان اعتراض میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور فقیر نے شارح علیہ الرحمۃ سے ادب کا لحاظ کرکے اس پر تصریح نہ کی تھی، مگر یہ مکذبین اس پر راضی نہیں ہوتے جب تک ان کی کمال رُسوائی نہ ہو، اور فقیر کے نزدیک تاویل بہت خوب ہے کیوں کہ جب شارح علیہ الرحمۃ کے تمام اقوال میں امتناع کذب باری تعالیٰ کی تصریح ہے تو یہ تاویل ہی اقوی دلیل ہے، اگرچہ صاحب براہین اور اُس کے حواریین اس کو غلط بنا کر گمراہ ہو رہے ہیں۔

اور ان مکذبین جو اخبار نظام الملک مراد آباد کے صفحہ ۳ مورخہ ۱۲ اگست ۱۸۸۹ء میں یہ اشتہار دیا تھا کہ محقق دوانی کی رد سید شریف پر وارد نہیں ہوتی

لان وجودهما من الله تعالى نقص عليه والنقص عليه تعالى محال خارج عن حيز قدرته تعالى كالجهل والعجز ونحوهما وان اراد انهما منهما في الجملة ولو باعتبار الوجود من العباد فذلك لا يقدح في ما هو المدعاء انتهى بلفظه ١٢

کیوں کہ سید شریف نے بحث کلام میں تصریح کی ہے کہ "قبح فعل میں جس سے معتزلہ نے اس کے امتناع پر دلیل پکڑی ہے، اور نقص فی الفعل میں کچھ فرق نہیں ہے، پس نقص فی الفعل سے امتناع کذب پر دلیل پکڑنی اہل سنت کے اصول کے برخلاف ہے۔" اھ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ ہر چند اس کا ابطال اوپر گذر چکا ہے کہ سید شریف نے اس کی ہرگز تصریح نہیں کی ہے بلکہ بارہا صریح لکھا ہے کہ اہل سنت کے مذہب میں حق تعالیٰ جمیع صفات نقص سے پاک ہے جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے، اور صرف ماتن نے اپنے عدم علم کی رو سے کہا تھا جس کو کئی علمائے کبار نے رد کیا ہے، مگر علمائے دیوبند کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ ان مکذبین کے اس قول میں تامل بکار ہے کہ باری تعالیٰ اہل سنت کے نزدیک نقص فی الفعل سے پاک نہیں ہے، ان اشتہارات سے خدائے کریم کی ہی طرف شکایت ہے قولہ اور منحصر ہے اس پر کہ پہلے امکان کذب اصول معتزلہ پر ثابت کیا ہو۔ اور ایسا نہیں کیوں کہ امتناع کذب جو منصوص قول امتناع کذب اتفاقاً کا ہے، وہ اصول معتزلہ پر مبنی ہے، تو دعویٰ امکان کذب کا ان کے اصول پر کیوں کر مبنی ہوا۔"

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اس قول میں دو وجہ سے غلطی ہے، پہلی یہ کہ امتناع کذب اصول معتزلہ ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ اصول اہل سنت پر بھی اولاً واصالتاً مبنی ہے، چنانچہ عقل سلیم اس پر شاہد ہے، شرح مواقف میں دلائل معتزلہ کے ذکر کے بعد لکھا ہے، لیکن خدا پر کذب کا منع ہونا ہمارے یعنی اہل سنت

کے نزدیک تین وجہ سے ہے الخ دوسری وجہ غلطی کی یہ ہے کہ مسئلہ امکان کذب کا صرف اصول معتزلہ پر ہی مبنی ہے، چنانچہ اوپر علمائے عقائد کی تصریحات سے گذرا ہے، "حق تعالیٰ ظلم اور سفہ اور کذب پر قادر ہونے سے موصوف نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ محال قدرت الٰہی میں داخل نہیں ہے، اور معتزلہ کے نزدیک خدا اُن پر قادر ہے اور کرتا نہیں" اھ اور خود شارح مواقف نے کہا ہے کہ "معتزلہ سے مزدار یہ بھی اسی کا قائل ہے۔" اھ پس معتزلہ کے قائل ہونے کا انکار اور اہل سنّت کی طرف اس کا اقرار محض بہتان عظیم ہے، جس کا انتقام حوالہ بخدا لایزال ہے،

مولوی محمد عبداللہ ٹونکی اور مسئلہ امکان کذب

قولہ اور یہ جو مولوی عبداللہ ٹونکی مدرس یونیورسٹی کی تحریر کا خلاف واقعہ حاشیہ پر ذکر کیا ہے، تو اس کا قصہ یہ ہے، الخ فقیر خدائے قدیر کی مدد سے (جو کاذبوں پر لعنت کرتا ہے، کہتا ہے کہ میں نے صاحب براہین کے کہ اپنے اس قول کے جواب میں بوقت مناظرہ حضرت حکم کے روبرو دو خط مولوی مفتی حافظ محمد عبداللہ صاحب ٹونکی اول مدرس مدرسہ مذکور کے پیش کیے، اور تمام مجلس میں اُن کی عبارت اونچے آواز سے پڑھی، جن کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ "مولوی خلیل احمد مع اپنے حواریوں کے میرے پاس آئے اور مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا حکم پوچھا۔ میں نے جواب دیا کہ اس کا قائل میرے نزدیک اہل سنت سے خارج ہے، کیوں کہ علماء عقائد نے کذب باری تعالیٰ کو ممتنع لکھا ہے۔"

انہوں نے شرح مواقف مقصد فروع معتزلہ علی اصولہم سے عبارت پیش کی، میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس کا جواب مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں ہے کہ صحیح امتناع ذاتی ہے الخ میری خوشی تھی کہ اس مناظرہ میں بھی شامل ہوتا مگر عدم صحت سے نہ ہو سکا۔ اور مجھے غالب اُمید ہے کہ امکان کذب کے قائل مغلوب ہوں گے اور خدا کو پاک کہنے والے منصور ہوں گے اھ

ملخصاً پھر جب ریاست بہاولپور سے صاحب براہین مع حواریین حضرت حکم کے حکم دینے سے پہلے ہی بھاگ نکلے، اور لاہور میں خلاف واقعہ مشہور کیا، کہ ہم فتح یاب ہو کر آئے ہیں، پھر مولانا مفتی صاحب موصوف سے تحریک سلسلہ مناظرہ کی اور ایک ہی دن کی تھوڑی سی گفت گو کے بعد مفرور ہو کر وطن کا راستہ لیا۔ جس پر مفتی صاحب ممدوح نے مولوی احمد حسن صاحب[1] مدرس مدرسہ دار العلوم کانپور کے رسالہ "تنزیہ الرحمٰن عن شائبۃ الکذب والنقصان" کی تقریظ میں یوں اشارہ کیا ہے:۔

اس کی تقریر کے تیر اس قوم کی لغزشوں کے دلوں کو پہنچے، جن کا رشید گمراہ اور بہت راست گو جھوٹی قسم کھانے والا ہے، اور اس کی تحریر کا نیزہ اس جماعت کی بکواس کے سینہ میں اُترا جن کا خلیل بدحال اور

لہ رسالہ تنزیہ الرحمٰن راقم کے پاس موجود ہے، جس میں اصل عربی تقریظ مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کی مرقوم ہے، اور نیز مستقل رسالہ مولوی صاحب موصوف کا مسمّی نجاۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب ۱۳۰۸ھ میں مطبع اسلامیہ لاہور میں مطبوع ہوا تھا۔ وہ بھی راقم کے پاس موجود ہے ۱۲ احقر العباد حافظ محمد نواز عفی عنہ۔

اپنی خیانت مآل ہے۔ پس اُن کے جھوٹے مضامین کی جماعت اور
سحر اپنی کی جمعیت کو پراگندہ کیا۔ اور ان کی واہیات باتوں کے
مونہہ کالے کئے، اور اُن کی گمراہی کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ اور اُن
کی نظروں کی وسواسوں کے لشکروں کو پریشان کیا اور اُن کے فکروں
کے خطروں کی فوجوں کو پاش پاش اور حیران کر دیا۔ اور اُن پر قیامت
قائم کر دی، اور موت کا مینہ برسایا۔ جیسا کہ میں نے بھی اُن سے
کئی مرتبہ رد بردے مقابلہ اور مناظرہ اور مباحثہ ہی میں ایسا ہی کیا
ہے، جب وہ شہر لاہور میں جمع اور انبوہ کر کے آتے تھے، پس ٹوٹے
اور تتر بتر ہوئے اور پھوٹے اور بھاگے اور چھپ کر سدھارے
اور شکست کھائے، گویا وے لوگ ٹڈی ہیں پریشان یا چیونٹی
طیران وحیران۔ الغرض پس کٹ گئی جڑھ اُن ظالموں کی۔ اور تعریف
خدا کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا اور درود اور سلام اُس کے
رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اُسکے آل اور اصحاب سب پر ہو۔ بندہ گنہ گار مفتی
محمد عبد اللہ عفی عنہ کی یہ تحریر ہے،

(یہ ترجمہ ہے عبارت تقریظ مفتی صاحب کا جو رسالہ موصوفہ مطبوعہ کانپور
مؤرخہ محرم سنہ ۱۳۰۷ھ کے صفحہ (۶۶) پر درج ہے)

الحاصل جو صاحب عقل فقیر کی اوپر کی تحریر سے اللہ تعالیٰ پر کذب کے ممتنع ذاتی
ہونے کے دلائل کو مشاہدہ کرے اور اس امر کو بھی ملاحظہ فرمائے کہ حق سبحانہ و
تعالیٰ شانہ واجب الوجود جامع جمیع صفات کمال اور منزہ سمات نقص و زوال سے ہے

اور آیت وَلَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ میں غور کو کام میں لائے کہ جب ابلیس علیہ اللعن
نے بھی کذب سے کنارہ کیا تو یقیناً معلوم ہوا کہ جھوٹ پہلے درجے کی برائی
ہے، یہ تفسیر کبیر[۱] میں ہے کہ بعضے دانش مندوں نے فرمایا ہے، کہ شیطان نے اِلّا
عِبَادَكَ سے استثناء کر کے جھوٹ سے پرہیز کیا تو معلوم ہوا کہ جھوٹ کمال
ہی عیب ہے، یہ تفسیر[۲] نیشاپوری میں ہے، پس جب ان دونوں تفسیروں سے جن پر
مکذبین کی سند کا مدار ہے یہ سخت قباحت کذب کی ثابت ہو رہی ہے، تو
بخوبی تحقیق ہوا کہ صاحب براہین اور اس کے حواریین کا یہ قول کہ "مسئلہ امکان
کذب، جیسا کہ میں نے مفصل بیان کیا ہے عقائد اہل سنت سے ہرگز مخالف
نہیں بلکہ امکان کا مخالف دائرہ اہل سنت سے خارج ہے" سراسر جھوٹ
اور محض افترا اور کذب دین متین میں خلل اندازی اور بے شک وہابیہ کا اہم مذہب
ہوتا ہے، پس فقیر قصوری کا قول راست نکلا۔ اور حق تعالیٰ کا حمد ہے، اور خدا
شاہد ہے کہ فقیر صرف حق تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے یہ سب کچھ کر رہا ہے،
اور وہی ارحم الراحمین ہے۔

یہاں تک اعتراض اول کا بخوبی اثبات ہوا۔ اب دوسرے اعتراض کا
ذکر کرتا ہوں۔

---

[۱] عبارت تفسیر کبیر۔ بانہ لما احترز ابلیس عن الکذب علمنا ان الکذب فی غایۃ الخساسۃ ۱۲

[۲] عبارت تفسیر نیشاپوری۔ قال بعض الحذاق احترز ابلیس بھذا الاستثناء عن الکذب فیعلم منہ ان الکذب فی غایۃ السماجۃ ۱۲

اعتراضِ دُوئم

امکانِ کذبِ باری تعالیٰ (دیوبندی عقیدہ)

براہین کے صفحہ۳ میں حق تعالیٰ پر امکان کذب کو تسلیم کرکے مؤلف رسالہ انوار ساطعہ پر یہ طعن کیا کہ "اس کے پیشوا حق تعالیٰ کو اپنی مخلوق کے مثل کے پیدا کرنے پر قادر نہیں جانتے، اس سیزدہم صدی کے بدعتی عجز قادر مطلق کے مقر ہوئے اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کے خلاف عقیدہ ٹھہرایا ہے، اور مؤلف اس پر افسوس نہیں کرتا ہے" الخ۔

اس میں بھی مدرس مذکور نے مولوی اسمٰعیل کی تقویۃ الایمان کے اس قول کی تائید کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کا پیدا ہونا ممکن ہے، جس پر علمائے دین نے اس کے ایسے ہفوات کی تردید کی اور بتصدیق علمائے حرمین محترمین اس کی تکفیر تک نوبت پہنچی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین فرمایا ہے، جس سے آپ کی مثل محال اور ممتنع قرار پاچکی ہے، اور تمام معتبر تفاسیر میں درج ہے کہ محال قدرت الٰہی میں داخل نہیں اور اس سے قادر مطلق کی عجز ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ کیوں کہ ممکنات جن کا نام شئے ہے وہ اس کی قدرت میں داخل ہیں۔

امام تورپشتی کی رائے!

علامۃ العلماء قطب الاولیاء امام تورپشتی نے اپنی کتاب معتمد فی المعتقد میں قائل امکانِ مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر کی ہے، اور یہ عقائد کی کتاب ساتویں صدی کی تالیف ہے، اور مولانا قاری نے شرح فقہ اکبر میں محال کو قدرت الٰہی کے نیچے غیر داخل لکھا ہے، تاکہ کلام الٰہی کا کذب لازم نہ آوے، اور رسالہ معتقد المنتقد میں امام تورپشتی کی کلام در باب تکفیر قائل امکان نظیر حضرت بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرکے پھر علامہ نابلسی[1] سے لکھا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کے ساتھ یا آپ سے بعد کسی نبی کے امکان کا قائل ہونا آیت ختم نبوت کا انکار ہے، اور نیز شرح منہاج[2] سے تحریر کیا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کسی نبی کا امکان کہنا کفر ہے، اور یہ رسالہ مطبوعہ مشاہیر علمائے ہندوستان کا مصدقہ موجود ہے، جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ اب اس قول براہین والے میں دکہ محال ہونا نظیر آپ کا تیرھویں صدی کے بدعتیوں کا قول ہے، دانش مند غور کریں کہ آپ کی سچی فضیلت کے اعتقاد کو بدعتیوں کا قول کہنا کس قدر تنقیص شان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مبدع

---

[1] کلام نابلسی علیہ الرحمۃ۔ ان قول امکان النبی معہ صلی اللہ علیہ وسلم او بعدہ تکذیب الآیۃ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ۱۲ [2] عبارت شرح منہاج۔ ان القول بجواز النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعدہ کفر ۱۲

بتانا حضرات علمائے عرب وعجم کا ہے پناہ بخدائے لایزال۔

اور مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جو مسئلہ امکان نظیر حضرت بشیر ونذیر کی دلیل آیت سورۂ یٰسین سے لی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے' کیا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ان کی مثل کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے' ہاں قادر ہے' تو یہ غلط بات ہے کیوں کہ آیت کا مطلب قیامت کے دن لوگوں کا زندہ کرنا ہے جیسا کہ سورۂ احقاف میں ہے' کیا خدا مُردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے ہاں قادر ہے کہ وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے' پس جب آپ کی نظیر محال ٹھہری تو وہ قدرت کے نیچے داخل نہ ہوگی۔ اور نیز آپ کا قیامت کو اُٹھنا آیت خلق مثل میں داخل نہیں ہے' اس لئے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی قبر اطہر میں اُسی بدن منور کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ بحکم احادیث صحیحہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے' الغرض جیسا کہ باری تعالیٰ کی مثل قدرت الٰہیہ میں داخل نہیں ویسا ہی آپ کی نظیر ہے' مولانا فیض الحسن سہارن پوری نے اپنی اخبار شفاء الصدور میں بہت سے دلائل عقلی ونقلی سے آپ کی نظیر کا ممتنع بالذات ہونا ثابت کیا ہے' جو پوری اطلاع چاہے اس میں دیکھے۔

یہاں پر دوسرا اعتراض تمام ہوا۔ اب براہین والے کے جواب کو بجنس قولہ اقول سے نقل کر کے جواب الجواب اس کا بھی ساتھ ساتھ لکھ دیتا ہوں۔ تا کہ سارا جواب اول لکھے۔ اور پھر قولہ قولہ کر کے جواب دینے سے طول نہ ہو صاحب براہین بامداد حوارئین جواب تفصیلی میں درج کیا ہے۔

قولہ تو اس میں بھی مولوی اسمٰعیل کی تائید ہے' الخ اقول مؤلف

براہین نے نہ اس مسئلہ میں نہ کسی اور میں کسی خاص شخص کی تائید کی ہے بلکہ امر حق کا اظہار کیا ہے' خواہ کسی کے مخالف ہو یا موافق نہ، غرض ہے کہ کسی کی دل لگتی بات کہہ کر کچھ حاصل کیجیے

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل کی تقویۃ الایمان سے نقل ہو چکا ہے کہ وہ ہزار ہا مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان کا قائل ہے' پھر اس پر جب امکان کذب باری تعالیٰ لازم آیا تو مؤلف تقویۃ الایمان نے اپنے رسالہ یک روزی میں اس کو تسلیم کر لیا ہے' اس پر انوار ساطعہ والے نے کنایہ سے طعن کیا ہے' جس کے جواب میں براہین میں اس کو جاہل وغیرہ خطاب دیا ہے' اب یہ مولوی اسمٰعیل کی تائید نہیں تو اور کیا ہے' اور پھر اس تائید سے انکار اور تقیہ تاکہ اہالیان ریاست اس پر مطلع نہ ہوں۔ اور مؤلف کی نوکری مدرسہ میں خلل نہ پڑے' یہ دل لگتی کی بات کر کے کچھ حاصل کرنا نہیں تو اور کیا ہے' جواب تفصیلی میں ہے

قولہ سالہا سال سے رد ہو چکے الخ

اقول سالہا سال سے کسی قول یا کتاب کا رد لکھا جانا فی نفسہ اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی' ورنہ فرقہ ضالہ معتزلہ وخوارج وغیرہ نے اہل حق اہل سنت وجماعت کے اقوال اور کتب پر سالہا سال سے رد لکھا ہے' چنانچہ پوشیدہ نہیں ہے' حالانکہ وہ رد ان کا باطل ہے' اھ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے' کہ حق تعالیٰ نے براہین والے کے انکار تائید مولوی اسمٰعیل کو باطل کر دیا۔ اس وجہ سے کہ وہ جو قائل امکان کذب خداوندی

رحمن کا ہے، اور نیز جو اُس نے ایسے الفاظ اور عبارات کا استعمال کیا ہے جس سے توہین انبیاء و ملائکہ و اولیاء لازم ہو رہی ہے تو ان کو براہین والے نے اقوال اہل سنت قرار دیا ہے، اور اس کے رد کرنے والوں کو جو کبار علماء ہیں فرق ضالہ بتایا ہے، پس اس سے بڑھ کر کیا تائید ہوگی۔ اور یہ بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ امکان کذب رحمن کا قول قطعاً اہل سنت کے اقوال سے نہیں ہے، بلکہ فرقہ مبتدعہ معتزلہ کے لغویات سے ہے، جیسا کہ پہلے اعتراض میں اس کا بیان ہو چکا ہے، اسی واسطے مولوی اسمٰعیل کے بعضے نہایت معتقدین نے بھی اس قول کی سخت تردید کی ہے۔

امکان کذب اور

مولوی محمد صاحب لودھیانوی

دیکھو مولوی محمد صاحب لودھیانوی نے جن کا سارا کنبہ تقویۃ الایمان والے کے کمال معتقدین سے ہیں، اپنے رسالہ "تقدیس الرحمن عن الکذب والنقصان" میں مولوی اسمٰعیل کا نام لے کر رسالہ "یک روزی" کی تردید بلیغ کی ہے اور اس کی دلیل یہ لکھی ہے، کہ اگر خدا کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات ہو اور قدرت کے نیچے داخل نہ ہو تو اس سے آدمی کی قدرت کی خدا کی قدرت پر زیادتی لازم آجاتی ہے، اور اس کی تردید یوں کی ہے، حق تعالیٰ کی قدرت باعتبار پیدا کرنے جمیع افعال بندوں کے جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے، کئی مرتبہ آدمی کی قدرت سے بڑھ کر ہے، اور خدا کی قدرت کے مقابلہ میں آدمی کا کسب کچھ بھی اعتبار

نہیں رکھتا۔ چنانچہ ادنیٰ علم دار پر بھی یہ امر پوشیدہ نہیں ہے، اور اگر خالق میں مخلوقات کی صفات کی مثل موجود نہ ہوں، تو اس میں قدرت الٰہی کو کوئی نقصان نہیں ہے، دیکھو توالد تناسل حیوانات کی ستودہ صفات سے ہے اور واجب تعالیٰ کی نسبت محالات سے ہے، اور بموجب اس قاعدہ مقررہ اسمٰعیلیہ کے نصاریٰ کو گمراہ نہ کہنا چاہئے کہ وہ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں، اور اگر مولوی اسمٰعیل اور اُس کے تابعین نصاریٰ پر آیت لم یلد ولم یولد دلیل پیش کریں، تو اُن کی طرف سے اوّل تو یہ جواب ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ قرآن کلام الٰہی ہے تو حسب منشا تمہارے قاعدہ کے اس آیت سے یہ سمجھا نہیں جاتا ہے ورنہ قدرت آدمی کی خدا کی قدرت سے زائد ہو جائے گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب تم خدا کے کذب کو ممکن جانتے ہو تو احتمال ہے کہ یہ آیت بھی جھوٹی ہو، اور اس کے صدق پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اور توالد تناسل خدا پر منع نہ ہوا پس جو تم اس کا جواب دو گے وہی ہمارا جواب ہو گا۔

الحاصل مولوی اسمٰعیل غیر مقلدی کے اونچے مراتب پر فائز ہو گئے۔ کیونکہ ادنیٰ مرتبہ غیر مقلدین کا تقلید مجتہدین کا ترک کرنا ہے اور اونچا مرتبہ قرآن اور حدیث کے عمل کا ترک کرنا اور اپنی ہوا کی اتباع ہے، جمہور علمائے ربانیین کے برخلاف ہو کر جیسے مولوی مذکور قول امکان کذب باری تعالیٰ میں دلائل نقلی اور عقلی کا مخالف ہو کر مورد اس آیت کا ہوتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے، پس کون

خدا صاحب فرزند اور خود کسی کا فرزند نہیں ۱۲ آیت مرجمہ یہ ہے فمن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لا یہدی القوم الظالمین ۱۲

بہت ظالم ہے اُس سے جس نے خدا پر جھوٹ باندھا۔ تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے سوائے علم کے، حق تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

تفسیر کبیر[1] میں ہے محققین نے کہا ہے جب ایک چیز مباح کے حرام کردینے میں کسی کا خدا پر جھوٹ باندھنا ثابت ہوجائے تو وہ اس وعید کا مستوجب ہوتا ہے، پس جس نے توحید کے مسائل اور معرفت ذات وصفات اور نبوت اور ملائکہ اور مباحث قیامت کے مسائل میں خدا پر افترا کیا تو اس کی وعید سخت ظالم ہونے کی بہت ہی سخت ہوگی۔ اھ

اور خلیل احمد نے جو براہین میں کہا ہے کہ امکان کذب کا مسئلہ جدید نہیں اور خلف الوعید مختلف فیہ ہے، اور امکان کذب فرع خلف الوعید کی ہے، یہ تو بے اصل بات ہے اس لئے کہ متقدمین سے کوئی بھی امکان کذب کا قائل نہیں اور خلف وعید کو ہر چند بعض اشاعرہ نے جائز کہا ہے، مگر اکثر محققین اس کو ناروا جانتے ہیں، کیوں کہ متقدمین کا امتناع کذب پر اجماع ہے، اھ نیز جو خلف وعید فساق کا قائل ہے اس کی مراد امکان کذب کی نہیں، ورنہ کرم اور جود سے تعبیر نہ کرتا بلکہ امکان کذب کی تصریح کردیتا۔ اور نیز فاسقوں کی وعید کے خلف کا قائل ہونا سوار کافروں کے قوی دلیل ہے اس پر کہ اُن کی

---

[1] عبارت تفسیر کبیر۔ قال المحققون اذا ثبت ان من افترى على الله وكذب في تحريم مباح استحق هذا الوعيد الشديد فمن افترى على الله الكذب في مسائل التوحيد ومعرفة الذات والصفات والنبوة والملائكة ومباحث المعاد كان وعيده اشد واشق انتهى ۱۲

مراد امکان کذب کی نہیں ہے، یہ ہے حاصل کلام مولوی محمد صاحب لدھیانوی کا صفحہ ۶ و ۷ و ۸ و ۹ سے پھران مولوی صاحب سے تعجب ہے کہ باوجود اس خدومد کے تردید امکان کذب باری تعالیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے امکان اور عدم امتناع کے قائل ہوتے ہیں، اور اس مسئلہ میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تصدیق کرکے اس کے مخالفین کی سخت تشنیع کی ہے، اسی رسالہ کے صفحہ ۱۳ میں دیکھو، حالانکہ اس مسئلہ میں کوئی پکی دلیل بیان نہیں کی ہے، بلکہ صاحب براہین قاطعہ کی ہی تائید کی باری تعالیٰ کے امکان کذب کے اثبات میں چناں چہ آیت وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ کے نیچے لکھا ہے کہ شرک کا بخشانہ جانا مقتضائے وعید سے ہے ممتنع ذاتی نہیں۔ اور آیت إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ کے نیچے کہا ہے کہ جس نے اُن کے اصول مختلف صورتوں میں پیدا کئے ہیں وہ ان کو دوسری پیدائش پر بدل لینے پر قادر ہے یہ تفسیر بیضاوی سے نقل کرکے اللہ تعالیٰ کا اپنا وعدہ اور علم کے خلاف پر قادر ہونا ثابت کیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہی استنباطوں سے براہین والے نے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کیا ہے اور اس میں غور نہیں کرتے کہ اُسی قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں آیت إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کے نیچے صاف لکھا ہے کہ شئ کے معنی چاہی گئی کے ہیں، اور تفسیر جلالین میں ہے کہ جس چیز کو خدا چاہے اُس پر قادر ہے، جیسا کہ پہلے اعتراض میں منقول ہوچکا ہے جس سے ثابت ہوا کہ جس کو خدا نہ چاہے وہ اُس کی قدرت سے

نیچے داخل نہیں ہے، اور عنقریب مذکور ہوگا کہ باری تعالیٰ کے علم کا خلاف اہل سنت کے نزدیک قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، اور آیت اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ کے خطاب میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل کرنا اور آپ کے مثل کے جواز کا قائل ہونا ادنیٰ اہل علم کے نزدیک بھی صریح البطلان ہے کیونکہ اس آیت میں تو آپ مخاطب ہی نہیں، لوگ مراد ہیں۔ اور نئی پیدائش کے پہلوں کی مانند ہوتے پر اس آیت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ تفسیر[1] خازن میں اسی آیت کے نیچے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں کافروں اور منافقوں کو نیست کر کے دوسروں کا پیدا کرنا جو اُن سے اچھے اور خدا کے فرماں بردار ہوں ارادہ دکھایا ہے پس اس میں کافروں کے لئے دھمکی ہے یعنی اے کفار خدا تم کو ہلاک کر دے جیسا کہ پہلے تم سے کافروں اور انبیاء کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کیا ہے اور خدا تمہارے نیست کرنے اور دوسروں کے پیدا کرنے پر بخوبی قادر ہے جس کا خدا ارادہ کرے وہ رُک نہیں سکتی" یہ ترجمہ ہے تفسیر خازن کی عبارت کا

---

[1] عبارت تفسیر خازن - ان یشأ یذھبکم ایھا الناس قال ابن عباس رضی اللہ عنہما یرید المشرکین والمنافقین و یأت بآخرین یعنی بغیرھم ھو خیر منکم و اطوع لہ ففیہ تھدید للکفار والمعنی انہ یھلککم ایھا الکفار کما اھلک من کان قبلکم اذا کفروا وکذبوا رسلہ وکان اللہ علی ذلک قدیرا یعنی وکان اللہ علی ذلک الاھلاک واعادۃ غیرکم قادرا بلیغ فی القدرۃ لا یمتنع علیہ شئ ارادہ انتہی ۱۲

پس سخت عذاب اور ہلاکت ہے اُس پر جو اس آیت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو داخل کرتا ہے، پھر سخت افسوس ہے اُس پر کہ اس میں کیوں نہیں غور کرتے۔

امکانِ کذب اور امکانِ نظیر!

شاہ اسمٰعیل دہلوی کی نظر میں،

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے امکان نظیر حضرت بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر امکان کذب باری تعالیٰ کو تسلیم کر لیا، اور بے شک امکان نظیر امکان کذب لازم ہے، پس امکان نظیر کے ثابت کرنے پر اصرار کرنا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے خلاف پر اڑنا خصوصاً ایسے مسائل میں بحث اور ضد کے درپے ہونا علی الخصوص اس نازک وقت میں جس میں معاند لوگ اسلام کے انہدام اور باری تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال اہانت اور تکذیب پر ایسے کمر باندھ کر مستعد ہیں کہ کتابیں شائع کر رہے ہیں، سخت ہی افسوس کا موقع ہے اور یہ خیال کہ آپ کی نظیر کے قدرت الٰہیہ سے خارج کرنے سے بہت سی چیزوں کا خارج کرنا لازم آتا ہے بالکل باطل اور ظاہر البطلان ہے، کیوں کہ خود قادر مطلق جب اپنی قدرت کے نیچے اشیاء یعنی شئی کو داخل فرمائے تو ہم لوگ غیر شئی کو اُس کی قدرت میں کب داخل کر سکتے ہیں؟ لہٰذا ہم یہ ہرگز نہیں کہتے کہ خدا تعالیٰ اس پر قادر نہیں، بلکہ ہم اس کے قائل ہیں کہ آپ کی نظیر اپنے محال اور ممتنع ہونے

کی رُو سے اس کی قدرت کاملہ کے تلے داخل ہونے کا استحقاق نہیں رکھتی۔ اور عنقریب اس کے ممتنع بالذات ہونے کا ذکر آتا ہے۔

پھر جواب تفصیلی میں ہے، قولہ "حرمین شریفین سے بھی اس کی تردید بلکہ تکفیر تک نوبت پہنچی تھی۔" الخ

اقول اول تو اس کا ثبوت دیجئے تاکہ اس میں کلام کی جاوے، دوسرے تکفیر کا حال یہ ہے کہ ہر زمانہ میں اہل حق اور اہل کمال کے لوگ معاند ہوتے رہے ہیں جو اُن کے اقوال کو جان بوجھ کر غلط بیان کر کے کبھی عوام کو برافروختہ کرتے ہیں اور کبھی خلاف اُن کے اپنی طرف سے عبارتیں بطور استفتا علماء پر پیش کرتے ہیں، جس کا جواب صورت مسئلہ کے مطابق ہوتا ہے، چنانچہ اسی قسم کی تکفیر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مسئلہ شق القمر میں علمائے حرمین شریفین سے کرائی گئی تھی، اور اسی طرح اور بھی اکابر سلف کو پیش آیا ہے، اور معترض نے پہلے مسئلہ میں عوام کے سامنے ظاہر کیا ہے کہ مؤلف براہین خدا کو جھوٹا بتلاتا ہے اور یہ اس کا عقیدہ ہے، خدا اس سے بہت اونچا ہے، جو خدا کو جھوٹا سمجھے وہ میرے نزدیک مسلمان نہیں، نہ میرا یہ عقیدہ ہے نہ کسی اہل حق کا۔ چنانچہ سوال اول کے جواب میں مفصل بیان ہو چکا ہے، انتہیٰ بلفظہ

وہابی علمائے دیوبند علمائے حرمین الشریفین کی نظر میں

فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے کہ میں نے کئی رسالے مولوی اسمٰعیل کے رد میں علمائے حرمین محترمین کے مصدقہ بمبئی وغیرہ کے مطبوعہ بچشم خود دیکھے ہیں، اور ایک رسالہ میں اس قسم کے اشعار کہ ؎

قد اسودت وجوہ المدعین[1] بارض الہند دین الملحدین

درج ہیں۔ اگر براہین والے نے نہیں دیکھے تو فقیر اس کو عین تقویۃ الایمان کی عبارت قول پر فتویٰ دکھا دیتا ہے، اور یقین دلا سکتا ہے کہ اس میں ذرہ بھر بناوٹ نہیں ہے اور فقیر نے کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر صاحب براہین پر عوام کو ہرگز گمراہ نہیں کیا۔ بلکہ خود اُس نے پہلے مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ کا اثبات کیا اور اُس کے منکر کی بدگوئی کی۔ پھر جواب تفصیلی میں لکھا کہ امکان کذب کمال الوہیت اور شعبہ عموم قدرت ہے، اور اہل حق کا یہی عقیدہ ہے، اور اس کا مخالف اہل سنت سے خارج ہے، چنانچہ اوپر اس کی نقل اور تردید مرقوم ہو چکی ہے، پناہ بخدائے بیہمتا کہ ہم دین میں افترا کریں۔ بلکہ یہ بات امکان کذب کے معتقدین کی ہی عادت سے ہے۔

پھر جواب تفصیلی میں ہے، قولہ "اللہ تعالیٰ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا ہے جس سے آپ کی مثل محال اور ممتنع قرار پا چکی ہے" الخ مولوی قصوری جو اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مثل پر قادر نہیں سو اس سے قصور قدرت ثابت نہیں ہوتا البتہ قصوری صاحب کے قصور فہم کی دلیل ہے، چنانچہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ظاہر ہو جائے گا۔ حاصل دلیل یہ ہے کہ آپ کی مثل ممتنع ہے قدرت الٰہی کے نیچے داخل نہیں ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر قدرت الٰہی کے نیچے داخل نہیں ہے، صغریٰ کے ثبوت میں آیت خاتم النبیین کو ذکر کیا ہے اور کبریٰ کے ثبوت میں جمیع تفاسیر معتبرہ کا حوالہ بیان کیا ہے، اب ہم اس

[1] مدعیوں کے مونہہ کالے ہوئے جو ہندوستان میں ملحدوں کا دین ملا ہے

دلیل کی ہر ایک جزو میں کلام کرتے ہیں :-

اول صغریٰ میں مراد ممتنع سے ممتنع بالذات مراد ہے یا ممتنع بالغیر اگر ممتنع بالذات مراد ہے تو یہ غیر مسلّم ہے، کیوں کہ جس کا وجود فی ذاتہٖ ممکن نہ ہو اور منشا امتناع اس کی ذات ہو وہ ممتنع بالذات ہے، چنانچہ دو نقیضوں کا جمع ہونا مثل وجود زید و عدم زید آن واحد میں اور جہاں کسی امر خارج سے امتناع ہو تو وہ ممتنع بالذات نہیں بلکہ ممتنع بالغیر ہے، مثلاً کسی کی نسبت خدائے تعالیٰ کا خبر دینا کہ یہ واقع نہ ہو گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کا ممتنع ہونا بوجہ اخبار الٰہی ہے، نہ فی حد ذاتہ اس لئے ممتنع بالغیر ہوا تو اس شق پر صغریٰ ممنوع ہوا۔ اور اگر ممتنع بالغیر مراد ہے تو یہ مسلّم ہے، لیکن اس صورت میں حد اوسط مکرر نہ ہو گی۔ پس مطلوب ثابت نہ ہوا۔ اور کبریٰ میں جو محال ہے اُس سے اگر مراد ممتنع بالغیر ہے تو یہ غیر مسلّم ہے، کیوں کہ ممتنع بالغیر جو درحقیقت ممکن بالذات کے منافی نہیں ہے خدا کی قدرت کے نیچے داخل ہے، آج تک اس میں اختلاف نہ کسی متکلم نے کیا نہ کسی مفسر نے، چہ جائیکہ جمیع مفسرین، اور سند اس کی شرح مواقف میں ہے کہ قدرت الٰہی تمام ممکنات پر شامل ہے، پھر صاف لکھا ہے کہ ممتنع بالغیر جملہ ممکنات میں داخل ہے یعنی سوائے ممتنع بالذات اور واجب بالذات

عبارت شرح مواقف۔ ان قدرتہ تعالیٰ تعم سائر الممکنات ای جمیعًا ثم قال، لان الوجوب والامتناع الذاتیین یحیلان المقدوریۃ۔ انتہیٰ ۱۲

کے سب پر قدرت شامل ہے، قدرت کا شمول اگر محال ہے تو واجب بالذات اور ممتنع بالذات ہی کو ہے جیسا کہ شرح مواقف میں ہے، ہر چند مولوی قصوری بھی ممکنات کو قدرت میں داخل سمجھتے ہیں، مگر ممتنع بالغیر اور ممتنع بالذات میں فرق نہیں سمجھتے۔ جس سے ظاہر ہے کہ کتب کلامیہ سے محض نا آشنا ہیں، یہ مسئلہ کہ سوائے ممتنع بالذات اور واجب بالذات کے سب پر قدرت شامل ہے کسی کا اہل حق سے اس میں خلاف نہیں ہے، جب ایسے مسائل میں یہ حال ہے تو اور مسائل دقیقہ کلامیہ کو اسی پر قیاس کر لیجئے ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

اور اگر ممتنع ومحال سے ممتنع بالذات مراد ہے تو مسلّم ہے کہ وہ قدرت میں داخل نہیں۔ اس صورت میں حد اوسط مکرر نہ ہوتی۔ کیونکہ صغریٰ میں ممتنع بالذات مراد نہیں، پس صغریٰ کا ممتنع اور ہے اور کبریٰ کا ممتنع اور ہے تو دلیل اپنے اجزاء سے گر گئی۔ افسوس اس دلیل کے اِدھر اُدھر سے جمع کرنے میں جو محنت ہوئی تھی ایک دم بھر میں رائگاں ہو گئی۔" انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ ہر چند مسائل نقلیہ کے بیان میں ترتیب مقدمات عقلیہ فقیر کو ناپسند ہے کہ نقل محتاج عقل کی نہیں مگر مکذبین کی بنیاد کی بیخ کنی کی غرض سے باری تعالیٰ کی مدد سے عرض کرتا ہوں کہ مکذبین کے بناوٹی صغریٰ میں مراد ممتنع لذاتہ ہے، کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اور نہیں

دلیل کی ہر ایک جزو میں کلام کرتے ہیں۔

اول صغریٰ میں مراد ممتنع سے ممتنع بالذات مراد ہے یا ممتنع بالغیر اگر ممتنع بالذات مراد ہے تو یہ غیر مسلّم ہے کیوں کہ جس کا وجود فی ذاتہ ممکن نہ ہو اور منشا امتناع اس کی ذات ہو وہ ممتنع بالذات ہے، چنانچہ دو نقیضوں کا جمع ہونا مثل وبود زید و عدم زید آن واحد میں اور جہاں کسی امر خارج سے امتناع ہو تو وہ ممتنع بالذات نہیں بلکہ ممتنع بالغیر ہے، مثلاً کسی کی نسبت خدائے تعالیٰ کا خبر دینا کہ یہ واقع نہ ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کا ممتنع ہونا بوجہ اخبار الٰہی ہے، نہ فی حد ذاتہ اس لئے ممتنع بالغیر ہوا تو اس شق پر صغریٰ ممنوع ہوا۔ اور اگر ممتنع بالغیر مراد ہے تو یہ مسلّم ہے، لیکن اس صورت میں حد اوسط مکرر نہ ہوگی۔ پس مطلوب ثابت نہ ہوا۔ اور کبریٰ میں جو محال ہے اس سے اگر مراد ممتنع بالغیر ہے تو یہ غیر مسلّم ہے، کیوں کہ ممتنع بالغیر جو درحقیقت ممکن بالذات کے منافی نہیں ہے خدا کی قدرت کے نیچے داخل ہے، آج تک اس میں اختلاف نہ کسی متکلم نے کیا نہ کسی مفسر نے، چہ جائیکہ جمیع مفسرین، اور سند اس کی شرح مواقف میں ہے کہ قدرت الٰہی تمام ممکنات پر شامل ہے، پھر صاف لکھا ہے کہ ممتنع بالغیر جملہ ممکنات میں داخل ہے یعنی سوائے ممتنع بالذات اور واجب بالذات

عبارت شرح مواقف۔ ان قدرتہ تعالیٰ تعم سائر الممکنات ای جمیعًا (ثم قال) لان الوجوب والامتناع الذاتیین یحیلان المقدریة۔ انتہی ۱۲

کے سب پر قدرت شامل ہے، قدرت کا شمول اگر محال ہے تو واجب بالذات اور ممتنع بالذات ہی کو ہے جیسا کہ شرح مواقف میں ہے، ہر چند مولوی قصوری بھی ممکنات کو قدرت میں داخل سمجھتے ہیں، مگر ممتنع بالغیر اور ممتنع بالذات میں فرق نہیں سمجھتے۔ جس سے ظاہر ہے کہ کتب کلامیہ سے محض ناآشنا ہیں، یہ مسئلہ کہ سوائے ممتنع بالذات اور واجب بالذات کے سب پے قدرت شامل ہے کسی کا اہل حق سے اس میں خلاف نہیں ہے، جب ایسے مسائل میں یہ حال ہے تو اور مسائل دقیقہ کلامیہ کو اسی پر قیاس کر لیجئے ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

اور اگر ممتنع و محال سے ممتنع بالذات مراد ہے تو مسلّم ہے کہ وہ قدرت میں داخل نہیں۔ اس صورت میں حد اوسط مکرر نہ ہوئی۔ کیونکہ صغریٰ میں ممتنع بالذات مراد نہیں، پس صغریٰ کا ممتنع اور ہے اور کبریٰ کا ممتنع اور ہے تو دلیل اپنے اجزاء سے گر گئی۔ افسوس اس دلیل کے ادھر اُدھر سے جمع کرنے میں جو محنت ہوئی تھی ایک دم بھر میں رائگاں ہو گئی۔ انتہی بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ ہر چند مسائل نقلیہ کے بیان میں ترتیب مقدمات عقلیہ فقیر کو ناپسند ہے کہ نقل محتاج عقل کی نہیں مگر مکذبین کی بنیاد کی بیخ کنی کی غرض سے باری تعالیٰ کی مدد سے عرض کرتا ہوں کہ مکذبین کے بناوٹی صغریٰ میں مراد ممتنع لذاتہ ہے، کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ اور نہیں

محمد مگر رسول، اور اس میں شک نہیں کہ آپ کی رسالت تب ہی تمام ہوگی جب آپ سب نبیوں کے ختم کرنے والے اور ساری خلقت کی طرف پیغمبر اور سب سے بہتر ہوں، اور آپ کو یہ مراتب بلند محققین کے اتفاق سے عالم روحانی میں حاصل تھے، اور ان خواص لازمہ ذات شریف غیر منفکہ عنصر لطیف میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے، تو مثل آپ کی ممتنع لذاتہ ہوئی، جیسا کہ سب کے اجماع سے باری تعالیٰ واحد لاشریک ہے اور اس کی مثل بھی ممتنع لذاتہ ہے، اور ایسا ہی کبریٰ میں محال اور ممتنع سے مراد ممتنع لذاتہ ہے جو صغریٰ میں بھی یہی تھا، پس حد اوسط مکرر ہوگئی۔ اور نتیجہ صحیح نکلا کہ آپ کی مثل قدرت الٰہی میں داخل نہیں ہے چنانچہ حق سبحانہ کی مثل بھی قدرت میں داخل نہیں، اور ان دونوں صورتوں میں کوئی عجز لازم نہیں آتی ہے، اور بفضلہ تعالیٰ عنقریب اس کی زیادہ تحقیق آتی ہے، جس میں مکذبین کے اعتراضات کی تردید بھی شامل ہوگی۔ کیا خوب امداد ہے رب العباد کی کہ فقیر قصوری کے تھوڑے سے لفظوں سے تو وہ طومار باطل ہوجاتے ہیں۔ سیدھے راہ کی راہ نمائی پر خدائے بیہمتا کی شکر ہے،

صاحب براہین جواب تفصیلی میں لکھتا ہے: "قولہ اور اس سے قادر مطلق کی عجز ہرگز نہیں نکلتی الخ اقول اگر ممتنع سے ممتنع بالذات مراد ہے، تو بے شک اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت نہیں ہوتا۔ مگر یہ آپ کو مفید نہیں ہے، کما مر اور اگر ممتنع بالغیر مراد ہے تو قادر مطلق کا عجز بے شک لازم آتا ہے، خدا اس سے بہت اونچا ہے، چنانچہ ثابت ہوچکا ہے کہ ممتنع بالغیر تحت قدرت ہے" انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کی دلالت سے ابھی اوپر مذکور ہوا ہے کہ آپ کے مثل جمیع کمالات مختصہ میں ممتنع لذاتہ ہے قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے اور یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا کی رعایت ہے، خصوصاً ان ایام نافرجام میں اور اس ادب پر بھی ہم کو جزائے خیر ملے گی کہ ہم یوں نہیں کہتے کہ حق تعالیٰ ممتنعات لذاتہا پر قادر نہیں، جیسا کہ مکذبین کہتے ہیں، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ممتنعات کی ناقابلیت سے قدرت اُن سے متعلق نہیں ہوتی ہے، مولانا قاری علیہ رحمۃ الباری نے شرح فقہ اکبر[1] میں کیا خوب لکھا ہے کہ:۔

"ہر عام مخصوص ہوتا ہے جیسا کہ آیت وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ مشیٔ کی شیٔ کے ساتھ مخصوص ہے، تاکہ ذات وصفات الٰہی اور غیر مشیٔ مخلوقات اور محال کائنات اس سے نکل جائے، اور حاصل المرام یہ ہے کہ جس سے مشیت الٰہی متعلق ہوتی ہے قدرت بھی اُسی سے تعلق پکڑتی ہے، ورنہ یوں نہ کہا جائے گا کہ خدا محال پر قادر ہے کہ اس کا وقوع معدوم ہے، اور خدا کے کذب کا لزوم ہے، اور یوں بھی نہ کہا جائے گا کہ خدا اس پر قادر نہیں ہے اس کی تعظیم کی رو سے انتہیٰ مترجماً

---

[1] عبارت شرح فقہ اکبر: کل عام یخص کما خص قولہ تعالیٰ واللہ علی کل شیء قدیر بما شاءہ لیخرج ذاتہ وصفاتہ وما لم یشأ من مخلوقاتہ وما یکون من المحال وقوعہ فی کائناتہ ای حاصل ان کل شیء تعلقت بہ مشیتہ تعلقت بہ قدرتہ والا فلا یقال ہو قادر علی المحال لعدم وقوعہ ولزوم کذبہ ولا یقال غیر قادر علیہ تعظیما لما لدیہ انتہیٰ ۱۲

علامہ تورپشتی نظیر رسول اللہؐ کے قائل نہیں تھے

اے برادر غور کر کہ علامہ تورپشتی نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بیان میں کہا ہے کہ کوئی وسوسہ ڈالنے والا یہ وسواس ڈالے کہ خدا ہر شے پر قادر ہے، تو آپ کی مثل پیدا کرنے پر بھی قادر ہے تو ایسے شخص کے رد میں علامہ تورپشتی نے وہ کلام فرمائی جس کو ختم نبوت کے معاندین نے حقیقت پر حمل کر لیا اور علامہ کو آپ کی مثل کے مقدور الٰہی جاننے والوں سے بنا دیا۔ برخلاف منطوق اس کے کلام کی یہ تو ابتدا کلام ہے اور اخیر میں علامہ فرماتے ہیں:۔

اور وہ شخص جو کہتا ہے کہ آپ کے پیچھے دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہوگا، اور وہ شخص کہ کہتا ہے کہ امکان مثل کا ہے، کافر ہے، یہی شرط ہے درستی ایمان کی خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔"

یہ ترجمہ علامہ کی کلام کا ہے، جو صاف صاف بتلا رہا ہے کہ مراد علامہ کی امکان عقلی کی نفی ہے، اور علامہ کی کتاب کا مدار اقسام ممتنع کے بیان کا نہیں تاکہ وہ تصریح کرتا کہ آپ کی مثل ممتنع بالذات ہے، کیوں کہ وہ کتاب مسائل اعتقادیہ کے بیان میں جو ثابت ہیں ادلہ شرعیہ سے نہ ادلہ عقلیہ فلسفیہ سے، جیسا کہ دانش مند اس کے

دلیل حضرت صاحب کلام علامہ تورپشتی۔ ان موسوسا یوسوس بان انہ قادر علی خلق مثلہ علیہ السلام انتہی ۱۲ عبارت علامہ تورپشتی۔ و آنکس کہ گوید بعد از محمد نبی دیگر بود یا ہست یا خواہد بود و آنکس نیز کہ گوید امکان دارد کہ باشد کافر است این است شرط درستی ایمان بر خاتم الانبیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی بلفظہ ۱۲

مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے، اور حق تعالیٰ کے امکان کذب کو روا رکھنے والوں کا یہ قاعدہ کہ جو چیز بوجہ اخبار الٰہی ممتنع ہو تو وہ ممتنع بالغیر ہوتی ہے، صریح مقتضی ہے اس بات کا کہ حق سبحانہ کی شکل بھی ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہو، کیوں کہ وہ بھی بوجہ اخبار الٰہی کے یعنی آیت فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ اور جان لے کہ اللہ ایک ہے، اور دوسری آیات قرآنی سے ہے اور حال یہ ہے کہ فریقین سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں، پس یہ قاعدہ ہی بے فائدہ ہے۔

صاحب براہین مع حوارین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں علامہ قاری نے شرح فقہ اکبر میں محال کا قدرت کے نیچے داخل ہونا منع لکھا ہے۔"

اقول آپ علامہ قاری کا مطلب نہیں سمجھے جو محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے وہ ممتنع بالذات ہے جیسا کہ ابھی شرح مواقف سے بیان کیا گیا ہے کہ صرف واجب بالذات اور ممتنع بالذات قدرت کے نیچے داخل نہیں سوائے اس کے سب قدرت کے نیچے داخل ہیں آپ اگر ممتنع بالغیر کو بھی داخل قدرت نہیں سمجھے تو یہ جمہور اہل سنت کے برخلاف ہے۔

نقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اوپر علامہ قاری کی کلام منقول ہوئی ہے کہ جس شے سے مشیت الٰہی متعلق ہوتی ہے۔ قدرت بھی اس سے متعلق ہوتی ہے۔ اور اس سے بخوبی ثابت ہے کہ آپ کی نظیر سے حسب مشیت الٰہی متعلق نہیں بحکم و خاتم النبیین تو قدرت بھی اس سے متعلق نہیں اور

نیز شرح شفا سے بھی منقول ہوا ہے کہ آپ کے بعد آپ کی نظیر محال ہے۔ اب ہر دانش مند سچی شہادت دے گا کہ فقیر قصوری نے علامہ قاری کی مراد ٹھیک سمجھی ہے اور امکان کذب کے قائلوں نے قرآن مجید کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور فلسفی خیالات کے پیچھے لگ گئے پس خدا پاک ہی منتقم کافی ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے **قولہ** تاکہ کلام باری میں کذب لازم نہ آوے الخ **اقول** وجہ استلزام بیان فرمائی اور اس کے ساتھ علامہ قاری کی عبارت کا مطلب بھی ورنہ عبارت کا ترجمہ بغیر سوچے سمجھے ٹھیک نہیں ہوسکتا۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے۔ ابھی اوپر علامہ قاری کی عبارت کا مطلب بیان کیا ہے۔ جو ہمارے دعوے کا مؤید ہے۔ اور وجہ استلزام یہ ہے۔ کہ اگر کہا جائے کہ آپ کی نظیر داخل قدرت ہے۔ تو اس سے خاتم النبیین کا کذب لازم آتا ہے۔ اور نیز اگر یہ کہا جائے کہ خدائے پاک جس چیز کو نہ چاہے وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے۔ تو یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہ کذب کو لازم پکڑتا ہے اور وہی مالک ہدایت ضلالت سے بچانے والا ہے

مولانا فضل الرسول بدایونی اور اُن کی تصانیف

جواب تفصیلی میں ہے۔ **قولہ** رسالہ معتقد منتقد **اقول** اوّل

تو رسالہ المعتقد کا حوالہ دینا فن مناظرہ سے اپنی دست گاہ ظاہر کرنا ہے۔ کیوں کہ اس کے مؤلف فضل الرسول بدایونی کو ہم مروج بدعات جانتے ہیں۔ اس کا قول ہمارے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ دوسرا علامہ توربشتی کی تکفیر اس کا جواب مسکت ہو چکا ہے۔ ہاں علامہ نابلسی کا حوالہ جدید ہے اور وہ ہمارا مؤید ہے کیوں کہ اس میں بدلیل آیت خاتم النبیین جو آپ کی مثل کو ممتنع کہا ہے تو وہ ممتنع بالغیر ہے نہ ممتنع بالذات۔ جو منافی ممکن بالذات کے ہوسکتا اب اگر علامہ نابلسی کی کلام میں روا اور ممکن سے مراد امکان عقلی ہو تو کلام متناقض ہو جائے گی۔ کیوں کہ دلیل آیت سے ممتنع بالغیر ثابت ہوتا ہے۔ تو ممتنع بالذات کے ارادہ سے دعویٰ اور دلیل متناقض ہو جاویں گی۔ اور امکان عرفی یا شرعی مراد لینے سے تقریب تام اور دلیل و دعوی باہم مطابق ہو جاویں گے انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے۔ اوّلاً معلوم رہے کہ مولانا فضل الرسول اکابر علمائے ہندوستان سے تھے جب انھوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تردید میں دلائل قاطعہ سے رسائل لکھے کہ وہ مخالف اہل سنت ہے اور اس کے اس کلام سے تمام انبیاء کی توہین عموماً اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وسلم کی اہانت خصوصاً ظاہر ہے تو اب ان علمائے دین نے جو سخت معتقد مولوی دہلوی کے ہیں۔ اُس کی رعایت سے

اس کی تردید کرنے والے کو مروج بدعات کہہ دیا۔ اور آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی ادنیٰ رعایت بھی نہ کی۔

دوسرا اوپر بارہا مذکور ہو چکا ہے کہ مکذبین کے اس قاعدہ سے کہ جو چیز آیت سے ممتنع ہو، وہ ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہے بخوبی لازم ہے کہ شریک باری بھی ممتنع بالغیر قدرت کے نیچے داخل ہو۔ اور یہ بالاجماع باطل ہے اور قرآن مجید ناطق ہے کہ جس کو خدا نہ چاہے وہ قدرت کے نیچے داخل نہیں، خواہ اس کا نام کوئی ممتنع بالذات رکھے یا ممتنع بالغیر، جیسا کہ معتبر تفسیروں اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سے منقول ہو چکا ہے، پس صریح ثابت ہے کہ علماء اہل سنت کی کلام میں جو اس مسئلہ کے بیان میں لفظ امکان وجواز جو مستعمل ہے، تو مراد اس سے امکان عقلی ہی ہے۔ اور خدائے پاک ہی سیدھے راستہ کا راہ نما ہے۔

تیسرا مکذبین نے جو کلام علامہ تورپشتی کی تحریف کی تھی اس کی ضروری تردید ہو چکی ہے، جس سے واضح ہو گیا ہے کہ اُن کی کلام میں امکان عقلی ہی مراد ہے اتباع حق کی توفیق رفیق ہو۔

جواب تفصیلی میں ہے قولہ اور تحفہ شرح منہاج سے بھی نقل کیا ہے کہ
اقول اس کا جواب بھی بعینہٖ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے، غلطی یہ ہے کہ آپ جواز وامکان کے ہر ایک جگہ ایک ہی معنی خیال کرتے ہیں۔ اگر کتب کلام اور فقہ آپ نے دیکھی ہوتی، تو معلوم ہو جاتا کہ ان الفاظ کا استعمال امکان عقلی میں ہی محصور نہیں، اور ہماری گفت گو یہاں امکان عقلی میں ہے" اھ بلفظہٖ۔

فقیہ کان اللہ لہ عرض کرتا ہے کہ اوپر جواب اس کا مسطور ہو چکا ہے کہ قرآن شانی بیان سے فرما رہا ہے کہ خدا جس چیز کو چاہے اس پر قادر ہے، اور جس کو نہ چاہے، وہ اس کی قدرت کے نیچے داخل نہیں، پس بالیقین معلوم ہوا کہ مراد امکان اور جواز سے امکان عقلی ہے، اور جو اس کے برخلاف ہے وہ قرآن سے روگرداں اور معاذ اللہ علمائے عقائد اور فقہائے قرآن مجید کے برخلاف کب کچھ بیان کر سکتے ہیں۔ خدا جس کو چاہے راہ دکھائے۔ سخت افسوس ہے ان مکذبین کے حال پر کہ خود ہی لکھتے ہیں کہ عقائد کا ثبوت قرآن وصحیح حدیث یعنی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ خبر احاد یہاں کافی نہیں، اور اس جگہ شہادت قرآن کو پس پشت ڈالے جاتے ہیں۔

جواب تفصیلی میں صاحب براہین مع حواریین لکھتے ہیں:۔

قولہ اب مقام غور ہے، جناب باری تعالیٰ کی قدرت کو محیط جملہ ممکنات نہ ماننا اور اس کو عاجز جاننا اور رسول علیہ السلام کی مثل کو ممتنع بالذات ٹھہرا کر خدا کی قدرت سے باہر سمجھنا بے شک تیرھویں صدی کے مبتدعین کا قول ہے، سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہوا ہے، چنانچہ ادلہ عقلی اور نقلی جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ہم بیان کریں گے، اُن سے اور بھی یہ مدعا روشن ہو جائے گا۔

اب مقام غور ہے کہ تیرھویں صدی کی بدعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واقعی فضیلت سمجھنا کن لوگوں کا کام ہے۔

مشیّتِ خداوندی اور قدرتِ الٰہی

فقیر کان اللہ لہ القدیر کہتا ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کو غیر داخل قدرت اوّل تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آیت وخاتم النبیین اور اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر پھر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیثوں میں آیا ہے، کہ میں وہ اینٹ ہوں اور میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں، اور میرے پیچھے نہ کوئی رسول ہونا ہے، نہ نبی آیا ہے کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں، اور میرے پیچھے نہ کوئی رسول ہونا ہے نہ نبی، پھر قرآن مجید کے مفسرین اور علمائے علم عقائد سے او بہ تصریحین منقول ہوئی ہیں کہ آپ کی مثل یا کوئی اور محال جس کو خدا نہ چاہے، وہ قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے اب مکذبین کا یوں کہنا کہ یہ قول تیرھویں صدی کے بدعتیوں کا ہے سلف سے کوئی اس کا قائل نہیں ہوا بلا شبہ مومن کی زبان سے نہیں نکلتا، گمراہوں اور مغضوبوں سے پناہ بخدا۔ اور بلا ریب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کا قدرت کے نیچے داخل نہ ہوتا ایک عمدہ فضیلت ہے، جس سے آپ سب پر بزرگوار ہیں، صاحب قصیدہ بردہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

منزہ عن شریک فی محاسنہ   فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

کہ آپ اپنی خوبیوں میں لاشریک اور بے مانند ہیں۔ پس ایسی فضیلت کو

حدیث متفق علیہ۔ فانا اللبنۃ : انا خاتم النبیین جئت فختمت الانبیاء
وفی روایۃ الترمذی ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی

بدعت کہنے والے سوائے باری تعالیٰ کے امکان کذب ثابت کرنے والوں کے اور کون ہے؟

جواب تفصیلی میں ہے قولہ علاوہ کمال تنقیص شان والائے الخ

اقول۔ اگر ایسے عقیدہ کا نام تنقیص شان ہے، جو کتاب و سنّت و اجماعِ اُمت سے ثابت ہو تو ایسی نافہمی سے کیا بعید ہے کہ عبدہٗ و رسولہٗ کو بھی موجب تنقیص شان خیال کیا جاوے، کیونکہ عبد کے معنی غلام کے ہیں۔

فقیر کان اللہ لہ القدیر کہتا ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وسلم کی مثل کی قدرت میں داخل ہونے کے عقیدہ کو کتاب سنت اجماع اُمت سے ثابت کہنا محض دروغ بے فروغ ہے، جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے، اور آپ کی نظیر کو شئے یعنی خدا کی چاہی ہوئی بنانا پھر اُس کو قدرت کے تلے داخل فرمانا سراسر خلاف قرآن اور ہوائے نفسانی سے تفسیر فرقان ہے، پناہ بخدا۔ اور حق سبحانہ نے جو اپنے حبیب قریب علیہ الصلوٰۃ کو عبدہٗ و رسولہٗ فرمایا ہے تو یہ پرلے درجے کی فضیلت ہے، جس سے متحقق ہوا کہ آپ خدا کے مقرب بندوں سے کامل فرد ہیں، جن کی مثل اور نظیر عقلاً شرعاً عرفاً غیر ممکن ہے،

جواب تفصیلی میں لکھا ہے، قولہ اکابر علمائے عرب وعجم کو بھی بدعتی بنا دیا ہے الخ اقول اکابر علماء میں سے کسی کو بدعتی نہیں بتایا۔ بلکہ جو در حقیقت بدعتی ہیں وہی اس کے مصداق ہیں۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، بارہا مذکور ہو چکا ہے کہ قرآن و حدیث سے

بخوبی ثابت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل قدرت میں داخل نہیں
اور مفسرین وعلمائے عقائد نے بھی اس کی تصریح کی ہے، پس اس عقیدہ کو بدعت
کہنا اور اس پر معتقدین کا بدعتی نام رکھنا علمائے ربانیین سے بڑھ کر سید
المرسلین اور رب العالمین کی بے ادبی ہے، پس سخت رسوائی ہے مکذبین کی

جواب تفصیلی میں درج ہے قولہ سورۂ یٰس کی آیت اقول
ہر چند آیت اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی
اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ اُن لوگوں کے رد میں ہے جو حشر قیامت کے
منکر تھے، لیکن امکان خلق مثل اس کا مفہوم صریح ہے، انکار اس سے
مکابرہ اور انکار نص ہے، اس کو اگر منکرین بعث کے رد میں نازل
کیا تو کیا اس کا مفہوم صریح جاتا رہا۔ اصل یہ ہے کہ اس آیت میں
قدرت خلق بالمثل سے قدرت علی البعث کو ثابت فرمایا ہے اس
صورت میں امکان خلق مثل آیت سے ظاہر الثبوت ہے، جس نے
اس کو امکان مثل کے ثبوت میں ذکر کیا ہے درست ہے، لیکن کسی
کی سمجھ میں اگر صاف بات نہ آوے تو اس کا کیا علاج، اگر ہماری نہیں
مانتے تو شرح مواقف اور جملہ متکلمین کے قول سے بھی انکار ہے جنہوں
نے امکان مثل ثابت کیا ہے، شرح مواقف میں لکھا ہے کہ متکلمین

عبارت شرح مواقف۔ جوز المتکلمون وجود عالم اٰخر مماثل لهذا العالم لان الامور
المماثلة یتشارك فی الاحکام والیه الاشارة بقوله تعالیٰ فی الکلام المجید اولیس
الذی خلق السمٰوٰت والارض بقادر الاٰیة ۱۲

نے دوسرے جہان مثل اس جہان کا ہونا روا رکھا ہے، کیونکہ امور
مماثلہ احکام میں متشارک ہوتے ہیں اور اس کی طرف اشارہ ہے
آیت اولیس الذی الاٰیۃ میں اھ اگر آپ ائمہ دین اور ائمہ کلام
کی بھی نہ مانیں تو آپ جانیں ہم کو آپ سے سروکار نہیں۔" انتہیٰ بلفظہ
فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ ہم علمائے اہل سنت کی کلام کو بخوبی تسلیم کرتے
ہیں چہ جائے کہ ائمہ دین کی کلام میں کلام ہو۔ مگر یہ یاد رہے کہ مبتدعین مخالفین
اہل سنت کی کلام کو ہرگز نہیں مانتے۔ صاحب براہین خود تسلیم کر چکا ہے کہ عقائد
نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں نہ خبر واحد سے صفحہ (۲۶۴) میں دیکھو پس عجب
در عجب ہے مؤلف براہین مع حواریین سے کہ بار بار یہی دعویٰ ہے کہ امکان
مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کتاب وسنت واجماع امت سے ثابت ہے۔
اور کسی آیت یا حدیث قطعی الدلالت سے اس کو ثابت نہیں کیا اور آیت اِنَّ
اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ جو اول اس پر دلیل لکھی ہے تو وہ بالکل ان کے مدعا کے
برخلاف ہے۔ کیونکہ اس سے صریح ثابت ہے۔ کہ جو چیز مشیت میں داخل ہے
وہ قدرت کے نیچے بھی داخل ہے۔ اور آیت وخاتم النبیین بڑی شدومد سے
فرمارہی ہے کہ آپ کی مثل مشیت میں داخل نہیں تو قدرت میں بھی داخل نہ ہوگی
پس امکان کذب والوں کا آیت ان اللہ علی کل شیء قدیر سے استدلال کرنا جو
مخالف فرمان قرآن ہے کوئی بھی اہل ایمان سے قبول نہیں کرتا اور یہ دعویٰ
کہ جو چیز اخبار الٰہی سے ممتنع ہو وہ ممتنع بالغیر داخل قدرت ہے۔ ہر چند بلا دلیل
قطعی کے ہے۔ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی مثل بھی قدرت

الٰہی کے نیچے داخل ہو۔ پس یہ سارے اہل حق سے صریح مخالف کیونکر مانی جاوے
رہا استدلال آیت اَوَلَیْسَ الَّذِی خَلَقَ الآیۃ سے سو حسب نقل مکذبین کے
عبارت شرح مواقف میں تصریح ہے۔ کہ اس آیت میں اشارہ ہے امکان
وجود عالم آخر پر۔

پس مسئلہ اعتقادیہ آیت کے اشارہ سے کیونکر ثابت ہوگا معہذا اس میں امکان مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تصریح کہاں ہے۔ اور قرآن مجید سے امتناع مثل بخوبی ثابت ہے جس کا ذکر بارہا ہو چکا ہے۔ پس ایسے استدلال مکذبین مبتدعین کے کب قابل تسلیم ہو سکتے ہیں۔ اور آئمہ دین کی کلام پر بخوبی یقین ہے۔ ع ولیک می نتواں از زبان ایشاں رست ؎ افترا کرنے والوں سے خدا ہی منتقم کافی ہے جواب تفصیلی میں درج ہے۔ قولہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل جب بحکم قرآن الخ اقول اس کے تکرار سے شاید یہ مقصود ہے کہ کوئی نادان سمجھے کہ آپ نے بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں ہم آپ کی طرح تضییع اوقات نہیں کرتے اس کا جواب پہلے ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ممتنع بالغیر ہے جس پر خدا کی قدرت شامل ہے انتہی بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ مکذبین کے بار بار جواب دینے سے جو تضییع اوقات ہو تو فقیر اس سے ملال نہیں کرتا ہے، کیوں کہ حق تعالیٰ کی رضامندی اور دین اسلام کی حمایت اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا مکرر بیان کرنا مقصود ہے، اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا۔ اور مکرر مذکور ہوا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے ممتنع بالغیر داخل قدرت ہونے کی دلیل بعینہ شریک

باری کے بھی ممتنع بالغیر داخل قدرت ہونے پر پکی دلیل ہے، اور یہ سب کے اتفاق سے باطل ہے، پس مبتدعین کی یہ بات قابل تسلیم نہیں ہے۔

جواب تفصیلی میں لکھا ہے۔ قولہ اور قیامت کو آپ کا حشر بھی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ میں داخل نہیں، اقول یہ عجیب جملہ ہے بے معنی، شائد مطلب معترض کا یہ ہو کہ اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ کے معنی یَحْشُرُھُمْ کے ہیں، سو یہ خلاف منطوق ایجاد بندہ ہیں جس کا جواب ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے جسد اطہر کے ساتھ قبر میں زندہ ہیں!

رہی یہ بات کہ جناب سرور کائنات ؐ اسی جسد اطہر کے ساتھ قبر شریف میں زندہ ہیں، اس میں کیا کلام ہے، ہم جملہ انبیا علیہم السلام کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ اپنی قبور میں انہیں اجساد کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں انتہی بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ جس فقرہ کو مکذبین بے معنی کہہ رہے ہیں اس کے بہت صاف معنی یہ ہیں کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منور میں اسی جسد اطہر سے حیات ہیں تو آپ پر یہ راست نہیں آتا کہ آپ کی مثل پیدا ہو گی، کیوں کہ مثل کا پیدا کرنا اصل کے معدوم کے بعد ہے، اور اس جگہ اصل ہی موجود ہے۔ پھر آیت خلق مثل اور احیاء موتی سے

جب مراد ایک ہی ہے کہ منکرین حشر کے مقابلہ میں ارشاد ہے تو اس کا انکار اور اس کو خلاف منطوق قرآن فقیر کا ایجاد قرار دینا محض افترا نہیں تو اور کیا ہے، اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو مفسرین کی عبارتیں مکذبین کی تردید میں منقول ہوتیں، مگر علمائے ربانی فقیر کی راستی پر شاہد ہیں۔

جواب تفصیلی میں ہے، قولہ "الغرض جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل اس کی قدرت کے نیچے داخل نہیں ایسا ہی حبیب رب العالمین کی مثل بھی مقدورات الٰہی سے خارج ہے۔"

اقول کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے اُن کے منہ سے، سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صفت میں جو خاص جناب باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے برابر ٹھہرا دیا یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے، اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ممتنع بالغیر خیال کرتے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے، تو کیوں ایسے فاسد عقیدہ میں مبتلا ہوتے، لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ خاص باری تعالیٰ کی صفت ہے، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس صفت میں شریک مان لیا۔" انتہی بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ مکذبین نے اوپر ممتنع بالذات کی مثال اجتماع نقیضین مثل وجود و عدم زید آن واحد میں جو لکھی ہے تو وہاں اجتماع نقیضین کو باری تعالیٰ کی صفت مختصہ میں جو لیس کمثلہ شیء ہے برابر کرتے سے کچھ پرواہ نہ کی اور آیت کَبُرَتْ کَلِمَةً نہ لکھی۔

اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ شرک نام ہے وجوب وجود اور استحقاق عبادت میں کسی کو باری تعالیٰ سے شریک بنانے کا، جیسا کہ کتب عقائد میں مرقوم ہے ورنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدائے پاک سے ایمان اور اطاعت میں شریک بنانا بحکم قرآن و حدیث و اجماع فرض ہے، اور دو چیزوں کا بعض لوازم میں شریک ہونا یہ واجب نہیں کرتا ہے کہ ایک دوسرے سے فی الحقیقت یا تمام عوارض میں برابر ہو گیا۔ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ کوئی شرک ممنوع نہیں ہے، مگر احول ایک چیز کو دو ہی دیکھتا ہے، براہین والے نے مع حواریین جواب تفصیلی میں لکھا ہے۔

مولانا فیض الحسنؒ کا مقامِ علمی!

قولہ مولوی فیض الحسن صاحب الخ

اقول "مولوی فیض الحسن صاحب کی اخبار کا حوالہ عجیب حوالہ ہے گفت گو تو مسائل اعتقادیہ قطعیہ میں ہے، اور حوالہ اخبار کا مع ہذا کوئی دلیل عقلی نہ نقلی اس سے نقل کی"

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ مولانا فیض الحسن مشہور جلیل القدر علمائے ہندوستان سے علوم نقلی و عقلی میں تصانیف مفیدہ کا مصنف ہے تفسیر جلالین کا حاشیہ اور تفسیر بیضاوی کے اشعار پر شرح اور مشکوٰۃ المصابیح کی بھی شرح لکھی ہے، لاہور سے ایک مرتبہ جب بہاولپور میں وارد ہوتے تھے، تو یہ خلیل احمد اُن کی جوتیاں آگے رکھتے تھے، کیوں کہ آپ ان لوگوں کے

استاد تھے، اب اِن مخالفین حق سے جو وہ مخالف ہوئے اور اُن کے مرشد رشید احمد پر گرفت کرنے لگے تو سخن حق کی تلخی سے اُن کے اخبار کا حوالہ ناپسند آیا حالانکہ اس عربی اخبار کے پڑھنے والے یقین کرتے ہیں، کہ وہ اخبار مسائل شرعیہ کی تحقیق میں عجیب تر چیز ہے۔

اب فقیر متعلق اس مسئلہ کے اُن کی کلام نقل کرتا ہے، تاکہ ناظرین اس کا رتبہ معلوم کریں۔

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی دیوبندی اعتقاد پر گرفت

ساتویں سال کی پہلی اخبار "شفاء الصدور" میں کہتے ہیں کہ :-

ابتداء، اور وسط اور انتہا حقیقی بھی ہوتا ہے اور عرفی بھی خواہ کم متصل یا منفصل میں متحقق ہو، اُن کے عرفی اور اضافی کا تعدد محال نہیں مگر حقیقی کا تعدد کم معین کی طرف نسبت کرنے سے سطح ہو خواہ خط ہو خواہ جسم ممتنع ہے، اس لئے کہ شارح تہذیب نے کہا ہے کہ بسم اللہ میں ابتدا حقیقی پر محمول ہے، اور حمد کی حدیث میں

اصل عبارت شفاء الصدور. ان کلا من الابتداء والوسط والانتهاء یکون حقیقیا وعرفیا سواء تحقق فی الکم المتصل او الکم المنفصل والعرفی و الاضافی منهما لا استحالة فی تعدده واما الحقیقی منها فیمتنع تعدده با لاضافة الی کم معین سطحا کان او خطا او جسما ولذلک قال شارح التهذیب ان الابتداء فی التسمیة محمول علی الحقیقی وفی حدیث التحمید

اضافی یا عرفی پر پس دو واقعی فرد کا ہونا کہ ایک اُن میں سے ابتدا حقیقی یا وسط حقیقی یا انتہا حقیقی امر ممتد ذی کمیت کے واسطے ہو ممتنع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ایک معین دائرہ کے لئے دو مرکز حقیقی کا ہونا ممتنع ہے، پس وہ نقطہ جو ایک معین دائرہ کا مرکز قرار دیا جاوے چھوٹا ہو خواہ بڑا محال ہے، کہ کوئی دوسرا نقطہ اس کی مانند اسی دائرہ کا مرکز ہو، اور ایسا ہی حال ہے دونوں قطب اور منطقہ میں، اور اسی طرح ہر ایک نقطہ یا خط یا سطح جب متعین ہو کہ اس کا ابتدا یا وسط یا انتہا حقیقی ہے خط معین یا جسم معین یا سطح معین کے لئے تو کسی دوسرے نقطہ یا خط یا سطح کا ابتدا یا وسط یا انتہی حقیقی ہونا اسی خط یا سطح یا جسم کے لئے محال ہے، ورنہ حقیقی حقیقی نہ رہے گا۔ اور یہ

علی الاضافی او العرفی فیمتنع ان یکون فردان فی الاعیان کل منهما ابتداء حقیقی او وسط حقیقی او انتهاء حقیقی لامر ممتد متکمم الا تری ان الدائرة المعینة یمتنع ان یکون لها مرکزان حقیقیان فالنقطة التی تعینت مرکز الدائرة معینة صغیرة کانت او کبیرة یمتنع ان یکون نقطة اخری مماثلة لها فی کونها مرکزا لتلک الدائرة وکذا الحال قطبیها ومنطقیها وکذلک کل من النقطة والخط والسطح اذا تعین ان کان ابتداء حقیقیا او وسطا حقیقیا او انتهاء حقیقیا لخط معین او سطح معین او جسم معین یمتنع ان یکون نقطة اخری او خط اخر او سطح اخر ابتداء حقیقیا او وسطا حقیقیا او انتهی حقیقیا لذلک الخط ولذلک السطح او لذلک الجسم والا لا یبقی حقیقیا ما کان حقیقیا وهذا الامتناع لیس متنافیا

امتناع بالغیر نہیں امتناع بالذات ہے' کیوں کہ ابتدا حقیقی اور وسط حقیقی اور انتہا حقیقی کے مفہوم کے مصداق کا تعدد ایک چیز کی طرف نسبت کرنے سے نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے غیر ممکن ہے کہ ایک امر مصداق اول شے کا ہو بعد اس کے کہ اُس کے لئے مصداق واحد قرار دیا جائے۔ بیضاوی نے آیت وَلَا تَکُوْنُوْا اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ کی تفسیر میں کہا ہے' اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہ لوگ تقدم کفر سے کیوں منع کئے گئے حالانکہ اُن سے پہلے مشرکین عرب تھے' یعنی اُن کا قرآن سے پہلے کافر ہونا غیر ممکن ہے جب مشرکین اول کافر تھے' تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اہل کتاب سے تم اوّل کافر نہ ہو جاؤ نہ کہ سب سے۔ اب یہاں پر ایک ہی چیز کی بہ نسبت اَوّلیت نہ ہوئی اور دوسرا منسوب پہلے کا ہے' پس اس کا حال اسی کی طرح یہ ہے

بالغیر بل بالذات فان مفھوم الابتداء الحقیقی والوسط الحقیقی والانتھاء الحقیقی یابی تعدد مصداقہ بالاضافۃ الی شیٔ واحد ولاجل انہ لایمکن ان یکون امر مصداقا لاول شی بعد ما تعین لہ مصداق واحد قال البیضاوی فی تفسیر قولہ تعالٰی ولا تکونوا اول کافر بہ فان قیل کیف نھوا عن التقدم فی الکفر وقد سبقھم مشرکوا العرب ای لایمکن ان یکونوا اول کافر بالقراٰن بعد ما صار المشرکون اول کافر بہ فاجاب بان المراد لا تکونوا اول کافر من اھل الکتاب لا مطلقا وح لا اولیۃ بالنسبۃ الی شیٔ واحد والاٰخر مضاف للاول فحالہ کحالہ

جب یہ مقدمہ بیان ہو چکا تو خاتم النبیین کی مثل کہ وہ بھی خاتم اور اس مفہوم کا مصداق ہو سلسلہ موجودات دنیا میں ممتنع ہے' جو اس کے ممتنع ہونے کا قائل ہے انہیں معنی سے ہے' نہ ہر وجہ سے مطلق چیز کا امکان مقید کے امکان کو لازم نہیں پکڑتا۔ کیوں نہ ہو کہ حرکت فی الآن ممتنع ہے' حالانکہ مطلق حرکت ممکن ہے' اور زمان کی عدم اس کے وجود کے بعد اور قبل محال ہے' حالانکہ عدم مطلق اس کی ممکن ہے' البتہ آپ کی مثل صرف خاتم ہونے میں بایں وجہ کہ حق تعالیٰ کوئی اور جہان پیدا کرے اس میں بہت نبی بھیجے' ایک ان کا پہلے حضرت آدمؑ کی مثل ہو' اور اخیر ان کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو۔ تو اس مثل کے امکان میں کوئی نزاع نہیں ہے کہ یہ کسی اور سلسلہ میں ہے' نہ اس موجودہ جہان دنیا میں' پھر اس فرضی جہان میں جو خاتم النبیین ہوگا اس کی مثل بھی اسی سلسلہ میں غیر ممکن ہو گی۔ اور آپ کی مثل کے امتناع

واذا تمھد ھذا فمثل خاتم النبیین بان یکون ھو ایضا خاتما لہم ومصداقا لھذا المفھوم یمتنع فی ھذہ السلسلۃ الموجودۃ فی عالم الواقع فمن قال بامتناعہ انما قال بھذا المعنی لا مطلقا وامکان المطلق لایستلزم امکان المقید کیف وان الحرکۃ فی الاٰن ممتنعۃ مع ان مطلق الحرکۃ ممکنۃ وعدم الزمان بعد وجودہ وقبل وجودہ مستحیل مع امکان مطلق عدمہ نعم یمکن مثلہ فی مجرد کونہ خاتما بان یوجد اللہ تعالٰی عالما اٰخر یبعث فیہ الانبیاء ویکون احدھم اولھم کاٰدم علیہ السلام واٰخرھم کنبینا علیہ السلام ولا نزاع فی امکان ھذا المثل فانہ یکون فی سلسلۃ الاخری لا فی ھذہ السلسلۃ الموجودۃ ثم من یکون خاتم النبیین فی تلک السلسلۃ المفروضۃ لایمکن مثلہ

پر یہ بھی دلیل ہے کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم الانبیاء ہونے کے واسطے کافی ہیں تو دوسرے کا ہونا غیر ممکن ہے، اور اگر آپ کافی نہیں تو یا بالکل غیر کافی ہونگے، تب اِس مفہوم کے مصداق نہ ہوتے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں یا کسی دوسرے کے ساتھ کافی ہونگے، پس یہ مجموع کافی ہوگا کسی اور کی حاجت نہ رہی، پس اس مجموع کی مثل ممتنع ہوئی، اس وجہ سے کہ یہ بھی خاتم ہے، اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کے واسطے مستقل علت ہیں، پس اگر آپ کی مانند کوئی خاتم فرض کیا جائے، تو اگر اُسی وقت میں ہے، تو معلول واحد پر اجتماع دو مستقل علتوں کا امکان لازم آئے گا۔ اگر بعد اس کے ہے تو دو مستقل علتوں کا ایک معلوم پر توارد

بان یکون ھو ایضاً خاتماً لہم فی تلک السلسلۃ وقد یستدل علی امتناع مثلہ بانہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان کافیا لختم الانبیاء علیہم السلام فلا یمکن غیرہ کما لا یمکن الفصل الآخر لنوع بعد ما تم ھو بفصل وان لم یکن کافیا فاما ان لا یکون کافیا اصلا فلا یکون مصداقاً لھذا المفھوم وقد تقرر انہ خاتم النبیین او یکون کافیا مع غیرہ فیکون المجموع کافیا بحیث لا یبقی حاجۃ الی آخر فیکون مثل ھذا المجموع ممتنعاً علی ان یکون ھو ایضاً خاتماً فتامل وقد یقال انہ صلی اللہ علیہ وسلم علۃ مستقلۃ للاختتام بہ فلو فرض خاتم آخر مثلہ لزم اما امکان اجتماع علتین مستقلتین علی معلول واحد ان کان فی وقتہ وامکان توارد

لازم آئے گا۔ اور یہ دونوں محال ہیں، اور محال کا امکان بھی محال ہے، اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحکم آیت نَذِیْرًا لِلْعٰلَمِیْنَ کے تمام بنی آدم اور جن جو آپ کے وقت میں موجود تھے اور آپ سے پیچھے پیدا ہونے والے ہیں سب کے نذیر ہیں یعنی ڈرانے والے ہیں، پس اگر آپ کی مثل ممکن ہو، تو وہ من جملہ عالمین کے اُن معنی سے ہوگی تو وہ امت میں سے ہوئی جس کے آپ نذیر ہیں اور کوئی امتی عزت و شرافت میں اپنے نبی کی مانند نہیں ہوتا چہ جائے کہ اس کی مانند ہی بن جائے، اور اگر وہ مثل من جملہ عالمین کے نہ ہو، تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی آدم اور جن کے نذیر نہ ہوئے، حالانکہ فی الواقع آپ سب کے رسول اور نذیر ہیں ان ادلہ کاملہ کو یاد رکھو

علیہ ان کان بعدہ وکلاھما محال وامکان المحال محال وقد یقال انہ صلی اللہ علیہ وسلم نذیر للعالمین لقولہ تعالی نذیرا للعالمین ای لجمیع الانس والجن الموجودین فی وقتہ والآتین بعدہ فان امکن مثلہ فاما ان یکون من جملۃ العالمین بذلک المعنی او لا یکون فان کان منہم کان من امتہ صلی اللہ علیہ وسلم لکونہ ممن ھو نذیر لہم وواحد من الامۃ لا یکون مثل نبیہ فی العز والشرف فضلاً من ان یکون نبیا مثلہ وان لم یکن منہم لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نذیر الجمیع الانس والجن مع انہ نذیر لہم ومرسل الیہم جمیعاً ھذا او ذھب قوم الی ان مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم ممکن بالذات

اور بعضے علماء کہتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ممکن بالذات
اور ممتنع بالغیر ہے۔ پس اس کا وقوع فرض کیا جاوے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہیں گے اور آیت خاتم النبیین
کا کذب لازم آئے گا۔ پس یہاں پر دو قول ہوئے پہلا یہ کہ آپ
کی مثل ممکن ہی نہیں دوسرا یہ کہ آپ کی مثل موجود نہیں پہلا قول
فریق اوّل کا ہے اور دوسرا قول فریق دوم کا ہے دُوسرے
فریق کی دلیل یہ ہے کہ اگر آپ کی مثل باری تعالیٰ کی مثل کی طرح
ممتنع بالذات ہوئی تو آپ حق تعالیٰ کی مثل بن گئے اور یہ باطل
ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دو چیزوں کا بعض لوازم خصوص
سلبی میں مشترک ہونا فی الحقیقت یا کسی دوسرے عارض میں
ایک کا دوسرے کی مثل ہونے کو لازم نہیں پکڑتا ہے۔ علاوہ

وممتنع بالغیر فان فرض وقوعہ یستلزم ان لایبقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
خاتم النبیین فہہنا قضیتان الاولی ان مثلہ علیہ السلام لایمکن والثانیۃ
ان مثلہ لا یکون فالاولی للفریق الاول والثانیۃ للثانی واستدل بان
مثالہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان ممتنعاً بالذات کمثلہ تعالیٰ لزم
ان یکون ھو مثلہ تعالیٰ وھو باطل والجواب ان اشتراک الشیئین
فی بعض اللوازم ولا سیما فی السلبی لا یستلزم ان یکون احدھما
مثل الآخر فی الحقیقۃ او فی عارض آخر علی ان مثلہ تعالیٰ مطلقاً محال
ومثلہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وقوع خاتم النبیین محال کما ان تعدد

باری تعالیٰ کی مثل بہرحال محال ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی مثل آپ کے خاتم النبیین کے وقوع کے بعد محال ہے چنانچہ
مرکز دائرہ کا تعدد بعد اس کے کہ وہ نقطہ اس دائرہ کا مرکز ہو
چکا ہے محال ہے۔ اور یہ اعتراض کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ
السّلام کی مثل بھی اس حیثیت سے کہ آپ اوّل سب نبیوں کے
ہیں تمہارے زعم پر محال ہے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی مثل
کی خاص کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم امتناع
کو اس سے خاص نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ کہتے ہیں کہ ابتدا حقیقی کا
تعدد بھی اس دنیا میں محال ہے۔ جیسا کہ تعدد وسط حقیقی کا پس
حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کی مثل بھی بعد اس کے کہ آپ اوّل
الانبیاء مقرر ہو چکے ہیں محال ہے اور ممتنع صرف شریک باری تعالیٰ
ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے بہت فرد ہیں شریک باری اجتماع

المرکز فی الدائرۃ بعد وقوع تلک النقطۃ مرکزاً لہا محال وما قیل ان
مثل آدم علیہ السّلام من حیث انہ اول الانبیاء ایضاً محال علی ما
زعمتم فما وجہ تخصیص مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم فالجواب انا لا نخصص
الامتناع بذلک بل نقول ان تعدد الابتداء الحقیقی فی سلسلۃ واحدۃ ایضا
محال کتعدد وسطہا الحقیقی فمثل آدم علی نبینا وعلیہ السلام بعد ما تعین
انہ اول الانبیاء کلہم ایضاً محال ولا ینحصر الممتنع فی شریک الباری عز اسمہ بل لہ

دو نقیضوں کا ارتفاع، دو نقیضوں کا تعدد، مرکز کا دائرہ معینہ میں تعدد، دو دائرہ عظیم برابر ایک دوسرے کے ایک کرہ پر، دو قطروں کا تعدد سوائے تقاطع کے تعدد ابتدا حقیقی کا اور انتہا حقیقی کا ایک کم کی طرف حرکت فی الآن تجرد مادی کا مادہ سے اور اس کے لوازم سے اور سوا اس کے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ تمام ایک باطل حقیقت کے جس کا نام محال ہے، عنوان ہیں۔ اگر کسی کو یہ وہم گذرے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی اور خاتم النبیین ہونا آپ کے عوارض ذاتیہ سے ہے کیوں کہ یہ نہ آپ کا عین ہے نہ جزو، اور عوارض کا سلب ممکن ہے پس روا ہے کہ کوئی اور خاتم بھی موجود ہو جائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام عوارض کی سلب اپنی معروضات سے غیر ممکن ہے، کیوں کہ امکان اور حدوث جو ممکن اور حادث کے عوارض ہیں ان کا سلب ان کی ذات سے

افراد کثیرۃ کشریک الباری واجتماع النقیضین وارتفاعہما وتعدد المرکز فی دائرۃ معینۃ وتعدد الدائرتین العظیمتین الموازنتین علی کرۃ واحدۃ وتعدد القطرین من دون التقاطع وتعدد الابتداء الحقیقی والانتہاء الحقیقی بالنسبۃ الی کم واحد والحرکۃ فی الآن وتجرد المادی عن المادۃ ولوازمہا ونحو ذلک والتحقیق انہا عنوانات لحقیقۃ باطلۃ واحدۃ مسماۃ بالمحال وقد یتوہم ان کونہ نبیا وخاتم النبیین من عوارضہ لانہ لیس عینہ ولا جزئہ وسلب العوارض ممکن فیجوز ان یوجد خاتم آخر والجواب انا لا نسلم ان سلب جمیع العوارض عن معروضہا ممکن فانہ لا یجوز سلب الامکان والحدوث مثلاً عن ذات الممکن

ناروا ہے، اور یہ عالی مرتبہ ختم رسالت و نبوت کا آپ کی ذات بابرکات کے لوازم سے ہے، جیسے آپ ہوئے اور ہوں گے اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں نبی تھا حضرت آدمؑ کے قالب کی طیاری سے پہلے، اور آپ کا ظہور پیچھے ہونا ان لوازم کے نفس الامری ثبوت کے منافی نہیں ہے، پس جیسا کہ آپ دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے بھی نبی اور خاتم النبیین سے تھے ویسا ہی آپ عالم برزخ میں نبی اور خاتم الانبیاء رہیں اور بدیہی امر ہے کہ لوازم کا سلب محال ہے، اگر کوئی کہے کہ آپ کی مثل کا ممتنع ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں نہ اس حیثیت سے ہے کہ آپ آدمی یا عربی وغیر ذلک ہیں، پس یہ حیثیت آپ کی مثل کے امتناع کی ہے، تو یہ امتناع بالغیر ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی مثل اور شریک کا امتناع بھی بحیثیت اس کے واجب الوجود

والحادث مع انہما من عوارضہما وہذہ المرتبۃ العالیۃ من لوازم ذاتہ الکریمۃ حیث کانت وتکون ولذا قال کنت نبیا وآدم بین الماء والطین وتاخر ظہورہا لاینافی ثبوتہا فی نفس الامر فکما انہ نبی وخاتم النبیین قبل دخولہ فی ہذا العالم کذلک ہو نبی وخاتم النبیین بعد خروجہ ہذا العالم وسلب اللوازم محال علی البداہۃ وقد یقال ان امتناع مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ہو من حیث انہ خاتم الانبیاء لا من انہ بشر او عربی ونحو ذلک فہذہ الحیثیۃ علۃ لامتناعہ بالغیر ویجاب ان امتناع مثلہ وشریکہ تعالیٰ انما ہو من حیث

قدیم ہونے کے ہے، نہ اس حیثیت سے کہ وہ موجود یا ممکن بامکان عام ہے، پس یہ حیثیت جب اس کے امتناع کی ہے تو وہ بھی ممتنع بالغیر ہوا۔ پس جو جواب تم اس کا دوگے وہی جواب ہم اُس کا دیں گے، اور کسی نے اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہر زمین میں تمہارے آدم جیسا آدم ہے اور تمہارے نوح جیسا نوح ہے اور تمہارے ابراہیم جیسا ابراہیم ہے اور تمہارے عیسٰی جیسا عیسٰی اور تمہارے نبی جیسا نبی ہے تمسک کرکے کہا ہے، کہ یہ اثر آپ کے مثل کے وجود پر دلیل ہے چہ جائیکہ امکان پر۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اثر کو امام بیہقی محدث نے شاذ کہا ہے، اور شاذ ضعیف ہوتی ہے، نخبۃ الفکر میں لکھا ہے کہ اگر راوی زیادت کی اس سے قوی تر کے ساتھ مخالفت کی جاوے تو اس ارجح یعنی قوی تر کو محفوظ کہتے ہیں، اور ضعیف یعنی

انہ واجب قدیم لا من حیث انہ موجود او ممکن بالامکان العام فھذہ الحیثیۃ علۃ لامتناعہ فیکون امتناعہ بالغیر فما ھو جوابکم فھو جوابنا وقد یتمسک بما نقل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما من انہ قال فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراھیم کابراھیمکم وعیسٰی کعیسٰکم ونبی کنبیکم ویقال ان ھذا الاثر یدل علی وجود مثلہ فضلاً عن امکانہ والجواب ان ھذا الاثر محکوم علیہ بالشذوذ حکم بہ الامام البیھقی والشاذ یکون مرجوحاً قال فی النخبۃ فان خولف الراوی ای راوی الزیادۃ بارجح منہ فالراجح یقال لہ المحفوظ ومقابلہ

مرجوح کو شاذ کہتے ہیں اور بیشک اس اثر میں زیادتی ہے مختصر روایت پر کہ ہر زمین میں مثل حضرت ابراہیم کے ہے، جیسا کہ زمین پر خلقت ہے، پس بیہقی کے حکم شذوذ دینے سے ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف ہے، ایسے مسائل میں شہادت پیش کرنی بالکل ہیچ پوچ ہے، اور باوجود اس ضعف کے یہ روایت قرآن کے حکم خاتم النبیین کے برخلاف ہے اور حدیث لا نبی بعدی اور اجماع جو اس پر ہوچکا ہے اس کے بھی مخالف ہے، اس لئے کہ یہ روایت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کسی نبی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اثر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی وارد ہوئی ہوگی، اور خبر احاد جب مخالف قرآن و اجماع و صحیح حدیث کے ہو تو اس کا کیا اعتبار ہے، چہ جائے کہ اثر شاذ ہو پھر کیفیت طبقات زمین

وھو المرجوح یقال لہ الشاذ ولا شک ان فی ھذا الاثر زیادۃ علی ما روی عنہ مختصراً ھکذا فی کل ارض مثل ابراھیم ونحو ما علی الارض من الخلق فحکم البیھقی علیہ بالشذوذ یشھد بانہ مرجوح فالاستشھاد بالمرجوح فی مثل ھذہ المسائل ساقط فی غایۃ السقوط وھو مع شذوذہ مخالف للقرآن الدال علی انہ خاتم النبیین والاجماع المنعقد علیہ ولقولہ علیہ السلام لا نبی بعدی لما انہ یدل علی وجود نبی مثلہ بعدہ فان الظاھر ان ھذا الاثر انما صدر عنہ رضی اللہ عنہ بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یعبأ بما یخالف القرآن والاجماع من الصحیح من اخبار الاحاد فضلاً عن الاثر الشاذ ثم انہ اختلف فی کیفیۃ

میں اختلاف ہے، کلبی نے کہا ہے کہ وہ طبقات ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور ضحاک نے کہا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر طبقے ہیں سوا فصل کے برخلاف آسمانوں کے اور یہ بھی کہا ہے کہ سات زمینیں ایک دوسرے پر طبقے ہیں اور ہر زمین میں فاصلہ ہے پس پہلے دو قول صریح دلالت کرتے ہیں اس پر کہ ان زمینوں میں کوئی جان دار چلنے پھرنے والی خلقت نہیں ہے، اور انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب نافع بن ازرق نے پوچھا تھا کہ زمین کے نیچے بھی کوئی خلقت ہے؟ تو آپ نے جواب دیا تھا کہ ہے، پھر پوچھا وہ کیا خلقت ہے، آپ نے جواب دیا کہ یا فرشتے ہیں یا جن۔ پس اُن کی روایت سے پایا گیا کہ اُن زمینوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کوئی نہیں ہے پھر ہم اس کو مان لیں، اور اس روایت کے ضعیف و مخالف قرآن و اجماع کے ہونے سے قطع نظر کریں تب بھی ہم کو مضر نہیں

طبقات الارض فقال الکلبی انها طبقات متلاصقة وقال الضحاک انها مطبقة بعضها فوق بعض و بین کل ارض مسافة فالقولان الاولان یدلان صریحًا علی ان لیس فی الارضین خلق یتنفس و یمشی ونقل عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما انه سئل نافع بن الازرق هل تحت الارضین خلق قال نعم قال فما الخلق قال اما ملئکة او جن فهذا یدل علی ان لیس فیهم مثله صلی اللہ علیه وسلم ثم ان سلمنا ذلک وقطعنا النظر عن شذوذه ومخالفة القرآن

ہے، کیوں کہ ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے ممتنع بالذات ہونے کے اس جہان دنیا میں قائل ہیں، پس اگر کوئی اور جہان ہو اور اس میں سوائے اس دنیا کے انبیاء مبعوث ہوں اور ایک اُن کا خاتم ہو جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نبی اور خاتم میں ہو تو اس کے ممتنع ہونے پر ہم حکم نہیں کرتے، جیسا کہ ابتدا میں لکھ آئے ہیں۔

مولنا قاسم نانوتوی

اور عقیدۂ ختم نبوّت

پھر میں نے بعض علماء قائلین امکان مثل سے سُنا کہ وہ کہتے ہیں کہ معنی خاتم النبیین کے یہ نہیں کہ آپ کے وقت میں یا آپ کے پیچھے کوئی نبی نہ ہوگا کہ یہ فضائل اور کمالات سے نہیں ہے بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ آپ کامل تر اور فاضل ترین اسباب میں جیسا کہ

والاجماع فلا یضرنا شیئًا لانا نحکم بامتناع مثله بالمعنی المذکور فی هذه السلسلة الموجودة فان کانت سلسلة اُخرٰی و یبعث من الانبیاء فی غیر هذا العالم و یکون فیه خاتم لهم ومثل له صلی اللہ علیه وسلم فی مجرد کونه نبیًا وخاتمًا فلا نحکم بامتناعه کما سبق منا فی السابق ثم انی قد سمعت بعضهم یقول انه لیس معنی خاتم النبیین انه لا یکون فی وقته ولا بعده نبی فانه لیس من الفضائل والکمالات بل معناه انه اکملهم وافضلهم فی هذا الباب کما

بڑے شاعر کی وصف میں کہتے ہیں کہ یہ فن اس پر ختم ہے تو اس سے
یہ نہیں لازم آتا کہ اس کے وقت میں یا اس سے پیچھے کوئی شاعر
نہ ہوگا۔ پس ایسا ہی آپ کے وقت میں یا آپ سے پیچھے کسی نبی کا
ہونا روا ہے، اور اس عالم کی ان معنی سے غرض یہ تھی کہ قرآن اور
اثر ضعیف میں مطابقت ہو جائے، اور پوشیدہ تر ہے، کہ یہ
قول اس کا اکثر مفسرین پہلے اور پچھلوں کے مخالف ہے اور
نیز خاتم النبیین کے لفظ سے جو معنی متبادر ہیں اس کے بھی برخلاف
ہے، کیوں کہ معنی اس کے یہ ہوئے کہ آپ نبیوں کے ختم کرنے
والے ہیں اور نبی آپ سے ختم ہو چکے جیسا کہ بیضاوی نے کہا ہے،
اور مشکوٰۃ میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
اور نبیوں کی مثال ایک عمدہ مکان کی ہے جس میں ایک اینٹ
کی جگہ خالی ہے، دیکھنے والے اس کی عمدگی سے متعجب ہوتے ہیں

یقال فی حق من ھو اشعر الشعراء انہ ختم علیہ ھذا الفن ولا یلزم منہ ان
یکون شاعر فی وقتہ ولا بعدہ فکذلک یجوز ان یکون نبی اخر فی وقتہ او بعدہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکان غرضہ من ھذا القول ان یقع التطابق بین
القران والاثر المذکور ولا یخفی علیک ان ھذا القول مخالف لجمھور المفسرین
من السابقین واللاحقین وخلاف المتبادر من لفظ خاتم النبیین فانہ بمعنی ختمھم
او ختموا بہ کما قال بہ البیضاوی وجاء فی المشکوٰۃ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر
احسن بنیانہ وترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من

مگر ایک اینٹ کی جگہ، پس میں نے اس مکان خالی کو بھر دیا ہے اور
مکان پورا ہو گیا ہے، اور میرے ساتھ رسول ختم ہو گئے، پس میں
وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کے ختم کرنے والا۔ یہ حدیث بخاری ومسلم
نے روایت کی ہے، پس یہ صحیح حدیث صریح دلیل ہے اس پر کہ مراد
خاتم النبیین سے وہی مشہور معنی ہیں، اور اس حدیث سے نکلتا
ہے کہ اس آخری اینٹ کے پیچھے کسی اور اینٹ کا رکھنا اس مکان
میں محال ہے، اور وہ تاویل قلت تتبع دینیات سے ناشی ہے
کیوں کہ مرتبہ عالی ختم رسالت کا اس کے صاحب سے سب انبیاء
کی تکمیل ہوئی ہے جیسا کہ خاتم الاولیاء سے سب ولی فیض یاب
ہیں۔ فصوص الحکم میں اس پر تصریح کی ہے اور خاتم النبیین نے
کوئی چیز ارشاد و بیان سے باقی نہیں چھوڑی ہے کہ اس کے پیچھے
کوئی نبی نہیں ہے، تفسیر نیشاپوری میں یہ لکھا ہے پھر قائل امکان

احسن بنیانہ الا موضع لبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی الرسل
وفی روایۃ وانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین متفق علیہ فھذا الحدیث یدل صریحا
علی ان المراد بخاتم النبیین ھو المعنی المعروف ویستفاد منہ ان وضع لبنۃ اخری
بعد ھذہ اللبنۃ فی ذلک الموضع محال وناش من قلۃ التتبع فان ھذہ المرتبۃ
العالیۃ یستکمل بصاحبھا الانبیاء کما ان خاتم الاولیاء یستفیض منہ الاولیاء
کما صرح بہ فی الفصوص ولا یترک صاحبھا شیئا من الارشاد والبیان
بعلمہ انہ لا نبی بعدہ ونص علیہ النیسابوری ثم ان القائلین بامکان مثلہ

مثل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سے پکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غیر قادر نہ کہا جائے، اور امتناع مثل اس کو لازم پکڑتی ہے، تو ان کو یہ معلوم نہیں کہ ممتنعات کا قدرت سے خارج ہونا کچھ بھی قصور یا نقصان قدرت میں نہیں ہے، بلکہ وہ قصور ممتنعات کا ہے، کہ فی الواقع موجود ہونے کی اُن میں صلاحیت ہی نہیں ہے، البتہ اگر کوئی چیز صلاحیت موجود ہونے کی رکھے پھر حق تعالیٰ قادر نہ ہو تو اس میں اس کی قدرت کا نقصان ہے، اور ممتنع بالذات اور بالغیر میں یہ فرق ہے" کہ پہلے کی ذات کی طرف نظر کرنے سے اس کے وقوع کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے اور دوسرے میں غیر کی طرف نظر کرنے سے صلاحیت وقوع کی نہیں ہوتی ہے، لیکن وقوع دونوں کا نہیں ہوتا۔ اس میں دونوں برابر ہیں، اور جو چیز قدرت کے نیچے داخل ہو کر موجود اور واقع ہو جاتی ہے اس کا نام ممکن بالامکان

صلی اللہ علیہ وسلم انما قالوا بہ تحاشیا عن القول بانہ تعالیٰ لیس قادرًا علیٰ مثلہ فان امتناعہ یستلزم ذلک ولو یعرفوا ان عدم القدرۃ علی الممتنعات لایورث قصورًا ونقصانًا تامًا فیہ تعالیٰ شانہ بل انما ھو من قصور الممتنعات وعدم صلاحیتہا لان توجد فی الواقع نعم ان کان امر صالحًا لان یوجد فی الواقع ثم لایقدر علیہ الواجب فیکون ذلک من قصور الواجب والفرق بین الممتنع بالذات والممتنع بالغیر ان الاول لایصلح الوقوع بالنظر الیٰ ذاتہ والثانی لایصلح لہ بالنظر الیٰ غیرہ واما فی عدم الوقوع فہما متساویان وما یدخل تحت القدرۃ بحیث

النفس لامری ہے، پھر ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے نہیں ہے ضروری یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے اور آپ کے وقت اور آپ سے پیچھے کسی نبی کے نہ آنے پر ایمان ہو۔ بار خدایا مجھ کو اسی عقیدہ اور جمیع مومنین کو بھی اسی اعتقاد پر فوت کر اور تو ہی مجیب الدعاء اور سامع الندا ہے"۔

یہ ترجمہ ہے عبارت شفاء الصدور کا۔

اے برادر نظر انصاف سے ملاحظہ کر کہ اس فاضل جلیل القدر نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے امتناع بالذات کو دلائل عقلی ونقلی سے کیا خوب تحقیق کیا ہے، اور مخالفین کی کیا عمدہ تردید کی ہے، اور اثر منسوب بہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمسک کی بخوبی تردید فرما کر صاحب رسالہ تحذیر الناس عن اثر ابن عباس کی تاویل خاتم النبیین کو مخالف قرآن واجماع ثابت کر دکھایا ہے، اور مفتی اسلام بلد حرام مولانا عبد الرحمٰن سراج حنفی نے اپنے فتویٰ کے ابتدا میں اسی اثر سے استدلال کی تردید میں فرمایا ہے۔ کہ

یوجد ویقع فہو الممکن بالامکان النفس لامری ثم الظاہر ان ھذہ المسئلۃ لیست من ضروریات الدین وانما الضروری ھو الایمان بانہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ولم یکن فی وقتہ نبی ولا یکون بعدہ نبی اللّٰھم توفنی علی ھذا وکل من اٰمن بہ وانت خیر من یقبل الدعاء ویسمع الدعاء

(عبارت شفاء الصدور کی ختم ہوئی)

"مجھے یہ گمان نہ تھا کہ کسی پکے مسلمان سے یہ قول سرزد ہوگا۔ بلکہ تو کسی کچے مذہب کی بات ہے، پس ہم پر لازم ہے کہ ہم حق کو ظاہر کریں، ہرچند وہ ظاہر ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور تعظیم کے واسطے اور آپ کی کسرشان کرنے والوں کی بواقعی تردید کریں، کیا خوب کہا ہے کہنے والے نے کہ حق تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ پیدا کی ہے نہ کرے گا۔ اور تحقیق ہے کہ ایسا پیدا ہونا ہی نہیں۔"

پھر اس مسئلہ کی تحقیق کے واسطے بارہ مقدمے کتب مقبولہ مخالفین کی سند سے تحریر کر کے انیس وجہ سے اس اثر کا ضعف بیان فرما کر اخیر میں لکھا ہے:۔ کہ

ان وجوہ ضعف سے اگر قطع نظر کریں اور مان لیں کہ جمیع شرائط مذکورہ اصول فقہ پر وہ اثر شامل ہے تاہم اس سے ظن پیدا ہوگا اور باب عقائد میں ظن معتبر ہے الخ

عبارت مفتی اسلام مولانا عبدالرحمٰن سراج حنفی:۔ وما کنت اظن ھذا یصدر ممن یعتقد نبوۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بل ممن ھو منھا فی شک مریب فلزم علینا ان نظھر الحق وان کان ظاھرا ان نستدل علی الصبح وان کان واضحا باھلہ خدمۃ لذلک الجناب الاعظم ذبا عن ذلک الحمی الاعصم صلی اللہ علیہ وسلم وشرف وکرم شعر:۔ لم یخلق الرحمٰن مثل محمد ابدا وحقق انہ لا یخلق

آخری عبارت: لو قطعنا النظر عن جمیع ما ذکرنا نقول ان ھذا الخبر علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ

یہ فتویٰ سب کے سب علماء حرمین محترمین زادہم اللہ حرمتہ کی تقریظوں سے مصدق ہے، چنانچہ اس کی طرف اوپر اشارہ ہوا تھا۔ حاصل الکلام سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کے امکان کے قول سے بہت سے قبائح لازم آتی ہیں۔ خصوص اس پرفتن زمانہ میں اور خدا ہی مددگار اور ہادی ہے۔

جواب تفصیلی میں صاحب براہین معہ حوارین لکھتے ہیں:۔

"چونکہ اس سوال (یعنی دوسرے اعتراض) کے جواب میں ہم نے ایک ایک فقرہ کو رد کر دیا۔ اب مناسب ہے کہ امکان مثل کے مسئلہ میں حق مثل آفتاب نیم روز آشکارا کر دیا جائے، کہ طالب حق کو ذرا بھی اس میں اشتباہ باقی نہ رہے، واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل احاطہ قدرت الٰہی سے خارج نہیں۔ لیکن آپ پر نبوت ختم ہو گئی، اب اور نبی نہ ہوگا۔ جو کوئی اور نبی ہونے کا قائل ہو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، احادیث اور آیات قرآنی کا منکر ہے، اسی طرح وہ شخص بھی جو خداوند تعالیٰ کو عاجز سمجھے" انتہی بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے، کہ صاحب براہین معہ حوارین جو ہم لوگوں پر بسبب قبول امتناع مثل سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ یہ حدیث و آیات کے منکر ہیں، سو بفضلہ تعالیٰ ہم ہرگز منکر نہیں۔ آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وغیرہ پر بخوبی ایمان ہے، جیسا کہ بارہا مذکور ہوا ہے مگر قرآن میں تحریف بھی نہیں کرتے، نہ عجز کے قائل ہیں، کیوں کہ ممتنع وظیفہ قدرت کا نہیں، مگر مؤلف رسالہ تحذیر الناس پر یہ فتویٰ دائرہ اسلام سے خارج

ہوتے اور حدیث و آیات کے منکر ہوتے کا بخوبی راست آگیا کہ وہ قائل ہے حسب تاویل خاتم النبیین کے کہ اس کے نزدیک آپ کے وقت میں یا آپ سے پیچھے کسی نبی کا ہوتا روا ہے، جیسا کہ نقل شفاء الصدور میں گذرا ہے۔ ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی   گو مشت خاک ما را برباد دادہ باشی

جواب تفصیلی میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان مثل اور تحت قدرت داخل ہوتے پر بہت سے دلائل عقلیہ و نقلیہ قائم ہیں من جملہ ان کے چند دلیلیں یہاں ذکر کرتے ہیں جو طالب حق کے واسطے کافی وشافی ہیں۔

اوّل یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب ہیں یا ممتنع یا ممکن، اگر واجب ہیں تو تعدد واجب لازم آئے گا جو باطل و محال ہے اور اگر ممتنع ہیں تو ممتنع موجود نہیں ہو سکتا۔ لا محالہ ممکن ہوں گے اور یہ ثابت ہے کہ مثل ممکن کا ممکن اور قدرت الٰہی کے نیچے داخل ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی مثل پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اگر مثل کا وصف امکان میں شریک نہ ہوگا تو وہ ممکن کا مثل نہ ہوگا۔ والمفروض خلافہ۔ انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ اوپر کے قول اور اس قول دونوں کی تردید کرتا ہے کہ جو شخص اس جواب الجواب کو غور سے ملاحظہ کرے گا وہ بخوبی جان لے گا کہ مکذبین کے سب جواب اُن کے قول کی ہی تردید کر رہے ہیں، اور ہمارے قول کی تائید اور شرعاً ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے اس پر قادر ہے بحکم آیت

وَهُوَ عَلٰى مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ یعنی خدا جس کو چاہے اُس پر قادر ہے، پس جس کو خدا نہ چاہے، اُس کو قدرت کے نیچے داخل کرنا صریح آیت کے برخلاف ہے، اور اس میں عجز نہیں ہے، بلکہ عدم قابلیت ممتنعات اور امتثال امر الٰہی کی ہے، اور ان مکذبین کا دلائل عقلی کو نقلی سے پہلے ذکر کرنا جیسا کہ اوپر بھی ایسا ہی لکھا ہے، قباحت اس کی دین داروں پر ظاہر ہے، اور اس دلیل عقلی کا جواب منقولات سابقہ سے بخوبی حاصل ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گو ممکن ہیں، مگر آپ کی ذات عالی کو ایسے اوصاف جمیلہ اور مناقب جلیلہ جو آپ سے ہی خاص ہیں عارض ہوتی ہیں، اور کسی اور میں نہیں پائے جاتے، اس لئے آپ کی مثل ممتنع ہے امتناع ذاتی سے، اور اس امر کو شفاء الصدور میں تفصیل وار ذکر کیا ہے، جس کی کلام اوپر مذکور ہو چکی ہے، اس جگہ اس کے اعادہ کی کچھ ضرورت نہیں۔

صاحب براہین مع حوارین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں:۔

دوم "امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں آیت اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ کے نیچے لکھتے ہیں، کہ اللہ جل شانہ سوائے اس عالم کے بہت سے عالم پیدا کر سکتا ہے، جیسا چاہے اور ارادہ کرے اس کے بعد لکھتے ہیں، اگر خداوند تعالیٰ ہزار عالم ایک لمحہ اور لحظہ میں پیدا

عبارت تفسیر کبیر۔ دلت الآیۃ علی انہ سبحانہ قادر علی خلق عوالم سوی ھذا العالم کیف شاء و اراد (ثم کتب)، فلو اراد خلق الف عالم بما فیہ من العرش و الکرسی و الشمس و القمر و النجوم فی اقل لحظۃ و لمحۃ لقدر علیہ (ثم کتب) لیلہ، لان ھذہ الماھیات ممکنۃ والحق قادر علی کل الممکنات۔

کرنے کا ارادہ کرے، جس میں عرش اور کرسی اور آفتاب اور ماہتاب اور ستارے ہوں، تو وہ اس پر قادر ہے۔" انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ پہلے اعتراض کے جواب الجواب میں تفسیر کبیر سے آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کے نیچے منقول ہوا ہے کہ اہل[1] سنت کہتے ہیں کہ کلمہ لَوْ ایک چیز کی نفی کا فائدہ دیتا ہے بسبب نفی دوسری چیز کے پس آیت وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ کے معنی یہ ہیں، کہ حق تعالیٰ کے نہ چاہنے سے سب اہل زمین کا ایمان حاصل نہ ہوا یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

پس اس عبارت تفسیر کبیر کے معنی حسب بیان اُس تفسیر کبیر والے کے یہ ہوئے کہ ہزار جہان کا ایک لمحہ میں پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی مشیت میں نہیں ہے، تو وہ جہان قدرت کے نیچے داخل نہ ہوتے۔ اور اگر مان لیں کہ وہ ہزار جہان قدرت کے نیچے داخل ہیں تو وہ جہان اِس دنیا کے سوا کوئی اور ہیں تو ایسے جہانوں کا فرض کر لینا ہم کو مضر نہیں، جیسا کہ شفاء الصدور میں اِس پر تصریح ہے، اور وہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

علاوہ جو چیز آیت کے اشارہ سے مذکور ہو وہ مسئلہ اعتقادیہ کی دلیل نہیں بن سکتی ہے، کیوں کہ مسائل اعتقادیہ نص قطعی سے ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ براہین سے منقول ہو چکا ہے۔

---

[1] عبارت تفسیر کبیر۔ ان اصحابنا قالوا کلمۃ لو تفید انتفاء الشئ لانتفاء غیرہ فقولہ ولو شاء ربك لاٰمن من فی الارض کلھم جمیعاً یقتضی انہ ما حصلت تلك المشیۃ وما حصل ایمان اھل الارض بالکلیۃ انتہیٰ۔

جواب تفصیلی میں ہے "سوم[3] شرح مواقف میں ہے، کہ سب متکلمین[1] نے وجود اور عالم کا مثل اِس عالم کے جائز رکھا ہے، اور ظاہر ہے کہ مثل اس عالم کے جب ہی ہو کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جملہ انبیاء علیہم السلام بھی داخل کئے جاویں ورنہ مثل نہ ہوگا۔ انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ یہ دلیل شرح مواقف سے مکذبین نے وہ پیش کی تھی، جس میں آیت کا اشارہ منصوص ہے، اور ظاہر ہے کہ اشارے مسائل اعتقادیہ کی دلیل نہیں بن سکتے۔ اور نیز یہ جہان فرضی اس دنیا کے سوا ہے اور ہماری کلام امتناع مثل کی اس دنیا میں ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے "چہارم[4] تفسیر کبیر میں آیت وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ کے نیچے لکھا ہے، اللہ تعالیٰ[2] کے نزدیک سوا واجب لذاتہ کے تمام اشیاء کے خزائن موجود ہیں۔" پس اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب لذاتہ جانتے ہیں تو آپ سے ہمارا خطاب نہیں، اور اگر سوا واجب لذاتہ کے سمجھتے ہیں تو یہ آیت آپ کو بھی شامل ہے، جس سے آپ کی مثل بلکہ امثال کا تحت قدرت داخل ہونا سمجھ میں آ گیا۔ اُن دلائل قطعیہ کا انکار ناممکن ہے، ہاں اگر آپ

---

[1] دلیل مکذبین عبارت شرح مواقف۔ جوز المتکلمون وجود عالم اٰخر مماثل لھذا العالم۔

[2] دلیل مکذبین عبارت تفسیر کبیر۔ وان من شیءٍ یتناول جمیع الاشیاء الا ما خصہ الدلیل وھو الموجود القدیم الواجب لذاتہ انتہیٰ۔

قرآن وحدیث کتب کلامیہ وتفسیر شرح مواقف وتفسیر کبیر وغیرہما اور سلف صالحین کے اقوال ودلائل عقلیہ کو غلط مانیں تو مناظرہ ہی ختم ہے، ہم اکابر اولیاء اللہ مثل حضرت یحییٰ منیری کے اقوال بھی پیش کر سکتے ہیں، لیکن نہ آپ دلائل عقلیہ کو سنیں نہ دلائل نقلیہ کو انتہی بلفظہ" ملخصاً

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ صاحب براہین نے مع حوارئین کے اپنے مدعا پر کوئی ایک بھی دلیل قطعی بیان نہیں کی ہے جیسا کہ دانش مند پر پوشیدہ نہیں ہے، لیکن اپنے مونہہ سے کہے جاتا کہ ہم دلائل قطعیہ قائم کر چکے ہیں، اور آپ دلائل عقلی ونقلی کو نہیں مانتے، ایسے لوگوں سے کیا بعید ہے جو حق تعالیٰ کے امکان کذب کے قائل اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت واقعی کے انکار پر مائل ہوں، اور علیٰ ہذا ان کا حال ہے جو آگے ظاہر ہو جاوے گا۔

تو فقیر قصوری کس حساب میں ہے، اور یہ اُن کا دعویٰ کہ مثل سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شے داخل قدرت ہے، سو غلط ہے، اس لئے کہ شے داخل قدرت اس کا نام ہے جس کو حق تعالیٰ چاہے، اور آپ کی مثل کو بحکم آیت و خاتم النبیین حق تعالیٰ نہیں چاہتا ہے، تو داخل قدرت نہ ہوئی جس کا بار بار اوپر ذکر آچکا ہے، اور یہ قاعدہ کلیہ کہ جس چیز سے مشیت متعلق ہوگی قدرت بھی اس سے تعلق پکڑے گی۔ مکذبین کے خام خیالات کی بیخ کنی کر رہا ہے وللہ الحمد۔

جواب تفصیلی میں ہے، اب ہم زیادہ طول دینا نہیں چاہتے۔ ارکان

ریاست حاضرین جلسہ اور دیگر اہل فہم جو تحقیق حق کے واسطے جمع ہیں یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری اس آخری عرض کو ذرا توجہ سے سنیں کہ مولوی صاحب قصوری نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جیسا اللہ تعالیٰ اپنی مثل پر قادر نہیں ہے ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پر بھی قادر نہیں ہے، وہ اس دعویٰ خلاف عقائد اہل سنت کو ثابت نہ کر سکے۔ اور ہم نے اس بات کو براہین عقلیہ ونقلیہ سے ثابت کر دیا کہ اللہ جل شانہٗ قادر مطلق آپ کی مثل پر قادر ہے، عاجز نہیں، جس کو بشرط فہم حاضرین سمجھ گئے ہونگے" انتہی بلفظہ"

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ ہم ہرگز یہ نہیں کہتے، کہ اللہ تعالےٰ اپنی مثل یا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل پر قادر نہیں، جس کا ذکر اُوپر صاف صاف آچکا ہے، بلکہ ہمارا یہ قول ہے کہ یہ ممتنعات اپنی عدم صلاحیت کی وجہ سے قدرت الٰہی کے نیچے داخل نہیں، اور قدرت ان سے متعلق نہیں ہے، اور اس مُدعا کو فقیر نے قرآن وحدیث وغیرہما دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے، جیسا کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں، اور یہ بھی بار بار گذرا ہے کہ امکان کذب کے قائل جو اس سے عجز قادر مطلق سمجھتے ہیں یہ اُن کا قصور فہمید اور فتور دید ہے، اور ان کی براہین جن کو ہمیشہ نقلی پر عقلی کو مقدم لکھتے ہیں ہر ہر کے ساتھ جواب اس کا لکھا گیا ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے" اب ہم ایک ایسا ثبوت اس مدعا کا پیش کرتے ہیں جس کو سب عوام خواص سمجھ جاویں گے، انکار کی گنجائش نہ

رہے گی۔ اگر ناحق کی پیروی نہ ہو تو قصوری صاحب بھی اس کو تسلیم کرلیں گے۔ ہاں جان بوجھ کر حق سے آنکھ بند کر لینے کا کچھ علاج نہیں ہے، سنیئے تفسیر کبیر میں آیت وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا کے نیچے صاف لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اگر چاہے تو ہر گاؤں میں مثل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈرانے والا بھیج دیوئے اور اللہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت کچھ نہیں ہے۔ تفسیر کبیر میں موجود ہے، یہ عبارت بعینہ دیکھ لیں، صدہا سال سے کسی نے علمائے دین سے اس میں انکار نہیں کیا ہے، گویا امت کا اجماع سکوتی ہے۔

ہاں تیرھویں صدی کے مبتدعین نے ہوائے نفسانی سے اختلاف کیا ہے، سو جن کو صراط مستقیم کی ہدایت ہے وہ اس عقیدہ عجز الٰہی اور وصف مختصہ میں شریک کرنے کو من جملہ وساوس شیطانی سمجھتے ہیں، اور جن پر اُن کا منتر چل گیا وہ مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ہم کو اور سب مسلمانوں کو خدا پناہ دیوے۔

اس کے بعد تفسیر کبیر میں یہ لکھا ہے، کہ کلمہ لَو اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ اللہ جل شانہٗ ایسا نہ کرے گا۔ یعنی اللہ جل شانہٗ کو قدرت تو ہے مگر ایسا کرے گا نہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز

عبارت تفسیر کبیر۔ لانها تدل على القدرة على ان يبعث فى كل قرية نذيرا مثل محمد صلى الله عليه وسلم وانه لاحاجة للحضرة الالهية بمحمد صلى الله عليه وسلم۔
آخری عبارت ۔ لو يدل على انه تعالىٰ لا يفعل ذلك فبالنظر الى الاول يحصل التاديب

کے واسطے، اس جگہ امام رازی لکھتے ہیں، کہ امر اول کی وجہ سے تادیب حاصل ہوتی ہے، اور باعتبار امر ثانی کے اعزاز ہے، اور اگر یوں کہیں جیسا کہ قصوری صاحب اور اُن کے ہم مذہب کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کی مثل پر قادر نہیں تو علاوہ نقص شان خداوندی کے جو نقص شان نبوی سے زیادہ بُرا ہے اس میں خدا تعالیٰ کی جانب سے کیا اعزاز ہوا، اعزاز اس میں ہے کہ عزت دینے والے کا اختیار باقی رہے، مگر اپنی مہربانی سے اس ایک کو مختص کر رکھا ہے، امام رازی اس کو اعزاز سمجھتے ہیں اور معترض اس کو تنقیص شان سمجھتا ہے، مبتدعین زمانہ پر افسوس ہے کہ خدا کا قدر نہیں سمجھتے، اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ اصل مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے سے فرق مراتب ہی ہے، مشرکین مکہ فرق مراتب نہ کرتے تھے، آپ نے اس فرق مراتب کو بیان کیا کہ اللہ جل شانہٗ کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں ہے، وہ وحدہٗ لا شریک ہے تمام ملائکہ اور انبیاء اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، کسی کی مجال نہیں کہ اس کے برخلاف دم مار سکے ؎

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم — بمانند کرو بیاں صم وبکم

وہ جو چاہے سو کرے کسی کو مجال نہیں کہ اُس سے پوچھے، اور جو اس کے سوا ہیں سب سے پوچھا جاوے گا۔ ایک دم میں رحمتی کو لعنتی کرے اور ایک لمحہ میں چاہے تو لعنتی کو رحمتی کرے ؎

وگر درد ہدیک صلائے کرم　　عزازیل گوید نصیبے برم

اس سے صاف ظاہر ہے کہ فرق مراتب الوہیت وعبودیت کا بیان عین ایمان ہے، اور آیت قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَھْلَکَنِیَ اللّٰہُ وَمَنْ مَّعِیَ اسی فرق کو بیان کرتی ہے، اور حدیث قدسی کہ اگر اول سے آخر تک اور انسان سے لے کر جن تک سب ایسے ہو جاؤ کہ تمہارا سب کا دل پرہیزگاری میں سب سے اعلیٰ مرتبہ کا ہو جاوے تو یہ امر میری بادشاہی میں کچھ بھی زیادہ نہیں کر سکتا اور اگر اول سے آخر تک اور انسان سے جن تک سب کے سب تم بدترین بندوں کی مانند ہو جاؤ، تو یہ امر میری بادشاہی میں کچھ کمی نہیں کر سکتا۔ اور نیز فرق مرتبہ الوہیت وعبدیت اور اظہارِ عظمت شان خداوندی میں اولیاء اللہ سے اس قسم کے اقوال منقول ہوئے ہیں، من جملہ اُن کے حضرت شیخ یحییٰ شرف الدین منیری کے مکتوب نمبر ۵۴ سے عبارت منقول ہو چکی ہے، حاجت تکرار نہیں، اور نیز مکتوب نمبر ۶۲ میں لکھتے ہیں، اگر چاہے ہزار ہزار کلیسا و بت خانہ کو کعبہ اور بیت المقدس بنا دے، اور ہزار ہزار عاصی و فاسق کو حبیب اللہ و خلیل اللہ خطاب دے اور کوئی سبب

حدیث قدسی۔ یا عبادی لو ان اولکم و آخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی اتقی قلب رجل واحد منکم ما زاد ذلک فی ملکی شیئا ولو ان اولکم و آخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص من ملکی شیئا ۱۲

درمیان نہ ہو، اور اگر چاہے ہزار ہزار کافر کو مومن کر دے، اور ہزار ہا مشرک بت پرست کو موحد بنا دے۔ اور کچھ مہلت نہ لگے۔ اور ہزار ہزار رحمتی کو لعنتی اور ہزار ہزار خراباتی کو مناجاتی، اور کسی کو طاقت چون و چرا نہ ہو۔ پس ایسے بیان فرق مراتب کا نام تنقیص شان ہے تو معاذ اللہ ایسے اولیاء کبار کی بھی تکفیر کی جاوے، پناہ بخدا۔

اے حضرت فرق مراتب اصل دین ہے ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔

اپنے مرتبہ سے بڑھانا ایسا ہی بُرا ہے جیسا گھٹانا۔ اللہ جل شانہٗ کا مرتبہ ورا الورا ہے، اس کے بعد سب سے افضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہی عقیدہ اہل حق کا ہے، خدا جس کو چاہے سیدھا راستہ دکھائے۔

جواب تفصیلی کا دوسرا جواب پورا ہوا۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ صاحب براہین مع حواریین کے عقلی[1] و نقلی دلائل جن سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کو قدرت کے نیچے داخل کرنے کا اثبات کیا تھا۔ سب کے سب نمبر وار باطل ہو چکے، اور آفتاب نیم روز کی طرح حق ظاہر ہو گیا جیسے ناظرین علمائے ربانیین پر پوشیدہ نہیں ہے

---

[1] یہ لوگ عقلی کو نقلی پر ہمیشہ مقدم کرتے ہیں ۱۲

اور یہ آخری دلیل جو حسب بیان مکذبین کے عام فہم اور جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ امام رازی نے آیت وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا کے نیچے تفسیر کبیر میں لکھا ہے، کہ اس میں دلالت ہے اِس پر کہ خدا قادر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ڈرانے والا ہر گاؤں میں بھیج دے اور تیز جواب اجمالی میں مکذبین کا یہ قول کہ تفسیر کبیر میں اس آیت کے نیچے امام نے کہا ہے، کہ اس میں دلالت ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کا خلاف اُس کی قدرت میں داخل ہے، اس لئے کہ لفظ لَوْ نے اِس پر دلالت کی ہے کہ حق تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ وہ اس پر قادر ہے، جس سے پایا گیا کہ خلاف معلوم الٰہی اس کی قدرت کے نیچے داخل ہے، انتہیٰ۔

اوّل اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ فرقان مکی میں ہے اور آیت وخاتم النبیین سورۂ احزاب مدنی میں ہے، پس مکی آیت کے احتمال کو مدنی آیت باطل کر دیتی ہے۔

دوم انہیں مکذبین نے جواب اجمالی میں امام رازی کی تفسیر کبیر اسی آیت کے معنی میں سے نقل کیا ہے، کہ کلمہ لَوْ دلیل ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا ہے، کہ ہر گاؤں میں ڈرانے والا بھیج دے، پس جب حسب بیان

عبارت تفسیر کبیر۔ دلت علی ان خلاف معلوم اللہ مقدور لہ لان کلمۃ لو دلت علی اند تعالیٰ ما شاء ان یبعث فی کل قریۃ نذیرا نعم اند تعالیٰ اخبر عن کونہ قادرا علی ذلک فدل ذلک علی ان خلاف معلوم اللہ مقدور لہ انتہیٰ

اسی تفسیر کبیر کے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں نہیں کہ ہر گاؤں میں نذیر بھیجے، تو معلوم ہوا کہ یہ امر قدرت میں بھی داخل نہیں۔ کیوں کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ میں بھی یہی تصریح ہے، جیسا کہ جلالین اور بیضاوی وغیرہما سے منقول ہو چکا ہے، پس منکرین کی ہی دلیل سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔

سوم یہ مثل صرف انذار یعنی ڈرانے میں ہے، اور ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت اور اولیت وغیرہ لوازم مخصوصہ ذات شریف میں امتناع مثل کے قائل ہیں، اور فقط نذارت جو تمام نبیوں میں بلکہ آپ کے خلفاء میں بھی موجود ہے اس میں امکان مثل سے کیا مضائقہ ہے، اور حضرت فرقان میں بحق سرور خاتم صلی اللہ علیہ وسلم فرمان ہے کہ آپ تمام جہانوں کے نذیر ہیں۔ پس اس خاص فضیلت میں مع دیگر فضائل مختصہ کے امکان نذیر لا محالہ محال ہے۔

چہارم۔ یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کا مخالف قدرت کے نیچے داخل ہے، امام رازی نے اپنی طرف سے ذکر نہیں کیا ہے، جیسا کہ اس کے اوپر لفظ قَالُوْا موجود ہے، جس کو مکذبین نے تحریف کے طور پر عبارت منقولہ جواب اجمالی کے ابتدا سے اُڑا دیا ہے، تفسیر کبیر مطبوعہ مصر کے چھٹی جلد کے صفحہ ۴۹۶ کی سطر ۱۱ میں دیکھ لو، کہ اس لفظ کو مکذبین ہضم کر گئے، ورنہ امام رازی کا مختار مع دیگر اہل سنت کے اِس کا خلاف ہے، یعنی معلوم الٰہی کا خلاف محال غیر مقدور ہے، چنانچہ بھی امام رازی اسی تفسیر کبیر آیت ھَلْ

يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ کے نیچے لکھتے ہیں:۔

"لیکن[1] ہمارے قول پر وہ محمول ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حکم کر دیا اور اس کا وقوع معلوم کر لیا۔ اگر چہ اس پر حکم نہ کرتا۔ اور وقوع معلوم نہ ہوتا تو وہ محال غیر مقدور کہلاتا"

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا خلاف قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے تیسری جلد کے صفحہ ۳۶۵ میں دیکھو، اور تفسیر نیشاپوری[2] میں اسی آیت کے نیچے لکھا ہے کہ "بیشک خلاف معلوم الٰہی قدرت کے نیچے داخل نہیں اشاعرہ کے نزدیک" اھ ترجمۃً۔ پس یہ بڑے زور شور کی آخری دلیل بھی جس پر زبانی اجماع کا ادعا تھا اوپر کی دلائل کی طرح نیست و نابود ہو گئی۔ اس پر خدا بہتا کا شکر ہے، اور ہمارا مدعا باحسن وجوہ ثابت ہوا اور یہ بھی متحقق ہوا کہ کفار کی بخشش اور نیکوکاروں کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا قدرت الٰہی میں داخل نہیں کہ خلاف معلوم الٰہی ہے، اور خلاف وعدہ بھی ہے، اس کے سمجھنے میں تصور نہ کر کہ یہ عام فہم بات ہے، مکذبین سے عجب در عجب یہ ہے، کہ وہ لفظ لَوْ کے معنی میں غور نہیں کرتے، اور اپنے مدعا

---

[1] عبارت تفسیر کبیر۔ واما علی قولنا فهو محمول علی ان الله تعالی قضی بذلك وعلم وقوعه ولو لم یقض بذلك ولم یعلم وقوعه كان ذلك محالا غیر مقدور لان خلاف علمه تعالی غیر مقدور انتهی۔

[2] عبارت تفسیر نیشاپوری۔ وهل قضی بذلك وعلم وقوعه لا فان خلاف معلوم الله تعالی غیر مقدور وهذا عند الاشاعرة انتهی بالفاظه۔

کے صریح مخالف سے استدلال کرتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اُن کی اس استدلال کی رد سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت کے محو پر بھی استدلال کریں۔ آیت وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ الآیۃ یعنی اگر ہم چاہتے تو جو چیز ہم نے تیری طرف وحی کی ہے، یعنی قرآن کو محو کر دیتے، مگر رحمت تیرے رب کی۔ یہ استثنا منقطع ہے، جس کے معنی یہ ہیں۔ مگر ہم نہیں چاہتے محو قرآن کو تیرے رب کی رحمت کی رُو سے یہ تفسیر معالم[1] وغیرہ میں ہے، پس جیسا کہ محو قرآن جو صفت الٰہی ہے قدرت کے نیچے داخل نہیں ہے، ویسا ہی آپ کی مثل کا حال ہے، اور بارہا معلوم ہو چکا ہے کہ ممتنعات کے قدرت کے نیچے داخل نہ ہونے سے ہرگز عجز لازم نہیں ہوتی، بلکہ وہ ممتنعات کی عدم صلاحیت کی وجہ سے ہے، اور حضرت یحییٰ منیری کے مکتوبات کی نقل کا جواب اوپر گذرا ہے، اور یہ بھی کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے امکان کذب کا ابطال کیا ہے اس کے مکرر ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے، اور قرآن مجید اور حدیثوں میں جو کلمات فارقہ الوہیت و عبودیت کے ہیں باوصفیکہ اکثر وہ بفرض محال ہیں، وہ حق تعالیٰ اور اُس کے حبیب کے درمیان اسرار ہیں، لوگوں کو شرعاً اجازت نہیں کہ ان الفاظ پر جرأت کریں کہ یہ ضرور بے ادبی ہے۔

حاصل الکلام اس خراب اور ابتر زمانہ میں مسئلہ امکان نظیر حضرت

---

[1] عبارت تفسیر معالم۔ هذا استثناء منقطع معناه ولكن لا نشاء ذلك رحمة من ربك

بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وسلم جس سے امکان کذب باری تعالیٰ لازم آتا ہے اس کا ظاہر کرنا دین متین کی بیخ کنی ہے۔ نام کے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا تم نہیں دیکھتے کہ دشمنانِ دین قوم نصاریٰ سے قرآن اور حضرت سید مرسلان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کیا کچھ بکواس کر رہے ہیں، اور اپنی کتابوں میں لکھ کر مشتہر کر رہے ہیں، اور پچھلے دنوں میں ایک آریہ نے اپنی تکذیب براہین احمدیہ میں کس قدر باری تعالیٰ کی توہین اور قرآن مبین کی اہانت اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصاً اور تمام انبیاء کی عموماً سخت استخفاف کر کے اُس کو مکرر چھپوایا ہے، پس اگر ایسے دشمنانِ دین سے براہین قاطعہ کے ایسے مضامین دیکھ لیں تو اِن کو کس قدر مدد مل جائے گی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پس شرعاً فرض اور واجب ہے کہ ہم دل سے اعتقاد کریں اور زبان سے اقرار اور قلموں سے لکھیں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ جیسا کہ صفات کمال سے موصوف ہے ویسا ہی سمات نقص اور زوال اور کذب اور اُس کے امکان کے اقسام سے پاک ہے، اور ممکن ہی نہیں کہ وہ پاک ذات فرماں برداروں اور بے گناہوں کو عذاب کرے، اور کافروں ومنافقوں کو بخش دے کہ یہ اس کی شان اور کمال کے برخلاف ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ باری تعالیٰ کے حبیب قریب ہیں، ویسا ہی بے نظیر اور بے مانند ہیں۔ اور نقائص وغیرہ کا اس کی قدرت میں داخل نہ ہونا ہرگز ہرگز اس کے عجز کو لازم نہیں پکڑتا بلکہ فی الحقیقت یہ اس کی کمال نزاہت اور جمال تقدیس ہے۔

اس کے سوا کوئی حاکم نہیں، اور جو چاہے کرتا ہے۔

دوسرے جواب تفصیلی کا جواب الجواب ختم ہوا، اور بخوبی ظاہر ہوا کہ صاحب براہین مع حوارین وساوس شیاطین میں گرفتار ہیں۔ اب تیسرے اعتراض اور اس کے جواب الجواب کو قول قول کر کے لکھتا ہوں، تاکہ ہر واحد کو اوّل سے آخر تک نقل کر کے پھر ایسا ہی کرنے سے بہت طول ہو جائے گا۔

اعتراض سوئم

"جناب رسالت مآبؐ ہمارے بڑے بھائی ہیں"

(دیوبندی مکتبِ فکر!)

پس یہ تیسرا اعتراض ہے، انوار ساطعہ میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے والے پر طعن کیا ہے، کہ اس میں ایہام دعویٰ برابری حضرت فخر الانبیاء کے ساتھ ہے، معاذ اللہ منہا براہین قاطعہ کے صفحہ (۳) میں اس کا جواب یہ لکھا ہے۔

کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کے تقرب و شرف کمالات میں کسی کو مماثل آپ کا نہیں جانتا، البتہ نفس بشریت میں مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہیں کہ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور بعد اس کے یُوْحٰٓی اِلَیَّ کی قید سے پھر وہی شرف تقرب کو بعد مماثلت بشریت کے ثابت فرما دیا۔

پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہہ دیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے اور خود فخر عالم نے بھی فرمایا وددت انی قد رأیت اخوانی الحدیث

پس اخوت بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہنا اور یہی وجہ قائل کی ہے موافق قرآن وحدیث کے ہو اس پر طعن کرنا قرآن وحدیث پر طعن کرنا ہے الخ نفس بشریت میں اور اولاد آدمؑ ہونے میں مساوات بنص قرآن ثابت ہے الخ انتہیٰ بلفظہ

فقیر کو اس میں دو طرح سے اعتراض ہے، پہلا یہ کہ مولوی اسمٰعیل نے جو تقویۃ الایمان کے صفحہ (۶۰) میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشمول تمام اولیاء، انبیاء کے بندے عاجز اور بڑے بھائی لکھا ہے، اور نیز صفحہ (۲۴) میں انبیاء کی بڑائی صرف اللہ کی راہ بتانے کی لکھ کر پھر کہا ہے اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم میں تصرف کرنے کی کچھ قدرت دی ہو الی قولہ ان باتوں میں سب بندے چھوٹے اور بڑے برابر ہیں عاجز بے اختیار اور اسی طرح کچھ اس بات میں بھی ان کو بھی بڑائی نہیں ہے کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی ہے الی قولہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان انتہیٰ بلفظہ"۔

اب صریح ثابت ہے کہ تقویۃ الایمان والے نے انبیاء کو بندے عاجز بے اختیار و نادان لکھ کر سب بنی آدم کو ان سے برابر قرار دے دیا ہے تو اس کا جواب علمائے اہل سنت نے بخوبی دیا ہے، اور فقیر نے بھی اپنے محل پر اس کا رد لکھا ہے، اور اس جگہ اتنا ہی لکھنا ضروری ہے کہ براہین قاطعہ والے نے جو اس کی توجیہ یہ تحریر کی ہے کہ بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی

کہا، اور تقرب و شرف کمالات میں کسی کو آپ کا مماثل نہیں جانتا الخ محض حق پوشی اور توجیہہ ہے جو قائل کو پسند نہیں ہے، تو اس کا جواب صاحب براہین مع حواریین نے جواب تفصیلی میں یوں دیا ہے کہ مولوی قصوری نے مولوی اسمٰعیل صاحب کو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب الی اللہ و شرف کمالات کا غیر قائل بنا کر لکھا ہے کہ وہ آپ کو مثل عوام مومنین کے سمجھتا ہے اور عوام کے برابر کرتا ہے، تو جب نشان صفحہ (۲۴ و ۶۰) سے دیکھا تو مولوی اسمٰعیل صاحب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے، ترجمہ آیت کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں کہہ نہیں اختیار رکھتا میں اپنی جان کے کچھ نفع و نقصان کا مگر جو کچھ کہ چاہے اللہ، اور اگر جانتا میں غیب تو بہت سی لے لیتا بھلائی اور نہ چھوتی مجھ کو کچھ برائی، میں تو فقط ڈرانے والا ہوں اور خوش خبری سنانے والا اُن لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

ف یعنی سب انبیاء و اولیاء کے سردار آپ تھے، لوگوں نے انہیں سے بڑے بڑے معجزے دیکھے اور اسرار کی باتیں سُنیں، بزرگوں کو اُن کی پیروی سے بزرگی حاصل ہوئی، تو انہیں کو اللہ صاحب نے فرمایا کہ اپنا حال لوگوں کے آگے صاف بیان کر دیں۔ یہ عبارت بقدر حاجت تقویۃ الایمان سے منقول ہوئی ہے، بعد اس کے مولوی اسمٰعیل صاحب نے حسب آیت قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ الخ تحریر فرمایا۔ جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے، کہ قدرت تامہ نفع و ضرر و علم محیط کل اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس قسم کی قدرت و علم کے نہ ہونے میں سب بندے بڑے و چھوٹے برابر ہیں، عاجز

اور بے اختیار بے خبر اور نادان، سو جیسے سب لوگ کبھی کچھ بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں سو کبھی درست ہو جاتی ہے، اور کبھی چوک، اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل اور قرینہ سے کہتے ہیں تو اس میں بھی کبھی درستی ہو جاتی ہے کبھی چوک، ہاں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یا الہام ہے، سو اس کی بات نرالی[۱] ہے، انتہیٰ ملخصاً۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ مولوی قصوری کا یہ الزام کہ مولوی اسمٰعیل نے تمام انبیاء و اولیاء کو عوام کے برابر کر دیا۔ عاجز بے اختیار نادان بنا دیا جس سے ظاہر ہے کہ تقرب الی اللہ و شرف کمالات آن حضرتؐ مولوی اسمٰعیل معتقد نہیں، پس جواب بندہ خلیل احمد کا جس میں تقرب الی اللہ و شرف کمالات کا اثبات ہے مولوی اسمٰعیل کے مطابق نہ ہوا، اور اس کو خود مولوی صاحب مذکور پسند نہیں کرتے خلاف ہے کہ اسی صفحہ کے ابتدا میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے آپ کے شرف کمالات کا اقرار کیا ہے، مگر اُن کی عقل یا قرینہ میں

---

۱ اور اس صفحہ جواب تفصیلی کے حاشیہ پر مکذبین نے واقعہ تابیر نخل کا کہ اول آپ نے منع فرمایا بعدہٗ جب ثمر میں نقصان ہوا تو آپ نے فرمایا کہ دینی امر میں جو کچھ کہوں اُس کو مانو، وہ ٹھیک ہوتا ہے مگر جو کچھ اپنے عقل سے دنیاوی امور کی نسبت کہوں، اُس کا ٹھیک ہونا ضروری نہیں، اپنے امور دنیا میں تم مجھ سے زیادہ واقف ہو انتہیٰ جو لکھا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول اس میں مکذبین نے حدیث مسلم میں لفظ بڑھا کر ترجمہ کیا ہے، دوم فی الواقع آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے تمام کام دنیا و آخرت میں دانا تر ہیں، شیخ محدث دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اس پر تصریح کی ہے اسی حدیث کے نیچے ۱۲ منہ عفی عنہ

بقول چوک لکھی ہے، اور وحی یا الہام کی بات نرالی ہے، اور نیز کتاب
صراط مستقیم میں آپ کے شرف کمالات شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہیں
جس کو قصوری صاحب نے بھی دیکھا ہے، پس اس کا مولوی اسمٰعیل
کو منکر شرف کمالات کہنا اور مجھ پر طعن حق پوشی وغیرہ کا کرنا خلاف
دیانت ہے، بلکہ یہ طعن ان پر عائد ہوا، والحمد للہ علی ذلک،
یہ خلاصہ جواب تفصیلی کا ہے۔

فقیر کان اللہ لہ اس کے جواب میں کہتا ہے، کہ میں نے یہ کب دعوٰی کیا
ہے کہ مولوی اسمٰعیل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور کمالات کا
بالکل غیر معتقد ہے، جیسا کہ عبارت اعتراض سے ظاہر ہے، میں نے اس کے
کلام سے یہ ظاہر کیا تھا۔ کہ اس کی نفس بشریت سے برابری اور آدمی ہونے
میں برادری نبیوں کے ساتھ مراد نہیں ہے، جیسا کہ براہین والے نے تاویل
کی ہے، بلکہ اس کی عبارت میں صریح درج ہے کہ نبیوں کی عظمت صرف بیان
راہ حق کی ہے، اور یہ عظمت اُن کے لئے نہیں کہ خدا نے اُن کو دنیا میں کچھ
تصرف کی قدرت دی ہو، پس سب آدمی اعلیٰ عاجز بے اختیار ہیں، اور ایسا
ہی علم غیب میں سب چھوٹے بڑے بے خبر جاہل ہیں، براہین والے اور اس
کے حوارین نے بھی مان لیا ہے کہ یہ مضمون تقویۃ الایمان میں موجود ہے
جس سے فقیر کا مدعا ثابت ہو گیا، اور منکرین کی تطویل لاطائل ہو گئی، پھر
سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ قدرت تصرف سے انکار اور غیب ذاتی
میں بے خبری اور نادانی کا اقرار قطع نظر اس سے کہ قرآن و حدیث کے

بالکل برخلاف ہے، مولوی اسمٰعیل کے چچا اور استاذ اور دادا مرشد صاحب
تفسیر عزیزی کے ارشادوں کے بھی صریح مخالف ہے، چناں چہ اس تفسیر
میں آیت، وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ کے نیچے تحریر ہے کہ
ہم[1] نے بلا واسطہ جبریل تجھ کو بہت معجزے عطا کئے ہیں جیسے
ستون کا نالہ کرنا، درختوں نے آپ کے حکم کو قبول فرمانا اور
اونٹوں اور ہرنوں کا آپ کے پاس شکایت کرنا، پتھروں اور
پہاڑوں کا آپ کو سلام کرنا، علماء یہود وغیرہ کے سوالات کا
جواب دینا اور سوائے اس الخ

پھر اسی تفسیر میں جمادات اور حیوانات کے روح مجرد کے مسئلہ میں فرماتے
ہیں کہ:۔ درخت[2] اور پتھر اور حیوانات نبیوں سے اور اُن کے فرمانے
سے کلام کرتے تھے، اور اقرار شہادت اور اُن کے حکموں کی بھی
فرماں برداری کرتے تھے، حضرات انبیاء سے متواتر کے طور پر
یہ بات منقول ہے الخ پھر آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی،

---

[1] عبارات تفسیر فتح العزیز، ما بلا واسطہ جبریل بر تو معجزات بسیار نازل کردہ ایم مثل نالہ ستون و اجابت
درختاں دعوت ترا و شکایت شتران و آہوان و سلام کردن سنگہا، و کوہ ہا بر تو و جواب سوالات
احبار یہود وغیر ذلک الخ [2] کہ اشجار و احجار و حیوانات با انبیاء و بفرمودہ انبیاء تکلم
و نطق و ادائے شہادت و اجابت داشتن اوامر نمودہ و قدر متواتر از حضرات انبیاء
علیہم السلام منقول و مروی شدہ الخ

کے نیچے لکھتے ہیں کہ:۔

قیامت[۲] کے دن آپ کو مرتبہ وسیلہ پر شرف کریں گے اور یہ مرتبہ بہت ہی اونچا ہے کسی کو بھی مخلوقات سے نہیں ملا اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ آپ اُس دن درگاہ الٰہی میں بمنزلہ وزیر کے بادشاہ کے ہوں گے۔

اور آیت اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ کے نیچے لکھا ہے آپ[۳] کے کمال کا مرتبہ جو خاتمیت ہے۔ کسی کو بھی حاصل نہیں کیا اچھا کہا ہے کہنے والے نے کہ اے محبوب خدا اور اے سرور بنی آدم آپ کے طفیل ہی چاند کو نور ملا الغرض حق تعالیٰ کے بعد آپ سب سے برتر ہیں پھر آیت عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا کے نیچے نبیوں کا غیب پر اظہار اور غلبہ ثابت کیا ہے۔ اور آیت وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا کے نیچے فرمایا ہے اور تمہارا[۵] پیغمبر تم پر گواہ ہوگا اس لیے کہ وہ نور نبوت سے اپنی اُمت کے ہر فرد کے درجہ دین داری پر خبردار ہے اور ہر شخص کی حقیقت ایمان اور ترقی کے حجاب کو جانتا ہے۔

---

[۲] در روز قیامت ایشان را بمرتبہ وسیلہ شرف سازند و آں مرتبہ ایست نہایت بلند کہ کسے را از مخلوقات میسر نشدہ و حقیقت آں آنست کہ ایشاں دراں روز از جناب خداوندی بمنزلہ وزیر از بادشاہ باشند انتہی۔ [۳] مرتبہ کمال او کہ خاتمیت است ہیچ کس را حاصل نیست

[۵] یعنی و باشد رسول بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود

پس پیغمبر تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجوں اور نیک و بد عملوں اور تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتا ہے الخ

یہ تفسیر عزیزی کی عبارتوں کا ترجمہ ہے۔ پس جو دانش مند ان باتوں کا تقویۃ الایمان کے اوپر کے خرافاتوں کے ساتھ مقابلہ کرے گا سچی شہادت دے گا۔ کہ مولوی اسمٰعیل کی یہ باتیں صاف جھوٹ ہیں۔ اور یقیناً براہین والا اور اُس کے حواریین صریح گمراہی میں ہیں پناہ بخدا۔

تیسرے اعتراض کی پہلی وجہ کی صحت کے اظہار کے بعد ہم اُس کی دوسری وجہ بیان کرتے ہیں اور حق تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ براہین والے نے جو آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کی سند سے جملہ بنی آدم کو نفس بشریت میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مماثل و برابر لکھ دیا ہے یہ محض غلط اور سخت بے ادبی ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں تو بیس جگہ حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ کفار نبیوں سے بشریت میں برابری کا دعویٰ کرتے اور ایسا کہا کرتے تھے۔ کہ مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ تو اُن کے جواب میں اُن کی سمجھ کے موافق انبیاء بھی یہی جواب دیتے تھے جو قرآن میں ہے کہ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ سو یہ نبیوں کا فرمانا بطریق تسلیم و تواضع کے تھا۔ علیٰ ہذا القیاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فرمایا کہ بطور تواضع کے کہہ دو کہ میں تمہارے جیسا آدمی ہی ہوں چنانچہ تفسیر کبیر و نیشاپوری وغیرہما میں اس پر تصریح موجود ہے۔ تو اس کلام متواضعانہ

کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است۔ پس او می شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص

کو بشریت میں برابری کے نفس بیان کرنا اور جملہ بنی آدم کے شمول میں کفار چوہڑے چمار، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت میں برابر کہنا اور اس پر طعن کرنے والے کو قرآن پر طعن کرنے والا بنانا شرع اسلام کے سراسر مخالف ہے، اور بشریت میں انبیاء کے ساتھ برابری کا دعویٰ بحکم آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا اور آیت اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اور ایسی کئی آیتوں کے حکم سے محض جھوٹ ہے جس کا ذکر تفسیر کبیر و نیشاپوری و ابو السعود و بیضاوی وغیرہا میں موجود ہے جس سے بخوبی ثابت ہے کہ جملہ بنی آدم کو بشریت میں فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثل و مساوی کہنے والا صریح احکام قرآنی کے برخلاف ہے، پھر قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کو یُوْحٰۤى اِلَیَّ سے علیحدہ کر کے نفس بشریت میں مساوات ثابت کرنی دوسری غلطی ہے، کیوں کہ آپ کو تمام عالم ارواح میں شرف نبوت حاصل تھی، مواہب لدنیہ وغیرہ میں جامع ترمذی سے اس بارہ میں حدیث روایت کی ہے جس کو بہت سے محدثین نے صحیح کہا ہے، پھر بشر کے لفظ سے برادری اور برابری کا اثبات تیسری غلطی ہے، کیوں کہ بشر باپ بھی ہوتا ہے، اور آپ بحکم آیت وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ اور بمقتضائے حدیث اَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهٖ کے تمام امت کے باپ ہیں، شفقت اور رحمت میں جیسا کہ تفسیر کبیر و فتح العزیز وغیرہما میں اس پر تصریح ہے، پھر اپنے مطلب کے اثبات کے واسطے صحیح حدیث و ددت انا قد رأینا

اخواننا کے الفاظ کو انی قد رأیت اخوانی سے تحریف کر دیا ہے، دیکھو مشکوٰۃ اور صحیح مسلم اور مجمع البحار کے دونوں مقام و دمیں یہ چوتھی غلطی ہے اس کے جواب میں صاحب براہین مع حواریین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں۔ کہ

مولانا قصوری صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو آں حضرت[۱] کے مماثل نفس بشریت میں لکھنا روا نہیں، اور جس کا قرآن میں ذکر ہوا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق تسلیم و تواضع اپنے آپ کو مماثل فرمایا۔ مولینا قصوری نے ایسا اعتراض کیا جس سے خود خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام قبائح کا لگایا آپ کی کلام کے معنی یہ ہوئے کہ باعتبار واقع کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفس بشریت میں کوئی مماثل نہیں اور نہ آپ کسی کے بشریت میں مماثل ہیں، مگر حق تعالیٰ نے خلاف واقع و نفس الامر کے حکم دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار سے کہہ دے، کہ میں بھی بشر ہوں مثل تمہاری، اور یہ کہنا تواضع تھا۔ اس پر لازم آیا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو جھوٹ پر مجبور کیا پناہ بخدا۔ اور توجیہہ تسلیم و تواضع کے خلاف نص وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ کے ہے، پس یہ معنی جو آپ نے گھڑے ہیں اس سے کس قدر قبائح اور شنائع پیدا ہوئی۔ اول حق تعالیٰ نے برخلاف شان الوہیت و نص اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ کے اپنے

---

[۱] اس جگہ غصہ میں آ کر مکذبین نے آن حضرت ؐ کے پیچھے درود نہیں لکھا۔ فقیر نے ترجمہ عربی میں اپنی طرف سے درود لکھا ہے، اللّٰھم تقبل منا آمین ۱۲ منہ عفی عنہ

حبیب کو جھوٹ بولنے کا حکم فرمایا۔ ثانیاً برخلاف آیت وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کفار کے واسطے تواضع کا حکم فرمایا۔ ثالثاً خلاف واقعہ مماثلت کفار میں فخرِ عالم کی توہین وتذلیل فرمائی۔ صاحبان انصاف غور فرمادیں کہ ان معنی مخترعہ کی وجہ سے قصوری صاحب نے شان الٰہی ورسالت پناہی میں کس قدر بے ادبی کی، اور شرع اسلام سے تخالف کیا۔ باقی تفسیر کبیر ونیشاپوری کا حوالہ سو ایسے مہمل معنے جن سے تنقیص شان الٰہی واہانت رسالت پناہی ہو، کیا کوئی مفسّر بیان کرسکتا ہے۔

اب ہم منشاءِ غلطی سے مطلع کرتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ نے جب کبھی دعویٰ رسالت وعلوم نبوت ومدارج قرب کا کیا۔ تو کفار نے اس خیال سے کہ کمال تقرب الٰہی فرشتوں کو ہوتا ہے بشر کو نہیں بطریق حصر کے یہ کہا مَآ اَنْتُمْ الآیۃ یعنی نہیں تم مگر ہم جیسے بشر اس کے جواب میں جو انبیاء علیہم السلام نے فرمایا اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اس پر یہ اعتراض آیا کہ انبیاء نے ایسی کلام بطور حصر جواب میں کیوں فرمائی جس سے ظاہر ہے کہ ہاں ہم بشر مثل تمہاری ہیں، اور دوسرا وصف ہم میں نہیں۔ اسی طرح حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے قضیہ پیش آیا تو اس اشکال کے جواب میں مفسرین نے بلکہ صاحب مختصر معانی وغیرہ نے بیان کیا

ل؎ اس جگہ مکذبین چونکہ سخت مبہوت ہو گئے ہیں، درود شریف بھی بھول گئے ہیں ۱۲ منہ

ہے کہ یہ حصر علی سبیل التسلیم وارخاء عنان الخصم ہے اور اس استدلال کو مجارات الخصم کہتے ہیں، کہ اس کی بات کو اوّلاً تسلیم کرکے کلام آئندہ سے اس کو جواب معقول دیں، یہ کلام مفسرین کا بہ نسبت الفاظ حصر یعنی نفی استثناء کی نسبت تھا، جس کو معترض نے جملہ نَحْنُ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی اسناد کی نسبت سمجھ کر لفظ تسلیم کے ساتھ لفظ تواضع بڑھا کر مضمون کلام الٰہی تحریف کرڈالا انتہیٰ قولہ۔ اور یہ جو قصوری صاحب فرماتے ہیں کہ بحکم آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا اور آیت اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ بشریت میں انبیاء کے ساتھ برابری اور مماثلت کا دعویٰ کرنے والا صریح احکام قرآنی کے برخلاف ہے، اور حوالہ تفسیر کبیر وغیرہ کی طرف کیا ہے مولانا قصوری بڑی بڑی کتابوں کے آپ نے نام تو لکھ دیئے تاکہ کوئی جانے کہ یہ دیکھی ہیں، سلمنا اگر فہم مطلب سمجھنے کے قابل ہو اِن آیات کا مضمون فقط اتنا ہے کہ کمالات تقرب میں انبیاء تمام عالم سے برگزیدہ ہیں، یہ مضمون ہمارے مدعا شارکت تمام بنی آدم نفس بشریت متناقض نہیں، تناقض کے واسطے وحدات ثمانیہ میں اتحاد شرط ہے، ذرا ایساغوجی کو آپ ملاحظہ فرمائیں آپ کا حوالہ بوجہ عدم فہم مضامین تفسیر کے غیر مسموع ہیں، ایک قول کسی مفسّر کا مصرح اپنے دعویٰ کے مطابق ہم کو دکھا دیں۔"

یہ لفظ بلفظ اختصار سے عبارت ہے جواب تفصیلی کی۔

فقیر کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے، کہ اوپر سے صاحب براہین اور اس کے حواریین کی عادت معلوم ہو چکی ہے، کہ جب ان سے کچھ بھی جواب بن نہیں پڑتا، تو ریتی کی طرف مائل نہیں ہوتے، بلکہ سخت گمراہی پر گھائل ہو کر فرط غضب سے کلام کو کہیں سے کہیں کو کھینچتے لئے جاتے ہیں، جیسا کہ فقیر کے استدلال آیت فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین میں وعید کو امکان کذب پر لگا کر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء لہم الاکرام کو بھی اس میں داخل کر دیا تھا۔ ویسا ہی اس جگہ تواضع کے لفظ سے اللہ تعالیٰ کا جھوٹ پر مجبور کرنا اور آیت واغلظ علیہم کی مخالفت اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور زیادتی لفظ تواضع کو فقیر حقیر کی بناوٹ و دیگر زبان درازی سے جواب تفصیلی میں نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے

سو اب فقیر بعون قدیر مفسرین اور محدثین کی تصریح سے اپنا مدعا ثابت کر دکھاتا ہے، امام رازی کی عبارت تفسیر کبیر کا ترجمہ یہ ہے:۔

"جان لو کہ حق تعالیٰ نے جب اپنی کلام پاک کا کمال بیان فرمایا، تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو امر کیا، کہ تواضع کا راستہ چلیں، پس کہا کہ کہہ دو میں تمہارے جیسا آدمی ہی ہوں، میری طرف وحی آتی ہے یعنی مابین ہمارے تمہارے کسی صفت میں فرق نہیں، مگر حق تعالیٰ نے میری طرف پیغام بھیجا ہے کہ وہی معبود بحق یگانہ بے نیاز ہے" اھ

عبارت تفسیر کبیر۔ واعلم ان اللہ تعالیٰ لما بیّن کمال کلام اللہ تعالیٰ امر محمداً صلی اللہ علیہ وسلم بان یسلک طریقۃ التواضع فقال قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ ای لا امتیاز بینی وبینکم فی شیء من الصفات الا ان اللہ تعالیٰ اوحی الیّ انہ لا الٰہ الا اللہ الواحد الصمد انتہی ۱۲

اور ایسا ہی تفسیر نیشاپوری میں مذکور ہے، اور تفسیر خازن میں اسی آیت کے نیچے لکھا ہے کہ:۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع کی تعلیم کی، تاکہ لوگوں پر افتخار نہ کریں، پس امر کیا کہ اقرار کریں کہ میں آدمی تمہارے جیسا ہوں مگر یہ امر الٰہی سے مخصوص ہوں الخ

اور ایسا ہی معالم التنزیل میں ہے اور یہ جو حدیث مشکوٰۃ میں آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے جواب میں جب انہوں نے اونٹ کو دیکھا، کہ اس نے آپ کو سجدہ کیا ہے تو ہم بھی آپ کو سجدہ کریں، فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔ محدث دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اپنے بھائی سے آپ نے اپنے نفس شریف کو مراد رکھا ہے تواضع کی رو سے، اور تنبیہ کرتے کو کہ میں بھی ان کی مانند آدمی ہوں جن کو سجدہ روا نہیں ہے اھ

عبارت تفسیر خازن۔ قال ابن عباس رضی اللہ عنہما علم اللہ تعالیٰ رسولہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم التواضع لئلا یزھی علی خلقہ فامرہ ان یقر فیقول انا آدمی مثلکم الا انی خصصت بالوحی الخ۔ عبارت مشکوٰۃ۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی جواب اصحابہ لما ارادوا ان یسجدوا لہ علیہ السلام بعد رؤیۃ سجدۃ الابل لہ صلی اللہ علیہ وسلم اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم۔ فقد قال المحدث الدہلوی فی شرحہ یرید نفسہ الکریمۃ تواضعاً وتنبیہاً علی انہ بشر مثلہم فی عدم جواز السجدۃ والعبادۃ

اور مجمع بحار الانوار میں بھی لکھا ہے کہ آپ نے اس لفظ بھائی سے اپنے
آپ کو مراد رکھا ہے کسر نفسی اور تواضع کی رو سے اھ۔

اگر ان تصریحات سے قطع نظر کریں تاہم لفظ مثل کا آواز بلند سے بتا
رہا ہے کہ یہ تواضع پر محمول ہے نہ حقیقت پر، کیوں کہ حقیقتاً مثل نام ہے
سب صفتوں میں مانند کا، چنانچہ امام رازی نے مثل کی تفسیر کی ہے، کہ
ہمارے تمہارے درمیان کسی صفت میں امتیاز نہیں، اور اس میں شک
نہیں کہ کوئی خدا کے مقبولوں سے بھی سب صفتوں میں آپ کے برابر اور مانند
نہیں ہے، جیسا کہ اپنے مقام پر محقق ہو چکا ہے، پس ثابت ہوا کہ آیت قُلْ
اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ قرآن مجید کی دلالت اور مفسرین و محدثین کی صراحت
سے تواضع پر ہی محمول ہے، اور لفظ تواضع کا فقیر نے اپنی طرف سے ہرگز نہیں
لکھا، مکذبین کا خام خیال ہے، صاحب براہین اور اس کے حواریین کے جہل
مرکب پر سخت افسوس ہے کہ دینی کتابوں کی صریح باتوں پر نظر نہیں کرتے
غور سے سمجھنا تو بجائے خود رہا، اس نفسانیت اور رعونت سے پناہ بخدا۔

الغرض اس آیت کے تواضع پر حمل کرنے سے جو طعن مکذبین نے فقیر
پر کئے تھے وہ قرآن مبین اور مفسرین و محدثین پر عائد ہو گئے ؎

زباں بریدہ بکنجے نشستہ صمٌّ و بکم!
بہ از کسے کہ زبانش نباشد اندر حکم!

عبارت مجمع بحار الانوار۔ و اکرموا اخاکم اراد نفسه صلی اللہ علیہ وسلم ھضماً لنفسه ای اکرموا من هو بشر مثلکم لما اکرمه اللہ تعالیٰ بالوحی انتہٰی ۱۲

پہلے دعوٰی کے اثبات میں جو مکذبین نے لکھا تھا کہ ایک قول کسی مفسر
کا صریح اپنے دعوٰی کے مطابق ہم کو دکھا دیں، فقیر نے صاف صاف چار قول
مفسرین کے اور دو قول محدثین کے اور دلالت قرآن مجید پیش کر دی، تو اب
دوسرے دعوٰی کا ثبوت لیجیے کہ تفسیر کبیر میں آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ
وَنُوْحًا کے نیچے لکھتے ہیں۔ کہ:۔

دوسری[1] وجہ معنی آیت کے یہ ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو صفات
ناپسندیدہ سے پاک اور خصائل حمیدہ سے زینت ناک کیا ہے
اور یہ معنی دو وجہ سے بہتر ہیں، ایک یہ کہ اس میں کسی لفظ کے
پوشیدہ کرنے کی حاجت نہیں پڑتی۔ دوسری یہ آیت اَللّٰهُ
اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ کے موافق ہے۔

امام حلیمی[2] نے منہاج میں ذکر کیا ہے، کہ نبیوں کا دوسرے لوگوں
سے قوای جسمانیہ و روحانیہ میں مخالف ہونا ضروری ہے الخ

پھر تفسیر کبیر[3] میں ہے، کہ پوری کلام اس بارہ میں یہ ہے کہ نفس
قدسی نبوی اپنی ماہیت میں سب نفسوں سے مخالف ہے الخ

---

[1] عبارت۔ والثانی ان یکون المعنی ان اللہ اصطفٰی ای صفاھم من الصفات الذمیمة وزینهم بالخصائل الحمیدة وهذا القول اولی بوجهین احدهما انه لا نحتاج فيه الى الاضمار والثانی انه موافق بقوله تعالیٰ اللہ اعلم حیث یجعل رسالته ۱۲ [2] عبارت ان الانبیاء علیهم السلام لا بد ان یکونوا مخالفین لغیرهم فی القوی الجسمانیة والروحانیة الخ [3] عبارت واعلم ان تمام الکلام فی هذا الباب ان النفس القدسیة النبویة مخالفة بماهیتها لسائر النفوس الخ

مفتی الثقلین ابوالسعودؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کے نیچے لکھتے ہیں کہ
"اصطفا نام ہے کسی چیز سے عمدہ حصّہ لے لینے کا۔ اللہ تعالیٰ
نے نبیوں کو پاک نفسوں اور اُن کے لائق ملکات روحانیہ اور
کمالات جسمانیہ سے برگزیدہ کرنے کو بیان فرمایا ہے کہ اُن کے
پاک نفسوں میں یہ باتیں حاصل ہیں، اُن سب پر درود اور سلام ہو"
اور یہ بھی تفسیر کبیرؒ میں آیت وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ کے نیچے لکھا ہے، کہ:-
جان لو کہ اس جگہ عمدہ باریک گفت گو ہے، کہ ایک جماعت حکماء
اہل اسلام نے فرمایا ہے، کہ آدمی جب تک اپنی ذات اور
بدن میں بزرگ پاک علوی خواص سے مخصوص نہ ہو تب تک
عقل کے نزدیک اس کو صفت نبوت کا حاصل ہونا محال ہے
اور ظاہریّہ اہل سنت کا زعم ہے کہ نبوت کا حاصل ہونا خدا تعالیٰ

عبارت والاصطفاء اخذ ما صفى من الشئ كالاصطفاء مثل به اختيار ايا هم
بالنفوس القدسية وما يليق بها من الملكات الروحانية والكمالات الجسمانية
للرسالة فى نفس المصطفى كما فى كافة الرسل عليهم الصلوٰة والسلام انتهى ۱۲ ؎۲
واعلم ان هذا المقام فيه بحث شريف دقيق وهو ان جماعة من حكماء الاسلام
قالوا ان الانسان ما لم يكن فى نفسه وبدنه مخصوصاً بخواص شريفة علوية
قدسية فانه يمتنع عقلاً حصول صفة النبوة له واما الظاهريون من اهل
السنة والجماعة فقد زعموا ان حصول النبوة عطية من الله تعالى يهبها لمن يشاء بقيه ص ۱۷۴

کی طرف سے بخشش ہے، جس کو چاہے اپنے بندوں سے دے دیتا ہے
اور اس کے حاصل ہونے میں اس کا امتیاز سب آدمیوں سے
زیادتی نور نفسانی اور پاک قوت پر موقوف نہیں ہے، اور اس فرقہ
ظاہریہ نے اس آیت سے تمسک کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کہ نبوت کا حاصل ہونا محض احسان الٰہی اور اس کی بخشش سے ہے
اور اس بارہ میں کلام غور طلب اور باریک ہے، اور پہلے فرقہ
حکماء اہل سُنت نے یہ جواب دیا ہے، کہ انبیاء نے تواضع کی رو سے
اپنی نفسانی اور جسدانی فضیلتیں بیان نہیں کیں، اور اسی پر کوتاہی
فرمائی کہ ولیکن خدا احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے، اپنے بندوں
سے نبوت دینے میں، کیوں کہ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حق تعالیٰ ان کو
نبوّت و رسالت سے تب ہی مخصوص کرتا ہے جب وہ ایسے ہی
فضائل سے موصوف ہوتے ہیں، کہ جس سے مستحق اس خصوصیت کے
ہو جاتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں فرمان ہے، کہ اللہ بہتر جانتا ہے،
جہاں رکھے اپنی پیغمبری کو" یہ تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ ہے،

لكل من يشاء من عباده ولا يتوقف حصولها على امتياز ذلك الانسان عن سائر
الناس بمزيد اشراق نفسانى وقوة قدسية وهٰؤلاء تمسكوا بهذه الآية فانه تعالى
بين ان حصول النبوة ليس الا بمحض المنة من الله تعالى والعطية منه والكلام فى
هذا الباب غامض غائص دقيق والاولون اجابوا عنه بانهم لم يذكروا فضائلهم
النفسانية والجسدانية تواضعاً منهم واقتصروا على قولهم ولكن الله يمن على من يشاء
من عباده بالنبوة لانه قد علم انه تعالى لا يخصهم بتلك الكرامات الا وهم موصوفون

اور امام رازی نے جو بعد بیان تمسک ظاہریہ کے آیت وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ سے یہ کہا ہے، کہ کلام اس بارہ میں غور طلب باریک ہے، اس میں تنبیہ ہے ظاہریہ کے زعم کے ابطال پر کیا معنی کہ اس آیت میں جو عباد کی اضافت حق تعالیٰ کی طرف ہے وہ اُن بندوں کی خصوصیت پر خبردار کر رہی ہے یعنی ولیکن خدا احسان کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اپنے مخصوص بندوں سے، تفسیر فتح العزیز میں سورۂ نوح کے شروع سے پہلے لکھا ہے، کہ:-

"جب حضرت باری تعالیٰ کسی کو اپنے خاص بندوں سے پیغمبری کے واسطے بھیجتا ہے الخ اور تفسیر نیشاپوری میں آیت اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ کے نیچے لکھا ہے، کہ:-

"بعضے علماء نے کہا ہے کہ سب ارواح اپنی ماہیت میں برابر ہیں۔ بعضوں کو نبوت ملنی سوائے بعضوں کے خدا کا احسان ہے اور دوسرے علمائے نے کہا ہے کہ سب روح تمام ماہیت میں برابر نہیں ہیں، بلکہ جواہر اور ماہیتوں میں مختلف ہیں، پس بعضے نیک اور علائق جسمانی سے پاک ہیں، انوار الٰہی سے مشرف صاحب قدر اور تاثیر ہیں، اور

بالفضائل التی لاجلہا استوجبوا ذٰلک التخصیص کما قال اللّٰہ تعالیٰ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ انتہیٰ ۱۲

۱ عبارت تفسیر عزیزی - چوں حضرت حق تعالیٰ کسے را از بندگان خاص خود برائے دعوت خلق بسوئے حق مبعوث فرماید الخ ۲ عبارت تفسیر نیشاپوری، قال بعض العقلاء ان الارواح مساویۃ فی تمام الماھیۃ فحصول النبوۃ للبعض دون البعض منۃ من اللّٰہ تعالیٰ وقال الاٰخرون انہا لا تساوی فی تمام الماھیۃ بل النفوس مختلفۃ فی الجواھر والماھیات فبعضہا خیر ومن العلائق الجسمانیۃ طاھرۃ فہی مشرفۃ بالانوار الالٰہیۃ ذی القدر والتاثیر و

بعضے ناپاک مکدّر ہیں، جسمانی لذّتوں میں ڈوبے ہوئے، پس جب تک کوئی نفس پہلے قسم سے نہ ہو، تب تک قبول وحی اور رسالت کا مستعد نہیں ہوتا ہے، اس لئے رسولوں کے مرتبے بھی مختلف ہوتے ہیں، اور اس آیت میں اشارہ ہے کہ منصب نبوت و رسالت کے حاصل ہونے کے لئے ضرور ہے کہ دل سلیم ہو، اور عقل کے نزدیک ناروا ہے کہ یہ منصب مکاروں اور حاسدوں کو حاصل ہو جائے کیوں کہ ایسے لوگوں کو اُن کے اخلاق اور حالات کے موافق مرتبے ملتے ہیں، جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے البتہ پہنچے گی گناہگاروں کو ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت۔"

یہ تفسیر نیشاپوری کے مضمون کا ترجمہ ہے، اور دوسری تفسیروں میں بھی ایسا ہی ہے، سنداً ان سے منقول ہوتا ہے، خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اور جب[۱] آتی ہے اُن کو کوئی آیت کہتے ہیں ہم ہرگز نہیں مانیں گے

بعضہا خبیثۃ مکدرۃ منہمکۃ فی اللذات الجسمانیۃ فما لم تکن النفوس من القسم الاول لا تستعد لقبول الوحی والرسالۃ فلہذا اختلف مراتب الرسل وفی الاٰیۃ دلالۃ علی انہ لابد لحصول منصب النبوۃ والرسالۃ ان یکون القلب سلیماً ولا یجوز عند العقل ان یحصل ذٰلک المنصب للمکارین والحاسدین لان ھٰؤلاء یحصل لہم الرتب علی حسب اخلاقہم واحوالہم کما قال تعالیٰ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌ بما کانوا یمکرون انتہیٰ ۱۲ ۱ عبارت تفسیر بیضاوی زیر آیت وَاِذَا جَآءَتْہُمْ اٰیَۃٌ تا مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ یعنی کفار قریش۔

جب تک ہم نہ دیئے جاویں جو رسولوں کو دیا گیا ہے۔ یعنی کفار قریش،
روایت[1] ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ ہم عبد مناف کی اولاد سے شرافت
میں برابر ہیں، دو شرطیہ گھوڑوں کی طرح۔ انہوں نے کہا ہم میں سے پیغمبر
ہے اس کی طرف وحی ہوتی ہے، بخدا ہم راضی نہ ہونگے جب تک ہم کو
بھی وحی نہ ہو، جیسا کہ پیغمبر کو ہوتی ہے تب یہ آیت اُتری، کہ خدا
بہتر جانتا ہے جہاں رکھے اپنے پیغام کو، یہ علیحدہ کلام ان کے
رد کو کہی، کہ نبوّت نسب اور مال سے نہیں ہوتی وہ صرف ذاتی
فضیلتوں سے ملتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس کو چاہتا
ہے خاص کرتا ہے پس اپنی رسالت کے واسطے اختیار کرتا ہے
جس کو اس کے لائق جانتا ہے، اور خدا بہتر جانتا ہے اس مکان
کو جس میں پیغمبری رکھتا ہے" یہ بیضاوی کی عبارت کا ترجمہ ہے اور
مدارک وخازن وغیرہما میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، اور بیضاوی کے حاشیہ

---

[1] روی ان ابا جھل زاحمنا بنی عبد مناف فی الشرف حتی اذا صرنا کفرسی
رھان قالوا منا نبی یوحی الیہ واللہ لا نرضی بہ الا ان یاتینا وحی کما
یاتیہ فنزلت اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ استیناف للرد علیھم
بان النبوۃ بالنسب لا المال وانما ھی بفضائل النفسانیۃ یخص اللہ
تعالیٰ بھا من یشاء من عبادہ فیجتبی لرسالتہ من علم انہ یصلح لھا و
ھو اعلم بالمکان الذی فیہ یضعھا انتہی ۱۲

شہاب[1] میں اس سب تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ "حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ
ہر قوم سے بزرگ تر اور جبلی پاک تر کو رسول بناتا ہے"، اور ظاہریّہ کا
قول مردود ہے اس آیت کی مخالفت کے واسطے، اور اوپر مذکور ہوا ہے
کہ ان کی دلیل ہی اُن کے دعوٰی کو باطل کر رہی ہے، اور شاہ ولی اللہ
رحمۃ اللہ نے رسالہ قول الجمیل کی وصایا میں لکھا ہے، فرقہ ظاہریّہ کی صحبت
سے بچنا واجب ہے، یعنی اس لئے کہ وہ ظاہر قرآن وحدیث پر اخذ کر کے اس کے
معنی مرادی میں غور نہیں کرتے، حکما و امت کے برخلاف جاتے ہیں، خود
بھی بے راہ ہو کر لوگوں کو گمراہ بناتے ہیں، اور یہ قول ظاہریّہ کا کفار کے
قول کی مانند ہے کہ تمام بنی آدم تمام ماہیت میں مشابہ ہیں، جیسا کہ امام
رازی آیت اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کے نیچے لکھتے ہیں۔
جان[2] لو کہ یہ کلام تین شبہوں پر مشتمل ہے، پہلا شبہ یہ ہے کہ
سب آدمی تمام ماہیت میں برابر ہیں، اور منع ہے کہ یہاں تک فرق
پہنچے کہ ایک تو اُن میں خدا کی طرف سے رسول ہو غیب پر اطلاع
پانے والا فرشتوں سے ملنے والا، اور باقی لوگ ان حالات سے

---

[1] عبارت شہاب۔ لان عادتہ تعالیٰ ان یبعث من کل قوم لشرفھم واطھرھم
جبلۃ انتہی ۱۲[2] واعلم ان ھذا الکلام مشتمل علی ثلثۃ انواع من الشبھۃ
فالشبھۃ الاولی ان الاشخاص الانسانیۃ متساویۃ فی تمام الماھیۃ
فیمتنع ان یبلغ التفاوت بین تلک الاشخاص الی ھذا الحد وھو ان یکون
الواحد منھم رسولًا من عند اللہ مطلعًا علی الغیوب مخالطًا لزمرۃ
الملائکۃ والباقون یکونون غافلون ان کل ھذہ الاحوال وایضًا

غافل ہوں، اور یہی اُن کا قول ہے کہ اگر رسول اِن حالات عالی مولائی میں ہم سے مفارق ہے تو ضروری ہے کہ احوالِ خسیسہ یعنی کھانے پینے، جماع وغیرہ میں بھی ہم سے جُدا ہو جائے، اور یہی شبہ آیت اِنْ اَنْتُمْ سے اُن کی مراد تھی، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا، بقدرِ حاجت کے۔

اَب اِن مفسرین اور محدثین کی تصریحوں سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ کافر اپنی برابری کا نبیوں سے تمام ماہیت یعنی بشریت میں دعویٰ کرتے تھے، اور دراصل حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی جبلت اور بشریت میں کفار سے مخالف ہیں، اور یہ اُن کا جواب کہ ہم تمہارے جیسے بندے ہیں، اور ایسا ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ کہہ دو میں تمہارے جیسا آدمی ہی ہوں، تواضع اور تسلیم پر بنیاد رکھتا ہے، اور تواضع وتسلیم میں فرق بیان کرنا مکذبین کی مَن گھڑت بات ہے،

رہا یہ خام خیال مکذبین کا کہ آپ کی تواضع کرنی آیت وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کے مخالف ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو مکی اور مدنی حکموں کی تمیز نہیں ہے، اور سیرت واخلاق نبویہ سے بھی غفلت ہے، اور اس آیت سے

يقولون ان كنت قد فارقتنا فى هذه الاحوال العالية الالهية الشريفة وجب ان تفارقنا فى الاحوال الخسيسة وهى الحاجة الى الاكل والشرب والحدث الوقاع وهذه الشبهة هى المراد من قولهم ان انتم الا بشر مثلنا انتهى ١٢

کہ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ یعنی منع نہیں کرتا تم کو اللہ اُن لوگوں سے جو تم سے دین میں نہیں لڑتے، اور تمہارے گھروں سے تم کو نہیں نکالتے، کہ تم اُن سے نیکی کرو اور انصاف کرو، اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور نیز آیت فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا کہ پس خدا کی رحمت سے تو اُن کے لئے نرم ہو، اور اگر ہوتا تو درشت خو سخت دل البتہ بھاگ جاتے تجھ سے، اور علیٰ ہذا ایسی آیتوں سے یہ لوگ غافل اور ذاہل ہیں۔

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی تشریح

جواب تفصیلی یہ ہے قولہ پھر آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ کو يُوْحٰى اِلَيَّ سے علیحدہ کرنا۔ حاصل اعتراض قصوری صاحب کا یہ ہے کہ آپ کو عالم ارواح میں قبل از پیدائش آدم شرف نبوت حاصل تھی، انزال وحی کے زمانہ سے آپ ممتاز وبرگزیدہ نہیں ہوتے بلکہ پہلے ہی مماثل جمیع بشر نہیں تھے، اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ سے مماثلت ثابت کرنا غلط ہے، الجواب آپ کی نبوت عالم ارواح میں کیا اگر وحی بھی اس عالم میں ہوتی، تب بھی مماثلت فی البشریت کی جو منطوق آیت ہے منافی نہیں، اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ نص صریح مماثلت فی البشریت ہے، اور يُوْحٰى اِلَيَّ سے مدارج قرب وکمال کی طرف اشارہ ہے، چنانچہ اہل ایمان کا ہر دو پر ایمان ہے، اور کفار کے سامنے

ظاہری نزول وحی کی وجہ سے اپنی بڑائی اور مقتدی ہونے کو ثابت
کردیا جس کے وہ منکر تھے اھ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اوپر محقق ہو چکا ہے کہ آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ
اثبات مماثلت میں نص نہیں، بلکہ تواضع اور تسلیم کے طور پر صادر ہوئی ہے جیسا کہ
اہل ایمان کا اس پر ایقان ہے، کفار نے اور ظاہریہ نے جن کو قرآن میں غور
کرنی نصیب نہیں مماثلت ثابت کی ہے، جن کے زعم کو آیت اَللّٰہُ اَعْلَمُ
حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ باطل کر رہی ہے تو اہل یقین کے نزدیک اُن کی بات
غیر معتبر ہے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر معاندین کے دلائل

جواب تفصیلی میں ہے، قولہ پھر بشر کے لفظ سے برادری اور برابری
کا اثبات تیسری غلطی ہے، کیوں کہ بشر باپ بھی ہوتا ہے الخ۔
الجواب مولف براہین نے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ سے مماثلت بشریت
میں اور حدیث وددت انا قد راینا سے برادری ثابت
کی ہے، اور مؤید اس کی آیت اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ ہے،
اور نیز جب آپ نے فِیْمَا بَیْنَ اصحاب کے مواخات فرمائی تھی۔
جناب مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور حضرت
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا بھائی ہم کو اپنی دعا میں شریک کر
اور نیز حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے حضرت سارہ رضہ کو

اپنی بہن فرمایا بے شک آپ بمقتضائے حدیث انا لکم مثل
الوالد لولدہ باعتبار شفقت و رحمت کے مثل پدر کی بلکہ پدر
سے بھی بدرجہا زیادہ ہیں، اگر آپ کو ہم والد کہیں روا ہے، مگر
اپنی اُمت کے واسطے بوجہ شرکت اولاد آدم ہونے کے یا شرکت
اسلام کے بھائی کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے، پس ایک اعتبار سے
آپ کا مثل الوالد ہونا دوسرے اعتبار سے اطلاق لفظ بھائی کے
منافی نہیں ہے، نہ اس میں کچھ غلطی ہے، البتہ معترض کے فہم کا
قصور ہے، کمی استعداد سے مضامین اور اطلاق الفاظ میں تطبیق
دینے سے عاجز ہے،

ف حدیث انا لکم مثل الوالد میں جو اپنے آپ کو مثل والد فرمایا
حالانکہ آپ کی شفقت و رحمت اور باپ کی شفقت و رحمت میں کچھ
مماثلت نہیں ہے، آپ کی شفقت و رحمت ہزارہا درجہ باپ سے
زیادہ ہے، تو معترض کی تقریر کے موافق آں حضرت کا اپنے آپ کو
والد کے مماثل فرمانا غلط ہوا۔ حل سوال مماثلت اس امر کو مقتضی نہیں
کہ مشبہ اور مشبہ بہ کو ما بہ المماثلت میں مساوات من کل الوجوہ ہو بلکہ
وجہ شبہ نفس شرکت کافی ہے، جیسے کہ اس حدیث میں نفس شفقت
و رحمت میں مماثلت ہے، مراتب شفقت و رحمت میں مماثلت نہیں
پس اگر کسی مسلم کے بیان میں کسی امر مشترک انبیاء، اولیاء و عوام میں
کسی مصلحت دینی کی وجہ سے لفظ مثل کا نکل گیا تو اس پر طعن بیجا ہے

اِس فائدہ کو سمجھے بہت جگہ تجھ کو نفع دے گا۔" انتہیٰ بلفظہ

کیا صحابہؓ نے کبھی آپ کو بھائی کہہ کر خطاب کیا تھا؟

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، اُوپر گذرا ہے کہ آیت میں مماثلت تواضع پر محمول ہے، اور نیز حدیث میں لفظ بھائی کا تواضع کی رو سے ہے جس کی سند مفسّرین اور محدثین کی معتبر کتابوں سے لکھی گئی ہے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مومن بہ ہیں اُن کو مومنوں میں داخل کرنا ہذیان اور جنون ہے، اور آپ نے جو بعض اقارب اصحاب کو بھائی فرمایا تو یہ ہر چند باعتبار نسب کے صحیح تھا، لیکن کسی نے بھی خواص صحابہؓ سے باوجودیکہ وہ آپ کی نسب میں بھائی تھے، آپ کو کبھی بھی بھائی کے لفظ سے نہیں پُکارا تھا۔ آپ کی تعظیم و تکریم واجب اور لازم کے ادا کرنے کی نیّت سے بلکہ آپ کو یا رسول اللہ! اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسے لفظوں سے خطاب کرتے تھے جیسا کہ علمائے دین پر یہ امر پوشیدہ نہیں ہے، پس ان الفاظ متواضعانہ اور واقعیہ کی دلیل سے آپ کے مکذبین کا آپ کو برادر اور برابر بنانا توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

غور کرو کہ کوئی مالک یا بادشاہ اپنے حسنِ خُلق سے اگر اپنے کسی غلام یا خدمت گار کو بھائی کے لفظ سے پکاریں، تو کیا اُس غلام اور خادم کو روا ہے کہ اُن سے برادری اور برابر کا دعویٰ کریں؟ اور بات چیت اور خط و کتابت میں لے بھائی کے لفظ سے پکاریں اور کتابوں میں لکھ کر چھپوا دیں، حاشا و کلّا

یہ نہایت بے ادبی ہے، جس سے وہ مستوجب سزائے سخت کے ہوں گے پس چہ جائیکہ ایسا معاملہ اس وقت منکرین اور معاندین کے غلبہ میں آں حضرت حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والثناء سے کرنا کیوں پرلے درجے کی بے ادبی نہ ہو؛ اور حضرت خلیل اللہ علی نبینا علیہ السلام کا اپنی بیوی کو سخت ضرورت میں بہن کے لفظ سے یاد کرنا گو اس وجہ سے سچ تھا کہ وہ آپ کی چچا زاد بہن تھی، مگر اس پر تو سند نہیں ہو سکتی کہ ہر شخص اپنی جورو کو بہن کہہ دیا کرے اور بے شک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر والد کا اطلاق تعظیم کی وجہ سے صحیح ہے، تو بھائی کا لفظ جو برابری کی دلیل ہے اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور تعظیم کے موقع میں تشبیہ کا روا ہونا خلاف تعظیم کے جواز کو ہرگز مقتضی نہیں ہے۔

اور یہ ادعا کہ مولوی اسمٰعیل نے کسی مصلحت دین میں اگر کسی امر مشارک انبیاء و اولیاء و عوام میں مماثلت بیان کر دی تو یہ قابل طعن نہیں ہے، ناحق صریح کی تائید ہے، اور انبیاء و اولیاء کی توہین کو رواج دینا ہے کیونکہ مولوی مذکور نے تقویۃ الایمان میں بارہا انبیاء و اولیاء کو کافروں کے جھوٹے خدا اور جن اور شریروں کے سلسلہ میں شمار کیا ہے، اور یہ بھی اس کے صفحہ ۴۲ کی سطر ۱۱ میں ہے "جس کا نام محمدؐ یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ہے۔" اور صفحہ ۱۶ میں ہے، اور یہ یقین جان لینا چاہیئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔" بلفظہ

پس صاحب براہین اور اُس کے حواریین اور دوسرے مولوی مذکورہ کے

اتباع کی یہ تاویل کہ یہ الفاظ دینی مصلحت یعنی دفع شرک کے واسطے بولے ہیں، اور خدا کے مقابلہ میں ذلیل کہا ہے واجب الرد اور غیر مقبول ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی اپنی تعریف کی ہے ویسی کسی نے نہیں کی پس ہم نے قرآن مجید سے جب جستجو کی کہ کسی موقع رد شرک میں باری تعالیٰ نے بھی کسی فرشتہ یا نبی کی توہین کر کے کافروں سے کہا ہے کہ تمہارے شریک بنائے ہوئے ذلیل ہیں، پس عین یہی موقع مل گیا۔ اور حق تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کی توہین اور توبیخ نہیں فرمائی جیسا کہ سورۂ انبیاء کے دوسرے رکوع میں ہے، وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ یعنی کافروں نے کہا کہ خدا نے اولاد بنائی خدا پاک ہے، بلکہ وہ تعظیم کئے ہوئے بندے ہیں، خدا کی بات پر اپنی بات نہیں بڑھاتے اور اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں،

اب غور کرو کہ اس عین رد شرک کے موقع میں بھی خدا نے فرشتوں اور نبیوں کو ادنیٰ ملامت بھی نہیں کی بلکہ ان کی تعظیم و تکریم ہی فرمائی ہے، پس تقویۃ الایمان والے کو کب روا ہے کہ کسی مصلحت کے واسطے ایسے قبیح لفظوں اور عیاروں کو خدا کے مقبولوں کے بارہ میں استعمال میں لائے کہ یہ نری گمراہی ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے قولہ پھر اپنا زعمی مطلب حاصل کرنے کے واسطے الخ یہ چوتھی غلطی ہے، خلاصہ اس اعتراض کا یہ ہے کہ الفاظ

حدیث متکلم مع الغیر کو واحد متکلم سے بدل دیا ہے، الجواب مؤلف براہین کا مطلب اطلاق لفظ الخ ہے، خواہ واحد متکلم یا متکلم مع الغیر کی طرف مضاف ہو۔ باقی رہا تحریف کا طعن سو یہ لغو اور عدم واقفیت اصول حدیث سے ناشی ہے، روایت حدیث بالمعنی کو سب نے جائز رکھا، کسی نے التزام الفاظ بعینہ نبوی کو ضروری نہیں سمجھا، ورنہ صاحب ہدایہ وغیرہ فقہاء پر طعن تحریف وارد ہوگا، جو روایت بالمعنی کرتے چلے آئے ہیں، جیسا کہ تخریج زیلعی وغیرہ دیکھنے والے پر بخوبی روشن ہے البتہ قرآن شریف میں بعینہ الفاظ کی حفاظت ضروری ہے، کسی نے آج تک آیت کی تبدیلی کو جائز نہیں کہا، آپ نے سوال اول کے بیان میں صفحہ نمبر ایک میں فرمایا کہ برخلاف آیت وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا کے کوئی ایسا کہہ رہا ہے، حالانکہ آیت کے الفاظ یہ ہیں وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا۔ اب دیکھئے آپ نے تحریف قرآن کو جو قطعاً حرام ہے کار فرمایا۔ مضمون حدیث! "جو بھائی کے واسطے کنواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے راست آیا۔ انتہی بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ آیت وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا کو وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا نقل کرنے کا جو دعا کیا ہے، محض بہتان ہے، جیسا کہ فقیر نے مجلس مناظرہ میں اوراق سوالات سب کو دکھلا دیئے تھے، اور اب تک موجود ہیں جو چاہے اس منقول عنہ کو دیکھ لے۔

اور ضمیر متکلم مع الغیر کو واحد متکلم سے بدلنے کا یہ جواب کہ روایت بالمعنے سب علماء

کے نزدیک جائز ہے محض غلط ہے دو وجہ سے، پہلی وجہ یہ ہے کہ مسئلہ روایت بالمعنی میں جو اختلاف کتب اصول حدیث میں درج ہے، اگر اس سے قطع نظر کی جاوے تاہم جمع کو واحد سے بدلنا ناروا ہے، اس لئے کہ روایت بالمعنی جمہور کے نزدیک تب ہی روا ہے جب یقیناً معنے ادا ہو جائیں، جیسا کہ امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں تصریح کی ہے، اور محدث دہلوی نے بھی شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "زیادت اور نقصان سے خطا نہ ہو" اھ

آپ ظاہر ہے کہ حدیث کی مراد یہ تھی، کہ میں اور میرے صحابہ اپنے بھائیوں کو دیکھیں، جیسا کہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس پر تصریح ہے، پس جمع کو مفرد سے بدلنے میں اس غرض سے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی برادری ثابت ہو معنے میں نقصان پڑ گیا تو یہ بالکل ناروا ہے،

دوسری وجہ یہ ہے کہ روایت بالمعنی کا جواز اس حدیث میں ہے جو زبانی سُنی گئی ہو، اور کتاب کی حدیث میں بالکل ناروا ہے، امام نووی مسئلہ جواز روایت بالمعنی میں لکھتے ہیں کہ "حدیث سماعی غیر کتاب میں جائز ہے، لیکن حدیث کتاب میں تغیر ہرگز ناروا ہے، ہر چند بالمعنی ہو" یہ ترجمہ ہے عبارت شرح نووی کا، اور الفیہ عراقی میں لکھا ہے کہ "تصنیف میں روایت بالمعنی بالکل منع ہے" اھ پس اس میں شک نہیں کہ یہ بدلنا تحریف حدیث کی ہے

عبارت مقدمہ شرح مشکوٰۃ - لئلا یخطئ بزیادۃ والنقصان انتہیٰ ۱۲-

عبارت امام نووی - ثم ھذا فی الذی یسمعہ فی غیر المصنفات اما المصنفات فلا یجوز تغییرھا وان کان بالمعنی انتہیٰ بلفظہ ۱۲ عبارت الفیہ عراقی والشیخ فی التصنیف قطعا قد حظر انتہیٰ ۱۲

غرض فاسد سے جو اوپر مذکور ہوئی ہے، اب بقیہ تیسرے اعتراض کا یہ ہے رہا یہ کہ صاحب انوار ساطعہ نے ایک جگہ اپنے مرشد کے حق میں لکھا تھا کہ ہم کبھی اُن سے ملے تھے، اس پر براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۵ میں لکھا ہے، کہ:-

یہ لفظ ناسعادت مندی کا ہے، حدیث میں ہے جس نے اپنے باپ کو قریب کہا وہ عاق ہے، پس استاذ و پیر کی نسبت ایسی کلام کس درجہ میں شمار ہو گی" انتہیٰ بلفظہ

اس جگہ غور کرو کہ ایک طرف تو مقابل کے واسطے صرف ملنے کے لفظ سے ناسعادت مند لکھ دیا۔ اور باپ کو قریب کہنے سے عاق کا فتویٰ جاری کر دیا۔ تو اپنے حق میں ذرا سوچیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے برادری اور بشریت میں برابری کا جملہ بنی آدم کے ساتھ فتویٰ جاری کر کے اس کو رسالوں، اخباروں اور اشتہاروں میں شائع کرنا اور اس پر طعن کو قرآن و حدیث کا طعن بیان کرنا کس درجہ کا عقوق اور بے ادبی ہے۔

احترام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پھر اگر بفرض محال تسلیم کر لیں کہ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور حدیث اخوت حقیقت پر محمول ہے، تو وہ حکم الٰہی کی فرمان برداری ہے، لیکن یہ قرآن و حدیث سے کب اجازت ہے کہ اُمت کے لوگ برابری اور برادری کا دعویٰ کریں؟ بلکہ برخلاف اس کے نہایت تعظیم اور تکریم کا حکم ہے چنانچہ آیت وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ میں ارشاد ہے، اور آپ کی ادنیٰ بے ادبی حبط

اعمال کا موجب ہے جیسا کہ فرمایا ہے اپنی آواز نبی کی آواز پر اونچی نہ کرو، اور جیسے آپس میں باتیں کرتے ہو ویسے نبی سے باتیں نہ کرو، اس سے تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے، اور تم بے خبر رہو گے، پھر قرآن کا فرمان ہے کہ رسول کو ایسا نہ بلاؤ، جیسا آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو، اس لئے تمام خاص و عام خصوص صحابہ کرام جو ہمعصر اور قرابتی تھے نہایت تعظیم سے اپنے ماں باپ کو قربان کر کے خطاب کرتے تھے، اور کسی نے بھی مسلمانوں سے ایسا دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ہم آپ کے برادر اور برابر ہیں، تاکہ عمل ضائع نہ ہو جائیں، مگر مولوی اسمٰعیل نے ایسا لکھ دیا، اور اس کے مددگاروں نے اس پر اصرار کیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کو صاف جواب دیا۔ یہاں پر تیسرا اعتراض تمام ہوا۔

جواب تفصیلی میں ہے "قول رہا یہ کہ صاحب انوار ساطعہ نے اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ لفظ لکھا کہ ہم بھی اُن سے ملے تھے" تو جواب اس کا یہ ہے کہ نفس بشریت میں مماثلت اور اخوت ایمانی منصوص قرآنی ہے، اور منصوص قرآن کو اپنے خیال سے بے ادبی کہنا ایمان داروں کے نزدیک غیر مقبول ہے پس نفس مماثلت فی البشریۃ اور اخوت ایمانی کو بے ادبی کہنا غیر مقبول ہے، صغریٰ کا ثبوت سابق عبارات سے بالتفصیل ہو گیا ہے، کبریٰ بدیہی اور مجمع علیہ جمیع اہل علم ہے" انتہی بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، اوپر محقق ہو چکا ہے کہ بشریت میں مماثلت اور برادری جو آیت و حدیث سے ثابت ہے، اکابر مفسرین و محدثین کی تصریح سے تواضع پر محمول ہے، اس کو حقیقت پر محمول کرنا ایمان داروں کے نزدیک غیر

مقبول ہے، پس مکذبین کا جعلی صغریٰ و کبریٰ و نتیجہ غیر معتبر ہو گیا، اور اُن کے اقرار سے اُن کا عقوق ثابت ہو گیا۔

جواب تفصیلی میں ہے "قولہ پھر اگر بفرض محال تسلیم کر لیں، الجواب آیت إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اپنے حقیقی معنے پر محمول ہے، بلا قرینہ صارفہ کیا ضرورت ہے کہ معنی مجازی لے لیں، بفرض محال کہنے کی کیا ضرورت ہے، حدیث میں اخوت ایمانی یقیناً مراد ہے، مولوی اسمٰعیل نے بھی جمیع مومنین میں بحکم نص قرآنی إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ اخوت ایمانی ثابت کی، اور بوجہ اختلاف مدارج ایمان بڑائی چھٹائی کو ظاہر کر دیا، محض ایک دینی مصلحت کی وجہ سے وہ یہ کہ جب اس زمانہ کے مبتدعین نے آپ کی مدح میں حد سے بڑھ کر خداوند تعالیٰ سے شریک کر دیا جس سے عوام کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا جیسا کہ یہود و نصاریٰ اس بلا میں مبتلا ہوئے تو ضرور اس فتنہ کے رفع کی غرض سے نہ بغرض توہین اس قسم کے کلمات جو نصوص شرعیہ کے بھی منافی نہ تھے لکھے، ہاں اگر کوئی ایسے کلمات بے ادبی کی غرض سے زبان سے نکالے، جیسا کفار کہتے تھے البتہ وہ قابل مؤاخذہ ہو گا اور ناجائز سمجھا جائے گا۔ لیکن مطلق اطلاق ایسے کلمات کو بے ادبی اور توہین سمجھنا صریح مخالفت کلام الٰہی ہے" انتہی بلفظہ۔ تیسرے اعتراض کا جواب تفصیلی تمام ہوا۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اوپر مقرر ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کی دلالت

اور مفسرین و محدثین کی صراحت سے آیت مماثلت و حدیث اخوت سے حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتے، اور نبیوں سے برابری کا دعویٰ کافروں نے ہی کیا ہے، نہ مومنوں نے، اور مولوی اسمٰعیل کے ہذیانات یقیناً توہین ہے، اور مصلحت دینی کی رعایت کا عذر قرآن مجید کے برخلاف ہے، کہ آیت وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا میں جب خود حق تعالیٰ نے مشرکوں کے شرک سے فرشتوں اور نبیوں کو کسی قدر سخت لفظ سے یاد نہ فرمایا تو علماء کو کب جائز ہے کہ اپنے زعمی رفع شرک و بدعت کے واسطے ایسے کلمات ناشائستہ بکواس کریں، جن کو جواب تفصیلی والے بھی مان بیٹھے ہیں کہ کافروں کے مقولے تھے، اور حال یہ ہے کہ ان لوگوں نے بدعتیں نکالیں، اور مسائل اعتقادیہ میں اہل سنت کے برخلاف ہوئے جیسا کہ مسئلہ امکان کذب اصدق الصادقین وغیرہ ہذیانات جن میں سے بعض مذکور ہوئے ہیں اور بعض کا ذکر آتا ہے، اور ایسے الفاظ جو انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کی استخفاف پہ دلالت کریں اُن کا قائل معذور متصور نہیں ہوتا جیسا کہ اپنے محل پر محقق ہے، اور بقدر ضرورت عنقریب مذکور ہوگا۔ پس نہایت واجب ہے کہ اصول و فروع میں اہل سنت کا اتباع کیا جائے اور ایسے الفاظ سے جن سے کافروں کی دین حق پر زبان درازی ہو اجتناب لازم ہے، خصوصاً اس زمانہ غلبہ کفار میں ع

شامت اعمال ما صورت کافر گرفت۔

اور مصلحت وقت کی رعایت علمائے راسخین کے نزدیک مہمات دین سے ہے، اور خدا ہی ہادی اور معین ہے ۔

اعتراض چہارم

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ملک الموت و شیطان کا علم

انوار ساطعہ میں ملک الموت علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شیطان کے وسعت کے علم کے بیان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باوصف اعلیٰ علیین میں ہونے کے زمین کی طرف متوجہ ہونے کے استبعاد کو دور کیا ہے، اور شرح مواہب لدنیہ سے اس کی تائید میں بعضے اکابر اہل سنت کے یہ شعر نقل کئے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

كالشمس في وسط السماء ونورها　　　يغشى البلاد مشارقا ومغاربا
كالبدر من حيث التفت رأيته　　　يهدى الى عينيك نورا ثاقبا

ترجمہ اشعار:۔ کہ سرور عالم کا حال آفتاب کی طرح ہے، کہ خود درمیان آسمان کے ہے، اور اس کے نور نے مشرق مغرب گھیر لیا ہے، اور مثل چاند کے کہ جس طرف سے تم اس کو دیکھو گے وہ تمہاری آنکھوں کو روشن کر دے گا۔ الخ تو اس کا جواب براہین کے صفحہ ۴۶ و ۴۷ میں یوں لکھا ہے، کہ:۔

"ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی، اس کا حال مشاہدہ اور نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا۔ اب اس پر کسی افضل کو قیاس کرکے اس میں

بھی مثل یا زائد اس مفصول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں ہے
اول تو عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں، بلکہ
قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں الی قولہ دوسرے قرآن
وحدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے، خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے
ہیں: بخدا میں نہیں جانتا مجھ سے اور تم سے کیا ہوگا آخر حدیث تک اور
شیخ عبد الحق روایت فرماتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور
مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحرالرائق وغیرہ سے لکھا گیا الی قولہ شیطان و ملک
الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے
بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان
کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی
فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے الخ"

شیطان کا علم نص سے ثابت کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے لئے نص قرآنی کی تلاش!

اس پر فقیر کان اللہ لہ کا یہ اعتراض ہے کہ سرور کائنات اعلم مخلوقات
علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وسعت علم کا جو انکار کیا ہے اور شیطان کے علم سے
آپ کے علم کو کم لکھ دیا ہے یہ نہایت درجہ کی توہین ہے۔ دلیل جو حدیث
واللہ ما ادری ما یفعل بی ولا بکم لکھی ہے تو یہ حدیث مثل آیت وما ادری

۱؎ بخدا میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا ہوگا ۱۲

ما یفعل بی ولا بکم کے جو یہ بھی آپ کی کم علمی پر وہابیوں کی دلیل ہے، اکثر علماء کے
نزدیک منسوخ ہے آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر وغیرہ
آیات سے جیسا کہ تفسیر کبیر و ابو السعود و حسینی و شروح مشکوٰۃ و مجمع البحار وغیرہا سے
ثابت ہے اور تمام علماء اہل سنت کے نزدیک اپنے عموم پر ہرگز محمول نہیں، تو ایسی دلیل
سے عالم علوم الاولین والآخرین کی قلت علم پر استدلال کرنی کسی عاقل ذی علم کا کام
نہیں، سوائے تقویۃ الایمان اور براہین قاطعہ کے مؤلف کے اور مسئلہ تکفیر ناکح
بشہادۃ خدا اور رسول بسبب اعتقاد علم غیب بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو منکر نے بحر
الرائق وغیرہ سے نقل کیا ہے، ہرچند اس میں بہت کلام ہے مگر اس جگہ اتنا ہی جواب
کافی ہے کہ رد المحتار علی الدر المختار اور حاشیہ طحطاوی وغیرہما میں بسند فتاوی تاتار
خانیہ و فتاوی حجہ و ملتقط وغیرہا کی تصریح ہے کہ یہ روایت تکفیر کی غیر صحیح ہے کیونکہ
آپ پر اشیاء عرض ہوتے ہیں اور آپ با علام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں بدلیل اس آیت
عٰلِمُ الغَیبِ فَلَا یُظھِرُ کے کہ خدا غیب دان ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا
مگر رسول پسندیدہ کو بلکہ بعض غیب پر اطلاع اولیاء کی کرامات میں داخل ہے یہ ترجمہ
رد المحتار وغیرہ کی عبارت کا۔ اور مجموعہ خانی وغیرہ بہت سی فقہ حنفی کی معتبر کتابوں
میں یہی درج ہے کہ روایت تکفیر غیر صحیح ہے، پس غیر صحیح روایت سے سرور عالم صلی
اللہ علیہ وسلم کی قلت علم پر استدلال کرنی اور اہل اسلام کی تکفیر پر کمر باندھنی سوائے
متبعان تقویۃ الایمان کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں۔

۱؎ تاکہ بخش دے تجھ کو خدا تیرے اگلے اور پچھلے گناہ ۱۲

علمِ غیب مخصوص بذاتِ حق

پوشیدہ نہ رہے کہ علم غیب مخصوص بذات پاک پروردگار وہ علم ذاتی استقلالی ہے اور یہی معنی ہیں اُن آیات قرآنی کے جن میں نص ہے کہ سوائے خدا کے کوئی غیب نہیں جانتا، اور باعلام واطلاع علام الغیوب بعض غیب خاص پر اطلاع اور استیلا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سی آیات بیّنات سے ثابت ہے، جیساکہ خدا تم سب[1] کو غیب پر مطلع نہیں کرتا، ولیکن چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جس کو چاہتا ہے اور تعلیم[2] کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا۔ اور یہ[3] اخبار غیب سے ہے جو وحی کرتے ہیں ہم تیری طرف۔ اور خدا[4] غیب دان ہے، پس اپنے غیب پر مطلع نہیں کرتا کسی کو مگر رسول پسندیدہ کو، آخر سب آیتوں تک۔

وُسعتِ علوم رسالت مآب پر دلائل!

اب سنو دلائل قطعیہ وسعت علم عالم علوم الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی منجملہ اس کے آیت[*] فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی اِس آیت سے وسعت علم کا ذکر تفاسیر معتبرہ اور کتب سیر میں درج ہے، اور آیت وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ میں جو ابہام ہے وہ بھی نہایت کثرت پر اعلام ہے، بحر الحقائق کے حوالے سے تفسیر حسینی

(اشارات آیات) ۱؎ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ الآیۃ ۲؎ وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ الآیۃ ۳؎ ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ الآیۃ ۴؎ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ الآیۃ ۔۱۲

[*] پس پیغام بھیجا اپنے بندہ کی طرف جو پیغام بھیجنا تھا ۱۲

میں ہے کہ وہ علم ہے ہر چیز کا جو ہوئی تھی اور ہوگی، یہ معراج کی رات میں حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا، جیساکہ معراج کی حدیثوں میں وارد ہے، اھ

اور شیخ عبد الحق دہلوی مدارج[2] النبوۃ کے باب معراج میں لکھتے ہیں، کہ آپ نے فرمایا مجھے علم اولین و آخرین کا دیا گیا۔ ایک قسم وہ علم تھا کہ جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ کسی کو اس کے تحمل کی طاقت نہیں ہے، دوسرا قسم وہ علم ہے جس میں مجھ کو اختیار دیا گیا جسے لائق دیکھوں اُسے تعلیم کروں۔ تیسرا قسم علم کا ہر خاص و عام اُمت کو تبلیغ احکام کا۔

پھر وصل بیان عقل کامل و علم شامل آپ کے میں لکھا ہے، جو کوئی آپ کے احوال شریف کو اوّل سے آخر تک مطالعہ کرے اور دیکھے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو کیا تعلیم فرمائی، اور علوم و اسرار مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ بخشے ہیں تو اِس کو آپ کی نبوت پر بے شبہ یقین حاصل ہوتا ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے، اور تعلیم کیا تجھ کو جو تجھے معلوم نہ تھا اور خدا کا فضل تجھ پر عظیم ہے، خدا کا درود آپ اور آپ کی آل پر موافق آپ کے علم و کمال کے ہو، یہ ترجمہ ہے عبارت مدارج کا۔ اب سنو احادیث صحیحہ کا ثمرہ صحیح بخاری کے باب بدء الخلق میں بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے

عبارت[1] تفسیر حسینی، کہ آں علم ماکان و مایکون ست کہ حق تعالیٰ در شب اسریٰ بداں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است اھ عبارت[2] مدارج النبوۃ ہر کہ مطالعہ کند احوال شریف او را از ابتدا تا انتہا و بیند کہ چہ تعلیم کردہ است او را پروردگار وے و چہ افاضہ کردہ است بروے علوم و اسرار ماکان و مایکون حاصل شود او را علم بر نبوت او بے شوب و شکوک وکان فضل اللہ علیک عظیما صلی اللہ علیہ وآلہ حسب علمہ و کمالہ انتہی

کہ انہوں[1] نے کہا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک ایسے مقام میں کھڑے ہوتے کہ ابتدا پیدائش سے بہشتیوں کے بہشت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک ہم کو خبردار کر دیا۔ مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۴۵۳ میں دیکھو، اور اس کے حاشیہ پر کرمانی اور خیر جاری سے لکھا ہے کہ الغرض آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مبدأ اور آخرت اور دنیا سب کی خبر دے دی۔ طیبی نے کہا کہ اس حدیث میں اس پر دلالت ہے، کہ آپ نے جمیع احوال مخلوقات سے خبر دے دی تھی۔ یہ ترجمہ ہے عبارت حاشیہ بخاری کا۔ اور شیخ محدث دہلوی[2] اس حدیث کے نیچے ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں یعنی احوال مبدء اور معاد اوّل سے آخر تک سب بیان فرما دیا۔ اھ مترجماً۔

اور بخاری[3] و مسلم وغیرہما میں بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر ایک خطبہ پڑھا جس میں قیامت تک سب کچھ ذکر کر دیا۔ جس نے سیکھا سیکھا، جس نے بھلا یا بھلا یا، میں کسی چیز کو دیکھ لیتا ہوں کہ بھولی ہوئی یاد آگئی ہے جیسا کوئی غائب ہوئی چیز کو دیکھ کر

---

[1] عبارت حدیث۔ قال قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم الحدیث۔ عبارت حاشیہ حدیث قولہ فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل ای غایۃ الاخبار عن دخول اھل الجنۃ والغرض انہ علیہ السلام اخبر عن المبدء والمعاد والمعاش جمیعاً قال الطیبی دل ذلک انہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبر عن جمیع احوال المخلوقات انتہی ۱۲ عبارت[2] محدث دہلوی۔ یعنی احوال مبدأ و معاد از اول تا آخر ہمہ بیان کرد ۱۲ عبارت[3] حدیث قال لقد خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبۃ ما ترک فیہا شیئاً الی قیام الساعۃ الا ذکرہ علمہ من علمہ وجہلہ من جہلہ (بقیہ آگے)

پہچان لیتا ہے" اس حدیث کے حاشیہ صفحہ ۹۷۰ شرح عینی سے لکھا ہے کہ امور مقدرہ کائنات کے بیان سے کچھ نہ چھوڑا۔ اھ

صحیح مسلم[2] کے کتاب الفتن واشراط الساعۃ میں انہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبردار کر دیا جو کچھ قیامت تک ہو گا۔

اور نیز صحیح مسلم[3] میں بروایت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ آپ نے فجر سے پیچھے ظہر تک پھر عصر تک پھر مغرب تک خطبہ پڑھا۔ پس ہم کو خبردار کر دیا اس پر جو کچھ ہوا، اور ہو گا۔ پس ہم سے بہت حافظہ والا بہت علم والا ہے

عالم ما کان وما یکون!

اب یہ آیات واحادیث صاف بتا رہی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع موجودات کے احوال اور امور مقدرہ کائنات اور جو ہوا اور ہو گا سب پر مطلع تھے اور ان کی خبر بھی دی، اسی واسطے اکابر اہل سنت نے مان لیا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ما کان وما یکون کے عالم ہیں، اور یہ مسئلہ اپنی دینی کتابوں میں

(بقیہ صفحہ ۱۹۷ کا) ان کنت لاری الشیء قد نسیت فاعرف ما یعرف الرجل اذا غاب عنہ فراٰہ فعرفہ۔ عبارت حاشیہ[2] حدیث۔ قولہ ما ترک فیہا شیئاً ای من الامور المقدرۃ من الکائنات۔ عبارت حدیث[3] انہ قال اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ الحدیث۔ حدیث[4] حدیث خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الفجر الی الظہر ومنہ الی العصر ومنہ الی المغرب وقال فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔

مثل شفا فی حقوق المصطفٰے و مواہب لدنیہ، و روضۃ الاحباب، مدارج النبوۃ اور معارج النبوۃ وغیرہ میں لکھ دیا۔ اب براہین قاطعہ کا مؤلف اور اس کا معتقد وسیع غور کرے کہ آپ کا یہ علم مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا حضرت ملک الموت اور شیطان کے علم سے کم ہے یا بہت؟ خدا ہی ہادی اور توفیق رفیق کرنے والا ہے۔ ہر چند یہی دلائل قطعیہ عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کے اثبات میں کافی اور وافی ہیں، مگر بنا بر زیادت تحقیق تھوڑا سا اور بھی لکھ دیتا ہوں، علامہ قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب[1] لدنیہ میں لکھتے ہیں: طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میری طرف اوٹھائی ہے، پس میں اُس کو دیکھ رہا ہوں، گویا کہ میں اپنی اس ہاتھ کی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، پھر صاحب مواہب[2] لدنیہ نے صحیح مسلم اور سُنن ابو داؤد کی حدیثیں نقل کر کے اخیر باب میں لکھا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے بیشک آپ کو یا رسول اللہ اس سے بھی زیادہ پر خبردار کیا ہے، اور آپ کو اوّلین و آخرین کے علم عطا فرمائے ہیں یہ ترجمہ ہے عبارت مواہب کا۔ اور مشکوٰۃ[3] کے باب المساجد کے تیسرے فصل میں حدیث ہے جس میں دیدار الٰہی اور دونوں شانوں میں کف کو رکھنے اور

عبارت [1] قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذا اھ [2] قال ولا شک ان اللہ تعالیٰ قد اطلعہ علی ازید من ذلک والقی علیہ علم الاولین والآخرین اھ [3] فقال علیہ السلام بعد ذلک فتجلی لی کل شئ وعرفت۔

پستانوں میں سردی کے پہنچنے کا ذکر ہے، تو اس پر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ پس ظاہر ہوئی میرے لئے ہر شئ[1] اور میں نے پہچان لیا۔ محدث[2] دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ مجھ کو سارے علم روشن ہوئے اور سب کچھ میں نے پہچان لیا۔ اھ اور اسی باب کے دوسرے فصل مشکوٰۃ[3] میں حدیث دارمی اور جامع ترمذی کی اسی مضمون میں وارد ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے معلوم کر لیا۔ محدث[4] دہلوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ یہ آپ کا فرمانا تمام علوم جزوی وکلی کے حاصل ہونے اور اُس کے احاطہ سے مُراد ہے اھ۔ اور مظاہر حق میں لکھا ہے، پس جب یہ فیض قلب شریف میں پہنچا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جان لی میں نے ہر چیز کہ آسمان اور زمین میں ہے اھ بلفظہ۔ اور مولانا قاری مرقاۃ[5] میں لکھتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا:۔

پس میں نے معلوم کر لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرشتوں اور درختوں وغیرہما کا جو کچھ ان میں ہے علم بخش دیا اور یہ مراد ہے آپ کی وُسعت علم سے جو حق تعالیٰ نے آپ کو علم کھول دیا

عبارت [1] پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم و شناختم ہمہ را اھ [2] فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض [3] پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی و احاطہ آن [4] فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہما من الملٰئکۃ والاشجار وغیرہما وھو عبارۃ عن سعۃ ما علمہ اللہ تعالیٰ الذی فتح اللہ علیہ [5] ای جمیع الکائنات اللہ التی فی السمٰوٰت بل وما فوقہا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض

اور ابن حجر نے کہا مراد تمام موجودات خدا کی ہے، جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس سے بھی اوپر جیسا کہ قصہ معراج سے ثابت ہے، اور جو کچھ ساتوں زمینوں بلکہ اس کے نیچے تک ہے، جیسا کہ آپ نے فرمایا قصہ بیل اور مچھلی کا جن پر ساری زمینیں ہیں اھ اور ممکن ہے کہ آسمانوں کے اوپر کی طرف اور زمین سے نیچے کی طرف مراد ہو تاکہ ہر چیز کو شامل ہو جائے لیکن وہ قید جو ہم نے ذکر کی ہے ضروری ہے اس لئے کہ اطلاق سب کا غیر صحیح ہے اھ اور قید جبریل کی حدیث کے اخیر مذکور ہے آیت کہ خدا علیم خبیر ہے کے نیچے اور کئی جگہ قرآن شریف سے نکلتا ہے، کہ قیامت کے وقت کا علم خدا کے لئے ہی خاص ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت مرقاۃ کا۔

اور فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ جب شرعاً ثابت ہے، کہ آپ کو لوح محفوظ کا علم دیا گیا ہے، تو اس قید کو اس پر حمل کیا جائے کہ آپ کو قیامت کا علم ہونا بھی ممکن ہے، مگر اس کے چھپانے کے مامور تھے، جیسا کہ آپ کے علموں سے ایک علم کا چھپانا بھی مذکور ہو چکا ہے، امام الائمہ جلال الدین سیوطی کی خصائص کبریٰ میں لکھا ہے، یہ باب ہے اس میں کہ بعضے علماء کا مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ھو بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارض السبع بل وما تحتہا کما افادہ اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الثور والحوت الذین علیہما الارضون کلہا ویمکن ان یراد بالسموٰت الجہۃ العلیا و بالارض الجہۃ السفلیٰ فیشتمل الجمیع لکن لا بد من التقیید الذی ذکرناہ اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما ھو ظاہر انتہیٰ والتقیید ھو المذکور فی آخر حدیث جبریل تحت آیۃ ان اللہ علیم خبیر وقد استنبط مواضع کتابہ ان علم الساعۃ مما استاثرہ اللہ تعالیٰ بہ انتہیٰ ۱۲

کو پانچ چیزوں کا علم دیا گیا تھا، اور وقت قیامت اور روح کا علم دیا گیا تھا۔ اور آپ اس کے چھپانے پر مامور تھے، اھ مترجماً۔

حاصل الکلام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کے قطعی دلائل بہت سے ہیں، جتنے اوپر لکھے گئے ہیں یہ مؤلف براہین کے انکار کے جواب میں کافی ہیں۔ رہا یہ کہ حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کا علم بحکم محکم قرآن اور فرشتوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے، اور تفسیر عزیزی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، علم اُتنا بلکہ اُس سے زائد لکھا ہے، جن سے دین داروں کو یقین آجاتا ہے کہ آپ اعلم المخلوقات ہیں، آپ سے بڑھ کر خدا کا علم ہے، غور کرو کہ ملک الموت اور شیطان کے علم محیط زمین کو مان لینا اور موجب شرک نہ جاننا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم محیط زمین کو شرک بتا کر اس کے قائل اہل سنت کو مشرکین لکھ دینا علاوہ سخت توہین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے مؤلف براہین قاطعہ کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں، واللہ ھو الہادی۔

چوتھا اعتراض تمام ہوا۔ اب جواب الجواب صاحب براہین مع حواریین کو نقل کر کے اس کا ابطال اور تردید کرتا ہوں، بعون اللہ تعالیٰ اور وہ اچھا مولیٰ اور معین ہے۔

عبارت خصائص کبریٰ ذھب بعضہم الی انہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتی علم الخمس ایضاً وعلم وقت الساعۃ والروح وانہ صلی اللہ علیہ وسلم امر بکتم ذلک ۱۲

اعتراض پنجم

انبیاء و اولیاء کا علم معلوماتی ہے جو انہیں برگزیدہ بناتا ہے

(دیوبندی مکتب فکر)

جواب تفصیلی میں لکھا ہے، طرز تحریر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ معترض نے نہ صاحب براہین کا مطلب سمجھا ہے نہ آیات و احادیث و اقوال مشائخ جن سے آپ کی اعلمیت نکلتی ہے، اُن کے معنی سمجھے ہیں نہ نصوص صریحہ و احادیث نبویہ و اقوال علماء سلف جن سے انبیاء کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے اُن کی مراد معلوم کی ہے، اور یہ بھی معلوم نہیں کیا کہ اس قسم کے مطالب عالی دلائل قطعیہ اور توجیہات صحیحہ سے ہی ثابت ہوتے ہیں، اس لئے مناسب ہے کہ ہم مسئلہ اعلمیت انبیاء کی اوّل تحقیق کریں، پھر توجیہات دلکیہ اور روایت ضعیفہ جو معترض کی غلطی کا منشا ہیں اُن کا جواب لکھیں، اور خدا سے توفیق ہے اور اُسی پر توکل ہے۔

پس بطور تمہید اوّل عرض کیا جاتا ہے کہ انبیاء و اولیاء کی افضلیت بوجہ علم ہے، حضرت آدمؑ کو بوجہ علم ملائکہ پہ شرف حاصل ہوا علم میں بذاتہ شرافت و دنایت نہیں، بلکہ معلومات سے علم کا اعلیٰ و

ادنیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے، اور معلومات یا واجب یعنی ذات و صفات سبحانہ یا ممکنات باقسامہا کو پایا۔ پس غایت سعی بزرگان دین کی یہ ہے کہ علم یعنی انکشاف ذات و صفات جو اعلیٰ و افضل ہے حسب طاقت بشریہ حاصل فرماویں، تمام انبیاء علیہم السّلام یا بعض اولیائے کرام کو یہ علم بحکم اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ بطور اجتبیٰ حاصل ہوا جس کو سیر محبوبی و مرادی کہتے ہیں، اس میں مجاہدات و ریاضات شاقہ کی ضرورت نہیں، البتہ اکثر اولیاء نے حسب آیت وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ کے مجاہدات و ریاضات شاقہ سے اِس راہ کو طے فرمایا ہے، اِس کو سیر محبی و مریدی کہتے ہیں، اِس مضمون کو شیخ الشیوخ سہروردی نے عوارف میں اور حضرت مجدّد الف ثانی نے اپنے مکتوبات میں بہت جگہ ذکر فرمایا ہے، اصل مقصود اس علم شریف سے یہ ہے، کہ شریعت یعنی عقائد متعلقہ ذات و صفات و مبدء و معاد و اعمال قلوب و جوارح جو شارع علیہ السّلام سے بالاجمال تقلیداً حاصل کیئے تھے، تحقیقی بدیہی مفصّل بن جاویں، جیسا کہ تیسویں مکتوب حضرت مجدّد اور کلام ابن عربی وغیرہما سے ثابت ہے، اور مشائخ طریقت کی کلام کے تتبع سے دریافت ہوا ہے کہ اس علم شریف کے حاصل کرنے میں کشف عالم خلق و امور کونیہ کی کچھ حاجت نہیں ہے، اور نہ خوارق و تصرفات کا ظہور اس کے لئے شرط ہے، جیسا کہ ملفوظات مظہریہ و مکتوبات مجددیہ میں درج ہے، بلکہ بعض کو کشف و کرامات سے آفت عُجب حاصل ہوتی ہے پس طالب صادق

کا طریق استقامت شریعت ہے، جیسا کہ اولیاء کبار نے اپنی کتابوں میں ایسا لکھا ہے، الحاصل انبیاء و اولیاء جو افضل و اعلم خلق شمار کئے جاتے ہیں اُن کی نبوت اور ولایت کے واسطے کشف امور کونیہ و جزئیہ عالم خلق کی کچھ ضرورت نہیں، بلکہ یہ کبھی باعث ضرر کا دین میں ہوتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا ہے، پس مؤلف انوار ساطعہ نے جو حضرت ملک الموت اور شیطان لعین کے کشف امور کونیہ سے آں حضرتؐ کی اعلمیت اور افضلیت کے سبب آپ کے واسطے بھی کشفِ امور کونیہ ثابت کیا ہے، یہ اس کی سخت جہالت ہے، پھر مولوی قصوری نے جو اس کی تائید اور امر حق کی تردید کی ہے، یہ قصور فہمید سمجھے ہے، کیوں کہ "انبیاء کی افضلیت علم معاملہ سے ہے نہ علم مکاشفہ سے" جیسا کہ اوپر گذرا ہے، اور اسی بہتر علم سے انسان ملائکہ پر فضیلت دیا گیا ہے جو آیت وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ[۱] میں ہے، اور علم محیط اور تصرف تام اور قدرت کاملہ باری تعالیٰ میں سب موجود ہیں، مگر عجز اور یہی مخلوقات سے مقصود لذاتہ ہے جو عبودیت ہے اور یہ افضل مقامات عبد سے ہے، اس لئے آپ کے حق میں وارد ہوا سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ الآیۃ یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے کو تھوڑی سی رات میں سیر کرائی اور لفظ عبدہ کا رسولہ پر مقدم کیا، اور اس مقام عجیب کے حاصل ہونے میں اجمالی علم ہی کافی ہے، اور علم محیط اور قدرت کاملہ خدا کے واسطے ہی حاصل ہے جس پر علماء اور اولیاء نے تصریح کی ہے، اور اگر اقوال علماء کے ظاہر سے علم محیط اور قدرت کا انبیاء کے واسطے ثابت ہو تو اس کی تاویل

[۱] اور تحقیق عزت دی ہم نے اولاد آدم کو

واجب ہے، ورنہ ضعیف اور غلط ہوگا اس آیتؐ کے حکم سے تو کہہ میں اپنے نفس کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جو خدا چاہے، اور اگر مَیں غیب جانتا تو بہت نیکی حاصل کر لیتا۔ اور مجھے کوئی بدی نہ پہنچتی، تو مَیں ڈرانے والا ہی ہوں اور خوشی سُنانے والا ہی ہوں قوم ایمان دار کو پس یہی آیت ہمارے مُدعا کے اثبات کے لئے کافی ہے، اور اگر تفصیل کی حاجت ہو، تو صحیح حدیثیں اس کی مؤید ہیں، جیسا کہ تہمت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ، اور باب سہو میں ذی الیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ، اور ازواج مطہرات سے کھانے کے سوال کا قصہ اور آیت اِذَا جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا کے نزول کا قصہ، اور حال جنابت کے بھولنے کا قصہ اور استقبلت من امری ما استدبرت وغیرہا قصہ جن سے ثابت ہے کہ آپ لاکھا امور کونیہ پر واقف نہ تھے"۔ پس اعتقاد کشف امور کونیہ کا آپ کے لئے جیسا کہ انوار ساطعہ کے مؤلف اور اس کے مؤید قصوری کا ہے، آیات و حدیث سے مخالف ہے، اور علم لدنیہ سے آپ کے واسطے کل اشیاء کا علم محیط ثابت نہیں ہوتا ہے، بلکہ اُس میں ذکر بعض امور غیبیہ کی اطلاع کا ہے، البتہ اُس میں جو ذکر بعض روایت ضعیفہ کا ہے جن سے بظاہر وہم کشف جمیع امور کونیہ کا ہوتا ہے سو ہم اول اُن کی تاویل کرتے ہیں علم اجمالی سے جو متعلق ہے غرض

آیتؐ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون ؕ

خبورت اخبار، آسمانی یا زمینی سے، پس اُن سے علم محیط ایسی حیثیت سے کہ جس سے کوئی ادنیٰ چیز بھی غائب نہ ہو ثابت نہیں ہوتا۔ دوم ہم ان روایات کو بوجہ عدم صحت کے ترک کرتے ہیں، خصوص باب عقائد میں جب ہماری تقریر سابق سے ظاہر ہو گیا کہ معنی اعلم مخلوقات اور وسعت علم اور آپ کی افضلیت میں علم مکاشفہ عالم خلق کو کچھ دخل نہیں ہے، "پس اگر شیطان یا کسی اور کو علم مکاشفہ انبیاء و اولیاء سے زائد حاصل ہو جائے" تو اس سے شیطان کی افضلیت یا اعلمیت ثابت نہیں ہوتی ہے، اور نہ انبیاء کے وسعت علم کا انکار اور نہ ہرگز سید المرسلین کی توہین لازم آتی ہے، اور جس نے ایسا سمجھا تو اس کا قصور فہم اور انبیاء و اولیاء کے علوم سے بے علمی ہے"۔

یہ خلاصہ ہے مقدمہ جواب تفصیلی کا۔ اب اس کا رد حق تعالیٰ کی مدد سے سنو۔

علم بذاتہ دلیل شرافت ہے (علمائے اہل سُنت)

جان لو کہ دعویٰ صاحب براہین مع حواریین کا کہ علم کو بذاتہ شرافت نہیں بلکہ معلومات سے شرافت ہے اور علم اجمالی انبیاء کا ان کی اعلمیت کا موجب ہے سوائے تفصیلی کے کہ وہ خاص ہے باری تعالیٰ سے دونوں جزو سے باطل ہے اور کسی ایک دلیل سے بھی مدلل نہیں، جیسا کہ اس کی تطویل بیہودہ کو بغور مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے، بلکہ اس کی کلام ہی اس کے دعویٰ کو باطل کرتی ہے دانشمند پر پوشیدہ نہیں کہ علم کی ذات میں شرافت ہے جیسا کہ جہل لعینہ

نقص ہے، پس اگر معلوم بھی شریف ہو تو یہ علم کی شرافت پر شرافت ہے، اب اس مدعا پر ہم کو دلیل بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ جب خود جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ حضرت آدم کو بوجہ علم ملائکہ پر شرف حاصل ہوا انتہی بلفظہ، پس باوجود اس اقرار کے علم کی شرافت لذاتہ کا انکار کرنا مکذبین کی کلام ہی متناقض ہے، کیا معنی کہ اسماء اشیاء کا علم جیسے اونٹ گھوڑا پیالہ وغیرہ جب موجب شرف حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کا فرشتوں پر ہو گیا۔ حالانکہ اس میں معلومات کا شرف کچھ بھی نہ تھا، پس شرافت ذاتی علم کی ثابت ہو گئی۔ امام نسفی تفسیر مدارک[۱] میں آیت وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ کے نیچے لکھتے ہیں کہ اس آیت سے مستفاد ہے کہ علم اسماء اشیاء کا رتبہ عبادت سے اونچا ہے پس چہ جائیکہ علم شریعت اھ تفسیر بیضاوی[۲] میں ہے، جان لو کہ یہ آیتیں آدمی کی شرافت اور عبادت پر علم کی مزیت اور فضل پر دلالت کرتی ہیں اھ شیخ زادہ[۳] حاشیہ بیضاوی میں لکھتے ہیں، دوسرا حکم علم کی مزیت اور فضل عبادت پر ہے، اور وجہ دلالت آیت اس پر یہ ہے کہ فرشتوں کی عبادت بہت ہے ان کے حق میں خدا کا فرمان ہے کہ رات دن خدا کی تسبیح میں سستی نہیں کرتے۔ اور باوجود اس کے وہ خلافت کے لائق نہ ہوئے، اور حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام

---

[۱] عبارت وافادت الآیۃ ان علم الاسماء فوق التخلی للعبادۃ فکیف العلم بالشریعۃ ۱۲

[۲] واعلم ان ھذہ الآیات تدل علی شرف الانسان ومزیۃ العلم وفضلہ علی العبادۃ

[۳] والحکم الثانی مزیۃ العلم وفضلہ علی العبادۃ ووجہۃ الدلالۃ علیہا ان الملائکۃ اکثر عبادۃ لقولہ تعالیٰ فی حقہم یسبحون اللیل والنہار لا یفترون ولم یکونوا بسبب ذلک احقاء بالخلافۃ وان آدم علیہ السلام مع کونہ اقل عبادۃ الخ منہ

باوصفیکہ عبادت میں اُن سے کم تھے مستحق خلافت ہو گئے بسبب صفت علم کے اھ اور شہاب بیضاوی میں ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو خلیفہ کرنے میں تقدیم کی وجہ علم تھا، اھ اور تفسیر خازن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی فضیلت فرشتوں پر علم کے ساتھ ظاہر فرمائی ہے اور اس میں دلیل ہے اہل سُنت کے مذہب پر کہ انبیاء فرشتوں سے افضل ہیں اھ اور تفسیر معالم التنزیل میں بھی ایسا ہی ہے۔

امام رازی کا استدلال

امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں، کہ آیت علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کے پیدا کرنے میں کسی کمال حکمت کو ظاہر نہیں کیا مگر ان کا علم پس اگر کوئی اور چیز علم سے اشرف ہوتی تو واجب تھا کہ اس کے ساتھ ان کی فضیلت ظاہر کرتے نہ علم سے اور جان لو کہ اھ ہے علم کتاب وسنت ومعقول سب کی فضیلت پر دلالت ہے اھ امام رازی نے بعد اس کے بہت سی آیات اور احادیث اور آثار علم کی فضیلت میں ذکر کئے ہیں بہت بسط کے ساتھ اُن کو ہم ذکر نہیں کرتے کہ منکرین سے اس کو علم شریعت پر حمل کر لینے کا احتمال ہے بلکہ

(بقیہ ص۲۰۸ کا) منهم قد استحق الخلافة باتصافه بالعلم ۱۲ لانه قدم عليهم في الاستخلاف و بين ان وجه تقديمه له علمه ۱۲ ش فاظهر الله تعالى فضل آدم عليهم بالعلم وفيه دليل لمذهب اهل السنة ان الانبياء افضل من الملائكة ۱۲ ل هذه الآية دالة على فضل العلم فانه سبحانه وتعالى شانه ما اظهر كمال حكمته في خلقة آدم عليه السلام الا بان اظهر علمه فلو كان في الامكان وجود شيء اشرف من العلم لكان من الواجب اظهار فضله بذلك الشيء لا بالعلم واعلم انه يدل على فضيلة العلم من الكتاب والسنة والمعقول ۱۲

بلکہ اس سے پہلی تقریر تفسیر کبیر کی منقول ہوتی ہے اور وہ یہ ہے لیکن شواہد عقل علم کی فضیلت میں پس ہم کہتے ہیں جان لو کہ علم کا صفت کمال و شرف ہونا اور جہل کا نقص ہونا دانش مندوں کے نزدیک امر یقینی ہے اس لئے اگر دانش مند کو کوئی جاہل کہہ دے تو اس کو رنج آتا ہے اگرچہ یہ بات جھوٹ ہے اور اگر جاہل کو کوئی عالم کہہ دے تو وہ شخص خوش ہو جاتا ہے ہر چند وہ جانتا ہے کہ میں عالم نہیں ہوں، اور یہ دلیل ہے اس پر کہ علم میں شرافت لذاتہ ہے اور وہ محبوب لذاتہ ہے اور جہل نقص لذاتہ ہے پس علم جہاں پر ہو گا اس کا صاحب باحرمت وعزت ہو گا الخ پھر اس کو امام رازی نے بہت بسط کے ساتھ بیان کر کے لکھا ہے پھر جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم کا علم ظاہر فرمایا تو ان کو مسجود ملائکہ اور خلیفہ عالم سفلی بنایا۔ اور اس میں دلیل ہے کہ حضرت آدم علم کے سبب مستحق خلافت کے ہوئے تھے، یہ بقدر حاجت امام کی کلام کا ترجمہ ہے پھر امام نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کا ساتہ نبیوں کو

اما الشواهد العقلية في فضيلة العلم فنقول اعلم ان العلم صفة شرف وكمال وكون الجهل صفة نقصان امر معلوم للعقلاء بالضرورة ولذلك لو قيل للرجل العالم يا جاهل فانه يتاذى بذلك وان كان يعلم كذبه في ذلك ولو قيل للرجل الجاهل يا عالم فانه يفرح بذلك وان كان يعلم انه ليس كذلك وكل ذلك دليل على ان العلم شريف لذاته ومحبوب لذاته والجهل نقصان لذاته وايضا فالعلم اينما وجد كان صاحبه محترما ومعظما ۱۲ ثم انه سبحانه لما اظهر علمه جعله مسجود الملائكة وخليفة العالم السفلي ذلك يدل على ان تلك المنقبة استحقها آدم عليه السلام بالعلم ۱۲

سات قسم کے علم تعلیم کرنے اور اُن کے ثمرات کا ظہور جو لکھا ہے تو اس کا ترجمہ تفسیر فتح العزیز سے نقل کرتا ہوں، کہ یہ منکر لوگ حضرت تفسیر فتح العزیز کے مولف کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، تاکہ شائد کچھ ملزم ہو کر ہدایت پالیں، حضرت شاہ عبد العزیز اپنی تفسیر میں بذیل قصۂ تعلیم اسماء اشیاء لکھتے ہیں کہ "بعضے حکیموں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سات چیز کو فرمایا ہے کہ برابر نہیں بلکہ ایک دوسرے سے بہتر ہے، اوّل کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں، دوم پاک اور ناپاک برابر نہیں، تیسرا دوزخی اور جنتی برابر نہیں، چوتھا پانچواں چھٹا ساتواں اندھا اور بینا اندھیرا اور نور سایہ اور دھوپ زندے اور مُردے برابر نہیں، اور ان سات چیزوں کی تفضیل کا رجوع عالم کی فضیلت ہے جاہل پر جس سے معلوم ہوا کہ جو تفضیل کہ ہے مرجع اس کا تفضیل عالم کی جاہل پر ہے، اس لئے حدیث شریف میں عالم کو عابد پر بار بار مختلف عبارتوں سے ترجیح دی ہے، اور نیز حق تعالیٰ نے بعضے انبیاء کی تفضیل میں بعضوں پر انہیں صفتوں اور اُن کے شعبوں سے ترجیح فرمائی ہے، خاص کر کے سات نبیوں کو

عبارت تفسیر عزیزی۔ و بعضے از حکما گفتہ اند در قرآن مجید حق تعالیٰ ہفت چیز را فرمودہ است کہ باہم برابر نیستند بلکہ یکے از دیگرے بہتر است اوّل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون دوم قل لا یستوی الخبیث والطیب سوم لا یستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنة چہارم پنجم ششم ہفتم لا یستوی الاعمٰی والبصیر ولا الظلمٰت ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات در مرجع ایں تفضیل در ایں اشیاء ہفتگانہ تفضیل عالم بر جاہل است زیرا کہ معلوم شد کہ ہر تفضیلی کہ ہست راجع بر تفضیل عالم بر جاہل است و لہٰذا در حدیث شریف عالم را بر عابد بار بار بعبارات مختلفہ ترجیح دادہ اند و نیز حق تعالیٰ در مقام تفضیل انبیاء بعض ایشاں بر بعض ہمیں

سات قسم کے علم سے صریح تفضیل دی ہے، حضرت آدمؑ کو علم لغت سے کہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ اور حضرت خضر کو علم فراست سے کہ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور حضرت یوسف کو علم تعبیر سے کہ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور حضرت داؤد کو علم صنعت سے کہ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ اور حضرت سلیمان کو جانوروں کی زبان کا علم کہ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ اور حضرت عیسیٰ کو توریت وانجیل کہ وَیُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ وسلم کو علم اسرار کہ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ علماء نے کہا ہے کہ ان سات علموں نے ان سات پیغمبروں کے حق میں عجیب ثمرے ظاہر کئے ہیں، حضرت آدم کو اُن کے علم نے فرشتوں کا مسجود بنایا۔ اور حضرت خضر کو اُن کے علم نے حضرت موسیٰ جیسے پیغمبر کی استاذی عنایت کی، اور حضرت یوسف کو اُن کے علم

(بقیہ ص ۲۱۱ کا) صفت و شعبہائے ایں صفت ترجیح فرمودہ خصوصاً ہفت کس را از انبیاء بہفت علم صراحۃً تفضیل دادہ حضرت آدمؑ را بعلم لغت کہ وعلم آدم الاسماء کلہا۔ و حضرت خضر را بعلم فراست کہ وعلمناہ من لدنا علماً۔ و حضرت یوسف را بعلم تعبیر کہ وعلمتنی من تاویل الاحادیث و حضرت داؤد را بعلم صنعت کہ وعلمناہ صنعة لبوس لکم و حضرت سلیمان را بدانستن زبان جانوراں کہ وعلمنا منطق الطیر و حضرت عیسیٰ را بتوریت وانجیل کہ ویعلمہ الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ وسلم را علم اسرار کہ وعلمک ما لم تکن تعلم۔ گفتہ اند کہ ایں ہفت علم در حق ایں ہفت پیغمبر ثمرات عجیبہ ظاہر نمود حضرت آدم را علم ایشاں مسجود ملائکہ ساخت و حضرت خضر را علم ایشاں استاذی مثل حضرت موسیٰ عنایت فرمود و حضرت یوسف را علم ایشاں بپادشاہی زمین مصر رسانید

نے مصر کی بادشاہی تک پہونچایا۔ اور حضرت سلیمان کو اُن کے علم نے بلقیس جیسی عورت صاحب دولت وحشمت دلوائی۔ اور حضرت داؤد کو اُن کے علم نے بادشاہت تک پہونچایا۔ اور حضرت عیسیٰ کو اُن کا علم اُن کی والدہ کی تہمت کے زوال کا موجب ہوا۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وعزتہ وسلم کو اُن کے علم نے خلافت عظمیٰ اور شفاعت کبریٰ پر سرفراز کیا۔ نکتہ شناسوں سے منقول ہے، کہ حضرت آدم کو مخلوقات کے نام کے علم نے فرشتوں کا مسجود بنایا تو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا علم کس حد تک پہونچائے گا۔ اور حضرت خضر کو علم فراست نے حضرت موسیٰ کی صحبت سے مشرف کیا۔ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وعزتہ وسلم کی اُمت کو حقیقت، شریعت، طریقت کا علم اگر انبیاء کی صحبت تک پہونچادے تو کیا عجب

وحضرت سلیمان را علم ایشاں زنے مانند بلقیس باآں دولت وجاہ وملکے وحشم ومال بخشید وحضرت داؤد را علم ایشاں بریاست وپادشاہت رسانید وحضرت عیسیٰ را علم ایشاں موجب زوال تہمت از مادر ایشاں شد۔ وحضرت محمد رسول را صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین علم ایشاں بخلافت کبریٰ وشفاعت سرفراز ساخت۔ اہل نکات گفتہ اند کہ حضرت آدم را دانستن نامہائے مخلوقات مسجود ملائکہ گردانید دانستن نامہائے پروردگار وصفات او بچہ حد خواہد رسانید۔ وحضرت خضر را علم فراست بصحبت حضرت موسیٰ مشرف ساخت، امت محمد صلی اللہ علیہ واخوانہ وآلہ وسلم را علم حقیقت وشریعت وطریقت اگر بصحبت انبیاء رساند چہ بعید۔ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین وحضرت یوسف را دانستن تاویل خواب از زندان دنیا نجات بخشید اگر مفسراں ایں امت را تاویل کتاب اللہ

قرآن میں ہے کہ وہ لوگ خدا کے منعم علیہ نبیوں کے ساتھ ہیں، اور حضرت یوسف کو علم تاویل خواب نے دنیا کے بندی خانہ سے نجات بخشی تو اس امت کے مفسرین کو قرآن مجید کے معنی شبہات اور قیامت کے زندان سے نجات بخش دے، تو کیا تعجب ہے، یہ تفسیر عزیزی میں تفسیر کبیر کی عبارت کا ترجمہ لکھا ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا استدلال!

اور نیز فتح العزیز میں آیت تعلیم اسماء کے نیچے لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ کا امتیاز دو وجہ سے ہے، اوّل یہ کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کو ہر چیز کے ناموں کا علم نہ تھا، بلکہ انہیں چیزوں کے نام اور حقائق کا علم تھا جو اُن کی خدمت کے متعلق تھے، دوسرے حقائق واسماء سے نہ اُن کو کچھ تعلق تھا اور نہ اُن پر مطلع تھے، برخلاف حضرت آدم کے کہ اُن کو بسبب خلیفہ بنانے کے علم تعلیم حاصل ہوئی تھی، تاکہ ہر حقیقت کے نفع ونقصان سے خبردار ہوجائیں، جیساکہ حاکم

از زندان شبہات واز زندان آخرت نجات بخشد چہ استبعاد است بلکہ امتیاز حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام از فرشتگان بدو وجہ است۔ اوّل آنکہ قبل از خلقت حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام فرشتگان را علم باسماء ہر چیز حاصل نبود بلکہ علم ایشاں منحصر بود دراں حقائق واسماء کہ تعلق بکار خدمت ایشاں داشتہ باشد وبا دیگر حقائق واسماء آنہا کارے نداشتند واطلاع برآنہا ایشاں را حاصل نبود بخلاف حضرت آدم علیہ السلام کہ ایشاں را بجہت استخلاف تعلیم عام واقع شد تا از منفعت ہر حقیقت ومضرت آں آگاہ شوند چناں چہ حاکم وابن عساکر مرفوعاً روایت کردہ اند کہ آنحضرت

اور ابن عساکر نے مرفوع روایت کی ہے، کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وعترتہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو تعلیم اسماء کے ضمن میں ہزار حرفت ہر قسم کے پیشوں سے تعلیم فرمائی اور حکم کیا کہ اپنی اولاد کو کہہ دو، کہ اگر تم صبر نہ کر سکو دنیا سے تو ان حرفتوں سے دنیا طلب کر لینا۔ اور دین سے طلب نہ کرنا کہ دین خالص میرے یعنی خدا کے واسطے ہے،

سخت افسوس ہے اُس پر جو دنیا کو دین کے ساتھ طلب کرتا ہے، اور دیلمی نے ابو رافع سے روایت کی ہے، کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کی تصویریں پانی اور مٹی سے بنا کر مجھے دکھلائی گئی ہیں، اور مجھے سب چیزوں کے نام سکھلائے گئے، جیسے کہ حضرت آدم ؑ کو سکھلائے گئے تھے اھ مترجماً۔

امام رازی تفسیر کبیر میں تعلیم اسماء میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کی صفتیں اور خواص تعلیم کر دیے تھے، اھ

تفسیر عزیزی میں بھی لکھا ہے، کہ حضرت آدم کو تعلیم اسماء اس لیے ہوئی تھی کہ نام

صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند کہ حق تعالیٰ آدم را در ضمن تعلیم اسماء ہزار حرفت را از حرفتہائے گوناگون تعلیم فرمودہ وارشاد کرد کہ اولاد وذریت خود را بگو اے آدم کہ اگر شما صبر نتوانید کرد از دنیا پس دنیا را بایں حرفتہائے طلب کنید و دنیا را بدین طلب نکنید زیرا کہ دین خالص برائے من است ۱۲ وائے برکسے کہ دنیا را بدین طلب نماید و دیلمی از ابو نافع روایت میکنند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند مُثِّلَتْ لِیْ اُمَّتِیْ فِی الْمَاءِ وَالطِّیْنِ یعنی تصویرات اُمت من در آب و گِل ساختہ بمن نمودند وعلمت الاسماء کلہا کما علم آدم الاسماء کلہا ۱۲ وعبارتہ ای علمہ صفات الاشیاء ونعوتہا وخواصہا۔ وفی الخازن والمعالم فسمی کل شئ باسمہ

ایک لفظ ہے جو حقیقت پر دلالت کرتا ہے، اور اُن کو علم حقائق کا دینا منظور تھا تاکہ خلافت کو سرانجام دے سکیں، اور نام ادنیٰ چیز ہے کہ جس کے سبب حقیقتوں میں امتیاز ہوتا ہے، اور یہ بھی منظور تھا کہ ان کو تمام چیزوں کے خواص اور منافع و نقصان سکھلائے جائیں، اور اُن کے استعمال کا طریقہ بھی اھ مترجماً۔

پس ان سب منقولات معتبرہ سے جو مکذبین کی کلام کی رد کہ حضرت آدم کو بوجہ علم ملائکہ پر شرف حاصل ہوا، تفصیل ہے بخوبی ثابت ہو گیا کہ علم کی ذات کو فضیلت و شرافت ہے، اور حضرت آدم و حضور فخر اولاد آدم صلی اللہ علیہما وسلم کو علم تفصیلی سے ساری مخلوقات پر فضیلت ہے، پس مکذبین کا یہ قول کہ شیطان یا کسی اور کو نبیوں سے زیادہ علم مکاشفہ حاصل ہے سخت عذاب کا موجب ہے، اگر وہ اس ضد اور نفسانیت سے باز نہ آئے، ترقی کے بعد تنزل سے پناہ بخدا۔ اور آیت قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ سے استدلال بھی مکذبین کو کچھ بھی مفید نہیں ہے، اور یقیناً ہمارے مدعا کے برخلاف نہیں ہے، کیوں کہ ہم قدرت مستقل اور علم ذاتی سوائے باری تعالیٰ کے کسی کے واسطے بھی قائل نہیں ہیں، بلکہ یہ اعتقاد ہے کہ جس قدر قادر مطلق نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قدرت بخشی ہے اتنی حاصل ہے، جیسا کہ ان کی اسی آیت استدلال والی سے ثابت ہے، معالم التنزیل میں ہے، تو کہہ میں اپنے نفس کے

ذکر وجہ الحکمۃ التی خلق لہا ۱۲ ۔ و تعلیم نامہائے برائے آن واقع شد کہ نام عبارت از لفظیست کہ دلالت کند بر حقیقتے و منظور افادۂ علم بحقائق بود تا کار خلافت سرانجام تواند کرد و نام اقل آن چیز است کہ بسبب آن امتیاز در میان حقائق مے شود و نیز منظور آن بود کہ خواص جمیع اشیاء و منافع و مضار آن ادر تعلیم کردہ مے شود و طریق استعمال آن خواص نیز ۱۲

نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں، مگر جتنا خدا نے چاہا ہے میرا مالک ہونا امر
اور آیت وَلَوْكُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ بھی اطلاع الٰہی سے علم غیب حاصل
ہونے کو منافی نہیں ہے، جیسا کہ آیت عٰلِمُ الْغَيْبِ سے صاف ثابت ہے
تفسیر حسینی میں آیت وَلَوْكُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ اگر
میں بے تعلیم حق غیب جان لیتا اھ۔ پس علم ذاتی استقلالی کی نفی اور اللہ تعالیٰ
کی تعلیم سے غیب پر اطلاع ثابت ہوگئی، اور یہی مطلوب تھا اور آیات
تطبیق بھی ہوگئی، جس خدا کا شکر ہے، لیکن قصہ بہتان وغیرہ سے استدلال
بھی ہمارے مدعا کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ ہم اس کے قائل تو نہیں ہیں
کہ آپ اپنے آپ غیب داں ہیں، جیسا کہ اوپر گذرا ہے، اور نہ ہم اس کے قائل
ہیں کہ آپ کو ابتداء نبوت سے سارے علم حاصل تھے، بلکہ جس جس چیز کی
آپ کو حاجت ہوتی گئی اس کا علم آپ کو دیا گیا، چنانچہ قرآن مجید بھی
آپ پر آیت آیت کر کے اُترا۔ پس ابتداء میں علم کا نہ ہونا اور انتہا میں
حاصل ہو جانا دانش مندوں کے نزدیک ثابت ہے، اور آگے عنقریب اس
کا ذکر ہوگا۔

پس ان قصوں کا حوالہ دے کر مکذبین نے جو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ لاکھا امور
کونیہ پر آپ کو اطلاع نہ تھی، یہ نرا ان کا ہذیان اور بکواس ہے، کیوں کہ جب
ثابت ہو گیا کہ ان سب پر بتعلیم الٰہی آپ کو اطلاع ہو گئی تھی، تو پھر اُن کو ہمارے

عبارت تفسیر معالم۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ اَمْلِكَهٗ ۱۲
عبارت تفسیر حسینی۔ وَلَوْكُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ واگر بودمی من کہ بے تعلیم حق دانستمے غیب را انتہی ملتقطہ

مقابلہ میں دلیل بنا کر پیش کرنا نری جہالت ہے، اور مواہب لدنیہ کی حدیثوں
میں جو مجملاً رقم کی ہے اس کا جواب با صواب آگے موقع تفصیل میں بخوبی دیا
جاوے گا۔ جواب تفصیل کے مقدمہ کی بواقعی تردید پر خدا کا شکر ہے۔
جواب تفصیلی میں ہے: "جب ہم مسئلہ اعلمیت و افضلیت فی العلم
کو حسب تصریحات ائمہ عقائد و مشائخ طریقت مفصل بیان کر کے
قصور فہم قصوری صاحب کا ثابت کر چکے، تو اب ہمارے دلائل مذکورہ
براہین کی نسبت جو معترض نے اعتراض کئے ہیں اُن کی تفصیل جوابات
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پھر اُن کی روایات کی تعیین مصداق و
بیان محمل میں گفت گو کریں گے، پہلی حدیث وَاللّٰهِ مَآ اَدْرِىْ مَا
يُفْعَلُ بِىْ وَلَا بِكُمْ کہ بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے
گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اس پر دو اعتراض کئے ہیں۔
پہلا یہ کہ یہ حدیث مثل آیت مآ ادری یفعل بی ولا بکم کہ میں نہیں جانتا
کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا منسوخ ہے، آیت لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ یعنی تا کہ بخش دے خدا تیری اگلی پچھلی
تقصیریں، اور سوائے اس کے اور آیتوں سے جیسا کہ تفسیر کبیر و معالم
و ابو السعود وغیرہا میں لکھا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں پر
نسخ کا حکم دلیل ناواقفیت کی ہے، اطفال مدرسہ بھی جانتے ہیں کہ
نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں، اگر ہم نسخ کی تسلیم کر لیں تاہم ثابت
ہے کہ وقت اس اخبار کے آپ کو کچھ معلوم نہ تھا، پھر وقت نزول مغفرت کے

آپ مطلع ہو گئے اس سے ہمارا مدعا بخوبی حاصل ہے علاوہ قول ضعیف مرجوح بلکہ غلط کو خصم کے مقابلہ میں پیش کرنا قصوری صاحب کے قصور علم و دیانت کی دلیل ہے، جس کو ہم عبارت مرقاۃ و تفسیر کبیر سے رد کرتے ہیں، طیبی سے حاشیہ مشکوٰۃ پر مرقاتؒ سے لکھا ہے، دوسرا کہ یہ منسوخ ہے آیت مغفرت سے، میں کہتا ہوں کہ اس میں یہ خلل ہے کہ ناسخ کے مؤخر ہونے کی صورتوں میں نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں اھ اور تفسیر کبیرؒ سورہ احقاف میں ہے، کہ جو لوگ اس آیت کو احوال آخرت پر حمل کرتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت ما ادری کی اتری تو مشرکین اور منافق اور یہود خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم کیسے پیروی کریں ایسے نبی کی جس کو یہ معلوم نہیں کہ اس سے اور ہم سے کیا ہو گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ اِلٰی قولہ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا تک نازل فرمائی، جس میں بیان کر دیا

عبارت مرقاۃ۔ وثانیہما ان یکون ھذا منسوخا بقولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر قلت وفیہ ان النسخ علی تقدیر صحۃ تاخیر الناسخ انما یکون فی الاحکام لا فی الاخبار انتہی ۱۲ عبارت تفسیر کبیرؒ اما الذین حملوا ھذہ الآیۃ علی احوال الآخرۃ فروی عن ابن عباس انہ قال لما نزلت ھذہ الآیۃ فرح المشرکون والمنافقون والیہود وقالوا کیف نتبع نبیا لا یدری کیف یفعل بہ وبنا فانزل اللہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا الی قولہ وکان ذلک عند اللہ فوزا عظیما فبین تعالیٰ ما یفعل بہ وبمن اتبعہ ونسخت ھذہ الآیۃ وارغم انف المنافقین والمشرکین واکثر المحققین استبعدوا ھذا القول واحتجوا علیہ بوجوہ الی ان قال

جو آپ سے اور آپ کے اتباع سے ہونا ہے، اور وہ آیت منسوخ ہو گئی منافقوں اور مشرکوں کو خدا نے نگوں سار کیا۔ اور اکثر محققین نے اس قول کو بعید جان کر ضعیف بنایا ہے، کئی وجہ سے اس کی دلیل بیان کی ہے، اب قصوری صاحب سے پوچھئے کہ نسخ کا لفظ تو دیکھ لیا مگر یہ نہ دیکھا کہ یہ قول قابل اعتبار ہے یا نہیں، یہ نسخ کی بابت جواب تفضیلی نے رد کیا ہے،

حدیث ادری کی وضاحت!

اب اس کے جواب میں فقیر کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے، کہ کئی وجہ سے یہ جواب غیر صواب ہے، اوّلؔ تو یہ کہ مرقات کی عبارت حاشیہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ حاشیہ کی عبارت اصل کے برابر معتبر نہیں ہوتی، دوسری وجہ ناسخ کی تاخیر کی صحت کو فرض کرنا قرآن مجید سے سخت غفلت ہے، اس لئے کہ سب پر روشن ہے کہ سورۂ احقاف مکی ہے اور سورۂ فتح مدنی ہے جو ہجرت کے بعد سالہا سال نازل ہوئی، اب عجب ہے کہ مولانا قاری نے ایسا کیونکر لکھا ہو گا۔ علاوہ صاحب اپنی بھی حافظ قرآن کہلاتا ہے، اور اس اخیر عمر میں بھی اس کو تمیز نہیں سورہ مکی یا مدنی ہیں، تیسری وجہ یہ حکم نسخ احکام میں ہی ہوتا ہے نہ اخبار میں غیر صحیح ہے، اس لئے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اکثر علماء کے نزدیک ان دونوں میں نسخ جاری ہے حدیث صحیح کی دلیل سے، جیسا کہ تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل میں آیت وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ

يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ کے نیچے لکھا ہے کہ پھر علماء کا اختلاف ہے ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اس سے پچھلی آیت سے دلیل اس کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، کہا انہوں نے جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر شاق گذری (اس قول تک) جب انہوں نے ایسا کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو منسوخ کرکے آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا نازل فرمائی، یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے، اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی مانند روایت کی ہے، اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں، اِس لئے کہ نسخ احکام اور مناہی میں ہوتی ہے اخبار میں نہیں ہوتی، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کا۔ اور جلالین[2] میں ہے کہ جب یہ آیت پہلے اُتری تو مسلمانوں نے وسواسوں کی شکایت کی اور اس پر محاسبہ ہونا اُن پر شاق گذرا تب آیت لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نازل ہوئی اھ تفسیر مدارک میں ہے کہ اکثر تفاسیر میں ایسا ہی ہے جس سے نسخ ثابت ہوگیا۔ فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ صحیح بخاری

عبارت[1] تفسیر لباب التاویل۔ ثم اختلفوا فقال قوم هی منسوخة بالآية التی بعدها ودليله ما روی عن ابی هريرة قال لما نزلت علی رسول الله صلی الله عليه وسلم وان تبدوا ما فی انفسكم او تخفوه الآية اشتد ذلك علی اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم (الی قوله) فلما فعلوا ذلك نسخها الله عزوجل فانزل الله عزوجل فانزل الله تعالیٰ لا يكلف الله نفسا الا وسعها (الی قوله) اخرجه مسلم وله عن ابن عباس نحوه وقال قوم ان الآية غير منسوخة لان النسخ لا يرد الا علی الاوامر والنواهی ولا يرد علی الاخبار ۱۲ عبارت[2] جلالین ولما نزلت الآية التی قبلها شكی المؤمنون من الوسوسة وشق عليهم المحاسبة بها فنزل لا يكلف الله نفسا الا وسعها ۱۲

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آیت اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ کو پچھلی آیت نے منسوخ کردیا ہے اھ۔ پس جب صحیح حدیثوں کی سند اور معتبر تفسیروں کی شہادت سے اخبار میں نسخ ثابت ہوگئی تو صاحب براہین اور اس کے حواریین کا یہ بکنا کہ اخبار کی نسخ اطفال مدرسہ کے نزدیک بھی غلط ہے، فقیر قصوری کی تغلیط نہیں بلکہ صحیح حدیثوں اور حبر اُمت وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تغلیط ہے، اس کو یاد رکھ کر آگے سُنیئے کہ صحیح بخاری[1] کے حاشیہ سندی میں آیت ما ادری ما یفعل بی کے نیچے لکھا ہے، کہ علمائے نے کہا ہے کہ یہ آیت لیغفر لک اللہ کے پہلے کا معاملہ ہے کہ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معلوم نہیں کرایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ کے معلوم کرا دینے سے معلوم ہوگیا۔ اور یہی معنے ہیں اس قول کے کہ یہ منسوخ ہے، اور حاصل اس کا یہ ہے کہ یہ خبر دینی ہے ایک چیز کی جو زائل ہوگئی۔

اور یہ اعتراض کہ خبر منسوخ نہیں ہوتی ہیچ پوچ ہے، علاوہ یہ خبر اس قبیل سے ہے جس سے حکم متعلق ہے کہ اس سے پہلے امر قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ یعنی (کہہ دے کہ میں نیا رسولوں سے نہیں ہوں) واقع ہے پس تعلق نسخ کا اس حکم کی وجہ

حاشیہ[1] بخاری۔ عن ابن عمر رضی الله عنهما۔ ان تبدوا ما فی انفسكم او تخفوه قال نسختها الآية التی بعدها ۲ حاشیہ حدیث[2] ثم قالوا هذا كان قبل نزول قوله تعالیٰ ليغفر لك الله ما تقدم الآية وكان اولا لا يدری لان الله تعالیٰ لم يعلمه ثم ادری بعد ان اعلمه الله تعالیٰ وهذا معنی ما قيل انه منسوخ وحاصله انه خبر عن شئ قد زال فما قيل عليه ان الخبر لا يدخله النسخ ليس بشئ علی ان هذا الخبر مما تعلق به الامر فی قوله تعالیٰ قل ما كنت بدعا من الرسل وما ادری الآية فيجوز تعلق النسخ به بالنظر الی ذلك الامر فافهم ۱۲

جائز ہے، بغور اس کو سمجھ لے مطبوعہ مصر کے صفحہ (۱۴۹) میں دیکھو۔

چوتھی[4] وجہ یہ ہے کہ تفسیر کبیر کی عبارت سے صریح ثابت ہے، کہ نسخ اخبار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے، اور دوسری معتبر تفسیروں سے ثابت ہے کہ یہی مذہب بعینہ حضرت انس اور قتادہ اور عکرمہ اور حسن اور ضحاک رضی اللہ عنہم کا ہے، جیسا کہ جلالین کے حاشیہ جمل میں تفسیر[1] قرطبی سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ وَمَا اَدْرِی مَا یُفْعَلُ بِی وَلَا بِکُمْ کا معاملہ قیامت کا ہے، جب یہ آیت اُتری، تو مشرکین یہود منافق سب خوش ہوئے اور بولے ہم ایسے نبی کی اتباع کیا کریں جس کو یہ معلوم نہیں کہ اس سے اور ہم سے کیا کیا جائے گا، اور بے شک اس کو ہم پر کچھ فضیلت نہیں ہے، اور اگر یہ خدا کی طرف سے نبی ہوتا تو خدا اس کو خبر دیتا جو اس سے ہونا تھا۔ تب آیت لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ نازل ہوئی اور وہ آیت منسوخ ہو گئی اور کافر نگونسار ہوئے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو جو کچھ آپ سے ہونا تھا وہ تو خدا نے بیان کر دیا۔ کاش ہمیں بھی معلوم ہو جائے کہ ہم سے کیا ہوگا، پس یہ آیت کہ اللہ تعالیٰ مومن مرد عورتوں کو بہشتوں میں داخل

---

[1] عبارت تفسیر قرطبی۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم یرید یوم القیمۃ ولما نزلت فرح المشرکون والیہود والمنافقون وقالوا کیف نتبع نبیا لا یدری ما یفعل بہ ولا بنا وانہ لا فضل لہ علینا ولولا انہ ابتدع الذی یقولہ من تلقاء نفسہ لاخبرہ الذی بعثہ بما یفعل بہ فنزلت لیغفر لک اللہ ما تقدم الآیۃ فنسخت ھذہ الآیۃ وارغم انف الکفار وقالت الصحابۃ ھنیئا لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ما یفعل بک فلیت شعرنا ما ھو فاعل بنا فنزلت لیدخل المؤمنین والمؤمنات

کر دے گا، جن کے درختوں کے تلے نہریں جاری ہیں، اور یہ آیت کہ خوش خبری دے مومنوں کو کہ اُن کے لئے خدا کی طرف سے بڑا فضل ہے، نازل ہوئی، یہ حضرت انس اور ابن عباس اور قتادہ اور حسن اور عکرمہ اور ضحاک کا قول ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت جمل کا مطبوعہ مصر کے چوتھے جلد کے صفحہ ۱۳۸ سے،

اب تفسیر قرطبی کی تعریف کشف الظنون سے سنئے۔ کہ یہ تفسیر حدیث اور آیات قرآنی پر مشتمل ہے، شیخ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر فرح انصاری خزرجی قرطبی مالکی متوفی ۶۸۱ھ کی ہے، اور یہ کتاب معتبر تفسیر قرطبی سے مشہور ہے، کئی جلدوں میں اھ علامہ[1] خطیب شربینی کی تفسیر میں ہے کہ قول نسخ کا حضرت ابن عباس اور انس اور حسن اور عکرمہ سے مروی ہے، چوتھے جلد کے صفحہ ۶ میں دیکھو۔

امام جلال الدین سیوطی تفسیر[2] درمنثور میں لکھتے ہیں، کہ روایت کی ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے آیت کہ میں نیا رسولوں سے نہیں، اور میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بعد اس کے آیت مغفرت نازل فرمائی، اور نیز یہ آیت تاکہ داخل کر دے گا

ونزلت وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا قال انس وابن عباس وقتادۃ والحسن وعکرمۃ والضحاک انتہی ۱۲ فائدۃ قال فی کشف الظنون جامع احکام القرآن والمبین لما تضمنہ من السنۃ وای القرآن للشیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن احمد ابی بکر فرح الانصاری الخزرجی القرطبی المالکی المتوفی ۶۸۱ھ وھو کتاب کبیر مشہور بتفسیر القرطبی فی مجلدات انتہی ۱۲ [1] عبارتہ ان قول النسخ مروی عن ابن عباس وبہ قال انس والحسن وعکرمہ ۱۲ [2] عبارت ما کنت بدعا من الرسل یقول لست باول الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم فانزل اللہ تعالی بعد ذلک لیغفر لک اللہ ما

خدا مومن مردوں اور عورتوں کو بہشتوں میں اخیر آیت تک، پس حق تعالیٰ نے جو کچھ اپنے نبی اور مومنوں سے کرنا تھا معلوم کرا دیا۔ اور ابوداؤد[1] نے ناسخ میں طریقہ عکرمہ ابن عباس سے سورۂ احقاف میں روایت کی ہے، کہ آیت وما ادری کو آیت مغفرت سورۂ فتح نے منسوخ کردیا۔ تب آپ نے لوگوں کو سنایا کہ میرا خدا نے سب کچھ بخش دیا، تو ایک مسلمان نے عرض کی مبارک ہو آپ کو یارسول اللہ آپ کا حال، تو اب ہم کو معلوم ہوگیا، پس ہم سے کیا کیا جائے گا؟ تب حق تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں کی آیت اتاری، کہ خوش خبری دے مومنوں کو کہ بے شک اُن کے لئے خدا سے بہت فضل ہے، اور نیز یہ آیت کہ اللہ تعالیٰ داخل کرے گا مومن مرد اور عورتوں کو بہشتوں میں جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں، اُن میں ہمیشہ رہیں گے، اور خدا اُن کے سب گناہ بخش دیگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ سے اور مومنوں سے جو ہونا تھا بیان فرما دیا۔

اور روایت[2] کی عبد بن حمید نے حسن سے کہا جب اُتری آیت وَمَآ اَدْرِیْ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ زمانہ خوف میں رہے، پس جب آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا مغفرت کے حال کی اُتری تب بھی آپ عبادت میں کوشش کرتے رہے

ما تقدم الآية وقوله ليدخل المؤمنين والمؤمنات الآية فاعلم الله سبحانه وتعالى نبيه ما يفعل به وبالمؤمنين جميعاً ۱۲ وما[1] ادری ما يفعل بي ولا بكم نسختها هذه الآية التي في الفتح فخرج الى الناس فبشرهم بانه غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر فقال رجل من المؤمنين هنيئاً لك يا رسول الله قد علمنا الآن ما يفعل بك فماذا يفعل بنا فانزل الله تعالى في سورة الاحزاب وبشر المؤمنين بان لهم من الله فضلاً كبيراً وقال ليدخل المؤمنين والمؤمنات الآية فبين الله تعالى ما يفعل به وبهم ۱۲ قال[2] لما نزلت هذه الآية وما ادری ما يفعل بي ولا بكم عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخوف زماناً فلما نزلت انا فتحنا

کی تو عرض کی کہ آپ اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالتے ہیں، حالانکہ خدا نے آپ کا سب کچھ بخش دیا ہے، تو آپ نے جواب دیا، کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

اور ابن جریر[1] نے قتادہ سے روایت کی کہ اول آپ کو معلوم نہ تھا پھر خدا نے آپ جو کچھ کرنا تھا معلوم کرا دیا۔ سورۂ فتح کی آیات بخشش اول آخر سے، یہ ترجمہ ہے بقدر حاجت روایات تفسیر دُرِ منثور کا۔

ابنِ جریرؒ کی وضاحت!

اب تفسیر ابن جریر[2] کی تعریف سنو، کہ اتقان فی علوم القرآن میں مفسرین طبقہ تابعین اور اُن سے پچھلوں کا لکھتے ہیں۔ ابن جریر طبری اور اس کی کتاب بزرگ ترین اور معظم ترین تفاسیر سے ہے، پھر کہا اگر تو کہے کہ کون سی تفسیر کی طرف آپ ہمیں ہدایت کرتے ہیں، اور حکم کرتے ہیں کہ اس پر اعتبار کیا جائے، میں کہتا ہوں، تفسیر امام ابو جعفر ابن جریر طبری کی وہ ہے جس پر علماء معتبر کا اتفاق ہے کہ اس کی مانند کوئی تفسیر نہیں بنی، امام نووی نے کہا ابن جریر کی کتاب تفسیر میں کسی نے اس کی مانند

لك فتحا مبينا الآية اجتهد فقيل له تجتهد نفسك وقد غفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اكون عبداً شكوراً ۱۲ عبارت[1] وما ادری ما يفعل بي ولا بكم قال ثم درى النبي صلى الله عليه وسلم بعد ذلك ما يفعل به لقوله انا فتحنا لك فتحا مبينا الآية عبارت[2] ابن جرير الطبري وكتابه اجل التفاسير واعظمها ثم قال فان كنت فاى التفاسير ترشد اليه وتامرنا الناظر ان يعول عليه قلت تفسير الامام ابي جعفر ابن جرير الطبري الذي اجمع العلماء المعتبرون على انه لم يؤلف في التفسير مثله قال النووي كتاب ابن جرير في التفسير لم يصنف احد مثله انتهى ۱۲

تصنیف نہیں کی ہے، یہ ترجمہ ہے تفسیر اتقان کی عبارت کا۔ پس اب جواب تفصیلی والے غور کریں کہ جو قول صحیح حدیثوں سے مستند ہو، اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے جو اکابر مفسرین تھے ان کا مختار ہو، اور نہایت معتبر تفسیروں میں اس پر بہت اعتماد کیا گیا ہو تو ایسا قول تفسیر کبیر کے ضعیف کر دینے سے کیوں کر ضعیف ہو سکتا ہے جس کے حق میں جو اتقان میں لکھا ہے وہ علماء کو معلوم ہے پس قول ہرگز ضعیف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تفسیر تو نام ہے اُسی قول کا جو مستند صحیح حدیثوں اور صریح روایتوں سے اور اس کے مخالف قول کا تو کچھ اعتبار رہی نہیں دانش مندوں کے نزدیک، پس اب صاحب براہین اور اس کے حوارین سے پوچھنا چاہیئے کہ آپ کی دیانت یہی ہے کہ جو بات صحیح حدیثوں اور اقوال ثقات سے ثابت ہو اس کی تغلیط کرنی۔ مگر ان سے پوچھنے کی کیا حاجت ہے کہ یہ تو حق تعالیٰ کے امکان کذب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برابری اور برادری کے مدعی اور آپ کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم جانتے ہیں، خدا ہی ان سے پناہ دے۔

امام رازیؒ کی رائے!

پانچویں وجہ صاحب تفسیر کبیر نے جو وجوہ ضعف نسخ کے لکھے ہیں وہ پہلی[1] وجہ ہے، کہ پیغمبر علیہ السلام کا ضروری ہے کہ اُس کو اپنے نبی ہونے کا یقین ہو اور جب اُس کو اپنی نبوت کا یقین ہوا تو وہ جان لے گا کہ مجھ سے کبیرے گناہ صادر ہونگے

[1] عبارت الاول ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بد وان یعلم من نفسہ کونہ نبیا ومتی علم کونہ نبیا علم انہ لا تصدر عنہ الکبائر وانہ مغفور واذا کان کذلک امتنع کونہ

اور میں مغفور ہوں، پس اس حالت میں منع ہے کہ وہ اپنے مغفور ہونے میں شک کرے۔

دوسری[2] وجہ بے شک انبیاء اولیاء سے بہت اونچے حال ہیں، پس جب ولیوں کے حق میں قرآن کا فرمان ہے کہ بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، تو اُن پر نہ خوف ہے، اور نہ وہ اندیشہ ناک ہونگے پس کیوں کر متصور ہو سکے کہ ایسا رسول جو متقیوں کا سردار اور نبیوں کا پیشوا ہے اُس کو شک ہو کہ میں مغفور ہوں یا معذوب۔

تیسری[3] وجہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ خدا خوب جانتا ہے جگہ رکھنے پیغمبری کو اور مراد اس سے کمال حال نبی کا اور اس کا قرب ہے درگاہِ الٰہی میں اور جو ایسا شخص ہو تو کب لائق ہے کہ وہ شک کرے کہ میں معذبین سے ہوں، یا مغفورین سے، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اب یہ تینوں وجہ ہمارے مدعا کی مؤید ہیں کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حسن خاتمہ معلوم ہے، اور آپ کو اپنی بخشش یا عذاب میں کوئی شک نہیں ہے، بلکہ آپ اپنی بخشش اور اپنی اُمت کی نجات میں یقین پر ہیں، اس لئے جواب تفصیلی

شاکا فی انہ ہل ہو مغفور لہ ام لا ۱۲، [2] عبارت والثانی لا شک فی ان الانبیاء ارفع حالا من الاولیاء فلما قال فی ھذا ان الذین قالوا ربنا اللہ الی قولہ ولا ھم یحزنون فکیف یعقل ان یبقی الرسول الذی ھو رئیس الاتقیاء وقدوۃ الانبیاء والاولیاء شاکا فی انہ ھل ھو من المغفورین او من المعذبین ۱۲، [3] الثالث انہ قال تعالیٰ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ، والمراد منہ کمال حالہ ونہایۃ قربہ من حضرۃ اللہ ومن ھذا حالہ کیف یلیق بہ ان یبقی شاکا فی انہ من المعذبین او من المغفورین ۱۲ انتہی بلفظہ ۱۲

والوں نے یہ وجوہ نقل نہیں کئے، تاکہ اُن کی دلیل سے ہی ان کا قول باطل نہ ہو جائے مگر ان وجوہ سے نفی نبوت مستفاد نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی الحقیقت شک میں نہ تھے، بلکہ آپ کو اپنی پیغمبری اور عصمت اور بخشش اور امت مرحومہ کی نجات پر یقین تھا پس جب یہ آیت اُتری کہ تو کہہ دے کہ میں نہیں جانتا کہ مجھ سے اور تم سے کیا کیا جائے گا۔ جس سے خود بخود معلوم کرنے کی نفی اور منصب نبوت کا اثبات تھا۔ اور طعن کرنے والوں نے اس پر زباں درازی کی کہ ایسے نبی کی ہم کیا اتباع کریں آخر تو ان کے زعم پر یہ جواب کافی نہ تھا کہ میں ضرور نبی اور معصوم اور مغفور ہوں، کیوں کہ وہ آپ کی نبوت پر باور نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کہتے تھے کہ اگر یہ اپنی طرف سے مدعی نبوت نہیں تو اس کو نبی بنانے والا مطلع کر دے گا جو اس سے کرنا ہے، پس اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرما دیا کہ تمہارا سب کچھ مغفور ہے، پس اس میں کیا قباحت ہے، بلکہ یہ کلام تو مقتضائے مقام پر صادر ہوئی ہے، جو اصل مقصود میں غور کرے گا وہ اس کو ضعیف نہ کہے گا، اور خدا ہی مالک العلم کا ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ حدیث۔ بخدا میں نہیں جانتا، کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، صاحب مشکوٰۃ نے اس کو ام العلا انصاریہ سے روایت کر کے اس کے پیچھے لکھا ہے کہ یہ بخاری نے روایت کی ہے پھر صحیح بخاری میں کئی جگہ یہ حدیث ہے پہلے باب داخل ہونے کے میت پر مرنے کے بعد جب کفن میں درج کی جائے اور اس میں ام العلار کا عثمان ابن مظعون کو کہنا ہے[۱] کہ میری شہادت تیرے حق میں ہے

عبارت ۱؎ قول ام العلاء لعثمان بن مظعون فشهادتی علیك لقد اکرمك الله

کہ بے شک خدا نے تیری تعظیم کی، تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور تجھ کو کیوں کر معلوم ہوا کہ تحقیق خدا نے اس کی تعظیم کی، مَیں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ پس خدا کس کا اکرام کرے گا۔ تو آپ نے فرمایا لیکن وہ اس کو یقین آ گیا اور مَیں اُس کے لئے امید نیکی کی کرتا ہوں، بخدا میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسولِ خدا ہوں، میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور یہ روایت یحییٰ بن بکیر کی ہے لیث سے، اور نافع کی روایت[۲] یزید بن عقیل سے یہ ہے کہ اس کے ساتھ یعنی عثمان کے ساتھ کیا کیا جاتے گا۔ اور شعیب اور عمرو بن دینار اور معمر نے بھی ایسا ہی کہا ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت بخاری کا۔

دوسرے[۳] کتاب شہادات باب قرعہ مشکلات میں یوں روایت ہے، کہ میں اس کے واسطے اُمید نیکی کی کرتا ہوں، اور بخدا میں نہیں جانتا، حالانکہ میں رسولِ خدا ہوں، کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور اس کے حاشیہ[۳] پر بعلامت عینی درج ہے کہ مراد عثمان ہے، کیوں کہ آپ نہیں جانتے اس سے مگر جو وحی آپ کی طرف ہو۔

تیسرے[۴] کتاب الہجرۃ باب مقدم النبی صلے اللہ علیہ وسلم میں یوں روایت ہے بخدا میں اس کے لئے اُمید نیکی کی کرتا ہوں، اور میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول خدا

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما یدریك ان اللہ اکرمہ فقلت بابی انت یا رسول اللہ فمن یکرمہ اللہ فقال علیہ السلام اما ھو فقد جاءہ الیقین وانی لارجو له الخیر واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ۱۲ عبارت ۲؎ وفی روایۃ نافع بن یزید عن عقیل ما یفعل بہ ای بعثمان ۱۲ عبارت ۳؎ وانی لارجو له الخیر واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ ۱۲ حاشیہ ۳؎ ای بعثمان لانہ لا یعلم من ذلک الا بالوحی الیہ ۱۲ عبارت ۴؎ واللہ وانی لارجو له الخیر وما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بہ

ہوں، کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ اور ایک نسخہ میں میرے ساتھ، اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے، کہ عینی داؤدی سے نقل کرتا ہے کہ میرے ساتھ کئے جانے کا لفظ وہم ہے، اور صواب جو کیا کیا جائے گا عثمان سے، کیوں کہ آپ نہیں جانتے مگر وحی سے آپ کی طرف۔ یہ مطبوعہ دہلی میں ہے پھر فقیر نے اصل شرح عینی سے جو مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مکہ معظمہ کے کتاب خانہ میں ہے، یہ عبارت دیکھی جو تیسے باب دیباء النساء میں حدیث سعید کی لیث سے کہ بخدا میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول خدا ہوں، کہ مجھ سے کیا کیا جائے گا۔ اور حدیث ابی الیمان شعیب سے ہے کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نہیں جانتا کہ اس سے کیا کیا جائے گا۔ یہ عبارت بخاری کا ترجمہ ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ بخاری نے اس تعلیق سے اشارہ کیا ہے، کہ محفوظ روایت لیث سے یہ ہے، کہ کیا کیا جائے گا عثمان سے سوائے اس کے کہ کیا کیا جائے گا مجھ سے، یہ شرح علامہ عینی کی دستخطی سے منقول ہے

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ یہ جو بعض محققین نے لفظ بی کو وہم اور غیر صواب کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو اپنی رسالت پر یقین ہو وہ یقیناً جانتا ہے کہ اس سے نیکی کی جائے گی، جیسا کہ قرآن مجید اس پہ ناطق ہے، اور فرقان حمید

وفی نسخۃ بی وکتب علی حاشیتہ قال العینی قال الداؤدی مایفعل بی وھم والصواب مایفعل بہ ای بعثمان لانہ لایعلم من ذلک الا بالوحی الیہ ۱۲ عبارت ۲؎ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ماذا یفعل بی وفی حدیث ابی الیمان عن شعیب قال ما ادری مایفعل بہ انتہی من عینہ قال العلامۃ العینی اشار بھذا التعلیق الی ان المحفوظ فی روایۃ اللیث مایفعل بہ وقد مرانہ ھو الصواب دون قولہ مایفعل بی ۱۲

ہیں جو ما یفعل بی ہے اس کی وجہ اوپر گذر چکی ہے، کہ یہ فرمانا مومنوں کی دل خوشی اور کافروں و منافقوں کی شرمندگی کا سبب ہوا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ حدیث صاحب براہین اور اُن کے پیشوا التقویۃ الایمان والے کے مستند لفظوں سے ہرگز صحیح بخاری میں نہیں، اور مشکوۃ میں سہو قلم ہو گیا ہے پس ایسی حدیث سے جس کے لفظوں میں تغیر واقع ہو، اور معنیٰ منسوخ ہو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی پر دلیل پکڑنی اور کافروں و منافقوں کی طرح خوش ہونا جیسا کہ معتبر تفسیروں سے اوپر لکھا گیا ہے، یہ سوائے وہابیوں کے کسی اور کا کام نہیں ہے، پناہ بخدائے لایزال۔

جواب تفصیلی میں لکھا ہے "دوسرا اعتراض کہ اس حدیث کو شراح نے حقیقت پر محمول نہیں کیا ہے، آپ نے ایک عورت کی زجر کے واسطے فرمایا تھا۔ جس نے حضرت عثمان بن مظعون کے حق میں بہشت کی شہادت دی تھی، چنانچہ مجمع البحار اور ترجمہ مشکوۃ وغیرہما میں ہے، اس کا جواب سنئے کہ اس کی بھی شراح نے تغلیط کی ہے، علی قاری لکھتے ہیں، ما یفعل بی ولا بکم میں طیبی نے کہا اس میں چند توجیہیں ہیں، ایک تو یہ کہ یہ ارشاد ایک عورت کی بے ادبی پر زجر کے لئے فرمایا تھا، کہ اُس نے عثمان بن مظعون کے جنتی ہونے کا حکم کیا جو غیب پر حکم ہے

۱؎ عبارت جواب تفصیلی والے کی۔ قال القاری فی المرقاۃ ما یفعل بی ولا بکم قال الطیبی فیہ وجوہ احدھا ان ھذا القول منہ حین قالت امرأۃ لعثمان بن مظعون لما توفی ھنیئاً لک الجنۃ زجرا لھا علی سوء الادب بالحکم علی الغیب ۱۲

میں کہتا ہوں مخفی نہیں کہ یہ حدیث کے ورود کا سبب ہے اس کو اشکال کے
رفع ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کو موقع
رفع اعتراض میں ذکر کرنا بڑی غلطی ہے شاید قصوری صاحب کی عادت
ہے کہ قول ضعیف و مرجوح وغلط کو ہی اختیار فرمایا کرتے ہیں اس میں جو
توجیہات قویہ تھیں آپ نے اُن کا نام تک نہ لیا۔ چناں چہ مرقاۃ میں ہے
تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ نفی درایت تفصیلی کی نہ مجمل کی میں کہتا ہوں کہ یہی
صحیح ہے جملہ ھذا ھو الصحیح حصر کو مقتضی ہے اور صحیح کا مقابلہ غلط ہوتا ہے
فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے کہ صاحب براہین مع حواریین نے اتنا تو مان
لیا ہے کہ وہ وجہ فقیر نے مجمع البحار اور ترجمہ مشکوٰۃ سے نقل کی ہے لیکن چونکہ فقیر نے
اختصار کی وجہ سے ان کی عبارتیں جو نقل نہیں کی تھیں اس سے مکذبین کو موقع غلط
بنانے کا مل گیا، اب اُن کی عبارتیں نقل کر کے ان کی تغلیط کو غلط کر دیتا ہوں۔
مجمع بحار الانوار میں طیبی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو دینی کاموں سے خاص کرنا
اس کے مورد کے برخلاف ہے، پھر توجیہ اخیر یوں لکھی ہے کہ یا یہ زجر ہے عثمان
کے جنتی ہونے کی شہادت دینے والی عورت کو کہ اس نے غیب کا حکم دیا تھا۔ اھ
اور محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حقیقت پر محمول نہیں ہے اور سبب

(بقیہ عبارت تفصیلی والے کی) وثالثہا ان یکون نفیا للدرایۃ المفصلۃ دون المجملۃ قلت ھذا
ھو الصحیح الخ عبارت ان تخصیص ھذا الحدیث بالامور الدینویۃ یخالف مورد
ثم ذکر التوجیہ الاخیر بقولہ او زجر لقائلۃ عثمان ھنیئا لک الجنۃ لحکمہا بالغیب انتہی ۱۲ عبارت ان ھذا الحدیث غیر محمول علی الحقیقۃ ومنفی فی حق ما

نبیوں سے عموماً اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم سے خصوصاً
یہ امر منفی ہے، کیوں کہ دلائل قطعیہ سے اُن کا حسن خاتمہ یقینی اور آپ نے صرف ایک
عورت کے جھڑکنے کو ایسا فرمایا تھا جس نے بہشتی اور عاقبت بخیر ہونے عثمان
بن مظعون کے آپ کے روبرو شہادت دی تھی، پس اس غیبی بات کی تصریح پر آپ
ناراض ہوئے اور ایسا فرمایا۔ اور حق یہ ہے کہ یہ حدیث آیت مغفرت کے پہلے
کی ہے اور اس کے نزول کے بعد کوئی ابہام نہ رہا۔ اور خوبی عاقبت کا یقین
ہو گیا اھ، اور شیخ الاسلام عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تو وحی سے ہی فرماتے تھے، پس اُم العلا کے قطعی بہشتی ہوتے عثمان کی
شہادت پر آپ نے انکار فرمایا، اس لئے کہ اس کو کچھ بھی خبر نہ تھی اس کے حال سے
یہ مصنف کے دستخطی شرح موجودہ کتب خانہ مکہ معظمہ سے منقول ہے، اور اوپر
بھی اسی شرح سے بنقل بعضے محققین لکھا گیا ہے کہ لفظ ما یفعل بی وہم ہے
اور ما یفعل بہ صواب ہے، پس بے شک مقصود اس کلام سے اُم العلاء کی شہادت
قطعیت پر زجر تھی کہ وہ شہادت وحی سے ہوتی ہے اور صاحب وحی صلے اللہ
علیہ وسلم کی طرف اس کے بارہ میں کوئی وحی نہیں آئی تھی، پس اس توجیہ صحیح کا

للانبیاء عموماً وسید الانبیاء خصوصاً صلوات اللہ اجمعین لان الدلائل القطعیۃ
تنطق بحسن خاتمتہم بالیقین وانما قالہ صلی اللہ علیہ وسلم لزجر امرأۃ شہدت
بالجنۃ والعاقبۃ بالخیر فی حق عثمان بن مظعون فی حضورہ صلی اللہ علیہ وسلم
وقال ھذا والحق ان ھذا الحدیث قالہ علیہ السلام قبل نزول آیۃ لیغفر لک اللہ
ما تقدم فبعد نزولہا ما بقی ابہام وحصل الیقین بخیر العاقبۃ انتہی مترجماً ۱۲ عبارت
لانہ علیہ السلام لا ینطق عن الھوی فانکر علی ام العلاء قطعہا علی عثمان اذ لم تعلم ھی من امرہ

انکار کرنا اور اس کو غلط و مجروح بتانا صاحب براہین اور اُس کے حواریین کا ہی کام ہے، حدیث اور محدثین معتبرین پر طعن ہے اور تغلیط ہے۔

رہا وہ جو مرقاۃ سے لکھا ہے، کہ صحیح۔ دفع اشکال حدیث میں درایت مفصل کی نفی ہے سوائے مجمل کے اس میں یہ خلل ہے کہ علامہ[1] قسطلانی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اصل اکرام تو یقینی ہے، برماوی نے کہا ہے اور بہت سی تفاصیل بھی معلوم تھیں بعض تفاصیل پوشیدہ تھیں۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ اس نفی کو درایت مستقلہ کی نفی پر حمل کرنے سے اشکال بالکل رفع ہو جاتا ہے، پس صاحب براہین کا وجہ مختار محدثین کی تغلیط کرنی قطعاً غلط ہے، اور خدا ہی منتقم کافی ہے،

جواب تفصیلی میں ہے "روایت تکفیر ناکح بشہادت اللہ و رسول سے جو کتب فقہیہ میں مصرح ہے اس پر قصوری صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ ہر چند اس میں بہت سی گفتگو ہے، مگر اس جگہ اتنا ہی جواب میں کافی ہے کہ رد المحتار و طحطاوی وغیرہما میں معتبرات کی سند سے تصریح کی ہے کہ یہ روایت تکفیر غیر صحیح ہے، کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اشیاء عرض ہوتے ہیں اور آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں الخ۔

اس کا جواب سنئے کہ قصوری صاحب کا روایت تکفیر ناکح بشہادۃ اللہ و رسولہ کو غیر صحیح کہنا غلط اور ناواقفیت کی دلیل ہے، جب اس کو متقدمین

عبارت [1] فاصل الاکرام معلوم قال البرماوی وکثیر من التفاصیل ای معلوم ایضاً فالمخفی بعض التفاصیل انتہی من حہند ۱۲

و متاخرین فقہائے نے قبول کیا ہے تو اس کی تغلیط جمہور فقہاء کی تغلیط ہے علی قاری[1] اپنے شرح فقہ اکبر میں لکھتا ہے، پھر جان لو کہ انبیاء غیب کی چیزیں نہیں جانتے مگر جو خدا ان کو کبھی کبھی جتلا دے، اور حنفیوں نے اس اعتقاد کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتا ہے تکفیر پر تصریح کی ہے کہ یہ آیت کہ تو کہہ دے آسمان اور زمین میں سوائے خدا کے کوئی غیب نہیں جانتا ہے مقابل ہے، ایسا ہی مسامرۃ میں ہے، اور بحر الرائق کا مسئلہ معلوم ہو چکا ہے، جو عامہ کتب فقہ در مختار و فتاوی عالمگیریہ اور فتاوی قاضی خاں وغیرہما میں ہے، الغرض تمام فقہاء متفق ہیں کہ جو معتقد آپ کے علم غیب کا ہو وہ کافر ہے، لیکن خاص جزئی ناکح بشہادۃ اللہ و رسولہ کی بابت بعضے فقہاء متاخرین نے بنظر احتیاط کلام کی ہے اگر بالفرض ہم اُن فقہاء متاخرین کے قول کو بمقابلہ جمہور فقہا کے وقعت کی نگاہ سے دیکھیں تاہم اس کی بنیاد اس پر ہے جو فقہائے نے لکھا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں بہت سے وجوہ قویہ تکفیر کی ہوں، اور ایک وجہ ضعیف عدم تکفیر کی ہو، تاہم ترجیح عدم تکفیر کو ہے، اس لئے اس مسئلہ میں تکفیر سے احتراز کیا گیا۔ ورنہ مسئلہ تکفیر معتقد علم غیب غیر اللہ متفق علیہ ہے پس اگر یہ روایت غلط بھی ہو، تاہم قصوری صاحب کو کچھ مفید نہیں بلکہ

عبارت[1] ثم اعلموا ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیاناً وذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب بمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسامرۃ انتہی ۱۲ یہ دلیل تفصیلی والے کی ہے)

اُن کے قصورِ فہم پر دال ہے، خود روایت رد المحتار سے جس کا ترجمہ قصوری صاحب نے نقل کیا ہے ہمارے مدعا کی مثبت ہے، یعنی آپ پر اشیاء عرض ہوتے ہیں، اور آپ باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں، اس قدر تو ہم بھی متفق ہیں، لیکن اس سے مطلق عالم غیب بعلم محیط ہونا جیسا قصوری صاحب کا اعتقاد ہے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعلم محیط عالم غیب ہیں، پس ایسے خرافات سے اپنے مُدعا پر استدلال لانا سوائے متبعان فضل رسول کے کسی دین دار ذی علم کا کام نہیں ہے، انتہی بلفظہ

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ روایت تکفیر ناکح بشہادت خدا و رسول علیہ السلام کی عدمِ صحت فقہا ہی کی تصریح سے ہے، کہ رسول بعض غیب جانتا ہے باعلام الٰہی اور نیز مجموعہ[1] خانی میں فتاویٰ حجت سے درج ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ اعمال اُمت آپ پر عرض ہوتے ہیں اھ پس ثابت ہوا کہ روایت تکفیر کی غیر صحیح اور یہ دعویٰ کہ روایت تکفیر کو متقدمین اور متاخرین نے قبول کیا ہے، بلا دلیل ہے۔ اور علیٰ ہذا قاری سے جو حنفیوں کی تصریح نقل کی ہے اس پر کہ معتقد علم غیب نبی کافر ہے تو اُس کو اس روایت سے کوئی تعلق نہیں، اور بے شک جو یہ اعتقاد کرے کہ نبی علیہ السلام خود بخود غیب جانتے ہیں وہ کافر ہے، اس لئے کہ قاری کا یہ لکھنا مگر جو خدا اُن کو کبھی معلوم کرا دے صریح ہے اس میں کہ مراد علم غیب خود بخود اور مستقل کی ہے، علاوہ ازیں یہ عبارت علامہ قاری کی سب انبیاء کے حق میں عموماً ہے، اور ہماری کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم

عبارت[1] والصحیح انہ لا یکفر لان اعمال الامۃ یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی

میں ہے، خصوصاً اور ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ آپ کو علم ساری مخلوقات سے زائد دیا گیا ہے، چہ جائے کہ شیطان مردود اور آپ کا وہ علم جو ما کان و ما یکون سے تعبیر کیا گیا ہے ہر چند اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے، جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔ لیکن ہم اس جگہ علامہ قاری کی ہی کلام سے ثابت کر دکھاتے ہیں تاکہ مکذبین کا قصورِ فہم اور تعصب ظاہر ہو جائے، یہی علامہ قاری شرح شفا[1] میں لکھتے ہیں کہ "آپ کے معلومات بے نہایت اور لا غایت تھے، اور آپ کو علم اس کا جو چیز ہوئی ہے اور ہوگی سعادت و شقاوت سے سب کی اطلاع دی گئی ہے بدلیل آیت اور تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا اور خدا کا فضل تجھ پر بڑا ہے اھ اور نیز یہی علامہ قاری شرح قصیدہ[2] بردہ میں لکھتے ہیں، اس کے نیچے کہ آپ کی بعض بخشش دنیا اور آخرت ہے اور بعض علوم آپ کے سے علم لوح و قلم ہے کہ علم لوح و قلم کا آپ کے علوم کا بعض اس وجہ سے ہے کہ آپ کے علوم کلیات اور جزئیات اور حقائق و دقائق اور عوارف و معارف متعلق ذات و صفات کی طرف تقسیم پذیر ہیں، اور علم لوح و قلم کا آپ کے علموں سے ایک سطر اور آپ کے علموں کے

عبارت[1] وکانت معلوماتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نہایۃ الاتمام وغایۃ الاتسام الیٰ قولہ واطلعہ علیہ من علم ما کان فی عالم الشہادۃ وما یکون فی الغیب من السعادۃ والشقاوۃ الیٰ قولہ لقولہ تعالیٰ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما اھ ۱۲ عبارت[2] قولہ ف فان من جودک الخ وکون علومہا من علومہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علومہ تتنوع الی الکلیات والجزئیات وحقائق ودقائق وعوارف ومعارف یتعلق بالذات والصفات وعلمہا یکون سطرا من سطور علمہ ونہرا من بحور علمہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

دریاؤں سے ایک نہر ہے اھ اور نیز یہی قاری مرقات میں حدیث کہ تم مجھ پر درود
بھیجا کرو، تمہارا درود مجھ کو ضرور پہنچتا ہے جہاں سے تم بھیجو گے، قاضی نے کہا ہے
اور یہ اس لئے کہ پاک نفس جب بدنی علائق سے خالی ہو کر اونچے جاتے اور ملاء اعلیٰ
سے متصل ہوتے ہیں اور کوئی پردہ نہیں رہتا ہے تو سب کو دیکھتے ہیں، جیسا کوئی خود
دیکھ رہا ہے یا فرشتہ کی خبر دینے سے اُن کو اور اس میں بھید ہے مطلع ہوتا ہے
اس پر جس پر آسان ہو، اور ایسا ہی امام سیوطی کے رسالہ انموذج اور شاہ ولی اللہ
کے حجۃ اللہ البالغہ میں درج ہے، اور یہ دعویٰ کہ بعض متاخرین نے جو روایت
تکفیر ناکح بشہادۃ اللہ ورسولہ میں گفتگو کی ہے اس کی بنیاد اس پر ہے کہ جب
ایک مسئلہ میں کئی وجوہ قوی تکفیر کے ہوں اور ایک وجہ ضعیف عدم تکفیر کی ہو، تو
رُجحان عدم تکفیر کو ہوگا محض کذب ہے کیوں کہ اس مسئلہ میں تو کوئی ایک وجہ بھی
تکفیر کی نہیں ہے چہ جائیکہ بہت وجوہ تکفیر کی ہوں، اس لئے کہ یہ مخالف ہے
آیت کے کہ خدا غیب دان ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ
کو، جیسا کہ معتبر فقہاء کے اس پر تصریح ہوئی ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ اس میں ہم متفق
ہیں کہ آپ پر اشیاء عرض ہوتے ہیں، اور آپ بعض غیب باعلام الٰہی جانتے ہیں،
لیکن اس سے مطلق علم غیب محیط کا ثبوت نہیں ہوتا ہے پس اگر اس سے مراد نفی علم
غیب مطلق اور احاطہ اشیاء مانند علم اور احاطہ باری تعالیٰ کی ہے، تو ہم بھی اس کی

حدیث ۔ صلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم قال القاضی وذلک ان النفوس
الزکیۃ القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ عرجت واتصلت بالملأ
الاعلیٰ ولم یبق لہا حجاب فتری الکل کالمشاہد بنفسہا او باخبار الملک لہا
وفیہا سر یطلع علیہ من تیسر لہ انتہی ۱۲

نفی کے قائل ہیں، اور اگر مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم محیط زمین کا نہیں ہے
اور یہ احاطہ شیطان لعین کے واسطے نص سے ثابت ہے اور پہلا نص سے ثابت نہیں
جیسا کہ جواب تفصیلی والوں کا قول ہے تو یہ بالکل اور صریح جھوٹ ہے، کیوں کہ
جن کو علم مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا دیا گیا ہے اُن کا علم شیطان کے علم سے کیوں کر
ناقص ہوگا۔ اور قریب ہی اس کا بخوبی مذکور ہوگا۔ اور سب کاموں میں خدا
ہی مددگار ہے اور اس پر توکل ہے۔

علم غیب کے خلاف دلائل!

جواب تفصیلی میں ہے، بعد اس کے مولوی قصوری بتقلید مولوی فضل الرسول
کے مدعی ہوئے کہ علم غیب مخصوص بذات پاک باری تعالیٰ وہ علم ذاتی
استقلالی ہے، اور یہی معنی ہیں اُن آیات وحدیث کے جن میں سوائے
حق تعالیٰ کے غیب کی نفی مخصوص ہے، میں کہتا ہوں یہ دونوں مولوی غلط
سمجھے، اختصاص کچھ صرف ذاتی میں ہی منحصر نہیں بلکہ محیط ہونا اور قدیم ہونا
بھی مختص باری تعالیٰ سے ہے، اور اگر مدار اختصاص کا صرف ذاتی ہونے
پر ہو، تو اول تو الوہیت میں بھی ملحوظ ہو، حالانکہ تمام کفار عرب اپنے الٰہ
کو الٰہ بالذات نہیں اعتقاد کرتے تھے، اور اُن کا کفر بنص قرآنی ثابت ہے،
دوسرے غیر خدا کے واسطے علم غیب کی مثبت کی تکفیر جائز نہ ہوتی، حالانکہ
کتب معتبرہ فقہیہ میں اس کی تکفیر مصرح ہے، اور اگر غور سے دیکھا جائے
تو مطلق علم ذاتی، استقلالی خواہ غیب ہو یا شہادت مختص بالذات پاک حق تعالیٰ

ہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ قصوری صاحب علم غیب ذاتی اور استقلالی کو مخصوص بالذات باری تعالیٰ اعتقاد کرتے ہیں، اور علم شہادت کو مخصوص بالذات باری تعالیٰ نہیں کرتے ہیں، یہ ان کی کمال ایمان داری ہے اھ انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ اوپر سے بخوبی معلوم ہو چکا ہے، کہ صاحب براہین مع حواریین جب کوئی مسئلہ دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں تب بھی بے راہ ہی جاتے ہیں اپنے قصور فہم یا تعصب سے پس جب اپنی عقل سے کچھ کہیں گے تو وہ بالکل ہی باطل ہوگا۔

غیب کے معنے اور اقسام!

جان لو کہ غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ وباطنہ سے غائب ہو، تاکہ مشاہدہ اور وجدان سے معلوم نہ ہوسکے، اور اس کے اسباب و علامات بھی عقل و فکر میں نہ آویں تاکہ بداہت اور استدلال سے معلوم ہوسکے، اور یہ قسم غیب کا کسی کے نزدیک غیب ہے اور کسی کے نزدیک ظاہر ہے، پس اندھے کے واسطے رنگ غیب ہے، اور آواز شہادت ہیں، اور جماع کی لذت نامرد کے واسطے غیب ہے، اور عجوکہ پاس فرشتوں کے واسطے غیب ہے، اور بہشت و دوزخ شہادت ہے، اور اس غیب کو غیب اضافی کہتے ہیں، اور جو چیز سب مخلوقات کی بہ نسبت غیب ہے، وہ غیب مطلق اور مخصوص بذات باری تعالیٰ ہے یہ تفسیر فتح العزیز کی عبارت ضروری کا ترجمہ ہے، اور باقی بھی اپنے موقع پر مذکور ہوگا اھ اور ایسا ہی دوسری تفسیروں میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ غیب کے بھی دونوں قسم حق تعالیٰ سے خاص نہیں ہیں تو علم شہادت کو خدائے پاک سے مخصوص ماننا

کسی دانش مند کا قول نہیں ہے، اس لئے کہ خاصہ نام ہے اس کا جو اپنے مخصوص میں موجود ہو، اور دوسرے میں نہ ہو، پھر تفسیر[1] مدارک میں آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ کے نیچے لکھتے ہیں "اور ہر کسی کو تم سے غیب کے علم نہیں دیئے گئے، پس جب رسول کسی کے نفاق یا ایمان کی خبر دے تو یہ وہم نہ کرنا کہ وہ خدا کی طرح دلوں کی باتوں پر مطلع ہے، پس ان کے کفر اور ایمان سے خبر دیتا ہے، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یعنی ولیکن خدا وحی کے ذریعہ سے رسول کو خبردار کرتا ہے، کہ فلانے کے دل میں نفاق ہے اور فلانے کے دل میں اخلاص، پس رسول اللہ تعالیٰ کے خبردار کرنے سے جانتا ہے نہ خود بخود" اھ اور تفسیر[2] بیضاوی میں ہے، کہ ہر کوئی تمہارا علم غیب نہیں دیا جاتا تاکہ دلوں کے ایمان اور کفر سے مطلع ہو ولیکن حق تعالیٰ اپنی رسالت کے واسطے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے، پس اس کی طرف وحی کرتا ہے اور غیبوں کے علم کی اس کو خبر دیتا ہے" اھ

پس اس سے معلوم ہوا کہ علم غیب ذاتی استقلالی ہی کا خدا کے ساتھ مخصوص ہونا آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے اور اسی کا قائل حق روشن پر ہے، اور جب سر و علم

---

[1] عبارت وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب وما کان لیؤتی احدا منکم علم الغیوب فلا تتوهموا عند اخبار الرسول بنفاق الرجل واخلاص الآخر انہ یطلع علی ما فی القلوب اطلاع اللہ تعالیٰ فیخبر عن کفرها وایمانها ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ای ولکن اللہ یرسل الرسول فیوحی الیہ ویخبرہ بان فی الغیب کذا وان فلانا فی قلبہ الاخلاص وفلانا فی قلبہ النفاق فیعلم ذلک من جهۃ اخبار اللہ تعالیٰ لا من جهۃ نفسہ انتہی ۱۲

[2] عبارت وما کان لیؤتی احدکم علم الغیب فیطلع علی ما فی القلوب من کفر وایمان ولکن اللہ یجتبی لرسالتہ من یشاء فیوحی الیہ ویخبرہ ببعض المغیبات انتہی ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور صفات حادث ہیں قدیم نہیں تو علم قدیم کو آپ کے علم سے خارج کرنے کی کیا حاجت ہے، اور جو زمین بلکہ آسمان کی چیزوں کے احاطہ کو خدا پاک سے مخصوص کرتا اور انبیاء سے اس کی نفی کرتا ہے وہ قرآن و حدیث کا مخالف ہے، قرآن مجید[1] میں ہے اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی اور تا کہ اس کو یقین آوے، اور صحیح حدیث میں ہے پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، جس کا مفصل ذکر عنقریب آتا ہے، اور جب وجود اور الوہیت بہر وجہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو اُن کو ذاتی سے مخصوص کرنا علم غیب پر قیاس فرمانا قیاس مع الفارق ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے، اور نیز تفسیر[2] مدارک میں آیت وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ کے نیچے لکھتے ہیں کہ یہ آیت فرقہ باطنیہ پر حجت ہے کہ وہ اپنے امام کے لئے یہ علم ثابت کرتے ہیں پس اگر امام کے لئے نبوت ثابت نہ کریں تو نص کے مخالف ہو کر غیر رسول کے واسطے علم غیب ثابت کرتے ہیں، اور اگر نبوت ثابت کریں تو آیت ختم نبوت کے مخالف ہوتے ہیں" اھ اور مسئلہ تکفیر معتقد علم غیب نبی علیہ السلام میں اوپر کلام ہو چکی ہے اس کو یاد کر لو۔

جواب تفصیلی میں ہے، اور باعلام باری تعالیٰ بعض غیب پر مستولی ہونا سرور عالم صلی[3] اللہ علیہ وسلم کا جس کو بہت سی آیات قرآنی کا دما کان

---

[1] آیت وکذلک نری ابراھیم الخ ۱۲ [2] عبارت تفسیر مدارک والاٰیۃ حجۃ علی الباطنیۃ فانھم یدعون ذلک العلم لامامھم فان لم یثبتوا النبوۃ لہ صاروا مخالفین للنص حیث اثبتوا علم الغیب لغیر الرسول وان اثبتوا النبوۃ لہ صاروا مخالفین لنص اٰخر وھو قولہ وخاتم النبیین انتھی ۱۲ [3] مکذبین نے اختصار سے صرف صلعم لکھا ہے ۱۲

اللہ لیطلعکم الاٰیۃ اور علّم[1]ک ما لم تکن تعلم اور ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ الاٰیۃ اور تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ اور عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ الخ قصوری صاحب ارشاد فرماتے ہیں ہم کو انکار نہیں یہ ہمارا عین عقیدہ ہے لیکن اس سے علم محیط کا ثبوت جو معتقد علیہ قصوری صاحب کا ہے اور جس کو ہم شرک کہتے ہیں محال ہے" انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ یہ بات پوشیدہ نہیں، کہ فقیر کا مدعا صاحب براہین کے اس قول کی (کہ شیطان کی وسعت علم اور احاطہ نص سے ثابت ہے، اور آں حضرت علیہ السلام کی وسعت علم ثابت نہیں، اور وہ شرک ہے، جیسا کہ اعتراض سے اہل علم پر روشن ہے) تردید ہے، چنانچہ اس کا قصور فہم اور تعصب ظاہر کیا، کہ حدیث محرف اور منسوخ یا غیر محمول معنی حقیقی پر اور روایت ضعیف ان دو دلیل سے آپکے علم کی قلت ثابت کی ہے، اور فقیر نے پانچ آیتیں ذکر کی ہیں، جن سے تعلیم الٰہی آپکے واسطے حصول علم غیب متحقق ہے، جس کو جواب تفصیلی والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور فقیر کا اعتقاد حسب اعتقاد اہل سنت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام مخلوقات کے علم سے وسیع ہے، چہ جائیکہ علم شیطان مردود، چنانچہ قرآن و حدیث سے اس کے دلائل قائم کئے گئے ہیں، اور صاحب براہین مع حواریین نے جن دلائل پر اعتراض کئے ہیں اُن کا رد اور احاطہ کے معنی بھی اپنے موقعہ پر بیان ہوتے ہیں، جواب تفصیلی میں ہے :۔

اس کے بعد وسعت علم فخر عالم صلعم[2] کے آیت مَآ اَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى

---

[1] یہ آیت اسی طور سے مکذبین نے لکھی ہے ۱۲ [2] مکذبین نے ایسا ہی لکھا ہے ۱۲ آخر آیت کو مکذبین نے ایسا ہی لکھا ہے ۱۲

اور آیت وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ اور بحر الحقائق سے بحوالہ تفسیر حسینی اور مدارج النبوۃ سے بیان کئے، بیشک حضرت فخر عالم ﷺ کے وسعت علم پر بھی ایمان واعتقاد ہے، لیکن اس سے قصوری صاحب کا احاطہ علمی سمجھنا غلطی ہے قطع نظر اس سے تفسیر کبیر[1] میں ذیل تفسیر فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی دو توجیہیں لکھیں، ایک یہ کہ محمد کی طرف وحی کی جو جبرئیل کو وحی کی، دوسری جبرئیل کی طرف وحی کی جو محمد کی طرف وحی کی، اس پر ما مصدریہ ہوا، یہ خلاصہ ہے تفسیر کبیر کا[2]، پس اس سے اپنے استدلال کی حقیقت سمجھ لیجئے، اور آیت وعلمك مالم تکن تعلم کی بھی امام رازی[3] نے دو توجیہیں لکھی ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد وہ ہے جو متعلق دین کے ہے جیسا کہ فرمایا کہ تو نہیں جانتا تھا کہ کیا کتاب ہے، اور نہ ایمان، اور اس وجہ پر تقدیر آیت کی یہ ہے، کہ خدا نے تجھ پر کتاب اور حکمت اُتاری اور ان کے اسرار پر تجھ کو مطلع کیا اور اُن کے حقائق پر تجھے وقوف دیا باوصفیکہ تو پہلے دونوں کو کچھ نہیں جانتا تھا، پس ایسا ہی آئندہ تجھ سے معاملہ ہوگا

---

[1] مکذبین نے درود ترک کیا ہے ۱۲ [2] عبارت احدھما اوحی الی محمد ما اوحی الی جبرئیل و ثانیھما اوحی الی جبرئیل ما اوحی الی محمد فعلی ھذا ما مصدریۃ انتہی ملخصاً ۱۲ [3] عبارت احدھما ان یکون المراد ما یتعلق بالدین کما قال ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان وعلی ھذا الوجہ تقدیر الآیۃ انزل اللہ علیك الکتب والحکمۃ واطلعك علی اسرارھما واوقفك علی حقائقھما مع انك ما کنت تدری قبل ذلك شیئا منھما فکذلك یفعل بك فی مستانف ایامك ۱۲

دوسری[1] وجہ مراد اس آیت سے یہ ہے، کہ تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا۔ پہلے لوگوں کی خبریں، پس ایسا ہی تجھے تعلیم کردے گا منافقون کے حیلے اور مکر جس سے تو اُن کے مکر اور حیلہ سے بچنے پر قادر ہو جائے گا یہ خلاصہ تفسیر کبیر کا ہے، شائد اس موقع سے قصوری صاحب نے تفسیر کبیر کو ملاحظہ نہیں کیا ورنہ اس آیت کو ہمارے مقابلہ میں پیش نہ کرتے، یا ملاحظہ کیا ہوگا مگر اس کی ترک کی دیانت نے اجازت نہ دی ہوگی اور اگر ابہام کو ہر جگہ مفید کثرت مانیں تو وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ کی دلیل سے ہر ایک بشر کو عالم ما کان وما یکون اعتقاد کرلیں، رہا اعتقادیات کے ثبوت میں بحر الحقائق و تفسیر حسینی و مدارج کے ذکر سے قصوری صاحب کیوں نہیں شرماتے۔" انتہی

معاندین کی لغزشیں!

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ اس تحریر میں صاحب براہین مع حواریین ایسے سراسیمہ ہوئے کہ آیت فاوحی کو ما اوحی لکھ دیا۔ اور ایک جگہ درود بصورت صلعم مختصر کرکے پھر کئی جگہ بالکل چھوڑ دیا۔ اور حسب اپنی اصلی عادت کے تفسیر کبیر کی عبارت نقل کرنے میں بھی خیانت فاحش کی کہ پچھلی دو توجیہیں نقل کیں اور پہلی عمداً توجیہہ ترک کردی۔ جس کو امام رازی لکھتے ہیں کہ دوسری وجہ عبدہٗ میں ہمارے قول پر کہ

---

[1] عبارت الوجہ الثانی ان یکون المراد وعلمك مالم تکن تعلم من اخبار الاولین فکذلك یعلمك من حیل المنافقین و وجوہ کیدھم ما تقدر بہ علی الاحتراز عن وجوہ کیدھم ومکرھم انتہی ملخصاً

وحی کرنے والا حق تعالیٰ ہے اور بندہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم معنی یہ ہوئے کہ خدا نے وحی کی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف جو وحی کرنی تھی، اس کو بزرگی اور تعظیم کے واسطے مبہم رکھا۔ اور یہ وجہ تفسیر کی نہایت حُسن ترتیب پر واقع ہوئی ہے بدیں وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں مراتب انسان کے اعلیٰ مراتب میں حاصل ہوئی، اور وہ نبوت ہے، پھر مرتبۂ نبوت میں آپ جبرئیل کے قریب ہوئے اور رسول بنے، پس برابر اور کامل ہوئی اور لطف سے اُمت کے نزدیک ہو کر ان سے ملائم باتیں کیں، اور اُمت اور رب کے درمیان آمد و رفت شروع فرمائی، پس خدا نے آپکی طرف بلا واسطہ جبرئیل وحی کی جو وحی کرنی تھی، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اب ملاحظہ کرو کہ امام رازی نے کیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے علم وسیع ثابت کیا ہے، اور علیٰ ہذا دوسری آیت میں کہ اور تعلیم کیا تجھ کو جو تو نہیں جانتا تھا اور خدا کا فضل تجھ پر بہت ہے، یہی اول عبارت منقولہ میں خیانت کرکے دو جگہ اپنے زعم کے مخالف کو چھوڑ دیا ہے، پہلے آئندہ کے معاملہ کے ابدیہ عبارت کہ (کوئی منافقوں سے آپ کے گمراہ کرتے اور لغزش دینے پر قادر نہ ہوگا)

عبارتؔ الوجہ الثانی فی عبدہٗ علی قولنا الموحی ھو اللہ وعبدہٗ محمد صلی اللہ علیہ وسلم معناہ اوحی اللہ الی محمد ما اوحی الیہ للتفخیم وھذا ما ذکرنا من التفسیر وردعلی ترتیب فی غایۃ الحسن وذلک لان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فی الاول حصل فی الافق الاعلیٰ من مراتب الانسان وھو النبوۃ ثم دنا من جبریل وھو فی مرتبۃ النبوۃ فصار رسولاً فاستوی وتکامل ودنی من الامۃ باللطف وتدلی الیھم بالقول الوفیق وجعل یتردد مراراً بین امتہ وربہ فاوحی اللہ الیہ من غیر واسطۃ جبرئیل ۱۲

عبارتؔ - لایقدر احد من المنافقین علی اضلالک وازلالک ۱۲

چھوڑ دی، دوسری وہ عبارت جو آپ کے وسیع علم پر نص تھی وہ سب کی سب خورد برد کر گئے، اور وہ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا کے آخر سے یعنی اور یہ بزرگتر دلائل سے ہے علم کے اشرف فضائل اور مناقب ہونے پر بدیں وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تھوڑا سا ہی علم دیا ہے، جیسا کہ فرمایا کہ نہیں دیئے گئے تم علم سے مگر تھوڑا سا۔ اور ایک شخص کو ساری مخلوق کے علموں سے جو حصّہ ملا تو وہ بھی تھوڑا ہی ہے، پھر اُس تھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے بہت فرمایا۔ آیت وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا میں اور ساری دنیا کا نام بھی خدا نے تھوڑا رکھا ہے، جو فرمایا کہہ دے سامان دنیا تھوڑا ہے، اور یہ بات علم کی نہایت درجہ کی فضیلت پر دلیل ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر کبیر کا۔

اب صاحبان انصاف غور سے دیکھیں کہ امام رازی نے کیا عمدہ اس آیت سے اثبات کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات کا علم دیئے گئے ہیں، ہر چند یہ علم بہ نسبت علم الٰہی کے قلیل ہے، مگر اپنی ذات میں اس کو حق تعالیٰ نے بزرگ بہت تعبیر کیا ہے، پس مکذبین کا یہ کہنا کہ بے شک فخر عالم کی وسعت علم پر بھی ایمان و اعتقاد ہے، ارکانِ ریاست اسلامیہ سے تقیہ ہے

عبارتؔ وھذا من اعظم الدلائل علی ان العلم اشرف الفضائل والمناقب وذلک لان اللہ تعالیٰ ما اعطی الخلق من العلم الا القلیل کما قال وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً ونصیب الشخص الواحد من علوم جمیع الخلق یکون قلیلاً ثم انہ سمّی ذلک القلیل عظیماً حیث قال وکان فضل اللہ علیک عظیماً وسمّی جمیع الدنیا قلیلاً حیث قال قل متاع الدنیا قلیل وذلک یدل علی غایۃ شرف العلم انتہی بلفظہ ۱۲

اور اس عبارت دلیل وسعت علم کو چھوڑ دینا اور دوسرے وجوہ تردید قول وسعت علم کا اختیار کرنا منافقوں کا طور نہیں تو اور کیا ہے، جب امام رازی کے بیان سے مکذبین کی نگوں ساری کے طور پر کسی قدر وسعت علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو چکا ہے، تو اب اہل ایمان کی دل خوشی کی غرض سے کچھ تھوڑا سا دوسری آیتوں سے بھی مذکور ہوتا ہے،

آیت فَاَوۡحٰی مختلف مفسرین کی نظر میں!

تفسیر نیشاپوری[1] میں لکھا ہے کہ آیت فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی میں عظمتِ شان وحی کا بیان ہے، ایک قول ہے کہ نمازوں کی وحی تھی، بعضے کہتے ہیں کہ یہ وحی تھی کہ بہشت نبیوں پر حرام ہیں جب تک آپ اُن میں داخل نہ ہوں، اور اُمتوں پر بھی جب تک آپ کی امت داخل نہ ہو، اور ظاہر یہ ہے کہ وحی بھید اور معارف اور حقیقتیں تھیں، جن کو سوائے خدا اور اُس کے رسول کے کوئی نہیں جانتا، اور آیت وَکَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا میں ظاہر دلیل ہے علم کی شرافت پر کہ خدا نے اُس کو بزرگ فرمایا اور ساری دنیا کو قلیل یعنی تھوڑا سا نام رکھا، یہ تفسیر نیشاپوری کا ترجمہ ہے، اور تفسیر مدارک[2] میں ہے، کہ آیت فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی میں عظمت شان وحی

---

[1] عبارت قولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی وفیہ تفخیم لشان الوحی فقیل اوحی اللہ الصلٰوۃ وقیل اوحی الیہ ان الجنۃ محرمۃ علی الانبیاء حتی تدخلہا وعلی الامم حتی یدخلہا امتک والظاہر انہا اسرار وحقائق ومعارف لا یعلمہا الا اللہ ورسولہ وکان فضل اللہ علیک عظیما آیۃ دلیل ظاہر علی شرف العلم حیث سماہ عظیما وسمی متاع الدنیا باسرہا قلیلا انتہی ۱۲ [2] عبارت تفخیم للوحی الذی اوحی الیہ الخ ۱۲

کا بیان ہے جو آپ کی طرف ہوئی تھی الخ تفسیر جلالین[1] میں ہے کہ آیت فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی میں وحی کا ذکر نہ کیا اس کی عظمت شان کے واسطے، اھ حاشیہ جمل[2] میں ہے کہ اکثر مفسرین اس پر ہیں کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ پس وحی کی حق تعالیٰ نے اپنے بندے محمد (علیہ السلام) کی طرف جو وحی کرنی تھی اھ کرخی، اور عظمت شان سے عموم وحی کی طرف اشارہ ہے اور وہ تمام شرع کے احکام تھے اھ خطیب اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک قول ہے کہ یہ وحی مبہم تھی جس پر ہم مطلع نہیں، اور تمام پر ہمارا ایمان ہے، یا وہ وحی معلوم تفسیر کی گئی تھی دو قول ہیں الخ یہ حاشیہ جمل کی عبارت کا ترجمہ ہے، تفسیر خازن[3] میں ہے، آیت وعلمک ما لم تکن تعلم کی مراد احکام شرع امور دین لکھے ہیں، اور ایک قول ہے کہ تعلیم کیا آپ کو علم غیب سے جو تجھے معلوم نہ تھا، اور ایک قول ہے کہ سکھلائیں آپ کو پوشیدہ باتیں اور دلوں کے بھیدوں پر آپ کو اطلاع دی، اور منافقوں کے حال اور مکر جو تجھے معلوم نہ تھے تعلیم کر دیئے، اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے یعنی ہمیشہ سے یارسول اللہ آپ پر خدا کا فضل عظیم ہے، اھ۔

---

[1] عبارت ولم یذکر الموحی تفخیما لشانہ انتہی ۱۲ [2] عبارت والاکثر علی ان المعنی فاوحی اللہ تعالیٰ الی عبدہ محمد ما اوحی اھ کرخی۔ قولہ تفخیما لشانہ ای واشارۃ الی عمومہ وھو جمیع احکام الشریعۃ اھ خطیب فی القرطبی ثم قیل ھذا الوحی ھل ھو مبہم لا نطلع علیہ وتعبدنا بالایمان بہ علی الجملۃ او ھو معلوم مفسر قولان الخ انتہی ۱۲ [3] عبارت وعلمک ما لم تکن تعلم یعنی من احکام الشرع وامور الدین وقیل علمک من الغیب ما لم تکن تعلم وقیل معناہ وعلمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدھم ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما یعنی ولم یزل فضل اللہ علیک

اور تفسیر[1] مدارک میں ہے اور تعلیم کیں آپ کو جو معلوم نہ تھا امور دین اور شرائع یا پوشیدہ کاموں اور دلوں کے بھیدوں سے اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے جو کچھ آپ کو تعلیم کیا اور جو آپ پر نعمت دی اھ اور جلالین[2] میں ہے اور تعلیم کیا جو آپ کو معلوم نہ تھا احکام اور علم غیب سے اور خدا کا فضل آپ پر بزرگ ہے اس تعلیم وغیرہ سے اھ اور تفسیر زاہدی[3] میں ہے کہ آیت فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے اپنے بندہ سے کلام کی جو کلام کرتی تھی اول سے آخر تک سارے نبی اور رسول اور تمام مخلوقات اس کے جاننے سے عاجز ہیں، خدا تعالیٰ جانتا ہے یا اس کا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اھ اور تفسیر روح البیان[4] میں ہے کہ آپ کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کو محیط ہو گیا، جیسا کہ حدیث بحث ملائکہ میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنا کف میرے شانوں میں رکھا، پس اس کی سردی میرے پستانوں میں پہونچی، پس جان لیا میں نے علم اولین و آخرین کا اور ایک روایت میں ہے علم اس چیز کا جو ہوئی اور وہ چیز جو ہو گی، اور یہ چھٹی جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۴ میں ہے،

---

[1] عبارت۔ وعلمك مالم تكن تعلم من امور الدين والشرائع او من خفيات الامور و ضمائر القلوب وكان فضل الله عليك عظيما فيما علمك وانعم عليك ۱۲ [2] عبارت وعلمك مالم تكن تعلم من الاحكام والغيب وكان فضل الله عليك عظيما ۱۲ [3] عبارت۔ فاوحى الى عبده ما اوحى اى تكلم مع عبده كلاما تكلم بگفت با بندۂ خود آنچہ گفت از ابتدا تا انتہا ہمہ انبیاء و رسل با ہمہ خلائق عاجز آمدند از دانستن تفسیر این ما خدا داند عزوجل و رسول وے صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ [4] عبارت وكذا صار علمه محيطا بجميع المعلومات الغيبية الملكوتية كما جاء فى حديث اختصام الملائكة انه قال فوضع كفه على كتفى فوجدت بردها بين ثديى فعلمت علم الاولين والآخرين وفى رواية علم ما كان وما سيكون ۱۲

اور محدث دہلوی مدارج[1] النبوۃ میں لکھتے ہیں، کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ جبروت اور لاہوت سے کشف کیا گیا اور عجائب ملکوت سے آپ نے مشاہدہ فرمایا جو بیان نہیں کیا جا سکتا، اور اس کے ادنیٰ حصہ کے سننے کا تحمل عقل اور فہم میں نہیں ہے اس لئے رمز اور اشارہ اور کنایہ سے جو دلیل تعظیم کی ہے بیان فرمایا کہ فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ اھ پس قرآن مجید اور معتبر تفسیروں سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت علم بہ نسبت جمیع مخلوقات کے متحقق ہوا اور پایہ ثبوت کو پہونچا کہ مکذبین کا انکار واہی اور خرافات ہے اور یہ اُن کا خام خیال کہ فخر عالم علیہ السلام کے علم محیط زمین کے تسلیم کرنے سے شرک لازم آتا ہے، اور شیطان لعین کے علم محیط کے ماننے سے کوئی شرک کا خوف نہیں ہے، یہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عناد نہیں تو اور کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علموں سے بھی جہالت ہے بیضاوی[2] کے حاشیہ شہاب میں آیت وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کے نیچے طیبی سے نقل کر کے لکھا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات بے نہایت یعنی وراء الورا ہیں، اور آسمانوں اور زمینوں کے غیب اور جو چیز فرشتے ظاہر کرتے اور چھپاتے ہیں خدا کے علموں سے ایک قطرہ ہے، اھ پھر مکذبین کا یہ بیہودہ کہ اب ہر جگہ ابہام کو مفید تعظیم ماننے سے ہر شخص کو عالم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ماننا لازم آ جائے گا،

---

[1] عبارت وآنچہ کشف کردہ شد بروے صلی اللہ علیہ وسلم از جبروت ولاہوت و مشاہدہ کرد از عجائب ملکوت کہ محیط نمی تواند شد بآں عبارات وطاقت ندارد تحمل سماع ادنیٰ آن فہوم و عقول ولہذا اشارت برمز وایما و کنایت دال بر تعظیم بقول خود فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ ۱۲

[2] عبارت لان معلوماته تعالى لا نهاية لها وغيب السموات والارض وما يبدونه وما يكتمونه قطرة منها ۱۲

بدلیل آیت عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ کے، بھی ہذیان اور جنون ہے دو وجہ سے پہلی وجہ یہ ہے کہ گفتگو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم میں ہے، اور اس آیت سے بھی ثابت ہے جس سے منکرین کی کمال ہی نگونساری ہوگی اس لئے کہ امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیت عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہو سکتے ہیں بدلیل آیت وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ اور آیت ماکنت تعلم انت ولا قومک من قبل ھذا الخ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام موقعوں میں ابہام کو مفید تعظیم و تفخیم کسی نے بھی تسلیم نہیں کیا ہے، پس ان دونوں آیتوں میں بھی ابہام تعظیم کے لئے نہ جاننا سراسر غلط اور دھوکہ دہی ہے، تفسیر بیضاوی میں آیت وعلمک مالم تکن تعلم میں بہت عمدہ بیان ہے آیت مالم یعلم سے اس لئے کہ معنی مالم تکن تعلم کے یہ ہیں کہ تجھے تعلیم کیں وہ باتیں جن کے جاننے کی تجھ میں قابلیت نہ تھی، اس واسطے اس کی تفسیر میں تعظیم مذکور ہوئی ہے جس کی تحقیق گذر چکی ہے اھ۔

پھر مکذبین کا یہ استبعاد کہ بحر الحقائق حسینی و مدارج النبوۃ سے عقائد کا اثبات ہو رہا ہے، گو عقل سے بعید ہے تاہم بالکل باطل ہے کیوں کہ جمیع مخلوقات سے آپ کی وسعت علم کا عقیدہ تفسیر کبیر سے جو مکذبین کی عمدہ معتمدات سے ہے اور نیز

عبارت۔ ثم قولہ علم الانسان مالم یعلم یحتمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقولہ وعلمک مالم تکن تعلم وکقولہ ماکنت تعلم انت ولا قومک من قبل ھذا ۱۲ عبارت وعلمک مالم تکن تعلم من خفیات الامور او من امور الدین و الاحکام انتہی قولہ وعلمک مالم تکن تعلم قیل ھذہ الآیۃ ابلغ من قولہ فی سورۃ اخری مالم یعلم لان معناھا مالم یکن فیک قابلیۃ تعلمہ ولذا فسرہ بما ذکر وقد مر تحقیقہ انتہی ما فی شہاب حاشیۃ البیضاوی

دوسری تصریحات مفسرین و محدثین سے بھی ثابت کیا گیا ہے جس پر خدا کے لئے حمد ہے

جواب تفصیلی میں ہے، اس کے بعد قصوری صاحب نے احادیث سے استدلال کیا، ان کے جواب سے پہلے اس قدر جاننا ضروری ہے کہ جب دلائل قطعیہ کتاب و سنت و اجماع علمائے مختص ہونا علم کا بجناب باری تعالیٰ ثابت ہو چکا جو سابق سے واضح ہے، اور صاحب تفسیر نیشاپوری لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو ذل عبودیت ظاہر کرنے کا امر فرمایا ہے، تاکہ آپ کی طرف نقص منسوب نہ ہو اور علم غیب کے نہ ہونے سے آپ کو بٹہ نہ لگے، پس فرمایا کہہ دو کہ میں اپنے نفس کے نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر جتنا خدا چاہے، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قدرت قاصر اور علم قلیل ہے، اور جو بندہ ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے، اور کامل قدرت اور محیط علم خدا کے واسطے ہی ہے اھ تو اس کے مخالف کسی کا قول قابل قبول نہ ہوگا۔ اور جو حجت اس کے معارض ہوگی یا مئول و مصروف عن الظاہر ہوگی، ورنہ مردود ہوگی، ہاں جن امور کا علم حق تعالیٰ نے فخر عالم صلعم کو عطا فرمایا علی الخصوص جو متعلق مبدء و معاد و احکام شرعیہ کے ہے اس کا کسی مسلم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن جن امور کو خدا نے اپنے

عبارت دلیل تفصیلی والے کی۔ ثم امر نبیہ باظہار ذل العبودیۃ حتی لا ینسب الیہ نقص ولا عاب من قبل عدم علم الغیب فقال قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ وفیہ ان قدرتہ قاصرۃ وعلمہ قلیل وکل من کان عبدا کان کذلک والقدرۃ الکاملۃ والعلم المحیط لیس الا للہ تعالیٰ ۱۲

۲ یہ اختصار ہے سارق ہے ۱۲

واسطے خاص کر رکھا ہے جن میں مفاتیح غیب داخل ہیں جن کی نسبت حضرت عائشہ رضؓ نے صراحۃً فرمایا ہے کہ جو کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کو جانتے تھے تو اس نے خدا تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان و افترا کیا۔ البتہ وہ مخصوص بذات پاک باری تعالیٰ ہے اس کا اثبات دوسرں کے لئے سراسر خلاف کتاب و سنت و اجماع اُمت ہو گا، انتہی بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ صاحب تفسیر نیساپوری کی مراد نفی علم غیب سے علم غیب استقلالی کی نفی ہے، جیسا کہ وہی صاحب تفسیر نیساپوری آیت قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ کے نیچے لکھتے ہیں کہ پھر باری تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو حکم کیا کہ اپنی ذات سے تین کام کی نفی کردیں، اور کہیں کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں، جمع خزانہ وہ مکان ہے جس میں کچھ چھپا رکھتے ہیں، کہتے ہیں چھپا رکھا چیز کو اس وجہ سے کہ اس کو ہاتھ نہیں پہونچتا ہے اور میں غیب نہیں جانتا، صاحب کشاف نے کہا ہے کہ یہ محل نصب میں ہے عطف ہے محل عندی خزائن اللہ پر کہ وہ جملہ مقولہ قول سے ہے یعنی میں نہ وہ کہتا نہ یہ کہتا ہوں، میں کہتا ہوں کہ لَا اَقُوْلُ پر عطف کا بھی احتمال ہے یعنی کہہ دو کہ میں

عبارت[1] ذیل تفصیلی والے کی۔ من قال ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یعلم من ذلك شیئاً فقد افتریٰ علی اللہ افتراءً عظیماً ۱۲ سے ثم امر نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینفی عن نفسہ اموراً ثلثۃ فقال قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ھی جمع خزانۃ المکان الذی یخزن فیہ الشیٔ وتخزن الشیٔ اخزنہ بحیث لا تنالہ الایدی ولا اعلم الغیب قال فی الکشاف محلہ النصب عطفاً علی محل قولہ عندی خزائن اللہ لانہ من جملۃ المقول ای لا اقول لکم ذالك ولا ھذا قلت ویحتمل ان یکون عطفاً علی لا اقول ای قل (باقی بر صفحہ ۲۵۶)

غیب نہیں جانتا۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ غیب بالاستقلال خدا ہی جانتا ہے بخلاف اس کے کہ خدا کے خزانے آپ کے پاس ہوں اور آپ فرشتہ ہوں، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان دونوں مقاموں کے ہونے کا احتمال ہے، ولیکن آپ ان کو ظاہر نہ کریں، اور ان کاموں کی نفی کرنے کے فائدہ میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ مراد اظہار تواضع اور خضوع خدا کیلئے ہے، اور اپنی عبودیت کا اقرار تاکہ آپ کے حق میں کوئی ایسا اعتقاد نہ کرے جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے حضرت مسیح علی نبینا و علیہ السلام کے بارہ میں اعتقاد کیا تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مقصود اپنی عاجزی اور ضعف سے خبر دینی ہے، اور یہ کہ اپنے آپ معجزہ نہیں دکھا سکتے جو کفار آپ سے مانگتے ہیں، جیسا کہ اُن کا یہ قول کہ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لاویں گے تاکہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری نہ کرے الی قولہ میں نہیں ہوں مگر آدمی رسول، اور بعضے کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ میں نبوت اور رسالت کے سوا کسی چیز کا مدعی نہیں ہوں، اور خدائی دعویٰ اور فرشتہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ تفسیر نیشاپوری کی عبارت کا ترجمہ ہے،

لا اعلم الغیب فیکون فیہ دلالۃ علی ان الغیب بالاستقلال لا یعلمہ الا اللہ بخلاف کون خزائن اللہ عندہ وکونہ ملکاً فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحتمل ان یکون لہ ھذان المقامان ولکن لا یظھرھما واختلف المفسرون فی فائدۃ نفی ھذہ الامور فقیل المراد اظھار التواضع والخضوع للہ تعالیٰ والاعتراف لعبودیتہ حتی لا یعتقد فیہ مثل اعتقاد الیھود والنصاریٰ فی المسیح علی نبینا وعلیہ السلام وقیل المقصود انباء العجز والضعف وانہ لا یستقل بالمعجزۃ التی کانوا یقترحونہا کقولھم لن نؤمن لك حتی تفجرلنا من الارض ینبوعاً الی قولہ ھل کنت الا بشراً رسولاً وقیل لا ادعی سوی النبوۃ والرسالۃ ولا ادعی الالھیۃ ولا الملکیۃ ۱۲

جلالین کے حاشیہ جمل میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے نفس
شریف سے اِن چیزوں کی نفی فرمائی ہے تو یہ حق تعالیٰ سے تواضع ہے، اور اپنی عبودیت
کا اقرار ہے، اور اس لئے کہ کافر آپ سے معجزات مقترحہ طلب نہ کریں جو مجھے وحی
ہوتی ہے میں اس کا تابع ہوں، یعنے خدا کی طرف سے جو مجھے وحی ہوتی ہے
اس کی خبر دیتا ہوں؛ اھ

پھر جمل۲ میں لکھا ہے، اگر تو کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت
سی خبریں غیب کی دی ہیں اور صحیح حدیثوں سے وہ ثابت ہے، اور وہ آپ کے
بڑے معجزات سے ہے تو اس میں اور آپ کی نفی علم غیب قرآنی میں جمع اور تطبیق
کیونکر ہو، میں کہتا ہوں (یعنی جواب میں) کہ یہ نفی آپ نے بطریق تواضع اور ادب
کے کی ہو، اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ میں خود غیب نہیں جانتا مگر حق تعالیٰ مجھے
غیب پر اطلاع دیتا ہے اور اس پر قادر کرتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے
قبل از اطلاع علم غیب وہ نفی فرمائی ہو، پھر جب غیب پر مطلع ہوئے تو اس کی خبر دی
جیساکہ منصوص قرآن ہے کہ خدا اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو

عبارت۔ وانما نفی عن نفسہ الشریفۃ ھذہ الاشیاء تواضعا للہ تعالیٰ واعترافا بالعبودیۃ
وان لا یقترحوا علیہ الآیات العظام ان اتبع الا ما یوحی الی یعنی ما اخبرکم الا بما یوحی
من اللہ انزلہ علی ۱۲ عبارت۲۔ فان قلت قد اخبر صلی اللہ علیہ وسلم عن المغیبات وقد
جاءت احادیث فی الصحیح بذلک وھو من اعظم معجزاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف الجمع
بینہ وبین قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر قلت یحتمل ان یکون قالہ علی
سبیل التواضع والادب والمعنی لا اعلم الغیب الا ان یطلعنی اللہ علیہ ویقدرہ لی
ویحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیب فلما اطلعہ
اللہ اخبر بہ کما قال فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول (باقی آگے)

یا وہ نفی لوگوں کے سوال کے جواب میں فرمائی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت سی غیب
کی باتیں ظاہر فرمائیں، تب آپ نے اُن کی خبریں دیں تا کہ وہ آپ کا معجزہ اور صدق
نبوت کی دلیل ہو؛ اھ خازن یہ حاشیہ جمل کی عبارت کا ترجمہ ہے، اور آیت
قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ کے نیچے تفسیر روح البیان
میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو فرمایا۔ کہ کافروں سے انکی
عقل کے موافق باتیں کریں (الی قولہ) اور میں خود بخود غیب نہیں جانتا کیونکہ آپ
اللہ تعالیٰ کے اعلام سے ماضی اور آئندہ کی خبر دیتے تھے، اور شب معراج کے واقعہ
میں واقعی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حلق میں ایک قطرہ چکا جس سے میں نے جو ہوا
اور جو ہونا ہے اور ہو گا سب معلوم کر لیا۔ پس جو کوئی کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم غیب نہیں جانتے، بیشک وہ راہ راست بھولا۔ یہ ترجمہ ہے عبارت
تفسیر روح البیان کا۔

اب ان منقولات معتبرات سے بخوبی ثابت ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ تعالیٰ کے اعلام سے بیشک غیب جانتے ہیں، اور نفی اس کی تواضع کے طور پہ
بعد دعوی خدائی کے اعتقاد کے دفع کے واسطے ہے، پس آیات نفی علم غیب اور آیات

او یکون خرج ھذا الکلام مخرج الجواب عن سوالھم ثم بعد ذلک اظہرہ اللہ تعالیٰ
علی اشیاء من المغیبات فاخبر عنہا لیکون ذلک معجزۃ لہ ودلالۃ علی صحۃ
نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم اھ خازن انتہی من الجمل ۱۲ عبارت۲ والاشارۃ ان اللہ تعالیٰ امر
نبیہ علیہ السلام ان یکلم الکفار علی قدر عقولہم (الی قولہ) ولا اعلم الغیب فانہ صلی اللہ علیہ
وسلم کان یخبر عما مضی وعما سیکون باعلام الحق وقد قال علیہ السلام لیلۃ المعراج
قطرت فی حلقی قطرۃ علمت ما کان وما سیکون فمن قال ان نبی اللہ علیہ السلام
لا یعلم الغیب فقد اخطأ فیما اصاب ۱۲

واحادیث مثبت علم غیب میں ہرگز تناقض نہیں ہے، اور نہ اس میں کوئی شائبہ شرک کا ہے جیسا کہ وہابی لوگ زعم کرتے ہیں۔

اور نیز مفاتیح غیب کے علم کی نفی جو آپ سے کی گئی ہے تو اس سے بھی علم استقلالی کی نفی مراد ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اخیر میں فرمایا ہے کہ تحقیق خدا علیم خبیر ہے، مرقات[1] میں ہے کہ خدا ان چیزوں کے باطن پر خبردار ہے جیسا ان کے ظاہر کو جانتا ہے، یا معنے خبیر کے مخبر کے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ بعضے اُن کے جزئیات پر اپنے بعضے خاص بندوں کو خبردار کر دیتا ہے، اور قرآن مجید کی بہت آیات نے مجھے خبردار کیا ہے کہ علم وقت قیامت حق تعالیٰ کو ہی ہے یہ ترجمہ ہے عبارت مرقات کا۔ اور خصائص[2] کبریٰ امام سیوطیؒ سے منقول ہو چکا ہے کہ بعضوں کے نزدیک آپ کو وقت قیامت کا علم بھی تھا، مگر اس کے چھپانے پر مامور تھے، اور امام ابو منصور ماتریدی کی تفسیر میں جو بنام "تاویلات[3] ابی منصور" مشہور ہے، لکھا ہے کہ خدا کے نزدیک علم قیامت کا ہے بعض حدیثوں میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے آیا ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مفاتیح غیب پانچ چیزیں ہیں اُن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

عبارت[1] خبیر بباطنها كما انه عالم بظاهرها او معناه مخبر ببعضها من جزئياتها بعض عباده المخصوصين قد اخبر في مواضع كتابه ان علم الساعة مما استاثر الله تعالى به ۱۲ عبارت[2] ان مذهب البعض انه عليه السلام قد اوتي علم الساعة وامر بكتمانه ۱۲

عبارت[3] ذكر في بعض الاخبار عن عبد الله ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مفاتيح الغيب خمس لا يعلمها الا الله ثم بعد ذكر الاحاديث قال ع ان الله عنده علم الساعة الآية ۱۲

اور حدیثیں ذکر کر کے کہا، کہ اگر یہ حدیثیں ثابت ہیں تو مراد ان سے یہ ہے کہ ان کی حقیقت پر کسی کو خود بخود وقوف نہیں ہے، ورنہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ بعض یہ چیزیں معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ نجومی حساب سے معلوم کر لیتا ہے، اور خدا کے معلوم کرانے سے سچی خبریں ظاہر ہوتی ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام نے تاروں کو دیکھ کر اپنے بیمار ہونے کی خبر دے دی تھی، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے القا ہوا ہے کہ خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہے تو لڑکی ہی ہوئی تھی، اور یہ بات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے القا سے معلوم فرمائی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم تھا۔ مگر علم وقت قیامت کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے مگر یوں کہا جائے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کلام کرنے کا اذن نہ تھا اور نہ کسی شے میں کہنے کا مگر آسمان کی وحی سے یہ ترجمہ ہے عبارت تاویلات امام ابو منصور کا جو کتب خانہ مکہ معظمہ میں قلمی موجود ہے اور تفسیر[1] روح البیان میں آیت مفاتیح الغیب کے نیچے لکھا ہے کہ معلوم ہوا کہ علم غیب حق تعالیٰ سے خاص ہے، اور جو انبیاء اور اولیاء سے غیب کی خبریں دینی

فان ثبتت هذه الاخبار وما ذكروا الا فيجوز ان يقال انه يعلم ببعض هذه الاشياء من نحو ما يعلمه المنجم ذلك بالحساب وباعلام الله يخرج ذلك على الصدق مما اخبروا الا ترى ان ابراهيم على نبينا وعليه السلام قال اني سقيم لما نظر في النجوم اي ما سقم وروي ان ابا بكر رضي الله عنه قال اني القي الي ان ذا بطن خارجة جارية وكان كما ذكر ويحتمل ان يكون ابو بكر رضي الله عنه يعلم ذلك لما القي اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم ذلك الا في حق الساعة فانه لا يطلع عليها احد الا ان يقال بان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يؤذن له بالتكلم ولا القول في شيء الا من جهة الوحي من السماء ۱۲

عبارت[1] فنعلم ان الغيب مختص بالله تعالى وما روي عن الانبياء والاولياء من الاخبار

مروی ہیں، پس وہ خدا کی تعلیم سے ہے یا بطریق وحی یا بطور الہام اور کشف کے، پس جس علم پر سوائے انبیاء و اولیاء و ملائکہ کے کوئی مطلع نہیں ہوتا وہ حق تعالیٰ سے ہی خاص ہوا جیسا کہ آیت عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول کا مضمون ہے، یہ بعینہ اس کی عبارت کا ترجمہ ہے، محدث[1] دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں آیت اِنَّ اللّٰہَ عِندَہٗ عِلمُ السَّاعَۃِ یعنی خدا کے ہی نزدیک قیامت کا علم ہے اور خدا ہی مینہ برساتا ہے آخر آیت تک کے نیچے لکھتے ہیں، کہ مراد اس سے یہ ہے کہ خدا کی تعلیم کے سوا عقل کے حساب سے کوئی نہیں جانتا ہے مگر کہ حق تعالیٰ اپنے پاس سے کسی کو بتلا دے وحی اور الہام سے۔

اب ان منقولات کی رو سے یہ دعویٰ مکذبین کا کہ یہ پانچوں علم مفاتیح غیب خدا سے خاص ہیں، ان میں سے کسی کا غیر اللہ کے واسطے ثابت کرنا قرآن و حدیث و اجماع امت کے برخلاف ہے اھ بالکل باطل ہو گیا۔ اور نیز یہ قول ان کا کہ اس قول کے مخالف اور معارض یا مؤول ہو گا یا مصروف عن الظاہر ورنہ مردود ہو گا، تفسیر نیشاپوری وغیرہ کی سند سے ہی مردود ہو گیا۔ اور بخوبی متحقق ہوا کہ آیات و احادیث جن سے علم غیب کا حق تعالیٰ سے مخصوص ہونا ثابت ہوتا ہے سب حق ہیں، مراد ان سے علم استقلالی ہے، اور وہ آیات و احادیث جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے

من الغیوب فبتعلیم اللہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالہام والکشف فلا ینافی ذلک اختصاص علم الغیب مما لا یطلع علیہ الا الانبیاء و الاولیاء و الملائکۃ کما اشار الیہ بقولہ علم الغیب الآیۃ ۱۲

[1] عبارت و مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا ندانند و اینہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آں را نداند مگر آں کہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بداناند بوحی و الہام ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب جن میں مفاتیح غیب و غیرہا سب داخل ہیں ان کی تعلیم فرمائی ہے، وہ بھی سب حق اور بے شک ہیں۔ مراد ان سے اطلاع اور غیب پر غلبہ ہے حق تعالیٰ کی تعلیم سے نہ خود بخود آپ غیب دان ہیں، اب اس میں کوئی بھی تناقض نہیں ہے، اور خدا ہی حق کو حق کرنے والا ہے اور سیدھے راہ کا راہ نما ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے[1] کہ مولوی صاحب قصوری نے پہلی حدیث بخاری باب بدء الخلق سے لکھی ہے، کہ ہمارے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پس ہم کو خبر دی آخر حدیث تک، اس پر کرمانی اور خیر جاری سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا اور آخرت اور دنیا سب کی خبر دے دی، اور طیبی سے اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ آپ نے جمیع احوال مخلوقات سے خبر دے دی تھی، اور طیبی اور محدث دہلوی سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے، دوسری روایت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صحیحین سے نقل کی، کہا کہ خطبہ پڑھا ہم پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ جس میں قیامت تک کا احوال ذکر کیا آخر حدیث تک، اس کو عینی سے لکھا کہ تمام امور مقدرہ کائنات کے بیان کیے، تیسری حدیث بھی صحیح مسلم سے نقل کی کہ آپ نے قیامت تک جو ہونا تھا اس کی خبر دے دی، چوتھی روایت عمرو بن اخطب کی مسلم سے نقل کی کہ ہم سے بہت علم والا بہت حافظہ والا ہے، بعد اس کے لکھتے ہیں کہ یہ آیات و احادیث نصوص

---

[1] اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ہم کو جو ہوا اور جو ہو گا اس کی خبر دے دی۔ اس کو جواب تفصیلی میں چھوڑ دیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

صریحہ ہیں اس میں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع احوال موجودات اور امورِ مقدرہ کائنات۔ اور ماکان وما یکون پر اطلاع پا کر ان سب کی خبریں دی ہیں، جس سے اکابر اہل سنت نے آپ کو عالم ماکان وما یکون مان لیا۔ اور کتبِ دینیہ و علم سیر میں مثل شفا و مواہب لدنیہ و روضۃ الاحباب و مدارج وغیرہا سب میں ایسا لکھ دیا۔ اِن سب کا جواب یہ ہے، کہ اولاً یہ روایات مفید ثبوت اعتقادیات نہیں ہو سکتی، ثبوت عقائد کے واسطے ضرور ہے کہ دلائل قطعیہ یقینیہ ہوں، اور یہ دلائل محض ظنی ہیں، انتہیٰ بلفظہٖ۔"

علمائے ربّانی اور علمائے دیوبند کا طرزِ فکر

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے کہ دلائل یقینیہ و ظنیہ میں ہر چند کلام دراز ہے لیکن اِن کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے کہ علمائے راسخین نے انبیاء کے واسطے بعض علم غیب کا اعتقاد انہیں دلائل مذکورہ صدر سے ثابت کیا ہے، جن کو یہ لوگ ظنی بنا رہے ہیں، سید احمد[1] طحطاوی در مختار کے حاشیہ میں بنقل شیخی زادہ ناقلاً تاتارخانیہ سے لکھتے ہیں کہ بعض اشیا آپ کے روح مبارک پر عرض کی جاتی ہیں، اور آپ بعض غیب جانتے ہیں بدلیل آیت عٰلِم الغیب یعنی خدا غیب دان ہے پس اپنے غیب پر کسی کو غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول پسندیدہ کو اھ یہ ترجمہ ہے عبارت طحطاوی کا۔

---

[1] عبارت لان بعض الاشیاء تعرض علی روحہ صلی اللہ علیہ وسلم فیعرف بعض الغیب قال اللہ تعالی علم الغیب الآیۃ ۱۲

اور سید[1] ابن عابدین رد المحتار حاشیہ در مختار میں بنقل تاتارخانیہ ناقلاً فتاوی حجۃ بنقل ملتقط فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روح مبارک پر چیزیں عرض کی جاتی ہیں، "رسول بعض غیب جانتے ہیں بدلیل آیت مذکورہ صدر اھ یہ رد المحتار کی عبارت کا ترجمہ ہے، اور مؤلف[2] براہین نے شرح فقہ اکبر سے براہین میں اور نیز جواب تفصیلی میں یوں لکھا ہے، پھر جان لو کہ انبیاء غیب کی چیزیں نہیں جانتے، مگر جو حق تعالیٰ اُن کو گاہے گاہے تعلیم کرتا ہے اھ اور نیز یہی علی قاری مرقات[3] میں لکھتے ہیں کہ اولیاء سے غیب کی خبریں دینی مشہور ہیں، جیسا کہ شیخ کبیر ابو عبد اللہ اپنی کتاب عقائد میں فرماتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ بندہ حالات انتقال کر کے لغت روحانی تک پہونچ جاتا ہے، پس وہ غیب جانتا ہے اور زمین اس کے لئے لپیٹی جاتی ہے، اور وہ پانی پر چلتا ہے اور آنکھوں سے غائب ہو جاتا ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت مرقات کا عقائد کی معتبر کتاب کی نقل سے، اور رد المحتار[4] میں ہے بلکہ کتب عقائد میں مذکور ہے، کہ منجملہ کرامات اولیاء کے بعض غیبوں پر اطلاع ہے الخ

اگر یہ اعتراض کریں کہ اِن روایت کتب عقائد و فقہ سے نبیوں اور ولیوں کا

---

[1] عبارت لان الاشیاء تعرض علی روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال اللہ تعالی عالم الغیب الآیۃ ۱۲ [2] عبارت ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالی احیانا ۱۲ [3] عبارت اشتہر عن العرفاء من الاخبار الغیبیۃ کما قال الشیخ الکبیر ابو عبد اللہ فی معتقدہ ونعتقد ان العبد ینتقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب ویطوی لہ الارض ویمشی علی الماء ویغیب عن الابصار ۱۲ [4] عبارت ان من جملۃ کرامات الاولیاء الاطلاع

بعض غیب پر مطلع ہونا اور بتعلیم الٰہی اس کا جاننا جو مذکور ہوا ہے، یہ صاحب براہین وغیرہ اس کے حوارئین کو بھی کسی قدر اس کی تسلیم ہے، مگر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب زمین و آسمان کے حالات اور جو ہوا اور ہوگا اُن پر اطلاع اِن روایات سے تو ثابت نہیں ہوتی ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ علمائے دین نے جو انبیاء اور اولیاء کی اطلاع بعض غیب پر لکھی ہے، تو وہ بہ نسبت علم الٰہی کے ہے، ورنہ حضرات انبیا خصوصًا سرورِ عالم علیہم السلام والثناء کا علم اپنی ذات میں تو بہت سے بہت ہے، قرآن مجید[1] میں فرمان ہے کہ حق تعالیٰ علم نافع باعمل دینے والا ہے جس کو چاہتا ہے، اور جس کو یہ علم دیا گیا پس بتحقیق بہت نیکی دیا گیا، کہ اس کا انجام ابدی نیکی کی طرف ہے، یہ تفسیر جلالین میں ہے، اور تفسیر مدارک[2] میں لکھا ہے، حیی ابن اخطب نے کہا کہ تمہارے قرآن میں ہے کہ جو علم نافع دیا گیا وہ بتحقیق بہت سی نیکی دیا گیا، پھر تم اُسی قرآن سے پڑھتے ہو کہ تم تھوڑا سا علم دیئے گئے ہو، تو اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ تو کہہ دے اگر سمندر خدا کی باتوں کے لئے سیاہی ہوتا اخیر آیت تک، یعنی علم نافع بہت سی نیکی ہے، مگر حق تعالیٰ کے علموں کی نسبت ایک قطرہ سمندر سے ہے اھ مترجمًا

---

[1] عبارت قال اللہ تعالیٰ۔ یؤتی الحکمۃ ای العلم النافع المؤدی الی العمل من یشاء ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا لمصیرہ الی السعادۃ الابدیۃ ۱۲ عبارت[2] قال حیی ابن اخطب فی کتابکم ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا ثم تقرؤن وما اوتیتم من العلم الا قلیلا فنزلت قل لوکان البحر مدادا لکلمٰت ربی الآیۃ یعنی ان ذالک خیر کثیر ولکنہ قطرۃ من بحر کلمٰت اللہ ۱۲

اور تفسیر خازن[1] میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہود نے کہا اے محمد آپ خیال کرتے ہو کہ ہم علم نافع دیئے گئے ہیں، اور تمہاری کتاب میں ہے کہ جس کو علم نافع ملا وہ بہت سی نیکی دیا گیا۔ پھر آپ کہتے ہو کہ لوگ تھوڑا سا علم لیئے گئے ہیں، تب حق تعالیٰ نے یہ آیت اتاری، تو کہہ دے اگر سمندر سیاہی ہوتا کہ لکھے میرے رب کی باتیں، بے شک دریا خرچ ہو چکتے پہلے اس سے کہ میرے رب کی باتیں تمام ہوں، یعنی علم اور حکم خدا کا اھ مترجمًا۔ اور ایسا ہی تمام تفسیر دل میں ہے، اور حاشیہ شہاب بیضاوی سے بنقل طیبی اوپر لکھا گیا ہے کہ آسمان اور زمینوں کی غیب اللہ تعالیٰ کی معلومات کی بہ نسبت ایک قطرہ ہے دریاؤں سے اور صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں سے اوپر لکھا گیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ قیامت تک ہونا تھا خبر دے دی اور عمرو بن اخطب کی روایت میں ہے کہ آپ نے ہم کو جو کچھ کہ ہوا اور ہوگا سب پر خبردار کر دیا۔ پس صاحب براہین مع حوارئین اِن صحیح حدیثوں اور قرآنی آیات پر معترض ہیں کہ ظنی دلائل ہیں، اِن سے علم محیط زمین کا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ثابت نہیں ہوتا ہے، جو اس کا قائل ہے اُس نے خدا سے شرک کیا۔ اور مشکوٰۃ[2] کی روایت حضرت جابر سے جو شیطان کی لوگوں کے حال پر اطلاع اپنی فوج

---

[1] عبارت قال ابن عباس رضی اللہ عنہما قالت الیہود یا محمد تزعم اننا قد اوتینا الحکمۃ وفی کتابک ومن یؤتی الحکمۃ فقد اوتی خیرًا کثیرًا ثم تقول وما اوتیتم من العلم الا قلیلا فانزل اللہ ھذہ الآیۃ قل لوکان البحر الی کلمٰت ربی ای علمہ وحکمہ ۱۲ عبارت[2] فی المشکوٰۃ عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ

کے وسیلہ سے وارد ہوئی ہے اس کو صاحب براہین مع حواریین تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نص قطعی سے شیطان کا علم محیط ثابت ہے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایسا نہیں ہے تو یہ آپ کی صریح اہانت اور آپ سے کمال عناد اور شیطان رجیم کی نہایت تعظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ حق تعالیٰ پناہ دے۔

جواب تفصیلی میں ہے "اور ثانیاً جب دلائل ظنیہ معارض دلائل قطعیہ کے ہوں تو اگر گنجائش تاویل ہو تو قطعیات کو معمول اور ظنیات کو ماول ومصروف عن الظاہر کریں گے، ورنہ قطعاً دلائل ظنیہ کو ترک کیا جائیگا۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ اوپر مسطور ہو چکا ہے کہ علمائے ربانیین نے اُن دلائل وسعت علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قطعی جان کر اُن کے مضمون کے معتقد ہو گئے ہیں، اور تمام دلائل میں یوں تطبیق دی ہے کہ مطلق علم غیب حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، کہ اپنی ذات سے وہ غیب داں ہے اور کسی کی تعلیم کی اس کو حاجت نہیں ہے، کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے، اور انبیا صرف حق تعالیٰ کی تعلیم سے غیب جانتے ہیں نہ خود بخود، پس ہرگز تعارض نہیں ہے، پھر شیطان لعین کے

صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم یبعث سرایاہ یفتنون الناس فادناھم منہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ الحدیث وما فی الدر المختار من ان ابلیس مع ابن آدم بالنھار وولدہ باللیل فعلی تقدیر صحتہ لا یفید سعۃ علم الشیطان بجمیع افعال الانسان لیلاً ونھاراً بل نھاراً فقط فلم یثبت لہ الاحاطۃ بجمیع الامور الانفسیۃ اصلاً ۱۲ منہ (ترجمہ دونوں عبارتوں کا) حدیث مشکوٰۃ اور روایت در مختار یعنی الشیطان ابن آدم کے ساتھ دن کو رہتا ہے، اور رات کو اس کی اولاد۔ پس اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو شیطان کی وسعت علم بجمیع حالات انسان کے ہرگز مفید نہیں ہے بلکہ دن کے حالات کی اطلاع کو مثبت ہے اس کو تسلیم کرنا اور آپ کے نصوص کا انکار کرنا کیا دین ہے؟ ۱۲ منہ

علم محیط زمین کے دلائل کو یقینی بنا کر قبول کر لینا اور حبیب رب العالمین کی وسعت علم دلائل کو ظنی کہہ کر اگر ممکن ہو تو تاویل کرنا ورنہ ترک کر دینا حضرت خلیل احمد اور رشید احمد اور اُن کے معاونین کی فقاہت اور ثقاہت کی قوی دلیل ہے، خدا کے غضب اور اُس کے بندوں کی شرارت سے پناہ ہی بکار ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے "ثالثاً" ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اِن مواقع میں جو لفظ عموم کے ہیں اُن میں ایسا عموم ہے جس میں سے کوئی چیز خارج نہ ہو، مولانا قصوری نے یہ قاعدہ اصولی نہیں پڑھا کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے، الواح توریت کی نسبت قرآن میں ہے، اور ہم[1] نے لکھ دیا اس کے واسطے الواح میں ہر شے نصیحت اور تفصیل ہر شے کی پھر قصوں کی بابت ارشاد ہے، البتہ پیغمبروں کے قصوں میں نصیحت ہے عقل مندوں کے لیے، قرآن بات بنائی ہوئی نہیں ولیکن موافق اس کی کلام کے جو اس سے پہلے ہے، اور تفصیل[2] ہر چیز کی، اخیر آیت تک اور قرآن کے بارہ میں ارشاد ہے، ہم[3] نے تجھ پر کتاب اُتاری بیان واسطے ہر شے کے، اِن سب قضایا کلیہ پر موجبہ کلیہ کی سوا لفظ کل واقع ہے، تو چاہیے کہ حسب مذاق مولانا قصوری الواح توریت اور قرآن مجید تمام کلیات اور جزئیات عالم کی تفسیر اور تبیان ہو، اور ہر ایک چیز اس میں مبین اور مفصل ہو، تو اس صورت میں اس میں یہ بھی ہو کہ

---

[1] آیت۔ وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء موعظۃ وتفصیلاً لکل شیء ۱۲ [2] آیت لقد کان فی قصصھم (الخ) وتفصیلاً لکل شیء ۱۲ [3] آیت ونزلنا علیک الکتب تبیاناً لکل شیء ۱۲

آج قصوری صاحب نے کتنا کھایا اور کیا کیا۔ کیا معاذ اللہ کوئی متدین عاقل ایسا کہہ سکتا ہے؟ تو جب اِن نصوص اور آیات میں عموم ہے اپنی حقیقت پر نہیں رہا تو اِن احادیث میں جن کی تخصیص دلائل قطعیہ سے موجود ہے عموم کیوں کر اپنی حقیقت پر رہ سکتا ہے' آیت[1] اور خدا کے پاس مفاتیح غیب ہیں اُن کو وہی جانتا ہے' اور جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں ہے' اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اُس کو خدا جانتا ہے' اور نہ دانہ اندھیری زمین میں اور نہ تر و خشک مگر لوح محفوظ میں ہے' اور نیز ارشاد ہے' کہ خدا کے نزدیک علم قیامت[2] کا ہے' اور وہ مینہ برساتا ہے' اور جو رحموں میں ہے جانتا ہے آخر آیت تک یہ آیتیں نص صریح ہیں اس پر کہ بعض امور کا علم مخصوص بذات پاک حق جل مجدہٗ ہے'' انتہیٰ بلفظہٖ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے' بخدا میں اِن مکذبین کی بکواس کو بالاجمال رد کر رہا ہوں' ورنہ ان کی تردید میں دفتروں کے دفتر مرتب ہو جاویں' پہلے بھی لکھا گیا ہے اور اب پھر ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارا مُدعا یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات سے بہت عالم ہیں' جو آپ کے علم کو شیطان کے علم سے کم کہتا ہے وہ بہت جھوٹا اور بدترین خلائق ہے' کیوں نہ ہو کہ آپ کے علم کو آیات سے خاص کرتا اور شیطان لعین کے علم میں تخصیص نہیں کرتا' ابلیس کے علم کو محیط زمین اعتقاد رکھتا ہے اور عین ایمان جانتا ہے' اور آپ کے علم محیط کو

---

[1] آیت وعندہٗ مفاتیح الغیب الیٰ الا فی کتٰب مبین ۱۲ [2] آیت ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ ۱۲

شرک و کفر مانتا ہے' اور یہ تو ہرگز مراد نہیں ہے کہ آپ کا علم ایسا عام ہے جس سے کوئی چیز بھی معلومات سے خارج نہیں ہے' مثل علم باری تعالیٰ کے اور اعتراض میں صاف مرقوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقات سے اَعلم ہیں اور حق تعالیٰ کا علم آپ سے بڑھ کر ہے' اھ

پس اِس قاعدہ اصولیہ سے کہ ہر عام مخصوص البعض ہوتا ہے ہمارے مدعا پر کوئی بھی اعتراض نہیں وارد ہوتا ہے' پس اس تیسری وجہ میں ہر چند ہم کو کچھ حاجت کلام کی نہیں' مگر تاہم اظہار حق کی غرض سے اس قدر لکھا جاتا ہے کہ یہ قاعدہ بھی کلیہ نہیں بلکہ مخصوص البعض ہے' کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر علیم و محیط ہونا عام غیر مخصوص البعض ہے' اور ایسا ہی آیت[1] وَنَزَّلْنَا یعنی اور ہم نے تجھ پر قرآن اُتارا جو بیان ہے ہر شی محتاج الیہ کا امر شریعت سے' یہ جلالین میں ہے' اور حاشیہ[2] جمل میں لکھتے ہیں کہ قرآن کا محتاج الیہ چیزوں کا تبیان ہونا یا تو نفس قرآن سے ہے' یا حدیث کے اشتمال سے بدلیل آیت وَمَا اٰتٰکُمُ الخ یعنی اور جو رسول فرماوے اس پر عمل کرو' اور جس سے منع کرے اُس سے باز آجاؤ یا اجماع کے مشتمل ہونے سے بدلیل آیت وَیَتَّبِعُ الخ یعنی اتباع سبیل مومنین بھی ماموربہ قرآن مبین ہے' یا قیاس کی تضمین سے بحکم آیت فَاعْتَبِرُوْا یعنی نظر

---

[1] آیت ونزلنا علیک القرآن تبیانا لکل شیء۔ یحتاج الیہ الناس من امر الشریعۃ ۱۲ [2] عبارت قولہ لکل شیء یحتاج الناس الیہ من امر الشریعۃ، اما بتبیینہ فی نفس الکتب او باحالتہ علی السنۃ لقولہ تعالیٰ وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا او باحالتہ علی الاجماع کما قال تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین الآیۃ او علی القیاس کما قال فاعتبروا یا اولی الابصار والاعتبار والنظر والاستدلال اللذان یحصل بہما القیاس

اور استدلال جن سے قیاس نکلتا ہے، وہ بھی قرآن سے ثابت ہے، پس یہ چار
راہ قرآن کے بیان کے ہیں، جن سے کوئی حکم شرعی خارج نہیں ہے اور یہ سب
قرآن میں مذکور ہیں، پس قرآن ہر شئی کا تبیان ہو گیا۔ اور باطل ہوا یہ اعتراض
کہ حق تعالیٰ نے قرآن کو ہر شے کا تبیان کیوں کر فرمایا حالانکہ ہم بہت سے احکام
شرعیہ ایسے پاتے ہیں جو قرآن سے معلوم نہیں ہوتے، چنانچہ تعداد رکعات نماز
اور مدت مسح وحیض و قدر حد شرب خمر و سرقہ وغیر ذلک، اور اس لئے ائمہ مجتہدین
کا بہت سے حکموں میں اختلاف ہے اھ کرخی۔ یہ حاشیہ جمل کی عبارت کا ترجمہ
ہے، اور تفسیر[1] مدارک میں ہے آیت وَنَزَّلْنَا یعنی اتارا ہم نے تجھ پر قرآن جس میں
سب دینی کاموں کا عمدہ بیان ہے، احکام منصوصہ میں تو ظاہر ہے اور ایسا ہی
جو بات حدیث اور اجماع اور قول صحابی اور قیاس سے ثابت ہو کیونکہ سب کا مرجع
قرآن کی طرف ہی ہے کہ ہم اس کے رسول مقبول کی اتباع و اطاعت پر مامور ہیں
بحکم آیت أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ کے اور اجماع پر بھی قرآن سے اس لئے

فهذه اربع طرق لا يخرج شئ من احكام الشريعة عنها وكلها مذكورة في القرآن فكان
تبيانا لكل شئ فاندفع ما قيل كيف قال الله تعالى ونزلنا عليك الكتاب تبيانا
لكل شئ ونحن نجد كثيرا من احكام الشريعة لم يعلم من القرآن نصا كعدد ركعات
الصلوة ومدة المسح والحيض ومقدار حد الشرب ونصاب السرقة وغير
ذلك ومن ثم اختلف الائمة في كثير من الاحكام اه كرخي انتهى ما في الجمل
عبارت[1] ونزلنا عليك الكتب تبيانا بليغا لكل شئ من امور الدين اما في الاحكام
المنصوصة فظاهر وكذا في ما ثبت بالسنة او بالاجماع او بقول الصحابة او بالقياس لان
مرجع الكل الى الكتب حيث امرنا فيه باتباع رسوله عليه السلام واطاعته بقوله اطيعوا الله

ہوا ہی ہے، بدلیل آیت وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ سے، اور آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے اپنے صحابہ کی اتباع پسند فرمایا ہے، بسند حدیث
اصحابی یعنی میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں، جس کی تم پیروی کرو گے راہِ راست
پا جاؤ گے، اور صحابہؓ نے بتحقیق اجتہاد کیا اور قیاس فرمایا اور اجتہاد و قیاس کا
راستہ پامال کیا۔ اور ہم بھی اس پر مامور ہیں بدلیل آیت فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي
الْأَبْصَارِ کے، پس حدیث و اجماع و قول صحابی و قیاس سب قرآن کا ہی بیان
ہیں، جس سے قرآن کا تبیان ہر شے کا ہونا تحقق ہو گیا۔ یہ مدارک کی عبارت
کا ترجمہ ہے، اور تفسیر[2] خازن میں ہے، اہل معانی نے ہر شے کے تبیان کا یوں
بیان کیا ہے کہ امور دین یا تو منصوص قرآن ہیں یا اس میں حوالہ ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی طرف، اس لئے کہ آپ نے قرآن مجید کے احکام اور
حدود اور حلال و حرام و تمام مامورات و منہیات کا بیان فرمایا ہے، اور اجماع
امت کی طرف کہ وہ بھی اصل اور کلید ہے علوم دین کے لئے اھ مترجماً اور ایسا
ہی تمام بڑی تفسیروں میں درج ہے، پس بتحقیق تحقق ہوا کہ قرآن مجید کے تبیان کے

واطيعوا الرسول وحثنا على الاجماع فيه بقوله ويتبع غير سبيل المؤمنين وقد رضي رسول
الله صلى الله عليه وسلم لامته باتباع اصحابه بقوله اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم
اهتديتم وقد اجتهدوا وقاسوا ووطئوا طرق الاجتهاد والقياس مع انه امرنا به بقوله
فاعتبروا يا اولي الابصار فكانت السنة والاجماع وقول الصحابي والقياس مستندة الى
تبيان الكتب فتبين انه كان تبيانا لكل شئ ۱۲ عبارت[2] وقال اهل المعاني تبيانا لكل شئ
يعني من امور الدين اما بالنص عليه او بالاحالة على ما يوجب العلم به من بيان النبي صلى
الله عليه وسلم لان النبي صلى الله عليه وسلم بين ما في القرآن من الاحكام والحدود والحلال
والحرام وجميع المامورات والمنهيات واجماع الامة فهو ايضا اصل ومفتاح لعلوم الدين ۱۲

عموم سے انکار کرنا تمام کلیات و جزئیات جہاں[1] پر حمل کر کے اس غرض سے کہ کسی طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی وسعت منتفی ہو جائے سوائے صاحب
براہین اور اُس کے حوارین کے کسی دانش مند دین دار کا کام نہیں ہے، اور یہ جو
مکذبین نے آیت وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ سے استدلال کی ہے، تو اس کا
جواب اوپر بارہا لکھا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے واسطے یہ علم ذاتی اور استقلالی ہے
اور اس سے اپنے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی باری تعالیٰ نے بخشا
ہے بدلیل آیت عَالِمُ الْغَيْبِ یعنی خدا غیب دان ہے اپنے غیب پر کسی کو
غالب نہیں کرتا ہے مگر رسول پسندیدہ کو آخر آیت تک اور اسی آیت مبارکہ
کے اخیر سے جو یہ ثابت ہوا ہے کہ جنگل اور دریا وغیرہما اقسام علم کتاب مبین
یعنی لوح محفوظ میں ہیں، جیسا کہ تفسیر جلالین و زاہدی و کبیر و نیساپوری وغیرہ
بہت سی تفسیروں میں اس پر نص ہے، اور بیضاوی وغیرہ نے جو اس سے علم
الٰہی مراد رکھا ہے، تو وہ استعارہ حقیقی معنی کے معارض نہیں ہو سکتا ہے تو اسی آیۃ
مبارکہ سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ اور مکذبین کا دعویٰ جھوٹا نکلا۔ کیونکہ لوح محفوظ
کا علم آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وسیع کا بعض ہے جو علامہ قاری کے قول
شرح قصیدہ بردہ سے اُوپر منقول ہو چکا ہے۔

---

[1] فقیر نے دینی کتابوں سے کسی میں دیکھا ہے کہ ایک کافر کی ریش بکری کی طرح تھی، اُس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے میری ریش کا ذکر کہاں آیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ آیت کشجرۃ خبیثۃ میں، اس پر کافر مبہوت ہوا ۱۲ منہ عفی عنہ

مُلا علی قاری کا استدلال

مولانا قاری مرقات[1] شرح مشکوٰۃ حدیث جبرئیل علی نبینا وعلیہ السلام کی
ذیل میں لکھتے ہیں، اور لواحق پس وہ ہیں جو حق تعالیٰ نے اپنے بعضے دوستوں
پر لوح علم کو ظاہر کر دیا ہے، اور وہ غیب مطلق نہیں رہی اور غیب اضافی ہو گئی الخ
اور ان مکذبین کے پردادا استاد تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں، کہ بعضے پہلے مفسرین
اہل سنت نے کہا ہے کہ مراد غیب سے آیت عٰلم الغیب میں لوح محفوظ ہے
جس پر سوائے انبیاء کے کوئی مطلع نہیں ہوتا ہے، تو یہ بات کئی وجہ سے مردود
ہے، منجملہ اُس کے یہ ہے کہ مراد لوح کی اطلاع سے اطلاع موجودات نفس الامری
پر ہے، کہ اُن کے دنیا میں ظہور سے پہلے حاصل ہو، خواہ اُس لوح کے حروف
کے مطالعہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے ہو۔ اس لئے کہ کتاب پر اطلاع سے مراد
یہی ہوتی ہے کہ اس کے مضامین مندرجہ پر اطلاع ہو، اور یہ اطلاع لوح محفوظ
کی ولیوں کو بھی حاصل ہوتی ہے، اور منجملہ اس کے یہ ہے کہ لوح پر اطلاع جو
اس کے نقوش کا مطالعہ اور دیکھنا مراد ہو تاہم اس امر کا بعضے اولیاء کے لئے
حاصل ہونا متواتر منقول ہے، پس انبیاء سے اس کا اختصاص نہ رہا۔ یہ ترجمہ
ہے ضروری عبارت تفسیر عزیزی کا۔ جب اولیاء اُمت کے علم کی وسعت متحقق
ہو گئی، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریعت کی وسعت سے انکار تو بالکل

---

[1] عبارت واما اللواحق فهو ما اظهره الله سبحانه على بعض احبائه لوحة علمه وخرج ذلك عن الغيب المطلق وصار غيبا اضافيا الخ ۱۲

باطل ہوا۔ اور آیت اِنَّ اللّٰہَ عِندَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ کے متعلق کلام اوپر گذر چکی ہے اور علمائے راسخین کی تصریح سے ثابت ہوا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم استقلالی حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور تعلیم الٰہی ان چیزوں پر اطلاع انبیاء اور بعض اولیاء کے واسطے شرعاً ثابت ہے جس کی تفصیل ضروری ہی مذکور ہوئی ہے اور آگے بھی آتی ہے اور یہ بات بھی یاد رہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حق تعالیٰ کے علم سے کم اور ساری مخلوقات کے علم سے زیادہ ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے" رابعاً جب کوئی دلیل عقلی قطعی کسی نص کی مخصص ہو تو وہ نص عام اپنے عموم پر باقی نہیں رہ سکتی آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے بدلیل عقلی ذات وصفات واجب تعالیٰ کو خارج کیا جاتا ہے، ما نحن فیہ میں خیال کر لینا چاہیئے کہ تھوڑے سے وقت دو چار گھنٹہ میں تمام معلومات کا بیان کر دینا اور بعضے صحابہؓ کا اس کو یاد کر لینا ایسا امر ہے، جس کو بداہت عقل جائز نہیں سمجھتی، اور اس کو کسی نے معجزہ پر بھی محمول نہیں کیا، تو بداہت عقل دال ہے کہ عموم و کلیہ مخصوص بعض اُن معلومات کے ساتھ ہے جن پر حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کرنا چاہا۔ نہ جمیع معلومات باری تعالیٰ پر۔ چنانچہ ارشاد ہے، اور احاطہ نہیں کرتی کسی چیز پر اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے، علی قاری لکھتے ہیں، پھر جان لے کہ انبیاء غیب کی چیزوں کو نہیں جانتے مگر جتنا اللہ تعالیٰ اُن کو جتلاتا ہے کبھی الخ انتہی بلفظہ"

ولا یحیطون بشیٔ من علمہ الا بما شاء ۱۲

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ اُوپر بارہا گذرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم بہ نسبت جمیع مخلوقات کے بارہ میں گفتگو ہے تردید میں اُس کے جو آپ کے علم کو شیطان کے معلومات سے کم بتاتا ہے، اور یہ دعویٰ نہیں کہ آپ کے علم نے جمیع معلومات الٰہی کو احاطہ کر لیا ہے، اور یہ بھی بکرات مرات گذرا ہے کہ آپ کے معلومات گو کثیر بلکہ اکثر ہیں، مگر حق تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں بعض سے تعبیر کئے جاتے ہیں، اور علی قاری علیہ رحمت الباری سے منقول ہو چکا ہے کہ لوح محفوظ کا علم آپ کے علم کا بعض ہے، اور آپ کو باتفاق علمائے کرام ما کان وما یکون کا علم دیا گیا ہے، پھر ایک[1] دن میں جو آپ نے ساری مخلوقات کا حال بیان فرما دیا، اور بعض صحابہؓ نے اُس کو یاد کر لیا تو اس کو بداہت عقل کے برخلاف کہہ کر دلیل قطعی سے تخصیص احادیث کی بیان جن کو شارحین نے مخصوص نہیں کیا، اور غرض اس سے عالم علوم الاولین والآخرین کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم بتانا ایسا امر ہے جیسا کہ ملحد فلاسفہ نے آسمان وغیرہ کے خرق والتیام کو اور آپ کے تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرنے کو مستبعد جانا ہے اور جیسا نیچریوں نے جو اپنے آپ کو کامل موحدین سے جانتے ہیں، وجود ملائکہ وجن اور دوزخ وبہشت وغیرہا سے انکار کیا ہے، جن کا فقیر کان اللہ لہٗ نے رسالہ موسومہ "جواہر مضیہ رد نیچریہ" میں رد بلیغ لکھا ہے، والحمد للہ تعالیٰ علی ذلک۔

پھر مکذبین کا یہ دعویٰ کہ اُس کو کسی نے معجزہ پر محمول نہیں کیا، بے دیکھے بکواس کرنی اور حدیث کی کتابوں سے جہالت ہے، اس لئے کہ مشکوٰۃ المصابیح

[1] حدیث صحیح میں ایک دن وارد ہے، اور مکذبین نے اُس کو دو چار گھنٹوں کی تحریف کر دیا ہے ۱۲ منہ

میں بھی حدیث بعینہ باب معجزات کے تیسرے فصل میں درج ہے، اور نیز اسی حدیث کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب خصائص کبریٰ میں معجزات کے ذکر میں لکھا ہے، منجملہ اُن کے جو آپ نے موجودات کی خبریں دیں، پھر ویسا ہی ہوا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ اور صحیح مسلم[1] کے اسی باب میں جس میں یہ حدیث مروی ہے بروایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے، کہ بے شک زمین میرے لئے لپیٹی گئی، حتیٰ کہ میں نے اس کی مشرقین اور مغربین دیکھ لیں۔ اس حدیث پر امام نووی نے کہا ہے کہ اس میں[2] معجزات روشن ہیں اور بفضلہ تعالیٰ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ پھر اخیر میں امام نووی لکھتے ہیں، اور خدا کا درود و سلام اُس کے سچے رسول پر ہو جو ہوائے نفسانی سے نہیں کہتا ہے، اس کا فرمانا وحی ہی ہوتا ہے، یہ ترجمہ ہے کلام امام نووی کا۔

جواب تفصیلی میں لکھا ہے: خامساً خود شراح احادیث نے تصریح کی ہے، کہ یہ عمومات مخصوص بعلومات خاصہ ہیں، چنانچہ حدیث حذیفہ کی شرح میں شیخ عبدالحق لمعات[3] میں فرماتے ہیں، کہ آپ نے خطبہ پڑھا اور وعظ کیا۔ اور جو فتنے ظاہر ہونے تھے، اُن کی خبر دی، اور زرقانی شرح مواہب[4] لدنیہ میں ہے کہ آپ نے خبر دی اُن کے وجود سے جو آپ کے پیچھے پیدا ہونا تھا، مسلمانوں کے

[1] عبارت عن ثوبان رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قد زوی لی الارض حتی رأیت مشارقہا ومغاربہا الحدیث ۱۲ عبارت[2] - فی الحدیث معجزات ظاہرۃ و بفضلہ سبحانہ وقع کما قال (ثم قال فی انتہاء المرام) وصلوات اللہ وسلامہ علی رسولہ الصادق الذی لا ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ۱۲ عبارت[3] (تفصیلی والے کی دلیل ہے) خطب ووعظ واخبر بما یظہر من الفتن ۱۲ عبارت[4] ای لوجود ما یحدث بعدہ من اصول المسلمین ومن یتولی امورھم بعدہ ویکون بعدہ من الفتن والحروب ۱۲

اصول مہمات کے اور جو اُن پر آپ کے بعد مالک ہونگے، اور جو آپ کے بعد فتنے اور جنگ ہونگے، انتہیٰ۔ اور حاشیہ[1] بخاری پر مرقات سے یہ عبارت منقول ہے:۔

اے وہ چیز جو حادث ہوگی، اور آپ نے خبر دی فتنوں سے جو اس وقت سے قیامت تک ظاہر ہونے تھے، جب تصریحات شراح سے تخصیص ثابت ہوگئی تو شراح کا بطور ترجمہ عموم لکھنا مصروف عن الظاہر ہوگا۔ اور جو تاویل احادیث میں کی جاوے گی وہی تاویل اقوال شراح میں بھی جاری ہوگی، ورنہ وہ قول جو مخالف دلائل شرعیہ کے ہوگا قابل رد سمجھا جاوے گا۔ انتہیٰ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ بعض شارحین نے اگر حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ فتنوں کی خبر سے تخصیص کردی، تو اس سے حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں جو باب بدء الخلق صحیح بخاری سے مروی ہے، ہرگز تخصیص لازم نہیں آتی ہے، جس کے نیچے شارحین نے لکھا ہے کہ آپ نے جمیع مخلوقات کے احوال سے خبر دی، اور یہی شیخ عبدالحق[2] اس کے ذیل میں لکھتے ہیں، یعنی احوال مبدء و معاد اوّل سے آخر تک سب کا بیان کردیا ہے انتہیٰ مترجماً جس کی اصل عبارت بھی منقول ہوچکی ہے، پس اس حدیث میں بھی مکذبین کا دعویٰ تخصیص اور اقوال شارحین میں بھی محض جھوٹ اور صریح تحریف ہے، اور ایسا ادعا مکذبین کا کہ (ورنہ وہ قول جو مخالف دلائل شرعیہ کے ہوگا قابل رد سمجھا جاوے گا، اس کا جواب یہ ہے، کہ حدیث جابر[3] رضی اللہ عنہ جو مشکوٰۃ میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنی فوج کو لوگوں کے فتنہ میں ڈالنے

[1] عبارت (دلیل تفصیلی والے کی) ای شیئا یحدث وینبغی ان یخبر مما یظہر الفتن من ذلک الوقت الی قیام الساعۃ ۱۲ عبارت[2] یعنی احوال مبدء و معاد از اول تا آخر ہمہ را بیان کرد ۱۲ عبارت[3] عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابلیس یضع عرشہ علی الماء ثم

کے لئے بھیجتا ہے، پس جس نے اُن سے لوگوں کو سخت فتنہ میں ڈالا وہ اس کا بہت مقرب ہوتا ہے، ایک اُس کی فوج سے آکر کہتا ہے کہ میں ایسا ایسا کیا، اس کے جواب میں شیطان کہتا ہے تم نے کچھ نہیں کیا۔ فرمایا پھر اور آکر کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو نہ چھوڑا جب تک اُس میں اور اُس کی جورو میں جُدائی نہ کردی، فرمایا پس شیطان اس کو اپنا مقرب بنالیتا ہے، اور کہتا ہے کہ تو اچھا ہے، راوی کہتا ہے مجھے گمان ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان اس کو اپنے گلے لگا لیتا ہے، یہ ترجمہ ہے حدیث مشکوٰۃ کا۔ جس سے ثابت ہوا کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کی بدعملی پر اس کو بذریعہ فوج اپنی کے علم حاصل ہوتا ہے، اور درمختار[1] میں ہے، کہ شیطان دن کو آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور رات کو اس کے فرزند[1] مترجماً۔ پس بنی آدم کے جمیع افعال پر دن اور رات میں علم شیطان کی وسعت ثابت نہ ہوئی، بلکہ فقط دن میں اور تمام زمین کے امور پر احاطہ ہرگز ثابت نہ ہوا

شیطان کا علم محیط زمین مسلّم ہے (دیوبندی مکتب فکر)

اب غور کرو کہ اس دلیل سے خلیل احمد مرید اور حضرت رشید احمد مرشد اور اُن کے معاونین نے شیطان کے واسطے علم محیط زمین کا تسلیم کرلیا ہے، زبان

یبعث سرایاہ یفتنون الناس فادناھم منہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ یجیٔ احدھم فیقول فعلت کذا وکذا فیقول ما صنعت شیئاً قال ثم یجیٔ احدھم فیقول ما ترکتہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ قال فیدنیہ منہ فیقول نعم انت قال الاعمش اراہ قال فیلتزمہ انتھیٰ ۱۲ عبارت[1] ان ابلیس مع ابن آدم بالنہار وولدہ باللیل ۱۲

اقرار اور دل سے تصدیق ہے کہ یہ علم ضرور دلائل یقینیہ سے ثابت ہے اور جو کچھ اوپر قرآن و صحیح حدیثوں سے اور اکابر علمائے اہل سنت کی تصریحات سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت مذکورہ ہوئی ہے اور نیز شروح بخاری کرمانی وغیرہ سے ابن مبارک[1] کی روایت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ہر روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح و شام اعمال اُمت عرض کئے جاتے ہیں، پس آپ اُن کی شکل اور اعمال سے اُن کو پہچانتے ہیں، اسی واسطے ان کی شہادت دیں گے اور ایسا ہی مواہب لدنیہ و مدارج النبوۃ وغیرہما میں درج ہے، اور نیز مشکوٰۃ میں صحیح مسلم[2] سے بروایت ابوذر رضی اللہ عنہ اور سنن ابو داود و جامع ترمذی سے بروایت انس رضی اللہ عنہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری اُمت کے احوال خیر و شر عرض کئے جاتے ہیں، اور کنز العمال[3] میں طبرانی اور ضیاء سے بروایت حذیفہ بن اسید آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری اُمت آج اس حجرہ کے نزدیک مجھ پر عرض کی گئی، تم جو اپنے رفیق کو پہچانتے ہو میں اپنی اُمت کے شخص کو اُس سے زیادہ شناخت کرتا ہوں، اھ مترجماً۔ پس ان تمام منقولات کا مکذبین انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں، قابل تاویل اور ظاہر سے معروف ہے ورنہ مردود ہے، اب دانشمند اس میں غور کریں، اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھیں

ایسی بکواس کا خدا ہی کافی منتقم ہے،

عبارت[1]۔ لیس من یوم الا ویعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم ولذلک یشھد علیھم ۱۲ عبارت[2] عرض جمیع احوال الامۃ خیرھا وشرھا ۱۲ عبارت[3] عرضت علی امتی البارحۃ لدی ھذہ الحجرۃ حتی لانا اعرف بالرجل منھم من احدکم بصاحبہ صوروا لی فی الطین ۱۲

جواب تفصیلی میں ہے: "سادساً اگر یہ عمومات احادیث اپنے ظاہر پر ہیں جیسا کہ قصوری صاحب کا مدعا ہے، تو لازم آتا ہے کہ بعض وہ صحابہ جنھوں نے ان کو یاد رکھا وہ بھی عالم الغیب بنیں، اور نیز مؤلف تحفہ رسولیہ کے اعتقاد کے موافق ہر پیر عالم الغیب بعلم محیط ہو، کہ تحفہ رسولیہ میں ہے ؎

پیر بود راہ نمائندہ   راز نہانی ہمہ دانندہ

کہ پیر راہ نما اور تمام راز پوشیدہ جانتا ہے، تو اب مؤلف تحفہ رسولیہ اور تحفہ دستگیریہ[1] غور فرماویں کہ ہر پیر عالم ما کان و ما یکون نہ ہوگا اور ملک الموت اور شیطان سے اعلم نہ ہوگا۔ تو فی الجملہ پیر اپنے مریدوں کا اور مؤلف تحفہ دستگیریہ و تحفہ رسولیہ بھی اعلم من الشیطان و عالم ما کان و ما یکون ہوگا۔ انتہی بلفظہ۔

علم غیب پر شاہ عبد العزیز کا استدلال!

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ ان مکذبین کے دادا مرشد تفسیر عزیزی میں آیت عالم الغیب کے نیچے لکھتے ہیں، کہ غیب خاص یعنی مطلق پر غلبہ رسول ملکی اور رسول بشری کے حق میں خاص ہے، لیکن وہ مکلف جن کو رسول نے غیب پر مطلع کیا ہے پس اس سبب سے کہ وہ معجزہ کی تصدیق کرتے ہیں، ان کا وحی سے علم استدلالی ہے۔ اس کو اطلاع غیب پر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بقدر الحاجت ان کی کلام کا ترجمہ ہے، اور نیز اوپر کتب فقہ و عقائد سے مرقوم ہو چکا ہے کہ من جملہ کرامات اولیاء بعض غیب کی اطلاع ہے۔

[1] تحفہ دستگیریہ جواب اثناء عشریہ تالیف ہے حضرت مؤلف رسالہ ہذا کی ۱۲

بالجملہ یہ فقیر اور حضرت مؤلف تحفہ رسولیہ میرے قبلہ و پیر قدس سرہٗ اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین کا علم اور ما کان و ما یکون کا علم عطا کیا گیا ہے، اور آپ کی اُمت کے بعض اکمل اولیاء کو بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے انوار کے حاصل کرنے کی برکت سے لوح محفوظ پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے، چنانچہ علمائے راسخین کا اعتقاد یہی ہے، جو تفسیر عزیزی وغیرہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے، لیکن صاحب براہین اور اس کے مرشد حضرت گنگوہی براہین کے صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"مؤلف انوار ساطعہ نے جو اولیاء کے کشف کی حکایات لکھی ہیں، اوّل تو اُن کا یہ جواب ہے کہ وہ حجت شرعی نہیں، دوم اُن اولیاء کے لئے حق تعالیٰ نے کشف حالات فرمایا جس سے اُن کو علم حضوری حاصل ہوا۔ اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول علیہ السلام کو ہزار گنا اس سے زیادہ دیدے، مگر اس کا ثبوت فعلی کسی نص سے نہیں، کہ اس پر عقیدہ کیا جائے"

بقدر الحاجۃ تو اس کا جواب یہ ہے، کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم بناتا ہے اگر اولیاء اُمت کے علم سے بھی آپ کے علم کو کم کہہ دے تو کیا عجب ہے، دیوانوں کی کلام کا کیا اعتبار ہے، اور منتقم خدائے قہار ہے

جواب تفصیلی میں ہے: "اس کے بعد قصوری صاحب نے بنا بر زیادت تحقیق مواہب لدنیہ سے طبرانی کی روایت لکھی ہے، کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ رسول صلعم[1] نے کہا، کہ حق تعالیٰ نے میرے لئے دنیا اٹھائی

[1] عبارت ہٰ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا

پس میں دیکھ رہا ہوں جو اُس میں ہونا ہے قیامت تک، گویا کہ میں اس اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں، اور بعد اس کے مشکوٰۃ کی روایت لکھی ہے جس کے یہ الفاظ نقل کئے فتجلی لی کل شیٔ یعنی ظاہر ہوئی میرے واسطے ہر شئے، اوّل قصوری صاحب تصحیح روایت کریں بعد اُس کے اس سے استدلال کریں اور بغرض صحت اس میں وہی کلام ہے جو احادیث سابقہ میں ہو چکا ہے اور مشکوٰۃ کی روایت میں لفظ کل شیٔ واقع ہے اس میں ابحاث سابقہ جاری ہیں، علاوہ ازیں مجموع عالم کی تجلی بنظر اجمالی ہے نہ بنظر تفصیلی، غرض کہ یہ انکشاف ایک آن میں بقدر مرضی الٰہی نہ احاطہ علمی کو مستلزم ہے نہ ثبوت علم غیب کو، پس ان سے استدلال قانون دانش مندی سے سراسر خارج ہے اور نہ بعد حصول دوام و بقا کو متضمن، جس سے مدعا مولوی قصوری اور عبدالسمیع کا ہو سکے کہ ہر مجلس مولود میں آپ کی روح مبارک حاضر اور ہر ایک مولودیوں کی ناظر ہے" انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ اُس جگہ مکذبین سخت غیظ میں آئے اور بے اد ہوئے، چنانچہ حضرت ابن عمر کے پیچھے ترضیہ میں عنہما کی جگہ عنہ لکھ دیا۔ اور درود کو مختصر بصورت صلعم لکھا، اور حدیث سے لفظ الیہا کو مع حروف واؤ کے دُور کر دیا جو علمائے دین سے مخفی نہیں ہے، سید احمد طحطاوی درمختار کے حاشیہ میں ممانعت اختصار درود پر تصریح کرتے ہیں، اور مولوی احمد علی سہارنپوری امام نووی کی سند سے ایسے شخص کے محروم ہونے کی مقدمہ صحیح مسلم میں شہادت دیتے ہیں، اور حدیث کے الفاظ

فانا انظر الی ما ھو کائن فیہا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ ١٢

کو خود رد کرنے کی قباحت خود ظاہر ہے، پھر حدیث مواہب لدنیہ و مشکوٰۃ کی تصحیح طلب کرنی اور اُن کی صحت کو فرضی کہنا ان دونوں حدیثوں سے عناد پر دلیل ہے اور مواہب لدنیہ کے مطالعہ کرنے والوں پر ظاہر ہے کہ علامہ قسطلانی جو جلیل القدر محدثین میں سے ہیں، اس کتاب مواہب میں کسی حدیث مجروح کو جرح کئے بغیر نہیں چھوڑتے ہیں، پس اس حدیث پر جرح نہ کرنی اور آپ کی وسعت اخبار غیب پر اس سے دلیل لانی اس کی صحت کی دلیل ہے، پھر شارحین حدیث کا وظیفہ ہے کہ وہ حدیث مجروح پر جرح کرتے ہیں، سو کسی شارح نے بھی اس حدیث پر کوئی جرح نہیں کی، اب فقیر اس حدیث کے متعلق شرح مواہب لدنیہ تالیف امام زرقانی کی عبارت نقل کرتا ہے جس سے مکذبین نے بھی مسئلہ تخصیص خیالی میں سند لی تھی، مواہب[1] اور اس کی شرح زرقانی میں لکھتے ہیں :-

دوسری قسم ان بہت چیزوں کے بیان میں جن کی آپ نے سوائے قرآن کے غیبی باتوں کی خبر دی، اور آپ کے خبر دینے کے بعد وہ چیزیں آپ کی خبر کے موافق موجود ہوئیں، بعضے آپ کی حیات میں اور بعضے بعد وفات کے موافق آپ کے فرمانے کے واقع ہوئیں۔ طبرانی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے مجھ پر دنیا ظاہر کی

---

[1] اصل عبارت القسم الثانی فی بیان ما ای شیٔ کثیر اخبر بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من الغیوب سوی ما فی القرآن العزیز الغالب علی غیرہ فکان فوجد بعد اخبارہ کما اخبر ای علی الوجہ الذی اخبر بہ بعضہ وقع فی حیاتہ وبعضہ وقع بعد مماتہ علی ما قال اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع ای اظہر وکشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیہا فانا انظر الیہا والی ما ھو کائن

اِس وجہ سے کہ مَیں نے ساری دنیا کی چیزوں پر احاطہ کر لیا۔ پس میں دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہو رہا ہے دیکھ رہا ہوں، گویا کہ مَیں اس ہتھیلی اپنی کو دیکھ رہا ہوں، اس میں اشارہ ہے کہ حقیقی دیکھنا مراد ہے علم مراد نہیں، اور کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ یہ آنکھ سے دیکھنا غیب کی خبر کیوں کر ہوئی؟ اس لئے کہ یہ آپ کی خبر دینی لوگوں سے غیب ہے۔ پھر آپ کے صدق کے اعتبار اور آپ کے فرمودہ پر اعتقاد کے وجوب سے معلوم ہوا کہ آپ کے پیچھے جو کچھ لوگوں کو معلوم ہوا ہے وہ من جملہ اس کے ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ جب دنیا آپ پر کشف اور ظاہر کی گئی تھی۔" یہ ساتویں جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۳۴ کا ترجمہ ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث ثابت ہے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ساری دنیا کی چیزوں پر احاطہ علمی بھی بخوبی ثابت ہو گیا۔ اور صاحب مشکوٰۃ کی صحت طلب کرنی نرا جنون اور صاف غضب ہے۔ اس لئے کہ جس حدیث میں ہر شے کا ظاہر ہونا اور پہچاننا مذکور ہے، تو مؤلف مشکوٰۃ نے اس کے اخیر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا، اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے، اور کہا کہ مَیں نے محمد بن اسمٰعیل یعنی بخاری سے اس حدیث کا حال پوچھا۔ تو انہوں نے

فیما الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفہ ھذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ احتمال انہ ارید بالنظر العلم ولا یرد انہ اخبار عن مشاھدۃ فلا یلائق الترجمۃ لان اخبارہ بذلک اخبار عن غیب عن الناس ثم یعلم باعتبار صدقہ ووجوب اعتقاد ما یقول ان کل علمہ الناس بعدہ من جملۃ ما راٰہ حین رفعت لہ الدنیا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ منہ

کہا کہ صحیح ہے اھ اور جس حدیث میں ہے کہ مَیں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے معلوم کر لیا۔ اس کے اخیر میں صاحب مشکوٰۃ کہتا ہے کہ اس کو دارمی اور ترمذی نے اس اصحاب سے روایت کیا ہے اھ مترجماً۔ پھر مکذبین کا یہ قول کہ یہ مجموعہ عالم کی تجلی اجمالی سے ہے نہ تفصیلی سے، اور یہ ایک آن میں انکشاف ہونا احاطہ علمی اور ثبوت علم غیب کو مستلزم نہیں۔" بالکل جھوٹ ہے، اوّل اس لئے کہ الفاظ حدیث ہی اس کو سخت رد کر رہے ہیں، چنانچہ ہر شے کے ظہور کے بعد پہچاننا یعنی علم واقع ہوا اور ایسا ہی بقیہ حدیث کا جس میں سوال ملا الاعلیٰ مباحثہ کا اور جواب آپ کا کہ وہ کفارات اور درجات میں گفتگو کر رہے ہیں، پھر اُن کی تفصیل جمیل کرنی اور فقرہ کہ مَیں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا معلوم کر لیا، بہت اونچے آواز سے کہہ رہے ہیں کہ آپ کو سب آسمانوں اور زمین کی چیزوں پر احاطہ علمی حاصل ہے اور ایسا ہی بحث ملا الاعلیٰ میں شافی جواب دینا صاف فرما رہا ہے کہ آپ کو سب آسمان و زمین کی چیزوں پر علم تفصیلی حاصل ہے، جیسا کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں ہے، دوم شیخ عبد الحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں فوجدت بردھا بین ثدییّ پس مَیں نے مولیٰ پاک کے یدِ مبارک کی سردی اپنے دونوں پستانوں میں پائی، مراد فیض کے اثر دل شریف میں پہونچنے کی ہے، جب اس اثر کا حاصل ہونا موجب حصول علم اور وسعت فیض کا تھا تو آپ نے فرمایا، پس جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا جان لیا۔ مراد ہے تمام تھوڑے بہت علموں کی حاصل

عبارت: پس یافتم سن سردی دست مولیٰ تعالیٰ را درمیان دو پستان خود کنایت است از وصول اثر فیض بقلب شریف وحصول برد یقین وچوں حصول ایں اثر موجب حصول علوم واتساع فیض آں بود فرمود فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمینہا بود عبارت ست از

ہونے اور اس پر احاطہ کرنے کی، اور آپ نے مناسب اس حال کے اور بقصد استشہاد
اس کے کہ یہ امر ممکن ہے، یہ آیت تلاوت فرمائی، یعنی اور ایسا ہی ہم دکھلاتے ہیں ابراہیم
کو بادشاہت آسمانوں اور زمینوں کی، اور تاکہ یقین کرنے والوں سے ہو وجود ذات
وصفات وتوحید پر، اور محققین نے فرمایا ہے کہ ان دونوں کے دیکھنے میں فرق ہے
اس لئے کہ حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ السلام نے ملک آسمان و زمین دیکھا، اور حبیب
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ زمین اور آسمانوں میں تھا ذوات اور صفات اور ظواہر
وبواطن سب کچھ دیکھا۔ اور حضرت خلیلؑ کو ذات اور وحدت حق ملکوت آسمان و زمین
کے دیکھنے سے بعد یقین حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال وارباب سلوک و محبوں
طالبوں کا حال ہوتا ہے، اور حضور حبیب کو یقین اور وصول الی اللہ پہلے حاصل
پیچھے اس نے جہان اور اس کے حقائق کو جان لیا۔ چنانچہ مجذوبوں اور مطلوبوں کا
حال ہے، اور مرقاتؒ سے اوپر منقول ہوا تھا اسی حدیث مشکوٰۃ میں یعنی اللہ تعالیٰ
نے آپ کو آسمانوں کے فرشتوں اور زمین کے درختوں وغیرہما کا علم دیا ہے، مراد
اس سے وسعت علم کی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کیا ہے اور ابن حجر نے کہا

حصول تمام علوم جزوی وکلی واحاطۂ آن وتلاوت خواندند آنحضرتؐ مناسب این حال وبقصد استشہاد بر
آں این آیت راکہ وکذلک نری ابراهیم تا من الموقنین وتا آنکہ گردد ابراہیم از یقین کنندگان بو
ذات وصفات وتوحید واہل تحقیق گفتہ اند کہ تفاوت ست درمیان این دو رؤیت زیرا کہ خلیل علی نبینا و
ملک آسمان وزمین را دید وحبیبؐ ہرچہ در زمین وآسمان بود از ذات وصفات وظواہر وبواطن ہمہ را
وخلیل علیہ السلام حاصل شد مراد را یقین بوجود ذاتی ووحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان وزمین
چنانچہ حال اہل استدلال وارباب سلوک ومحبان وطالبان می باشد وحبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) حاصل
شد مراد را یقین ووصول الی اللہ اول پس ازاں دانست عالم را وحقائق آن را چنانکہ شان مجذوبان ومطلوبان
عبارتہ فعلمت ما فی السموات والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالی مما فیہا من الملائکۃ والاشجار وغیرہا

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب مخلوقات الٰہی کا جو آسمانوں میں اور ان کے اوپر ہے علم دیا ہے
جیسا کہ قصہ معراج سے ثابت ہے، اور ساتوں زمینوں کے درمیان جو کچھ ہے اور ان کے
نیچے بھی سب کا علم بخشا ہے، چنانچہ حدیث بیل و مچھلی جن پر سب زمینیں ہیں اس کی دلیل
ہے، اور ممکن ہے کہ آسمانوں سے مراد اوپر کی جہت ہو، اور زمینوں سے نیچے کی طرف،
پس ساری مخلوقات کو شامل ہو گئی، یہ بقدر ضرورت عبارت مرقات کا ترجمہ ہے، اور باقی
بھی عنقریب مذکور ہوگی۔

اور ہم اس کے معتقد نہیں کہ تمام مولود کی مجلسوں میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کا روح پرفتوح تشریف لاتا ہے، بلکہ ہم اس کے قائل ہیں کہ جو مجلس کمال اخلاص و
محبت سے منعقد ہو اس میں اگر آپ کا روح مبارک شامل ہو جائے تو کوئی ممانعت
نہیں ہے، جیسا کہ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے بعضے رسالوں میں اس پر تصریح کی ہے، جو
اس کو شرک کہتا ہے وہ دین میں اپنی طرف بناوٹ بناتا ہے، اور مسلمانوں کی راہ
سے الگ جاتا ہے، اور خدا ہی سیدھا راہ دکھاوے۔

جواب تفصیلی میں ہے: "پھر طرفہ ماجرا یہ ہے کہ علی قاری نے جو حضرت کے
علم سے علم قیامت خارج کیا، تو اس میں بھی قصوری صاحب کلام کرتے ہیں
چہ خوش قصوری صاحب علی قاری کی اس توجیہ و تحقیق میں جو موافق کتاب

وهو عبارة عن سعة ما علمه الله تعالى الذي فتحه الله عليه وقال ابن حجر اي جميع
كائنات الله التي في السموت بل وما فوقها كما يستفاد من قصة المعراج والارض
هي بمعنى الجنس اي وجميع ما في الارض السبع بل وما تحتها كما افاده اخباره صلى الله عليه
وسلم عن الثور والحوت الذين عليهما الارضون كلها انتهى ويمكن ان يراد بالسموت
الجهة العليا وبالارض الجهة السفلى فيشمل الجميع ۱۲، انتهى بقدر الحاجة والباقي سيجيء نقله عنقريب

وسنت کے ہے کلام کرتے ہیں، اگر غور کیجیے تو یہ طعن کچھ علی قاری ہی پر نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ اور رسول صلعم اور عائشہ رضی اللہ عنہا پر اور مفسرین ومحدثین وفقہاء پر واقع ہوتا ہے، حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، سوال کرتے ہیں تجھ سے قیامت سے کہ کب ہے وقت قائم ہونے اس کے کا، بیچ کس بات کے ہے تو یاد اس کی سے، تیرے رب کی طرف ہے انتہا اس کا۔ امام رازی[1] لکھتے ہیں کہ انتہاء علم قیامت کا کسی کو علم نہیں دیا گیا۔ اور ابوالسعود[2] میں ہے تو قیامت کے ذکر کرنے اور وقت بیان کرنے میں نہیں کیوں کہ یہ تیرے علم کی فرع ہے اور یہ تیرے لئے نہیں ہے، اس کا علم علام الغیوب کو ہے، اور لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف قیامت کے علم کا منتہا ہے، یعنی اس کی کنہ کا علم اور تفاصیل اور وقت وقوع اس کا خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے، پھر آیت یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا کے ذیل میں امام رازی اور ابوالسعود نے بصراحت تمام بیان کیا ہے، اور اس کے سوا بہت سے مواقع میں ہے، اور کس[3] نے تجھے بتایا ہے کہ شائد قیامت قریب ہے، اور کس نے تجھے بتایا ہے کہ قیامت کیا ہے، حضرت عائشہ[4] فرماتی ہیں، جو کہے کہ حضرت کو علم قیامت

---

[1] عبارت (ذیل تفصیلی والے کی) ای منتہیٰ علمہا لم یؤت احد من خلقہ ۱۲ [2] عبارت ای ما انت من ذکرھا لہم وتبیین وقتہا لہم فی شئ لان ذالك فرع علمك بہ وانی لك ذلك وھو مما استأثر بعلمہ علام الغیوب الیہ تعالیٰ یرجع منتہیٰ علمہا ای علمہا بکنہہا وتفاصیل امرہا ووقت وقوعہا لا الی احد غیرہ ۱۲ [3] آیت۔ وما یدریك لعل الساعۃ تکون قریبا۔ وما ادرٰك ما القارعۃ ۱۲ [4] من قال بانہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم بوقت القیامۃ فقد افتری افتراء عظیما [5] ورد وچھوڑ دیا ۱۲

کا تھا۔ تو اس نے بڑا افترا کیا۔ تو جب آپ کے طعن سے خدا ورسول وصحابہ ومفسرین وفقہاء ومحدثین تک بھی نہ بچے تو پھر آپ کسی کی توہین کی شکایت نہ کریں۔" انتہی بلفظہ۔

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ حق تعالیٰ پر امکان کذب کا طعن اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت میں برابری وبرادری جمیع بنی آدم کی اور آپ کے علم کا شیطان کے علم سے کم ہونے کا طعن اور صحابہ وتابعین کے اقوال کو غلط بتانا جس کا اوپر بخوبی ذکر ہوچکا ہے، اور علمائے ربانیین پر یہ طعن کہ علامہ سیوطی وعلی قاری وغیرہما کے رسائل جواز مجلس مولود بدعتیوں کے رسالے ہیں، جن سے صاحب انوار ساطعہ مغرور ہوا ہے، جیسا کہ دوسرے صفحہ براہین کی سطر ۱۳ و ۱۴ میں ہے، یہ حضرات خلیل ورشید اور اُن کے حواریین کی ہی عادت سے ہے، اور فقیر قصوری کو ابتدائے شعور وتمیز سے ہمہ تن دین متین کے مخالفین کی تردید میں مصروف ہے، چنانچہ پادریوں، رافضیوں، خارجیوں، وہابیوں، غیر مقلدوں، نیچریوں، آریوں اور امکان کذب کے معتقدوں سب کے رد میں رسالے لکھے اور چھپوائے، اور بفضلہ تعالیٰ وہ رسائل مقبول علمائے عرب وعجم ہوئے، جس پر خدائے کریم کا شکر ہے، اور یہ سب کچھ اُس مولیٰ پاک کی طلب رضا کے واسطے کیا ہے۔

اور معلوم رہے کہ مولانا قاری نے حدیث مشکوٰۃ[1] جس میں آپ کے عالم ما فی السمٰوٰت والارض کا ذکر ہے، آپ کے بیان وسعت علم تحت الثریٰ سے اعلیٰ العُلیٰ تک جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے، اس کے بعد لکھا ہے، کہ اس قید عمہ جو ہم نے ذکر کی، ناچاری ہے الخ

---

[1] عبارت لکن لا بد من التقیید الذی ذکرناہ اذ لا یصح اطلاق الجمیع کما ھو ظاہر انتہی

عمہ وذلك التقیید فی ابتداء الکلام یعنی ما اعلمہ اللہ مما فیہ من الملائکۃ والاشجار وغیرہما الخ

کا اطلاق جمیع کا غیر صحیح ہے، چنانچہ ظاہر ہے پھر یہ قید حدیث جبریل کی اخیر مذکور ہے آیت اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ باطن پر خبردار ہے جیسا کہ ظاہر پر یا معنی یہ ہوں کہ حق تعالیٰ بعض جزئیات ان پانچ علموں پر اپنے بعضے مخلص بندوں کو خبردار کر دیتا ہے، اور قرآن مجید کے کئی مقاموں نے مجھے خبر دی ہے کہ علم قیامت کا اُن چیزوں سے ہے جو خدا سے خاص ہیں اھ تو اس کی فقیر نے یوں تاویل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے بیان کرنے سے منع کئے گئے تھے، تو یہ علم حق تعالیٰ سے مخصوص ہو گیا! اور اس کی دلیل فقیر کے دل میں یہ القا ہوئی کہ سورۂ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بعد قیامت کے معلوم نہ ہونے کے اور فرمایا کہ خدا غیب دان ہے پس اپنے غیب خاص پر کسی کو غالب نہیں کرتا مگر رسول پسندیدہ کو، تو مراد غیب سے غیب مطلق مخصوص باری تعالیٰ ہے، جس میں علم قیامت بھی درج ہے، پس جب رسول پسندیدہ مستثنیٰ ہوتے، اور غیب مخصوص پر ان کا غلبہ منصوص قرآن ہو گیا۔ تو اس سے متحقق ہوا کہ آپ کو علم قیامت بھی دیا گیا ہے، صحیح بخاری[1] مطبوعہ احمدی دہلی کے صفحہ ۶۸۱ میں ہے کہ قیامت کا وقت سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے، اور اس کے نیچے شرح قسطلانی[2] سے لکھا ہے، مگر رسول پسندیدہ، پس وہ مطلع ہوتا ہے غیب پر جس قدر خدا چاہتا ہے، اور ولی تابع رسول، رسول سے لیتا ہے اھ مترجماً۔

ثم رأیت مفاد هذا التقیید فی آخر حدیث جبریل من قوله فی شرح ان الله علیم خبیر ای بباطنها کما انه عالم بظاهرها او معناه مخبر ببعضها من جزئیاتها لبعض عباده المخلصین وقد اخبرنی فی مواضع کتابه ان علم الساعة مما استأثره الله تعالیٰ به ۱۲

[1] عبارت۔ ولا یعلم متی تقوم الساعة الا الله ۱۲ [2] حاشیہ قسطلانی الا من ارتضی من رسول فانه یطلع علی ما یشاء من غیبه والولی التابع له یأخذ عنه۔ انتهی من غیبه ۱۲

اور محدث دہلوی کی مدارج النبوۃ سے اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ آپ کو ایک قسم کا علم دیا گیا ہے، اور اس کے چھپانے پر آپ مامور تھے، اور اوپر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول میں لکھا ہے کہ ان پانچ چیزوں کو جو کوئی سوا خدا کے نہیں جانتا تو مراد اس سے علم استقلالی کی نفی ہے، اس لئے کہ بے شک ان پانچ چیزوں اور دوسری غیب کی باتوں کو خود بخود کوئی نہیں جانتا ہے، ورنہ بتعلیم الٰہی نبیوں اور ولیوں کو غیب پر اطلاع قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہے، پس اس صورت میں مکذبین کا یہ قول کہ فقیر خدا اور رسول اور صحابہ و مفسرین و فقہا و محدثین پر طعن کرتا ہے یہ انصاف کی رُو سے صرف افترا ہی ہے۔

پھر جب فقیر شعبان ۱۳۰۶ھ میں مکہ معظمہ میں بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوا، اور پادشاہی کتب خانہ سے امام ابو منصور ماتریدی کی تاویلات کو مطالعہ کیا، تو آیت[1] مفاتح الغیب کے نیچے لکھا پایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو جانتے ہیں، مگر علم قیامت کا کہ اس پر کوئی مطلع نہیں ہے، مگر یوں کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں بیان کرنے کا اذن نہ تھا! اور نہ کوئی بات بیان کرتے تھے مگر وحی سے، یہ ترجمہ ہے عبارت تاویلات کا جو مع کلام ابتدا کے اوپر منقول ہو چکی ہے، اور کشف[2] الظنون میں ہے کہ تاویلات اہل السنۃ امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی حنفی جن کی وفات ۳۳۳ھ میں ہوئی شیخ عبدالقادر جواہر مضیہ

---

[1] عبارت و رسول الله صلی الله علیه وسلم یعلم ذلك الا فی حق الساعة فانه لا یطلع علیها احد الا ان یقال بان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یؤذن له بالتکلم ولا القول فی شیء الا من جهة الوحی من السماء ۱۲ [2] عبارت تأویلات اهل السنة للامام ابی منصور محمد بن محمد الماتریدی الحنفی المتوفی ۳۳۳ھ ثلث وثلثین وثلثمائة ۱۲

میں کہتے ہیں، کہ یہ کتاب ایسی ہے، جس کے برابر بلکہ اس کے قریب پہلے مصنفوں[1] اس فن میں سے نہیں ہے" انتہی اھ اور شرح مقاصد[2] میں درج ہے، کہ ابو منصور ماتریدی شاگرد ابو نصر عباس کے وہ شاگرد ابو بکر جرجانی دوست ابی سلیمان جرجانی کا، وہ شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی کا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت کرے۔

پھر فقیر نے اسی شاہی کتب خانے میں امام المحدثین خاتمۃ المجتہدین عبد الرحمن ابو الفضل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کا رسالہ[3] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب دیکھا، اور اس کے پہلے فصل باب اوّل میں یہ مسئلہ پایا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کا علم دیئے گئے ہیں، مگر پانچ چیزیں جو آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ میں ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے، کہ آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم بھی دیا گیا ہے اور آپ اس کے چھپانے پر مامور تھے، اور ایسا ہی روح میں اختلاف ہے، اور آپ کے واسطے امر دجال میں ایسا بیان کیا گیا ہے جو کسی کے واسطے بیان نہیں کیا گیا۔ اور آپ کی حیات مبارک میں وعدہ بخشش کا ہو چکا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی مخلوق سے نڈر نہیں کیا ہے، مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کے حق میں فرمایا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بخش دیا ہے، اور فرشتوں کو فرمایا، اور جو کہے گا اُن سے

---

[1] عبارت وھو کتاب لایوازنہ فیہ کتاب بل لا یدانیہ شئ من تصانیف من سبقہ فی ذلک الفن[2] عبارت ابو منصور الماتریدی تلمیذ ابی بکر الجرجانی صاحب ابی سلیمان الجرجانی تلمیذ محمد بن الحسن الشیبانی رحمھم اللہ تعالیٰ ۱۲ [3] عبارت: وأوتی صلی اللہ علیہ وسلم علم کل شئ الا الخمس التی فی آیۃ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وقیل انہ اوتیھا ایضاً وامر بکتمھا والخلاف جار فی الروح ایضاً وبین لہ فی امر الدجال مالم یبین لاحد ووعد بالمغفرۃ وھو یمشی حیاً صحیحاً قال ابن عباس رضی اللہ عنہما ما امن اللہ احداً من خلقہ الا محمداً صلی اللہ علیہ وسلم قال لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر وقال للملائکۃ ومن یقل منہم

کہ میں خدا ہوں اللہ کے سوا، پس وہ شخص ہم بدلہ دیں گے اس کو دوزخ۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بخدا کوئی نہیں جانتا کہ اُس سے کیا ہوگا، مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کا حال ہم کو بھی ظاہر ہو گیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اگلی پچھلی لغزشیں بخش دی ہیں، اس حدیث کو حاکم نے اخراج کیا ہے، اور آپ کا ذکر خیر اونچا کیا ہے، پس حق تعالیٰ کا ذکر اذان[عہ] و خطبہ و تشہد میں جو آتا ہے تو آپ بھی وہاں مذکور ہوتے ہیں، اور آپ پر آپ کی ساری اُمت عرض کی گئی، تاکہ آپ نے اُن کو دیکھ لیا، اور قیامت تک آپ کی اُمت میں جو ہونا تھا وہ بھی آپ پر ظاہر کیا گیا۔ اسفرائنی نے کہا اور آپ کے ساری مخلوقات ظاہر کی گئی، حضرت آدم کے وقت سے پیچھے تک، اور آپ علم دیئے گئے، جیسا کہ حضرت آدم کو ہر چیز کے ناموں کا علم دیا گیا تھا۔ حالانکہ آپ حضرت آدم کے سردار اور ساری مخلوقات سے خدا کے نزدیک بہت بزرگ ہیں۔ پس آپ رسولوں اور مقرب فرشتوں سے افضل ہیں، اور تمام جہانوں سے فراست میں زائد ہیں، ابن سراقہ نے یہ خصائص ذکر کئے ہیں، یہ ترجمہ ہے عبارت انموذج کا۔ اور اسی کتاب کے آخر میں

عہ آذانوں میں داخل ہے نام آپ کا نمازوں میں شامل سلام آپ کا

انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم وقال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ واللہ ما تدری نفس ماذا مفعول بہا لیس ہذا الرجل الذی قد بین لنا ان اللہ قد غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الحاکم ورفع ذکرہ فلا یذکر اللہ جل جلالہ فی اذان ولا خطبۃ ولا تشہد الا ذکر معہ وعرضت علیہ امتہ باسرھم حتی راٰھم وعرض علیہ ما ھو کائن فی امتہ حتی تقوم الساعۃ قال الاسفرائینی وعرض علیہ الخلق کلھم من لدن آدم فمن بعدہ وعلم کما علم آدم اسماء کل شئ وھو سید آدم واکرم الخلق علی اللہ فھو افضل من سائر المرسلین وجمیع الملائکۃ المقربین وکان افرس العٰلمین عدّ ھذہ ابن سراقۃ ۱۲ وکتب فی آخرھا انہا نقلت ۹۰۷ھ من نسخۃ الداؤدی التی نقلہا من خط المؤلف وھو تلمیذہ

لکھا ہے کہ ۹۸۶ھ میں نسخہ داؤدی شاگرد امام سیوطی سے جو مؤلف کے خط سے منقول ہے لکھی گئی، اور اس میں ایک ہزار ایک سو بارہ خصائص ہیں۔

اور صاحب[1] کشف الظنون لکھتا ہے، خصائص نبویہ شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی تالیف ہے، جس کے ابتدا میں یہ ہے کہ "سب تعریف خدا کے لئے ہے جس نے آسمان نبوت میں چڑھایا الخ" مؤلف نے اس میں ذکر کیا ہے کہ ان خصائص کی بیس برس تک جستجو کے ایک ہزار سے زائد ہو گئے ہیں پھر اس کا اختصار کر کے "انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب" نام رکھا۔ روایت ہے کہ ان کے بعض ہم عصروں نے اس کتاب کو لے کر اپنی طرف منسوب کر دیا۔ تو امام سیوطی نے ایک رسالہ بنام "فارق بین المصنف والسارق" لکھا، پھر شیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی نے جن کی وفات ۹۷۲ھ میں ہوئی ہے، اس انموذج کا اختصار کیا، اور انموذج کی دو شرحیں ہیں، بڑی اور چھوٹی تصنیف عبدالرحمٰن مناوی کی جس کا اوپر ذکر گذرا ہے، یہ ترجمہ ہے عبارت کشف الظنون کا صفحہ ۲۵۹ سے۔

پس فقیر کا یہ قول آیت شریف سورہ جن اور صحیح حدیثوں اور دوسری روایات

وحمہما اللہ والخصائص فیہا الف ومائۃ واثنا عشر ۱۲ عبارت[1] (الخصائص النبویہ) للشیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ احدی عشر وتسع مائۃ وھو مجلد اولہ الحمد للہ الذی اطلع فی سماء النبوۃ الخ ذکر فیہ انہ تتبع ھذہ الخصائص عشرین سنۃ الی ان زادت علی الالف ثم اختصرہ وسماہ انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب وحکی انہ اخذہ بعض معاصریہ واسندہ الی نفسہ فکتب السیوطی فیہ مقامۃ تسمی الفارق بین المصنف والسارق واختصرہ ایضا الشیخ عبدالوہاب بن احمد شعرانی المتوفی ۹۷۲ھ اثنین وسبعین وتسع مائۃ وعلی الانموذج المذکور شرحان کبیر وصغیر لعبد الرؤف المناوی المار ذکرہ ۱۲ عہ مصنف اور چور میں فرق کرنے والا ۱۲

کتب دینیہ کی دلیل سے ثابت ہے، جو آپ کے عموم علم پر دال ہیں، اور ان دونوں اماموں کی تصریح سے پہلا ان کا امام ہے جمیع اہل سنت حنفیوں کا علم عقائد اسلامیہ میں اور علم فقہ میں استاذ دنوں کا استاذ ہے، دوسرا وہ ہے جس کو علامہ قاری مرقات وغیرہ میں بارہا شیخ المشائخ وغیرہ القاب سے تصریح کر رہے ہیں، رہی وہ آیات مستند مکذبین کی جن کا ابتدا یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اور وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ اور فَمَا اَدْرٰىکَ مَا الْحَآقَّۃُ اور وَمَا اَدْرٰىکَ مَا الْقَارِعَۃُ ہے اور امام رازی اور مفتی ابوالسعود کا قول کہ قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا گیا ہے تو ان کا جواب یہ ہے، کہ یہ تمام آیات مکہ معظمہ میں سورۂ جن کے نزول سے پہلے کی اتری ہوئی ہیں، اور سورۂ جن گیارھویں برس کے اخیر اتری ہے جیسا کہ تفسیر عزیزی میں اس پر تصریح ہے، اسی واسطے جلالین حاشیہ جمل میں لکھا ہے اور ممکن[1] ہے، کہ نفی علم غیب کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع کرنے سے پہلے کی ہو، پس جب حق تعالیٰ نے آپ کو غیب پر مطلع کر دیا تو آپ نے اس کی خبر دے دی چنانچہ قرآن مجید میں ہے، پس خدا کسی کو اپنے غیب پر غالب نہیں کرتا، مگر رسول پسندیدہ کو الخ جیسا کہ اوپر یہ عبارت مع بقیہ عبارت کے ترجمہ کی گئی ہے، اور ایسا ہی تفسیر روح البیان وغیرہ میں ہے، اس کو یاد رکھ کر سنیئے، کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ قیامت کا علم حق تعالیٰ کے مخصوص علموں سے ہے کسی کو دیا نہیں گیا جیسا کہ مفسرین کی ایک جماعت کی کلام سے ظاہر ہے، تاہم ہمارے مدعا کے برخلاف نہیں ہے کیونکہ

عبارت[1] ویحتمل ان یکون قال ذلک قبل ان یطلعہ اللہ عزوجل علی علم الغیب فلما اطلعہ اللہ اخبر بہ کما قال فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول ۱۲

کل سے بعض کا نکل جانا منافی کلیت کا نہیں ہے، اور اکثر کو حکم کل ہوتا ہے، پس اسی صورت میں بھی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم اور کثرت معلومات بہ نسبت شیطان مردود کے ضرور ہی ثابت ہو گی، بفضلہ تعالیٰ ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔

جواب تفصیلی میں ہے" اور یہ جو قصوری صاحب لکھتے ہیں کہ اکابر اہل سنت نے آپ کو عالم ما کان وما یکون مان لیا ہے اس سے اگر یہ مراد ہے کہ آپ عالم الغیب والشہادت بجمیع الجزئیات والکلیات ہیں جیسا قصوری صاحب کی تحریرات مختلفہ سے ثابت ہوتا ہے تو سراسر غلط وکذب ہے۔ اکابر اہل سنت نے کسی کو عالم ما کان وما یکون تسلیم نہیں کیا، البتہ یہ شیعہ کا مذہب ہے کہ وہ حضرت صلعم اور ائمہ کے بارہ میں اس قسم کی روایات کرتے ہیں، اور اگر یہ مراد ہے کہ حضرت فخر عالم کو احوال ماضیہ ومستقبلہ از قسم مبدء ومعاد وقصص سابقین واحکام وحروب وفتن وغیرہ کا عطا کیا گیا تو یہ مسلّم ہے، اس کا کسی کو انکار نہیں، اور نہ یہ احاطہ علمی وعالم الغیب ہونے پر مستلزم ہے، پس معلوم ہوا کہ دعویٰ حضرت قصوری صاحب کا محض خیالی ہے، چنانچہ اپنے مدعا کے ثبوت میں روضۃ الاحباب مدارج النبوۃ، معارج النبوۃ، شفا وغیرہ کا حوالہ دیتے ہیں جو ثبوت عقائد کے واسطے سراسر ناکافی ہیں، اور حضرت قصوری صاحب کے کمال علمی ثبوت کے لئے دلیل کافی وشافی ہے، بالجملہ یہ اعتراض براہین کی عبارت پر محض تعصب ونفسانیت سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ اس دلیل کا صغریٰ وکبریٰ دونوں غلط ہیں۔ صغریٰ دلیل کا یہ تھا کہ ملک الموت وابلیس اعلم ہیں

ف مکذبین نے ردو ترک کیا فقیر نے بین السطور لکھ دیا ہے ۱۲

اس میں معترض سے یہ غلطی ہوئی کہ اعلمیت کو مطلق سمجھ لیا۔ براہین کے مؤلف کا یہ مدعا ہرگز نہ تھا، بلکہ مدعا مؤلف براہین کا یہ ہے کہ ممکن ہے، کہ معلومات کونیہ کا علم حضرت ملک الموت اور ابلیس کو ہو جو اُن کا وظیفہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو، اگرچہ حضرت کا علم جو متعلق مبدء ومعاد احوال عالم وتشریعات وغیرہ کے ہو، وہ بدرجہا اُن سے افضل واکمل ہو گا۔ پھر اس کا کبریٰ کہ ہر اعلم افضل ہے، کلیت کبریٰ غلط وغیر مسلّم ہے، کیونکہ اعلمیت بعلم دون علم یا بعلم ذلیل وخسیس ہرگز مستلزم افضلیت کو نہیں، پس براہین قاطعہ میں نہ شیطان کے علم کو حضرت کے علم سے زیادتی ثابت کی ہے نہ فضیلت، یہ محض قصوری صاحب کا خیالی پلاؤ ہے جو اُن کی دیگ سینہ عناد آتش سے پختہ ہو رہا ہے، لیکن یہ سمجھنا کہ علم محیط آپ کو ما کان وما یکون حاصل ہو گیا ہے سراسر غلط ہے، اور مخالف جمہور محققین اہل سنت ہے، اس پر معتقد ہونا سوائے مولوی قصوری صاحب اور آپ کے ہم مشربوں کے کسی دیندار ذی علم کا کام نہیں، فقط" انتہیٰ بلفظہ چوتھا جواب تفصیلی تمام ہوا۔

عِلمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ بارہا تصریح ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مخلوقات سے زائد ہے، اور حق تعالیٰ سے بہت کم ہے، اور آپ کا احاطہ علمی باری تعالیٰ کے احاطہ علمی کی طرح نہیں ہے، اور آپ کے لئے ما کان وما

یکوں کے علم کا اعتقاد علمائے ربانیین نے قرآن وصحیح حدیثوں سے استنباط کیا ہے، پھر روضۃ الاحباب و شفاء وغیرہما کا حوالہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عموم علم و وفور معلومات کے اثبات کے لئے غیر کافی ہونا اور شرح مواقف کی روایت شاذ اور زعمی استنباط کا عقیدہ امکان کذب باری تعالیٰ کے لئے اور کلام مجہول تواضع کا عقیدہ اثبات مساوات جمیع بنی آدم سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اور احاطہ علمی شیطان کے لئے ایسی روایات جن میں اس پر دلالت ہی نہیں ہے کافی ہونا اور اس کو نص سے ثابت کہنا اور آپ کی وسعت علم غیر ثابت نص سے بیان کرنا سوائے وہابیوں کے کسی مسلمان کا قول نہیں ہے اور اوپر گذر چکا ہے، کہ تقویۃ الایمان میں جاہل کا لفظ انبیاء پر اطلاق کیا ہے اور صاحب براہین اور اس کے حوامیین نے جواب تفصیلی میں اس کو پسند کرکے مان لیا ہے اور نیز براہین میں آپ کے علم کو شیطان لعین کے علم سے کم لکھا ہے، جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے، اور اب جواب تفصیلی اس تحریر اخیر میں صاف لکھا ہے کہ معلومات کونیہ کا علم ابلیس کا وظیفہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ نہیں، تو یہ صریح آپ کے وفور علم میں نقصان اور آپ کے رتبہ عالی کا پست کرنا اور شیطان کے علم کا رجحان ہے، یہاں پر شفا فی حقوق المصطفیٰ اور اس کی شرح علامہ قاری کی عبارت نقل کرتا ہوں

عہ وقال القاری بعد ختم ہذا الشرح ومن احسن ما نظم فی تحسین ہذا الکتاب ما قالہ بعض اولی الالباب من الاصحاب۔

سہ شفی داء النفوس لنا الشفاء　　اضاء النور منہ والسناء
ونال محبیہ کل الامانی　　وزال بہ عن القلب القذاء
تلالؤ نورہ ابداً علینا　　ظلام اللیل عاد لنا ضیاء
جواہر نظمہ درر ابہی　　من الیاقوت حقاً لا مراء

جو شخص[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عمداً برا کہے اور تحقیر کرے، اور عیب لگائے کسی وجہ سے یعنی ممکن الوجود ہو یا ممتنع الشہود تو وہ واجب القتل ہے، اور یہ امر ظاہر ہے اس میں کوئی شبہ اور توقف نہیں کہ ایسا کرنے والا قتل کیا جائے۔ اب اس وجہ پہلی کے ساتھ ایک دوسری وجہ بھی ملحق ہے، جو وہ بھی ظاہر ہے اور مخفی نہیں، اور وہ یہ ہے کہ کسی نے آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کچھ کہا، درحالیکہ اس کا قصد بدگوئی و تحقیر و تمسخری کا نہ تھا، اور نہ وہ اس کلام کے مضمون کا معتقد ہے، ولیکن اس نے آپ کی نسبت ایسا الفاظ بولا جس سے کافر ہو جاتا ہے۔ آپ کے لعن کرنے اور برا کہنے سے یا جھٹلانے سے یا آپ کی طرف ایسی نسبت کرنے سے جو آپ پر ناروا ہو، یا جس چیز کا آپ کے لئے ثبوت واجب ہے اس کی نفی کرنی جس سے آپ کی شان والا کو بٹہ لگے اور آپ کی مذمت ہو، جیسے کہ کبیرہ گناہ کے صدور کو قول ہو یا فعل آپ کی طرف منسوب کرنا یا احکام رسالت کے پہونچانے میں آپ کی مداہنت کا قائل ہونا جس کو اللہ تعالیٰ نے آیت فلعلک الخ یعنی پس شاید کہ تو چھوڑ دینے والا ہے بعضی وہ چیز کہ وحی کی جاتی ہے طرف تیری، اور تنگ ہو جاتا ہے سینہ تیرا اس واسطے کہ کہیں وہ کہ کیوں نہ اوتارا گیا

---

[1] عبارت ۔ فصل ۔ قال القاضی تقدم الکلام فی قتل القاصد لسبّہ ای المعتمد فی شتمہ والازراء ونسبتہ والازدراء وہو بمعنی الاحتقار وغمصہ بمعجمۃ ومہملۃ بینہما میم ساکنۃ ای عیبہ بای وجہ کان من ممکن وجودہ او محال بضم المیم ای ممتنع شہودہ فہذا وجہ بیّن ای ظاہر مکشوف لا اشکال فیہ ولا توقف فی قتل متعاطیہ ۔ الوجہ الثانی لاحق بہ ای ملحق بالوجہ الاول فی البیان والجلاء ای فی الظہور وعدم الخفاء وہو ان یکون القائل لما قال من الکلام فی جہتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر قاصد للسب ای للشتم علی حد الجفاء و الازدراء وفی نسخۃ الازدراء ای الاستحقار بالاستخفاف والاستہزاء ولا معتقد لہ ای لمضمون کلامہ ولکنہ تکلم فی جہتہ علیہ الصلوٰۃ بکلمۃ الکفر ای من الالفاظ کما بینہ بقولہ (باقی برصفحہ)

اُوپر اُس کے خزانہ یا کیوں نہ آیا ساتھ اس کے فرشتہ) میں نفی فرمایا ہے، یا لوگوں کے معاملات کے حکم میں سُستی کرنی جس کو باری تعالیٰ نے آیت اِنَّا اَنْزَلْنَا یعنی تحقیق ہم اُتاری تیری طرف کتاب سچ کے ساتھ، تاکہ تو لوگوں میں حکم کرے موافق دکھلانے خدا کے، میں منفی کیا ہے یا آپ کے عالی مرتبہ یا شرف نسب آباء و اجداد میں جو تمام عرفی عیبوں سے بری تھے، پست کرنا اور نقصان لگانا یا آپ کے وفور علم و کثرت معلومات و زہد میں نقص لگانا، یا جن چیزوں کی خبر دینی آپ سے مشہور اور متواتر ہو اُن کو جھٹلانا اس خبر کے رد کے ارادہ پر کیوں کہ اگر خبر متواتر کا انکار کرے تو کفر ہے، بخلاف انکار حدیث احاد کے کہ اس کا انکار گناہ ہے، مگر اگر خبر احاد کا انکار بھی بوجہ سُبکی و تحقیر کے کرے تب کفر ہے، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سفاہت عبارت میں یا قبیح کلام سے خواہ اشارۃً ہو اور کوئی قسم دُشنام کا اور وہ لفظ جس میں تھوڑا ادب ہو استعمال کرے اگرچہ قائل کے حال کی دلیل سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی مذمت کا اپنی کلام میں

(بقیہ عبارت صفحہ ۳۰۰) من لعنہ او سبہ او تکذیبہ او اضافۃ ما لا یجوز علیہ ای نسبتہ الیہ او نفی ما یجب ای ثبوتہ لہ مما ہو فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نقیصۃ ای منقصۃ ومذمۃ مثل ان ینسب الیہ اتیان کبیرۃ ای صدورہا من قول او فعل او مداہنۃ فی تبلیغ الرسالۃ کما نفاہ اللہ تعالیٰ بقولہ فلعلک تارک بعض ما یوحی الیک وضائق بہ صدرک ان یقولوا لولا انزل علیہ کنز او جاء معہ ملک - او مسامحۃ او مساہلۃ فی حکم بین الناس کما نفاہا عنہ فی قولہ تعالیٰ انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ - او یغض ای یخفض وینقص من مرتبتہ العلیۃ او شرف نسبہ الی آبائہ واجدادہ الجلیلۃ من العیوب العرفیۃ او وفور علمہ ای کثرتہ او زہدہ من غیر ضرورۃ او یکذب بما اشتہر بہ من امور اخبر بہا علیہ الصلوٰۃ والسلام وتواتر الخبر بہا عنہ عن قصد لرد خبرہ اذ لو انکر خبرا متواترا کفر بخلاف ما اذا انکر حدیثا احادا فان انکارہ فسق الا اذا کان علی وجہ الاستخفاف، والاستحقار او یاتی بسفہ من القول ای بسفاہۃ فی عبارۃ (باقی برصفحہ ۳۰۲)

ارادہ نہیں کیا ہے اور آپ کی دشنام اس کا مقصود نہیں، کیوں کہ وہ آپ کے کمال کا معتقد ہے، لیکن یہ اس کی گفتگو یا تو بسبب قائل کی نادانی کے آپ کے نعوت جمال سے یا بسبب اضطراب اثر غم کے جو اس کو پہونچا ہے، یا بسبب کسی گناہ کے جو اس نے کیا ہے، یا اس کی زبان نے آپ کی شان میں محافظت اور ضبط نہیں کیا، یا اس کے بیان میں پروا کم ہے، یا اس کی کلام میں جلدی اور بولنے میں جرأت سے صادر ہوئی ہے، پس اس دوسری وجہ کا حکم وہی پہلی وجہ کا حکم ہے اور وہ قتل بالاتفاق ہے، سوائے اس کے کہ اس قائل کے بارہ میں توقف کیا جائے اس لئے کہ کفر میں بسبب جہالت یعنی نادانی کے کوئی معذور متصور نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ معرفت ذات و صفات الٰہی اور وہ بات جو انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہے مجملاً فرض عین ہے مقام اجمال میں اور مفصلاً موقع الکمال میں اور نہ کوئی معذور ہو سکتا ہے دعویٰ لغزش زبان[1] سے اس میں بدیں وجہ کہ خطا و نسیان اور جس پر آدمی

(عبارت ملحق صفحہ ۳۰۱) او بقبیح من الکلام ولو باشارۃ ونوع من السب مما فیہ من قلۃ الادب فی جہتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وان اظہر بدلیل حالہ ای حال قائلہ انہ لم یعمد ای لم یرد ذمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی مقالہ ولم یقصد سبہ لاعتقادہ کمالہ لکن صدر عنہ مقالہ اما لجہالۃ نعوت جمالہ حملتہ علی ما قالہ او لضجر بفتحتین ای قلق من اثر غم نالہ او سکر حرام او غیرہ او قلۃ مراقبتہ فی شانہ وضبط ای وقلۃ ضبط لسانہ وعجرفۃ ای مجازفۃ وقلۃ مبالاۃ فی بیانہ وتہور فی کلامہ ای سرعۃ فی خلقہ وجرأۃ فی نطقہ فحکم ہذا الوجہ الثانی حکم الوجہ الاول وہو القتل ای قولا واحدا دون تلعثم ای توقف فی بابہ اذ لا یعذر احد فی الکفر بالجہالۃ اذ معرفۃ ذات اللہ تعالیٰ وصفاتہ وما یتعلق بانبیائہ فرض عین مجملا فی مقام الاجمال ومفصلا فی مقام الاکمال ولا بدعوی زلل اللسان فیہ بوجہ ان الخطاء والنسیان وما

[1] یعنی معرفت ذات و صفات اور امر متعلق انبیاء میں ۱۲

اکراہ کیا جائے معرضِ بیان میں عذر ہے، اور نہ کسی اور چیز سے جو ہم نے ذکر کی، یا کر وہ عذر متصور ہو سکتے ہیں جب وہ قائل اصل پیدائش میں سلیم ہو، کہ دیوانہ اور سبک عقل نقیم نہ ہو مگر وہ معذور ہے جس پر اکراہ کیا جائے، اور اس کا دل ایمان میں اطمینان پر ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

اب معلوم ہو گیا کہ انبیاء پر لفظ نادان کے بولنے والے اور اُس کو پسند کرنے والے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو شیطان کے علم سے کم کہنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے، اور اس پر اصرار کرنے والے اور مسئلہ وفورِ علم اور کثرتِ معلوماتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تکملہ ہے جو شفاء[1] میں لکھا ہے، کہ اور حق تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مصالح دین و دنیا پر اطلاع دینے سے مخصوص کیا ہے، علامہ قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مدینہ کو خرما کے شگوفہ کو مادہ کے شگوفہ میں داخل کرتے ہوئے دیکھ کر منع کیا، تو انہوں نے چھوڑ دیا، تو پھل نہ دیا یا کم دیا۔ تو اس پر آپ نے فرمایا، کہ تم اپنے دنیا کے کاموں میں دانا ہو، اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ یہ آپ نے گمان کیا تھا، وحی نہ تھی۔ اور شیخ سید محمد سنوسی نے کہا ہے کہ آپ کا ارادہ تھا کہ اُن کو اس سے روک کے خدا پر توکل کی طرف کامل

استکرہ علیہ الانسان عذر فی معرض البیان ولا بشیٔ مما ذکرناہ مما یظن انہ یکون عذرًا اذ کان عقلہ فی فطرتہ ای خلقتہ وجبلتہ سلیما بان لا یکون مجنونا ولا اخرف سقیما الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان کما ھو مبین فی القرآن ۱۲۔ عبارت[1] شفاء وخصہ من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین وقال القاری فی شرحہ واستشکل بانہ صلی اللہ علیہ وسلم وجد انصارًا یلقحون النخل فقال لو ترکتموہ فترکوہ فلم یخرج شیئا او اخرج شیصًا فقال انتم اعلم بامر دنیاکم واجیب بانہ کان ظنا منہ لا وحیا وقال الشیخ السید محمد

کر دیں۔ پس انہوں نے ایسا نہ کیا تو آپ نے فرمایا، کہ تم اپنی دنیا کے کام اچھی طرح پہچانتے ہو، اور اگر وہ لوگ ویسا ہی کرتے اور ایک دو سال کے نقصان کی برداشت اٹھاتے تو اس محنت سے چھوٹ جاتے، انتہیٰ اور یہ نہایت ہی باریک بات ہے، شہاب خفاجی شرح شفا میں سید سنوسی کی نقل کے بعد لکھتے ہیں، کہ غور کرنے والوں کو یہ بات نہایت پسند آتی ہے انتہیٰ، اور شیخ محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے تمام کاموں میں دانا تر ہیں اھ اور علامہ[2] قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حیات میں کچھ فرق نہیں ہے کہ آپ اپنی اُمت کو دیکھتے ہیں، اور اُن کے حالات اور نیتوں اور ارادوں اور خطروں کو پہچانتے ہیں، اور یہ بات آپ پر روشن ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے، انتہیٰ۔ اور تفسیر عزیزی میں وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اھ کے نیچے لکھا ہے کہ رسول نورِ نبوت سے اپنے دین کے ہر دیندار کے مرتبہ پر مطلع ہے کہ وہ کس مرتبہ کو پہنچا ہے، اور اُس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب سے ترقی سے محجوب ہے، پس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے گناہوں کو اور درجاتِ ایمان کو اور اعمالِ نیک و بد اور اخلاص و منافقی سب کو پہچانتا ہے اس لئے اس کی شہادت اُمت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے اھ ترجمًا

السنوسی اراد انہ یحملھم علی خرق العوائد فی ذلک الی باب التوکل وما ھنالک فلم یمتثلوا فقال انتم اعرف بدنیاکم ولو امتثلوا وتحملوا فی سنۃ او سنتین لکفوا امر ھذہ المحنۃ انتہیٰ وھو فی غایۃ من اللطافۃ ۱۲ عبارت[1] ۔ وھو فی غایۃ الحسن لمن تأملہ ۱۲ عبارت[2] اذ لا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم ونیاتھم وعزائمھم وخواطرھم وذلک عندہ جلی لاخفاء بہ ۱۲

اب معلوم ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم ما کان وما یکون کے اعتقاد کے انکار پر سوائے وہابیوں[1] کے کوئی مسلمان اصرار نہیں کرسکتا ہے پس ظالموں کی جڑ کاٹی گئی، اور خدا رب العالمین کے لئے سب تعریفیں ہیں۔

چوتھے اعتراض کا جواب الجواب پورا ہو کر اعتراض ثابت نہ نکلا۔ اب پانچواں اعتراض شروع ہوتا ہے، براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۴۲ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوٰی در بارہ حرام ہونے تعظیم مجلس مولود کے نقل کیا ہے، جس کی عبارت بقدر حاجت نقل کرتا ہوں۔

---

[1] متبعان عبدالوہاب نجدی ۱۲

مجلس مولود پر

مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوٰی

قولہ "یا یہ وجہ ہے، کہ روح پاک علیہ السلام کی جو عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی اس کی تعظیم کو قیام ہے، تو یہ بھی محض حماقت ہے، کیوں کہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ ہونا چاہیئے۔ اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے، پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے کہ سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یا مثل روافض کے کہ نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے (معاذ اللہ) سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے، بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے، وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہیں ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں الخ" اور اس فتوٰی کے اخیر میں یہ تحریر ہے "الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ میں بدعت و منکر اور دوسری صورت میں حرام اور فسق اور تیسری صورت میں کفر و شرک ہے، چوتھی صورت میں اتباع ہوا وہ کبیرہ ہوتا ہے۔" پھر اخیر میں لکھا ہے "کہ خود یہ مجلس میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے، اور شرعاً کوئی صورت جواز اس کی نہیں ہو سکتی" فقط

(کتبہ راجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ صفحہ ۱۴۲)

جواب اِس کا انوارِ ساطعہ میں یُوں دیا گیا :-

"اعتراض کرتے ہیں، کہ یہ لوگ ہر سال محفل مولود کرتے ہیں یہ مشابہت کرتے ہیں گھنیا کے جنم کی، اور نیز اس میں تشبیہ ہے نصاریٰ کے بڑے دن کی۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اگر یہ فعل ہندوستان میں فقط ہوتا تو کہہ سکتے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے سیکھ لیا ان کی مشابہت کرتے ہیں، بلکہ یہ فعل عراق کے شہر موصل میں ایجاد ہوا جو گھنیا کے نام تک واقف نہیں، پھر اُس کے جنم کی مشابہت کیوں کر ہوئی۔ بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان گھنیا کے جنم کی مشابہت کرتے ہیں، تو روم و شام و حرمین شریفین کے علماء جو یہ عمل کرتے ہیں وہ کس کے جنم کی مشابہت کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا پس اس عمل میں تابع ہیں دستور العمل سلاطین روم و شام و ممالک مغربیہ و اندلس و مفتیان عرب کے سلمہم اللہ الیٰ یوم الدین۔ پس جیسا کہ گھنیا کے جنم کی مشابہت نہیں، نصاریٰ کے بڑے دن کی بھی مشابہت نہیں" الخ

اس کا جواب مولوی خلیل احمد اپنے رسالہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۷۳ میں یوں لکھتا ہے "اقول تشبہ اس بات میں ہے کہ یوم ولادت کو عید بنادیں اور مثل عید کے معاملہ سرور و شادی کا کریں، جیسا کہ قوم کفار کرتے ہیں۔ سو یہ امر تو شاہد و محقق ہے مگر مؤلف مشابہت ممنوعہ ہونے سے انکار کرتا ہے تین وجہ سے ایک یہ کہ گھنیا کو اہل عرب و عراق جانتے بھی نہیں، تو انہوں نے تشبہ گھنیا کا کس طرح کیا۔ سو یہ تقریر مؤلف کی بالکل کم فہمی کی ہے، اس واسطے کہ یہ پہلے محقق ہو چکا ہے کہ تشبہ حرام فقط یہی نہیں کہ کسی قوم خاص کو دیکھ کر اس فعل کو اختیار کرے نہیں بلکہ عام ہے اس سے اگر کسی امر کو کرتا ہے، اور تشبہ عارض ہو جاوے، تو اب بعد علم کے اور عروض کے بھی ترک اس کا لازم ہوگا

اگر طبعی و شرعی امر نہ ہو اور وہ شعار بھی کفار کا ہو، چنانچہ حدیث[1] میں ہے کہ فخرِ عالم جب تک مردہ کو لحد میں نہ رکھتے قبر پر کھڑے رہتے تھے، ایک حبر یہود نے کہا، کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اور یہود کی مخالفت کرو اور دست چپ میں خاتم پہننا جائز بالحدیث تھا جب روافض کا شعار ہو گیا تو اب مکروہ ہو گیا۔ حالانکہ نہ قیام یہود سے دیکھ کر کرتے تھے اور نہ خاتم روافض سے کسی نے دیکھ کر سیکھی تھی الخ پھر کہا (یعنی براہین میں)، اور واضح ہو کہ مانعین نہ فرحت ولادت کو برا کہیں اور منع کریں اور نہ ذکر ولادت کو منع کریں، بلکہ ایسے امر مستحسن میں تشبہ کو جو نص سے ممنوع ہے منع کرتے ہیں، مؤلف مطلب تو سمجھا نہیں تعوذ پڑھتا ہے الخ

اب فقیر کو اس پر یہ اعتراض ہے، کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولود شریف کی مجلس کو جس کا جواز ادلہ شرعیہ سے مستنبط ہے، اور وہ سب اپنے محل میں مبین ہیں، گھنیا کے جنم کے سانگ اور نصاریٰ کے بڑے دن کی خوشی سے مشابہ کرنا ایسا قبیح مضمون ہے جو غور کرنے والے مسلمانوں کو سخت ناگوار گذرتا ہے، اور در اصل تشبہ بھی مقصود نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

اب اس مقام پر ضروری گفتگو یہ ہے، کہ براہین والے کا یہ کلیہ کہ اگر کسی امر کو کرتا ہے اور تشبہ عارض یا معلوم ہو جاوے تو ترک اس کا لازم ہوگا۔ دعویٰ بلا دلیل شرعی کے ہے، اس لئے کہ حدیث یہود جو اس مدعا پر سند لایا ہے وہ ضعیف ہے مشکوٰۃ کے باب المشی بالجنازہ کے تیسرے فصل میں دوسرے نمبر پر ہے جو جامع ترمذی

---

[1] عبارت۔ انہ علیہ السلام یقوم علی القبر ما لم یوضع المیت فی اللحد فقال حبر من الیہود انا لنفعل ہکذا فقال علیہ السلام اجلسوا وخالفوا الیہود ۱۲ منہ [illegible] ہے ۱۲

وسنن ابوداؤد وابن ماجہ سے نقل کر کے پیچھے اس کے مؤلف[1] مشکوٰۃ اس حدیث کا غریب ہونا ترمذی سے حکایت کرتا ہے، اور نیز یہ کہ بشر بن رافع راوی قوی نہیں ہے یہ ترجمہ ہے عبارت مشکوٰۃ کا۔ پھر جب اصل ان تینوں کتابوں کا دیکھا، تو یہ بشر بن رافع راوی تینوں کی سند میں داخل ہے، پہلی اور تیسری میں بشر بن رافع کے نام سے ہے اور سنن ابوداؤد میں ابوالاسباط الحارثی لکھا ہے جو کنیت ہے اسی بشر بن رافع کی جیسا کہ تقریب التہذیب میں اس پر تصریح ہے، مطبوعہ فاروقی کے صفحہ ۴۲ و ۲۲۶ میں دیکھو، اور جیسا کہ ترمذی نے اس کو غیر قوی لکھا ہے ویسا ہی تقریب التہذیب میں اس کو ضعیف الحدیث لکھا ہے، صفحہ ۴۲ میں دیکھو۔ اب علاوہ اقرار ترمذی وغیرہ کے فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ ان تینوں کتابوں میں بشر بن رافع کا شیخ عبداللہ بن سلیمان بن جنادہ ابن ابی امیہ واقع ہے، جس کو تقریب التہذیب کے صفحہ ۱۳۱ میں ضعیف لکھا ہے، پس دو ضعیف راویوں سے ضعف اس حدیث کا مضاعف ہو گیا ہے، اور غرابت کا دھبہ علاوہ ہے جس کو اہل علم پہچانتے ہیں۔

اب بعد ثابت ہونے سخت ضعف اس حدیث کے سنئے کہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۶۲ میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ پر طعن کرنے کے باب میں لکھا ہے، بہر حال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہیں ہوتی۔ پس قیاس اس سے کرنا بھی لائق اعتماد کے نہ رہا اھ بلفظہ، تو اب براہین والے کا اس نہایت ضعیف حدیث پر قیاس کر کے مجلس مولود کو حرام و بدعت و لازم الترک بنانا اور علم حدیث میں اپنا تبحر جتانا "دیگراں را نصیحت و خود را فضیحت" نہیں تو اور کیا ہے تو یہ ہرگز لائق اعتماد نہ رہا۔

---

[1] عبارت وقال الترمذی هذا حدیث غریب وبشر بن رافع الراوی لیس بالقوی۔ وکتب ابوداؤد ابوالاسباط الحارثی وهو کنیة بشر بن رافع ۱۲

رہا مسئلہ خاتم کا، سو وہ بھی کسی معتبر فقہ کی کتاب میں منقول نہیں ہے، بلکہ در مختار ورد المحتار میں براہین والے کے برخلاف[1] یہ مسئلہ درج ہے، صاحب[2] در مختار قہستانی وغیرہ سے لکھتے ہیں، کہ انگوٹھی دست چپ میں پہنے، اور بعضوں نے کہا ہے دست راست میں، مگر یہ روافض کا شعار ہے اس سے اجتناب واجب ہے، پھر صاحب در مختار لکھتے ہیں، میں کہتا ہوں، اور امید ہے کہ یہ کبھی آگے ہو چکا ہوگا، پس یاد کرلے اھ مترجماً۔ اس پر صاحب رد المحتار لکھتے ہیں، کہ دست چپ کی خنصر میں انگوٹھی چاہیئے نہ دست راست میں، قہستانی محیط سے لایا ہے، کہ دست راست میں بھی جائز ہے مگر یہ روافض کا شعار ہے، اور ذخیرہ میں بھی ایسا ہی ہے، تامل کر اور یہ شعار رافضیوں کا اگلے وقتوں میں تھا ان وقتوں میں نہیں، پس اب منع نہیں خواہ کسی ہاتھ میں ہو۔ غایۃ البیان میں ہے کہ فقیہ ابواللیث نے شرح جامع الصغیر میں دست چپ و دست راست میں برابر لکھ دیا ہے، اور یہی حق ہے، کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں روایات مختلف ہیں۔ اور بعضوں کا یہ قول کہ دست راست میں باغیوں کی

---

[1] یعنی صاحب براہین نے یوں لکھا ہے، اور دست چپ میں خاتم پہننا جائز بالحدیث تھا۔ جب روافض کا شعار ہو گیا تو اب مکروہ ہو گیا اھ اور کتب فقہ میں ہے کہ دست راست میں شعار روافض سمجھے ہے ۱۲

[2] عبارت ویجعله لبطن کفه فی یده الیسری وقیل الیمنی الا انه من شعار الروافض فیجب التحرز عنه قہستانی وغیرہ قلت ولعله کان وبان فلیتبصر انتهی (وقال صاحب رد المحتار) قوله فی یده الیسری) وینبغی ان یکون فی خنصرها دون سائر اصابعه ودون الیمنی ذخیرة قوله فیجب التحرز عنه) عبارة القهستانی عن المحیط جاز ان یجعله فی الیمنی الا انه شعار الروافض اھ ونحوه فی الذخیرة تامل قوله ولعله کان وبان) ای کان ذلک من شعارهم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی هذه الازمان فلا ینهی عنه کیف ما کان وفی غایة البیان قد سوی الفقیه ابواللیث فی شرح الجامع الصغیر بین الیمین والیسار وهو الحق لانه قد

علامت ہے بے اصل بات ہے، کیوں کہ آپ سے نقل صحیح اس کی نفی کر رہی ہے اھ
اور تمام اس مسئلہ کا غایۃ البیان میں ہے، یہ رد المحتار کے پانچویں جلد فصل لباس صفحہ
۲۳۰ مطبوعہ مصر سے ترجمہ کیا ہے، جس کے اخیر تتمہ میں علامہ عبدالبر بن شحنہ سے
مذکور ہے کہ اس کے والد نے یہ شعر کہا ہے ؎

تختم کیف شئت ولا تبال — بخنصرك اليمين او الشمال

اور صحاح ستہ کی حدیثوں سے بھی دونوں ہاتھوں میں آپ کا انگوٹھی پہننا ثابت[1]
ہے، اگر خوفِ طوالت نہ ہوتا تو وہ حدیثیں بھی منقول ہوتیں، جس سے براہین والوں
کی حدیث دانی ظاہر ہو جاتی۔

اب غور کرو کہ یہ کس قدر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت ہے کہ بنا لی
اور خود اپنے نزدیک بھی غیر صحیح دلیل سے مجلس مولود کو بدعت وغیرہ لکھ رہے ہیں، البتہ
جب باری تعالیٰ کے امکان کذب سے نہ ڈرے، اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین
سے کچھ ہراس نہ کیا تو اہل اسلام کے مشرک بدعتی کہہ دینے سے کیا خوف ہے، ترقی
کے پیچھے تنزل سے پناہ بخدا۔ پھر جب تشبہ کی رو سے ممانعت مجلس مولود کی تھی جیسا کہ
براہین سے منقول ہوا ہے، تو اب منتفی ہونے دلائل تشبہ کے وہ ممانعت بھی معدوم ہو گئی۔
وللہ الحمد۔ اب جواب تفصیلی کی عبارت منقول ہوتی ہے۔

”مجلس مولود کو گھنیا کے جنم سے تشبہ کا جواب!“

صاحب براہین مع حواریین لکھتے ہیں: حاصل اس اعتراض کا صرف تین امر ہیں،

---

[1] اختلف الروايات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذلك وقول بعضهم انه في اليمين
من علامات اهل البغي ليس بشيء لان النقل الصحيح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
ينفي ذلك اه وتمامه فيه ١٢

ایک تو یہ کہ مجلس مولود کو گھنیا کے جنم کے ساتھ مشابہت دینا قبیح ہے، دوسرا
در حقیقت تشبہ ہی نہیں، تیسرا یہ کلیہ غلط ہے کہ بعد کرنے کسی امر کے اگر تشبہ
عارض یا معلوم ہو جاوے، تو ترک اس کا لازم ہوگا، کیوں کہ حدیث بہت ضعیف
ہے، اور نیز دست چپ میں خاتم کا پہننا جو مکروہ لکھا ہے، اور تشبہ کی سند
میں اس کو ذکر کیا ہے، یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ تمام طول لاطائل کا حاصل
یہ تین ۳ سطریں ہیں، اس کا جواب ترتیب وار سنیئے! مطلق مولود کی مجلس کو
جنم گھنیا کے ساتھ تشبیہ نہیں دی، بلکہ ذکر مولود مثل مغازی و بعثت و
ہجرت و وفات وغیرہ کو مستحب سمجھتے ہیں، اور جس کو مشابہ کیا گیا ہے وہ یہ
مولود بہیئت کذائی کے ساتھ ہے جو مرسوم و مروج ہے، جس کا ثبوت ادلہ
شرعیہ سے ہرگز نہیں ہے، چنانچہ براہین میں نہایت بسط کے ساتھ بیان
ہو چکا ہے، اس صورت میں مشابہت جو واقعی ہے اس میں کیا قباحت
ہے، اس مجلس مولود کا رتبہ آپ کے نزدیک بھی نماز سے کم ہی ہوگا۔ پھر جب کہ
حدیث صحیح میں نماز کی تشبیہ جو بوقت طلوع یا غروب ہو آفتاب پرستوں
کی عبادت کے ساتھ بیان ہے تو مولود محدث مروج کا تشبہ جو واقعی ہے
بیان کرنا کیوں قبیح معلوم ہوتا ہے، اگر اتباع سنت کا خیال ہو تو اس محدث
کی تشبیہ ہرگز ناگوار خاطر نہ ہو۔ اور یہ کہنا کہ مجلس مولود بہیئت کذائی
کا جواز ادلہ شرعیہ سے ثابت ہو چکا ہے، یہ محض دعویٰ بلا دلیل ہے، اس
کے جواز پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ہے، اگر آپ کچھ برائے نام بھی
بیان کرتے تو اس کا جواب دیا جاتا۔ انتہی بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ جب منکرین کا اقرار ہے، کہ ذکر مولود کو مثل ذکر معراج و ذکر مبعث و ہجرت وغیرہ کے مستحب مانتے ہیں، تو اب ان اذکار کے واسطے جب کوئی مجلس منعقد ہوگی، تو ضرور کچھ فرش بچھے گا، اور بموقع رات میں حسب ضرورت چراغاں بھی ہوں گے، اور بعد فراغت کے تبرک کے طور پر کچھ تقسیم بھی کریں گے، جیسا کہ رمضان وغیرہ میں جب اپنے گھر یا محلہ کی مسجد میں وعظ کراتے ہیں، تو ایسا کرتے ہیں، اور اس پر کسی کو انکار نہیں ہے، پس ایسا ہی مولود شریف کی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں، تو اصل ذکر مولود کو مستحب کہنا اور انعقاد مجلس کو مکروہ و حرام بنانا ایسی مجالس خیر سے عناد و عداوت نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر اگر واقعی کوئی کام مکروہ ہوتا ہے، تو کسی مصلحت دینی کے واسطے وہ کراہت اُٹھ جاتی ہے، جیسا کہ معتبرات فقہ میں تصریح ہے، کہ فتویٰ زمان اور مکان کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، اور خود صاحب براہین نے بھی اس کو نقل کیا ہے اور محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں اور علامہ سید ابن عابدین نے رد المحتار میں اور دوسرے علماء نے بھی اس کی تحقیق فرمائی ہے، اور بے شک اکابر علماء اہل سنت نے مثل علامہ عسقلانی اور امام سیوطی اور مولانا قاری وغیرہم نے جواز مجلس مولود بہیئت کذائی میں رسالے تالیف فرمائے، اور دلائل شرعیہ سے استنباط کر کے بخوبی تحقیق کی، مگر منکروں نے نہ مانا، جیسا کہ براہین والے نے بھی ان اکابر پر انکار کیا، اور ان کا رد بسبب[1] رواج دینے مجلس مولود شریف کے لکھا، پس انکار کا

لہ اوپر گذرا ہے، کہ براہین کے صفحہ ۱۶۲ میں امام سیوطی کے قول کو رد کیا ہے اور صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵ میں علامہ قسطلانی کا رد لکھا ہے، اور صفحہ ۱۶۶ میں سبط ابن جوزی اور امام سخاوی اور علامہ قاری کا رد کیا ہے، جس کا جی چاہے اس میں دیکھ لے، پس ان اکابر کا رد مردودوں کا کام ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

اصرار کرنے کو کچھ نافع نہیں، ہر چند اس پر توریت و انجیل پڑھ سنائیں مگر منصف کو قدر دلیل بھی شرعی دلیل سے کافی ہوتا ہے اور خدا ہی مددگار اور وکیل ہے۔

اور یہ قول کہ وقت طلوع یا غروب کے نماز پڑھنی آفتاب پرستوں کی عبادت سے مشابہ ہے۔ اوّل تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، کیوں کہ براہین والے نے کوئی ایسی صحیح حدیث بیان نہیں کی جس میں نماز کو آفتاب پرستوں کی عبادت سے تشبیہ دی گئی ہو، دوم جب کتب حدیث میں جستجو ہوئی، تو کسی حدیث کے لفظوں میں یہ تشبیہ نہ پائی بلکہ الفاظ[1] حدیثوں کے یہ ہیں، کہ نہی کی نماز سے صبح کے پیچھے سورج کے چمکنے تک اور عصر کے پیچھے غروب تک اور وقت طلوع اور غروب سورج کے اپنی نمازوں کی قصد نہ کرو، اور کوئی تم سے قصد نہ کرے، پس وقت طلوع اور غروب سورج کے نماز پڑھے یہ بخاری کی روایات ہیں۔ پس[2] جب سورج چڑھے تو بند ہو نماز سے، کیوں کہ وہ چڑھتا ہے دو قرن شیطان میں، یہ مسلم کی روایت ہے، اور ایسا ہی مشکوٰۃ میں ہے، امام نووی شرح صحیح مسلم[3] میں لکھتے ہیں، کہ آپ نے جو فرمایا کہ سورج دو قرن شیطان سے نکلتا ہے، بعضوں نے کہا ہے کہ مراد قرن سے امت اور گروہ شیطان کی ہے، اور بعضوں نے کہا ہے، کہ اس کا قرن سر کی طرف ہے، اور یہ ظاہر حدیث کا ہے، پس یہی بہتر ہے اور معنی اس کے یہ ہیں، کہ شیطان اپنے سر کو اس وقت سورج کے نزدیک کرتا ہے تاکہ

عبارت[1] ۔ نہی عن الصلوٰۃ بعد الصبح حتی تشرق الشمس و بعد العصر حتی تغرب و لا تتحروا بصلوٰتکم طلوع الشمس و لا غروبہا و لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس و لا عند غروبہا ۱۲ عبارت[2] ۔ فاذا طلعت الشمس فامسک عن الصلوٰۃ فانہا تطلع بین قرنی الشیطان ۱۲ عبارت[3] قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہا تطلع بین قرنی الشیطان قیل المراد بقرنیہ امتہ و شیعتہ و قیل قرنہ جانب رأسہ و ہذا ظاہر الحدیث فہو اولیٰ و معناہ انہ یدنی راسہ الی

جو کافر اس وقت سُورج کو سجدہ کرتے ہیں، گویا کہ وہ شیطان کو سجدہ کرتے ہیں اور
اب شیطان اور اس کے گروہ کو غلبہ اور مکنت ہوتا ہے، کہ نمازی پر التباس اور
کرتا ہے اس کی نماز میں، پس اس لئے نماز اُس وقت میں مکروہ ہوتی، جیسا کہ مکان
شیطان میں مکروہ ہے اھ مترجماً۔ اور لمعات وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے، اور قسطلانی
شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب کنارہ
سُورج کا طلوع کرے، تو نماز میں تاخیر کردو، یعنی وہ نماز جو کسی سبب سے نہیں
تک سُورج اونچا ہو جائے، اور جب کنارہ سورج کا غائب ہو تب بھی نماز سے تاخیر کرو
جو کسی سبب سے نہیں ہے جب تک سُورج چھپ جائے، مؤلف نے باب بدء خلق میں طریق
عبدہ سے زیادہ کیا ہے کہ وہ سُورج دو قرن شیطان میں سے نکلتا ہے، اور مسلم کے نزدیک
حدیث عمرو بن عبسہ سے یہ وارد ہے کہ اُس وقت سجدہ کرتے ہیں سُورج کو کافر اھ مترجماً
اور علامہ عسقلانی شرح بخاری میں کہتے ہیں کہ یہ روایت عبدہ کی مصنف کے نزدیک موصول
ہے اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ سُورج دو قرن شیطان میں نکلتا ہے، اور اس میں اشارہ
ہے بیان دونوں وقتوں میں نماز کے منع ہونے کا۔ اور مُسلم نے حدیث عمرو بن عبسہ میں

الشمس فی هذا الوقت لیکون الساجدون للشمس من الکفار فی هذا الوقت کالساجدین
له وحینئذ یکون له ولشیعته تسلط وتمکن من ان یلبسوا علی المصلی صلوته فکرهت الصلوة
فی هذا الوقت لهذا المعنی کما کرهت فی ماوی الشیطان ۱۲ عبارت[1] قال رسول اللہ صلی اللہ
علیه وسلم اذا طلع حاجب الشمس فاخروا الصلوة ای التی لا سبب لها حتی
الی ان ترتفع الشمس واذا غاب حاجب الشمس فاخروا الصلوة التی لا سبب لها حتی
تغیب اه المؤلف فی بدء الخلق من طریق عبدة فانها تطلع بین قرنی شیطان وعند
مسلم من حدیث عمرو بن عبسة وحینئذ یسجد لها الکفار ۱۲ عبارت[2] وروایة عبدة هذه
موصولة عند المصنف فی بدء الخلق وزاد فیه فانها تطلع بین قرنی شیطان وفیه اشارة

زیادہ کیا ہے کہ اس وقت سُورج کو کافر سجدہ کرتے ہیں، پس نہی کفار کی مشابہت
کی ترک کے واسطے ہے، یہ ضروری عبارت شرح بخاری کا ترجمہ ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نماز کو حدیث صحیح میں آفتاب پرستوں کی عبادت کے
ساتھ ہرگز تشبیہ نہیں دی گئی ہے، جیسا کہ مکذبین کی دریدہ دہانی ہے، اور نہی نماز
کی ترک مشابہت کفار کے واسطے جس پر شارحین نے تصریح کی ہے یہ اور چیز ہے
اور نماز کو عبادت کفار سے تشبیہ دینی اور چیز ہے، جو ادنیٰ دانش مند پر بھی مخفی
نہیں ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے امر دوم یعنی در اصل تشبیہ نہیں ہے اس کا جواب
یہ ہے کہ مؤلف براہین نے بہت عمدہ طور سے تشبیہ کو ثابت کر دیا ہے
اگر آپ اس میں کچھ قدح کرتے تو اس کا جواب دیا جاتا، صرف اتنا کہنے سے
کہ تشبیہ اصل میں نہیں ہے، واقعی تشبیہ نہیں اُٹھ سکتا۔ انتہی بلفظہ۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ میں نے تشبیہ کے قصد کی نفی کی ہے، اور شرعاً وہ
ہی منع ہے، کیوں کہ دو چیزیں میں مشابہت کوئی ضرر نہیں کرتی، جب تک تشبہ مقصود
نہ ہو، اور بُرے کام میں نہ ہو۔ درمختار میں فرماتے ہیں، کہ ہر شے میں کفار سے تشبہ
مکروہ نہیں ہے بلکہ بُری بات میں، اور جس میں تشبہ مقصود ہو، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے اھ مترجماً
سید احمد طحطاوی درمختار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں، بحرالرائق میں کہا ہے کہ کفار سے

الی علة النهی عن الصلوة فی الوقتین المذکورین وزاد مسلم من حدیث عمرو بن عبسة
وحینئذ یسجد لها الکفار فالنهی حینئذ لترك مشابهة الکفار ۱۲
عبارت[1]۔ فان التشبه بهم لا یکره فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد به التشبه کما
فی البحر ۱۲ عبارت[2]۔ قال فی البحر ان التشبه بهم لا یکره فی کل شیء فانا ناکل ونشرب کما

ہر چیز میں تشبہ مکروہ نہیں، کیوں کہ ہم بھی کھاتے پیتے ہیں، جیسے کہ یہ کافر کام کرتے ہیں اھ حرام تشبہ تو وہ ہے جو بُرے کام میں ہو، یا مقصود تشبہ ہو، اھ خانیہ یہ ترجمہ ہے طحطاوی کی عبارت ضروری کا۔ اور سیّد ابن عابدین رد المحتار حاشیہ دُر مختار میں لکھتے ہیں، قولہ اس لئے کہ کفار سے تشبہ ہر چیز میں مکروہ نہیں ہے، پس تحقیق ہم بھی کھاتے پیتے ہیں جیسا کہ کافر کھاتے پیتے ہیں، بحر رائق میں شرح جامع صغیر قاضی خاں سے یوں لکھا ہے، اور اسی کی تائید ہے، جو ذخیرہ میں کتاب تحری کے پہلے لکھا ہے۔ ہشام نے کہا، میں نے امام ابو یوسف کی نعلین میخ آہنی والی دیکھیں پس میں نے کہا کہ آپ اس میخ آہنی میں کچھ خوف نہیں دیکھتے، امام نے جواب دیا نہیں میں نے کہا، سفیان اور ثور بن یزید اس کو مکروہ جانتے ہیں کہ اس میں کفار سے تشبہ ہے تو امام نے جواب دیا، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نعلین پہنی ہے جس میں بال ہوتے ہیں، اور وہ بھی کفار کے لباس سے ہے، پس تحقیق اس میں اشارہ کیا اس پر کہ صورتاً مشابہت ایسے کام میں جس میں لوگوں کی بھلائی ہو کچھ مضر نہیں ہے، کہ زمین میں قطع مسافت بعیدہ سوائے اس قسم کی نعلین کے ممکن نہیں ہے اھ پس اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ

یفعلون اھ انما الحرام التشبہ فیما کان مذموماً او فیما یقصد بہ التشبہ اھ خانیہ ۱۲

عبارت۔ قولہ لان التشبہ بہم لا یکرہ فی کل شئ فانا نأکل ونشرب کما یفعلون بحر عن شرح الجامع الصغیر لقاضیخان ومؤیدہ ما فی الذخیرۃ قبل کتاب التحری قال ھشام رأیت علی ابی یوسف نعلین مخصوفین بمسامیر فقلت اتری بھذا الحدید بأساً قال لا قلت سفیان وثور بن یزید کرھا ذلک لان فیہ تشبہاً بالرھبان فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لہا شعر وانہا من لباس الرھبان فقد اشار الی ان صورۃ المشابھۃ فیما تعلق بہ صلاح العباد لا یضر فان الارض لا یمکن قطع المسافۃ البعیدۃ فیہا الا بھذا النوع اھ وفیہ اشارۃ ایضاً الی

مراد تشبہ اصل کام سے ہے، یعنی صورت مشابہت کی بغیر قصد کے مضر نہیں۔ اھ

اَب اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اہل اسلام جو مولود شریف کی مجالس کرتے ہیں اُن کو یہود اور نصاریٰ سے ہرگز تشبہ مقصود نہیں ہوتا ہے، تو صورت تشبہ کی ہرگز مضر نہیں ہے۔

جواب تفصیلی یہ ہے، تیسرا امر جس کو آپ نے کمی قدر بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے، کہ آپ نے مؤلف براہین کی کلام کو مطلق نہیں سمجھا اگر سمجھتے تو ایسا نہ فرماتے کہ دعویٰ بلا دلیل ہے، جس حدیث کو آپ نے دلیل خیال کیا اور اس کی تضعیف کے بھروسہ پر کہا کہ دعویٰ بلا دلیل ہے، وہ حدیث قاعدہ کلیہ کے لئے بطور مثال بیان کی گئی ہے، چنانچہ براہین میں لفظ چناں چہ اس پر شاہد ہے، مثال کو دلیل سمجھنا غلط ہے، پھر تضعیف راوی کی متفق علیہ نہیں ہے، ابن حبان نے توثیق کی ہے، علاوہ یہ مناقشہ فی المثل ہے جو بالکل داب مناظرہ کے برخلاف ہے، قطع نظر اس مثال کے بہت سی مثالیں احادیث صحیحہ سے ہم پیش کر سکتے ہیں، وہ وہی ہیں جن کو آپ نے بھی رسالہ رد نیچریہ میں بڑی شدومد کے ساتھ وارد کیا ہے، مثلاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوم یوم عاشورا رکھتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا، کہ یہود بھی رکھتے ہیں، تو آپ نے ترک مشابہت کے لئے فرمایا کہ سال آئندہ اگر میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ اوّل آپ کو تشبہ کا حال معلوم نہ تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جب معلوم ہوا تو ترک تشبہ کو بالغ وجوہ

ان المراد بالتشبہ اصل الفعل ای صورۃ المشابھۃ بلا قصد انتہیٰ ۱۲

تعلیم فرمایا۔ آپ اس حدیث کو بھی جس کو اپنے رسالہ میں بیان کر چکے ہیں، ضعیف کہہ دیں گے، یا یہ کہیں گے کہ اوّل سے بوجہ تشبہ اختیار کیا تھا اسی طرح سے تغیر شیب اور مشابہت نار و ناقوس اذان کے بارہ میں اس قاعدہ کلیہ کے لئے مثالیں ہیں جو صحاح میں وارد ہیں، ان سب میں بعد علم تشبہ ترک کیا گیا ہے، اگر اس پر کفایت نہیں تو عنقریب ہم سوال ہفتم کے جواب میں تشبہ مذکور کو بہت بسط کے ساتھ بیان کریں گے، اور آپ کے اقوال آپ پر ہی حجت ہوں گے۔" انتہیٰ بلفظہ۔

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ عرض کرتا ہے، کہ اپنے زعم سے ایک قاعدہ کلیہ بنا کر اس کی دلیل کو تمثیل نام رکھ کر اگر مکذبین چاہیں کہ شدت ضعف حدیث سے مخلص پائیں، تو غیر ممکن ہے۔ اور یہ دعویٰ بھی کہ ابن حبان نے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی ہے، بلا دلیل ہے، کیونکہ اپنی زبان سے توثیق کا ادعا کرنا ہیچ ہے جب تک بیان شافی سے بحوالہ سند مبین نہ ہو جیسا کہ فقیر نے تضعیف کو مستند بیان کیا ہے، پھر اس سے درگذر نہ کرنا چاہئے کہ دعویٰ توثیق بالکل جھوٹ اور خلاف ہے، اس لئے کہ "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" میں تصریح کی ہے کہ "ابن حبان نے بشر بن رافع کے حق میں لکھا ہے کہ وہ موضوع باتوں کو ایسا روایت کرتا ہے جیسا کہ وہ موضوعات اُس کے نزدیک معتمد ہیں"۔ یہ ترجمہ ہے عبارت میزان الاعتدال مطبوعہ انوار محمدی واقعہ لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۷ سے، پھر مسئلہ شرعیہ کے بیان میں مثال ضعیف اضعف سے تمثیل دینی سخت قبیح ہے، اور تمثیل روزہ عاشورا کی کہ بعد علم کے آپ نے

عبارت، وقال ابن حبان یروی اشیاء موضوعة کانہ المعتمد لہا ۱۲
ای بشر بن رافع ۱۲

تشبہ کو ترک فرما دیا تھا، یہ بھی کئی وجہ سے مردود ہے، اوّل یہ کہ خود براہین کے صفحہ ۱۷۹ میں صاف لکھا ہے کہ یوم عاشورا کی شرکت بامر اللہ تعالیٰ تھی، اور ایک روزہ بھی رکھنا مکروہ نہیں ہے، ایک ہی روزہ کا استحباب محض تعبد کے لئے ہے نہ رفع تشبہ کے واسطے اس لئے کہ تشبہ اس سے پہلے بھی نہ تھا اھ پس اب جواب تفصیلی میں یہ کہنا کہ آپ نے ترک مشابہت کے لئے یہ فرمایا کہ سال آئندہ اگر میں زندہ رہا تو نویں تاریخ کا روزہ بھی رکھوں گا، مناقض ہے اس حکم کے کہ اوّل سے تشبہ نہ تھی، اور دو امر متعارض متساقط ہوتے ہیں۔ دوم یہ دعویٰ کہ اوّل آپ کو تشبہ کا حال معلوم نہ تھا صریح مخالف ہے صحیح حدیث کے جو صحاح ستہ میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وارد ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رونق افزاء مدینہ منورہ ہوئے، تو یہود کو عاشوراء کے دن روزہ رکھے ہوئے پایا۔ پس فرمایا کہ یہ کیا دن ہے؟ جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ یہود نے کہا کہ یہ بزرگ دن ہے، خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو نجات بخشی، اور فرعون و فرعونیوں کو غرق کیا۔ پس حضرت موسیٰ نے اُس دن میں شکر کا روزہ رکھا تھا، اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰؑ سے لائق تر ہیں، پس آپ نے روزہ رکھا، اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ یہ حدیث صحیح کا ترجمہ ہے

عبارت، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینة فوجد الیہود صیاما یوم عاشوراء فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ھذا الیوم الذی تصومونہ فقالوا ھذا یوم عظیم انجی اللہ موسیٰ وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسیٰ شکرا فنحن نصومہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنحن احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر الناس بصیامہ ۱۲

اور براہین والے نے جو علامہ عسقلانی کے اس حدیث کے استدلال کو صفحہ ۱۲۴ و ۱۲۵ میں رد کیا ہے، تو یہ اس کی دریدہ دہانی ہے، کہ ایسے اکابر علماء کے بارہ میں بکواس کرتا ہے، حالانکہ ان علمائے ربانیین کے مقابلہ میں اس کو ایک حرف بھی نہیں آتا ، اور نیز یہ جو براہین میں آپ کے روزہ عاشورا کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کی نجات کے شکر کا انکار کر کے اُن کی سنت کا اتباع بنا دیا ہے، تو یہ حدیث صحیح اور شراح معتبر کی تصریح کے برخلاف ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ کے اَحق ہیں۔ صحیح بخاری مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۵۶۲ کے حاشیہ[1] درج ہے "یعنی ہم روزہ رکھتے ہیں حضرت موسیٰ کی موافقت کے لئے جیسا کہ انہوں نے روزہ شکر کا رکھا تھا" امام طحاوی اس حدیث کے نیچے شرح معانی آثار میں لکھتے ہیں، کہ اس[2] حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اللہ تعالیٰ کے شکر کے واسطے روزہ رکھا تھا۔ کہ حضرت موسیٰ کو فرعون پر غالب کر دیا تھا اھ علامہ[3] قاری برقات میں تحریر کرتے ہیں، کہ معظم چیز کی تعظیم اس جہت سے نہ تھی کہ آپ نے حضرت موسیٰ کی شریعت کی اتباع فرمائی تھی، بلکہ ان کی شرع سے موافقت کے طور پر یا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ حضرت موسیٰ کی خلاص کے شکر میں تھا جیسا کہ آپ نے سورۃ صٓ میں حضرت داؤد کی توبہ کے قبول کے شکر میں سجدہ فرمایا تھا اھ ترجمہ۔

عبارت[1] نحن نصوم موافقۃ بموسیٰ حیث صامہ شکراً ۱۲ عبارت[2] ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما صامہ شکراً للہ عزوجل فی اظہارہ موسیٰ علی فرعون ۱۲ عبارت[3] فتعظیم ما عظمہ لم یکن بجھۃ المتابعۃ لہ فی شرعہ بل علی طریقۃ موافقۃ شرعہ اذا کان صیامہ صلی اللہ علیہ وسلم شکراً لخلاص موسیٰ کما سجد فی سورۃ صٓ شکراً للہ علی قبول توبۃ داؤد علی نبینا وعلیہ السلام ۱۲

سوم[1] :- امام علامہ طحاوی شرح معانی آثار میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالوں میں سدل کرتے تھے، اور مشرک مانگ نکالتے تھے، اور اہل کتاب بالوں میں سدل کرتے تھے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، جب تک کسی بات میں امر الٰہی نہیں ہوتا تھا، پھر آپ نے بھی سر مبارک میں مانگ نکالی، پھر اسی شرح معانی آثار میں اسناد کے ساتھ سلسلہ راویوں کے لکھ کر اخیر میں لکھا ہے، کہ حضرت[2] ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم موافقت اہل کتاب کی پسند کرتے تھے جب تک اُن کے خلاف پر مامور نہ ہوتے اھ ترجمہ۔ اور مجمع بحار الانوار[3] میں ہے کہ پہلی حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے، تو یہود کو عاشورا کا روزہ رکھتے ہوئے اور اس کی تعظیم کرتے ہوئے پایا تو آپ نے بھی روزہ رکھا، اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے عاشورا کا روزہ رکھنے اور تعظیم کرنے کے مدینہ طیبہ کی رونق افروز ہونے کے پہلے سے جانتے تھے، ولیکن آپ تھے کہ ابتداء میں موافقت اہل کتاب کو پسند کرتے تھے، اُن کی تالیف قلوب اور کشش

عبارت[1] عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسدل شعرہ وکان المشرکون یفرقون رؤسہم وکان اہل الکتب یسدلون رؤسہم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحب موافقۃ اہل الکتب فیما لم یؤمر فیہ بشیٔ ثم فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأسہ ۱۲ عبارت[2] فاخبر ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب موافقۃ اہل الکتب حتی یؤمر بخلاف ذلک ۱۲ عبارت[3] مر ان الاحادیث السابقۃ دل انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ وجد الیہود یصومونہ ویعظمونہ فصامہ ویمکن ان یقال انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان عالماً بتعظیمہم وصومہم لہ من اول قدومہ ولکنہ کان فی اول امرہ یحب موافقۃ اہل الکتب تالیفاً بہم واستجلاباً

کے واسطے پھر آپ اُن کی مخالفت کو پسند فرمانے لگ گئے تھے، جب اسلام غالب ہو گیا تھا، پس آپ کے صحابہؓ نے جب معلوم کیا کہ آپ اُن کی مخالفت کو پسند کرتے ہیں، تو آپ کو خبر دی اس پر تاکہ آپ اُن کی مخالفت کریں، تو آپ نے فرمایا کہ ہم اُن کی مخالفت کریں گے، سال آئندہ میں نویں تاریخ کا روزہ رکھنے سے" یہ ترجمہ ہے عبارت بحار انوار کا لفظ تسعؔ کے معنی میں سے" اور لفظ دفق میں طیبی سے لکھا ہے کہ آپ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے جب تک مامور نہیں ہوتے تھے" یہ ابتدا میں تھا" اُن کی تالیف کے لئے اور بت پرستوں کی نگوں ساری کی غرض سے" پھر جب اسلام غالب اور قوی ہو گیا تو آپ نے کئی کاموں میں اہل کتاب سے مخالفت فرمائی جیسے کہ بالوں کے خضاب وغیرہ میں" اور حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نیچے جس کو مکذبین نے سنداً ذکر کیا ہے شیخ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ" آپ کا قبر پر بیٹھنے کا حکم دینا ظاہراً دحی سے تھا کیونکہ آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جب تک ان کی مخالفت پر مامور نہ ہوتے تھے" الغرض جناب اِن معتبر سندوں سے معلوم ہو گیا کہ جیسا کہ جواب تفصیلی والوں کا وہ دعویٰ جو دوسری وجہ میں گزرا ہے کہ آپ کو مشابہت کا حال معلوم نہ تھا محض جھوٹا نکلا، ویسا ہی یہ دعویٰ بھی جھوٹا ہے" کہ آپ نے اوّل تشبہ کے لئے روزہ نہیں رکھا تھا۔

چہارم۔ یہ تمثیل اس قاعدہ کلیہ کے مطابق نہیں، کیوں کہ قاعدہ کلیہ کا مضمون یہ ہے کہ تشبہ کے عارض ہونے یا معلوم ہونے کے بعد اس کام کا ترک کرنا لازم ہے" اور

لقلوبہم ثم صار یحب مخالفتہم لما ظہر الحق فلما علم اصحابہ محبتہ مخالفتہم اخبروہ بتعظیمہم لہ لیخالفہم فقال فخالفہم بصوم التاسعۃ فی القابلۃ انتہی من لفظ تسع وقال فی لفظ وفق ط یحب موافقۃ اہل الکتاب فیما لم یؤمر ہذا کان اولاً تالیفاً لہم ورغماً لعبدۃ الاوثان فلما ظہر الاسلام وقوی خالفہم فی امور کصبغ الشیب وغیرہ ۱۲

اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ ترک نہیں کیا۔ بلکہ ایک روزہ اور رکھنے کے قصد سے تشبہ کو دُور کر دیا۔ امام طحاوی شرح[1] معانی آثار میں لکھتے ہیں، یعنی کہ آپ کی غرض یہ تھی کہ میرا مقصود یہ نہیں کہ ایک عاشورا کے دن معین کا ہی روزہ رکھوں جیسا کہ یہود کرتے ہیں، لیکن میں اس کے ساتھ دوسرا روزہ ملا دوں، پس میں نے روزہ رکھ لیا بخلاف روزہ رکھنے یہود کے۔ علامہ قاری مرقات[2] میں کہتے ہیں: "اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کی بالکل مخالفت کا ارادہ کرتے تو اصلاً روزہ کو ترک کر دیتے" پس متحقق ہوا کہ جواب تفصیلی والوں کا وہ قاعدہ جس کو کلیہ بنا رہے ہیں، خدا تعالیٰ کے دین میں اپنی طرف سے بڑھا رہے ہیں، اور شرعاً اس قدر ثابت ہے کہ اگر واقعی مشابہت ہو تو رفع تشبہ کے لئے ادنیٰ تغیر بھی کافی ہے، جیسے کہ عاشورا کے روزے کے روزہ کے ساتھ ایک روزہ اور بڑھا دیا گیا۔ پس اگر تسلیم کر لیں کہ ہندیوں کی مجلس مولود کو گھنیا کی جنم اشٹمی سے مشابہت ہے تو اس میں شک نہیں کہ کافر وہ مجلس سال بھر میں ایک ہی دن کرتے ہیں، اور مسلمان یہ مجلسیں جب چاہیں تب کر لیتے ہیں، جیسا کہ مولوی رشید احمد کے فتویٰ مندرجہ براہین میں اس پر تصریح ہے تو رفع تشبہ ہو گیا۔ ہر چند قصد تشبہ کا بھی نہ تھا۔ خدائے یکتا کا حمد ہے۔

مسئلہ تختم

جواب تفصیلی میں ہے " رہا مسئلہ تختم دست راست سو اس پر بھی جناب نے

عبارت[1]، ای لئلا اقصد بصومی ای یوم عاشوراء بعینہ کما یفعل الیہود ولکن اخلطہ بغیرہ فاکون قد صمتہ بخلاف ما تصومہ الیہود ۱۲ عبارت[2] ولو اراد صلی اللہ علیہ وسلم مخالفتہم بالکلیۃ لترک الصوم مطلقاً۔ انتہی ۱۲

بے سمجھے اعتراض کیا ہے، وہ قاعدہ مذکورہ کی اُس شق کی مثال ہے کہ تشبہ عارض ہو جاوے جیسے پہلی مثال بعد میں معلوم ہونے کی تھی، آپ نے جو عبارت ذخیرہ کی نقل فرمائی ہے کہ یہ شعار رافضیوں کا اگلے وقتوں میں تھا اب نہیں، پس اب منع نہیں، اس سے ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے، ہمارا تو یہی مطلب تھا کہ تشبہ عارض کی وجہ سے منع ہوا، اور جب عروض تشبہ جاتا رہا منع بھی باقی نہ رہا۔ یہی مطلب اس عبارت کا ہے جو آپ نے نقل کی ہے جب آپ کو سیدھے سیدھے مسائل فقہیہ کے سمجھنے کی بھی رسائی نہیں، تو حدیث سے کسی مطلب کا استنباط کرنا اس کے لئے تو فہم اور علم کی ضرورت ہے،

رہا یہ طعن و تشنیع کہ جب باری تعالیٰ کے امکان کذب سے نہ ڈرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے ہراس نہ کیا، یہ عوام کو دھوکہ دینا ہے ہم تو اس سے بری ہیں، چنانچہ ظاہر ہو چکا اور آگے ظاہر ہو جاوے گا۔ مگر دارِ عقبیٰ میں اس اتہام کا عوض آپ پا دیں گے۔ اگر ہم بھی اس کے مقابلہ میں ایسا ہی کریں، تو جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا ہو جاوے، لیکن ہم صبر کرتے ہیں، خدا صابروں کے ساتھ ہے، اور ثواب اُخروی بہتر سمجھتے ہیں، فقط انتہیٰ بلفظہ،

فقیر قصوری کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ کیا سچی بات ہے کہ جب تجھے حیا نہ ہو تو جو جی چاہے کئے جا۔ براہین میں صاف درج ہے کہ دستِ چپ میں تختم جائز ہے بحکم حدیث اور جب یہ شعار روافض کا ہوا تو مکروہ ہو گیا۔ جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے، اور فقہیہ کتابوں سے ظاہر ہے کہ دستِ راست میں انگوٹھی پہننی اگلے وقتوں میں

شعار روافض کی وجہ سے مکروہ تھی، اور اب اِن کتابوں کے وقت تالیف میں شعار روافض سے نہیں ہے، تو اب دست راست و چپ دونوں میں انگوٹھی کا پہننا روا ہے تو کیسا صریح ثابت ہے، کہ براہین والے کا مسئلہ بالکل غلط ہے کہ وہ دستِ چپ میں ان وقتوں میں تختم کو شعار روافض کہتا ہے، پس باوصف اس فاحش غلطی کے یہ کہے جانا کہ "مسئلہ تختم کا جو کتب فقہ سے منقول کیا ہے، وہ ہمارے مدعا کے مؤید ہے نہ مولوی قصوری کے" پس ایسی بے حیائی اِن مکذبین پر ہی ختم ہے، پھر یہ کہنا کہ ہم طعن امکان کذب باری تعالیٰ و توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہیں الخ حالانکہ اِن کی عبارتیں اُوپر منقول ہوتی ہیں، کہ "قول امکان کذب باری تعالیٰ کمال الوہیت و شعبہ عموم قدرت ہے، اور یہ اہل سُنت کا مذہب ہے، اور اس عقیدہ کا مخالف دائرہ اہل سُنت سے خارج ہے" اور ایسے ہی اَور ہفوات اور علیٰ ہذا یہ کہنا کہ سب بنی آدم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت میں برابر ہیں، اور آپ کا علم شیطان لعین کے علم سے کم ہے، اور دوسرے ایسے ہذیانات جو اُن کے شائع کئے ہوئے اور دستخطی لکھے ہوئے موجود ہیں، پھر یہ کہنا کہ ہم تو اس سے بری ہیں الخ پس یہ صریح کذب تقیہ نہیں تو اَور کیا ہے؟

اعتراض ششم

فاتحہ سوئم رسمِ ہنود ہے؟

براہین قاطعہ کے صفحہ ۵ و ص۵ و ص۵۹ وغیرہا میں لکھا ہے، اس طرح وہیئت سے ایصال کو منع کرتے ہیں، کہ جس میں تشبہ بکفار لازم آجاوے، اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور سوم بھی، سو اس فاتحہ و سوم کی نسبت لکھا ہے کہ رسم ہنود ہے کیونکہ تیسرے دن کا اجتماع اور کھانا برہمن کے سامنے رکھ کر اشلوگ گوانے ان کا ہی دستور ہے، علیٰ ہذا مولوی رشید احمد صاحب نے جو رسم ہنود کہا ہے تو تعین اجتماع برادری اور سوم کو اور طعام سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھانے کو کہ یہ رسم ہنود ہے انتہیٰ اس پر یہ اعتراض ہے کہ مسلمانوں میں جو دستور ہے کہ کھانا پکا کر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھ پڑھا کر اس کا ثواب ارواح بزرگان کو پہونچاتے ہیں، جب کہ عرب و عجم میں رائج ہے، جس کی تفصیل کسی قدر انوار ساطعہ میں لکھی ہے، تو اس کو مشابہ رسم ہنود کے کہ کھانا برہمن کے سامنے رکھ کر اشلوک گوانے لکھنا یہ بھی ویسا ہی بلا دلیل شرعی مسلمانوں کے نیک معمول کو مشابہ شعار کفار بنانا ہے، جیسا کہ مجلس مولود شریف کو مشابہ شعارِ کفار ایک سخت ضعیف حدیث اور بنا دتی مسئلہ کی دلیل سے لکھ دیا تھا الغرض رسالہ براہین قاطعہ کے جواب جہاں تک دیکھے گئے سخت تعصب و ضد

اور نفسانیت پر مبنی پائی، جیسا کہ ایک رسالہ مستقلہ میں بیان کئے گئے ہیں، اس جگہ بطور مشتے نمونہ خروار اظہار کیا گیا، محض تائیدِ دین اسلام کی غرض سے تاکہ غیر دین والوں کے مطاعن رفع ہوں، اور خدا تے بے ہمتا ہی ہادی ہے۔

{ بقلم فقیر غلام دست گیر قصوری کان اللّٰہ لہٗ
{ ۲۔ شوال ۱۳۰۶ھ من ہجرۃ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ

یہ چھٹا اعتراض ہے، جس کے جواب میں صاحب براہین مع حوار مین جواب تفصیلی میں لکھتے ہیں کہ :۔

"مُردوں کو اطعام طعام اور قرأت قرآن وغیرہ عبادات کا ثواب پہنچانا منع نہیں ہے، لیکن جب اس کے ساتھ قیودِ نامشروعہ تخصیص ہیئت و تقیید مطلق یا تشبہ بکفار لازم آجاوے گا تو البتہ مجموعہ پر حکم عدم جواز کا کیا جاوے گا۔ چنانچہ اس زمانہ میں جو طریقہ ثواب رسانی کا عوام ہندوستان میں مروج ہے، اس میں سب خرابیاں موجود ہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ سوم کے روز اگر کوئی برادری کو اکٹھا کر کے نخود پر نہ پڑھوا وے، تو اس کو مطعون کریں گے، اگرچہ وہ اس سے زیادہ خیرات کرے اور بطور خود قرآن اور کلمہ پڑھ کر ثواب پہونچا وے۔ اور اسی طرح اگر روز سوم گذر جاوے تو بھی اس کو قابل ملامت سمجھتے ہیں، اور یہی فاتحہ مروجہ کا حال ہے، حالانکہ شریعت میں کوئی تخصیص اور تقیید ایصال ثواب کے لئے مقرر نہیں ہوتی۔ پھر اپنی طرف سے کسی ہیئت یا وقت یا مکان یا رجال کے ساتھ خاص کرنا تقیید مطلق اور بدعت ضلالت ہے، پھر باوجود ان خرابیوں کے اگر

اس میں تشبہ بکفار بھی لازم آجائے گا تو اور بھی ناشروعیت بڑھ جائے گی چنانچہ تیجا یعنی سوم اصل رسوم ہنود کی ہے، جس کو وہ پھول کہتے ہیں، اور نیز کھانا آگے رکھ کر فاتحہ پڑھنا یہ بھی مشابہ رسم کفار ہنود ہے، کہ کھانا برہمن کے آگے رکھ کر اشلوک گواتے ان کا یہی دستور ہے، حالانکہ شارع کی طرف سے کوئی تخصیص و تقیید نہ کی گئی تھی، اور اب یہ حال ہے، کہ اگر کوئی اس مروجہ ہیئت کی ممانعت کا نام لیوے تو عوام جہال بلکہ بعض خواص بھی لڑنے مرنے کو آمادہ ہو جاتے ہیں، اس پر قصوری صاحب نے اول تو نقل عبارات میں تھوڑی تھوڑی عبارتیں جن سے ایصال ثواب روح کی ممانعت سمجھی جاتی تھی نقل کی، تاکہ عوام بھڑک اٹھیں، اور جن عبارتوں سے ایصال ثواب کا جائز ہونا ثابت ہوتا تھا، ان کا ذکر تک نہ کیا بعد اس کے صرف فاتحہ مروجہ کی ممانعت کی نسبت اعتراض کیا، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ فاتحہ مروجہ کو جو مسلمانوں کی نیک رسوم میں سے ہے، اور عرب و عجم سب میں شائع و ذائع ہے رسم ہنود کی مشابہہ لکھنا مسلمانوں کی نیک رسموں کو بلا دلیل شرعی کفار کے مشابہ بتانا ہے، جیسا کہ مجلس مولود شریف کو مشابہہ کفار

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے جواز مولود شریف

حاجی امداد اللہ صاحب مکذبین کے پیران پیر رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے صفحہ ۲ و ۳ و ۴) میں لکھتے ہیں۔
پہلا مسئلہ مولود شریف اس میں تو کسی کو کلام نہیں، کہ نفس ذکر ولادت شریف حضرت فخر آدم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجب خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہے، صرف کلام بعض تعینات و تخصیصات اور تقییدات میں ہے، جن میں بڑا امر قیام ہے، بعض علماء ان امور کو منع کرتے ہیں بقولہ علیہ السلام (باقی ص ۳۳۲)

لکھ کر سخت ضعیف حدیث اور بناوٹی مسئلہ سے ممنوع لکھا تھا، جواب اس اعتراض کا یہ ہے، کہ نیک رسم اہل اسلام کی وہ ہے، جو قواعد شرع کے موافق ہو، اور جو قواعد شرع کے مخالف ہو وہ رسم ہرگز نیک نہیں۔ ارواح بزرگاں کو ثواب پہونچانا بشرطیکہ ممنوعات شرعیہ سے خالی ہو، بے شک نیک رسم ہے لیکن جب اس میں تخصیص ہیئت اور تقیید مطلق ہو کر تشبہ بکفار بھی ہو جاوے، تو شرعاً وہ نیک رسم نہیں ہو سکتی، تو جس نے کسی رسم کو جو مسلمانوں میں رائج ہے، بوجہ تشبیہ کفار ممنوع کہا، اس نے خود مطابق شرع فتویٰ دیا۔ اب اس کو جو شخص بلا دلیل کہتا ہے، وہ خود دلیل شرعی کا منکر ہے، اور ہر شخص جانتا ہے کہ دلیل شرعی کا منکر کون ہوتا ہے۔ ہاں اب اس کا ثبوت دینا ضرور ہے، کہ تشبیہ کی وجہ سے ممانعت عارض

(سابق سے ملحق) کل بدعۃ ضلالۃ اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں لاطلاق دلائل فضیلۃ الذکر اور انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے، کما یظہر من التامل فی قولہ علیہ السلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد الحدیث۔ پس ان تخصیصات کو کوئی شخص عبادت مقصودہ نہیں سمجھتا بلکہ فی نفسہ مباح جانتا ہے، مگر ان کے اسباب کو عبادت جانتا ہے اور ہیئت منسبہ کو مصلحت سمجھتا ہے تو بدعت نہیں، مثلاً قیام کو لذاتہا عبادت نہیں اعتقاد کرتا مگر تعظیم ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت جانتا ہے، اور کسی مصلحت سے اس کی یہ ہیئت مقرر کر لی، اور مثلاً تعظیم ذکر کو ہر وقت مستحسن سمجھتا ہے، مگر بمصلحت سہولت دوام یا اور کسی مصلحت سے بارہ ربیع الاول مقرر کر لی اور کلام تفصیل مصالح میں از بس طویل ہے، ہر محل میں مصلحت ہے رسائل مولد میں بعض مصالح مذکور بھی ہیں، اگر تفصیلاً کوئی مطلع نہ ہو تو مصلحت اندیشان پیشین کا اقتدا ہے اس کے نزدیک مصلحت کافی ہے ایسی حالت میں تخصیص مذموم نہیں ہوتی۔ تخصیصات اشغال و مراقبات و تعینات رسوم مدارس و خانقاہ جات اسی قبیل سے ہے، اور اگر ان تخصیصات کو قربت مقصودہ جانتا ہے مثل نماز و روزہ کے تو بیشک اس وقت یہ امور بدعت ہیں، مثلاً یوں اعتقاد کرتا ہے، اگر تاریخ معین پر مولود نہ پڑھا گیا (باقی آگے)

ہوتی ہے، اول تو اس کا عمدہ ثبوت ہم خود مولانا قصوری صاحب کی کتاب سے ہی دیتے ہیں، جس میں ان کو اور اُن کے اتباع کو چون وچرا کی ذرا بھی گنجائش باقی نہ رہے، اصل دلیل اس مدعا کے اثبات کے لئے وہ حدیث ہے جس کی تصحیح وتوثیق مولانا قصوری صاحب نے اپنے رسالہ "جواہر مضیہ دیپچر" کے صفحہ ۶ و ۷ میں فرمائی ہے، اور کتب حدیث سے اس کی تخریج کا حال ذکر کیا ہے، الفاظ اس کے یہ ہیں "من تشبہ بقوم فھو منھم" (یعنی جو تشبہ کرتا ہے کسی قوم سے وہ اُن سے ہی ہوتا ہے) اور نیز "لیس منا من تشبہ بغیرنا" (یعنی ہم سے نہیں جو تشبہ ہمارے غیر سے کرے) اس سے یہ مطلب ثابت کیا کہ کفار کے ساتھ اُن کے شعار میں تشبہ ممنوع ہے، پھر دوسری حدیثوں سے اس کا مورد بیان کیا ہے، اور یہ حدیث جو نمبر ۱ میں

(سابق سے ملحق) یا قیام نہ ہوا یا بخور وشیرینی کا انتظام نہ ہوا تو ثواب ہی نہ ملا تو بیشک یہ اعتقاد مذموم ہے کیونکہ حدود شرعیہ سے تجاوز ہے، جیسے عمل مباح کو حرام اور ضلالت سمجھنا مذموم ہے غرض دونوں صورتوں میں تعدی حدود ہے، اور اگر ان امور کو ضروری بمعنے واجب شرعی نہیں سمجھتا بلکہ ضروری بمعنے موقوف علیہ بعض البرکات جانتا ہے جیسے بعضے اعمال میں تخصیص ہوا کرتی ہے کہ ان کی رعایت نہ کرنے سے وہ اثر خاص مرتب نہیں ہوتا مثلاً بعض عمل کھڑے ہوکر پڑھے جاتے ہیں، اگر بیٹھ کر پڑھیں وہ اثر خاص نہ ہوگا، اس اعتبار سے اس قیام ضروری سمجھا جاتا ہے، اور دلیل اس توقف کی بوجدان اعمال کا تجربہ یا کشف والہام اسی طرح کوئی عمل مولد کو بہیئت کذائیہ موجب بعض برکات یا آثار کا اپنے تجربہ سے یا کسی صاحب بصیرت کے وثوق پر سمجھے اور اس معنی پر قیام کو ضروری سمجھے کہ یہ اثر خاص بدون قیام نہ ہوگا اس کی بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر صفحہ ۵ کے اخیر میں فرماتے ہیں، رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں۔ اس اعتقاد کو کفر وشرک کہنا حد سے بڑھنا ہے کیونکہ یہ امر ممکن ہے عقلاً ونقلاً۔ بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے، رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے، یہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم وروحانیت کی وسعت جو دلائل نقلیہ وکشفیہ سے (باقی اگلے صفحہ پر)

کلی کے تھی، اس کی جزئیات بتلائیں، پہلی حدیث صحیحین[1] وغیرہما کہ یہود ونصاریٰ خضاب نہیں کرتے، تم ان کی مخالفت کرو، اور نسائی اور ترمذی سے[2] یہ نقل کی آپ نے فرمایا بڑھاپے کو بدلو اور یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو، حالانکہ بڑھاپے کے سفید بال خدا کی طرف سے نور تھے، ابوداؤد میں[3] حدیث ہے کہ بڑھاپے کو دُور نہ کرو، وہ مسلمان کا نور ہے، اور نیز وقار ہے وسنت ابراہیمی، چنانچہ امام مالک[4] نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم خلیل الرحمن نے سب سے پہلے سفید بال دیکھ کر عرض کی، خداوندا یہ کیا ہے فرمایا، اے ابراہیم یہ عزت ہے، عرض کی خداوندا مجھے عزت زیادہ کر، اختصار سے لکھا ہے، پھر باوجود ان سب خوبیوں کے صرف تشبیہ یہود سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بدلنے کا حکم فرمایا۔ دوسری روایت صحیحین

(سابق سے ملحق) ثابت ہے، اس کے آگے یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے، علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اُٹھ جائے، بہرحال ہر طرح یہ امر ممکن ہے، اور اس سے آپ کی نسبت اعتقاد علم غیب لازم نہیں آتا جو کہ خصائص ذات حق سے ہے کیونکہ علم غیب وہ ہے جو مقتضا ذات کا ہے، اور جو باعلام خداوندی ہے وہ ذاتی نہیں، بایں سبب وہ مخلوق کے حق میں ممکن بلکہ واقع ہے، اور امر ممکن کا اعتقاد شرک وکفر کیونکر ہوسکتا ہے، البتہ ہر ممکن کے لئے وقوع ضروری نہیں، ایسا اعتقاد کرنا محتاج دلیل ہے، اگر کسی کو دلیل مل جائے مثلاً خود کشف ہوجائے یا کوئی صاحب کشف خبر دے تو اعتقاد جائز ہے، ورنہ بے دلیل ایک غلط خیال ہے، غلطی سے رجوع کرنا اس کو ضرور ہے مگر شرک وکفر کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ پس تحقیق مختصر اس مسئلہ میں یہ ہے جو مذکور ہوئی، اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات کا سمجھ کر ہر سال کرتا ہوں، اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔ انتہیٰ بکلماتہ الطیبۃ من مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۲

(عبارت احادیث) حدیث[1] - ان الیھود والنصاریٰ لایصبغون فخالفوھم ۱۲، [2] وغیروا الشیب ولاتشبھوا بالیھود ۱۲، [3] لاتنتفوا الشیب فانہ نور مسلم ۱۲، [4] عن سعید بن مسیب (باقی آگے)

وغیرہما کی مگر دانت اور ناخن لیکن دانت پس وہ کارد حبشہ کی ہے اخیر حدیث[۱] تک تیسری روایت صحاح ستہ[۱] کی کہ آئندہ سال نویں تاریخ کا روزہ یعنی عاشورا کے ساتھ رکھوں گا۔ چوتھی روایت[۲] بخاری کی حضرت ابن عمر کا منع کرنا کہ مسکین بہت کھانے والا پھر میرے پاس نہ لانا۔ پانچویں روایت غلام بہت کھانے والا آپ نے خرید کر لوٹا دیا۔ بعد اس کے مولانا قصوری صاحب نے لکھا کہ ان احادیث سے متحقق ہوگیا کہ آپ کو اہل کتاب اور دیگر کفار سے مشابہت اور ان کی صفتوں سے متصف ہونا ناپسند تھا۔ پھر آگے لکھتے ہیں، جو شخص[۳] کافروں اور فاسقوں کے شعار میں اُن سے مشابہ بنے، گناہ میں اُن کا شریک ہوگا، اور جو نیکوں اور ایمان داروں کی مشابہت پیدا کرے گا، ثواب میں اُن کا ساتھی ہوگا۔ کذا فی المرقات (پھر صفحہ ۷۱ پر لکھا) کہ حدیث تشبہ کی صحت لفظی و معنوی ثابت ہوگئی، اسی واسطے دینی کتابوں میں کفار اور فجار کی ظاہری مشابہت مکروہ لکھی ہے، اور رضا بالکفر دائرہ اسلام سے خارج کردیتی ہے، اور ردالمحتار سے مجوسیوں اور گناہ گاروں کی وضع پر موزہ اور کپڑا بنانے کی کراہت نقل کی، اور نیز فقہ اکبر سے رافضیوں کی ٹوپی پہننے کو مکروہ تحریمہ لکھا ہے، پھر بعد نقل مسائل فقہیہ کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ پر لکھا ہے، کہ قرآن و حدیث و اقوال علماء سے

(بقیہ صفحہ سابقہ) یقول کان ابراھیم خلیل الرحمٰن اول الناس رای الشیب فقال یا رب ما ھذا قال وقار یا ابراھیم قال رب زدنی وقارا ۱۲ [۱] حدیث لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع ۱۲ [۲] منع ابن عمر رضی اللہ عنہما من عود المسکین الذی یاکل کثیرا ۱۲ [۳] حدیث من تشبہ بالکفار والفساق فی شعارھم کان شریکا فی الاثم ومن تشبہ بالمؤمنین والمحسنین یکون شریکا

ثابت ہے کہ کافروں کے شعار میں تشبیہ کرنے سے اور اس کو اپنے لئے پسند کرنے سے کفر کی نیت کا اظہار ہے، اور خان صاحب بہادر شریعت اسلام کے برخلاف کہتے ہیں کہ کفار کے اشعار میں تشبیہ خواہ کسی حد تک ہو کلمہ توحید کے ساتھ غیر مضر ہے الخ پس اگر ہم نے اس حدیث صحیح مسلمہ سے کسی مدعا کے اثبات پر استدلال کیا، تو وہ کیوں بے دلیل ہوا۔ نہایت تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ اگر کوئی دوسرا انکار کرے تو وہ دین اسلام سے خارج ہو، اور خود قصوری صاحب اس کا انکار فرماتے ہیں تو وہ مومن کامل بنتے ہیں، سبحان اللہ ایک ہی حدیث اگر اس سے مولانا قصوری استدلال فرمائیں تو وہ قطعی اور یقینی ہوجائے اور اُس کے منکر کی تکفیر و تضلیل تک نوبت پہونچے۔ اگر مخالف مولانا کے اسی حدیث سے استدلال کریں اور مولانا منکر ہوں تو پھر وہ حدیث ناقابل اعتماد ہو اور نہ وہ استدلال لائق تسلیم پس یہ اگر حق پوشی نہیں تو کیا ہے؟ افسوس یہ بھی مولانا صاحب نہیں سمجھتے کہ رسوم کفار کے مشابہ کس کو کیا ہے اور کس کو نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مطلق ایصال ثواب یا مطلق ذکر میلاد جو امور مستحبہ ہیں اُن کو کسی نے مشابہ برسوم کفار نہیں بنایا۔ اور جو قبائح اور بدعات امور مستحبہ کے ساتھ مخلوط ہوگئے جن سے تشبہ بکفار عارض ہوگیا وہی امور یعنی تشبہ بکفار ہیں وہ نیک رسوم میں سے نہیں، پس بلا تامل و تفرقہ یہ کہنا کہ نیک رسوم مسلمانوں کو مشابہ بکفار بنایا ہے، ناانصافی ہے۔" انتہٰی بلفظہ

ایصالِ ثواب کا جواز!

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ جواب تفصیلی والوں نے تخصیص ہیئت، تقیید مطلق کی کچھ تفصیل نہیں کی، کہ اس سے کیا مراد ہے، تو اب اس کا کیا جواب دیا جاوے، اور یہ جو کہا ہے کہ ہیئت اور وقت یا مکان یا رجال کے ساتھ خاص کرنا تقیید مطلق اور بدعت اور ضلالت ہے سو یہ دعوٰی بلا دلیل ہے، اور اس میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ جب کوئی کام وقوع میں آوے گا تو وہ کسی نہ کسی شکل اور کسی وقت و مکان میں ہو گا۔ اور فاعل کے سوا فعل کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ ایک ہو یا بہت، البتہ جو چیز احکام شرع سے نہ ہو اس کو فرض واجب وغیرہ جان لینا باطل ہے، اور مسلمانوں پر بدگمانی ناروا ہے، اور خیر خواہی و نصیحت دین سے ہے، اور یہ جو کہا ہے کہ سوم کے روز اگر کوئی برادری کو اکٹھا کر کے نخود نہ پڑھوائے تو اس کو مطعون کریں گے، یہ مخالف ہے اس کے جو ہم پنجاب کے شہروں میں دیکھتے ہیں کہ مسلمان کسی کے اپنوں میں سے فوت ہونے کے بعد ایصال ثواب سے جلد از جلد اس کی مدد کرتے ہیں، اور کوئی تیسرے دن کی تخصیص نہیں ہوتی، قریب یا بعید جمعہ کو تو اس میں فاتحہ خوانی اور نفع رسانی کرتے ہیں، اور شمار کے واسطے کھجور کی گٹھلیاں ہوتی ہیں۔

مؤلف براہین کی رسالہ ردِ نیچریہ کی عبارت میں ترمیم!

اور یہ جو فقیر پر الزام دیا ہے احادیث اور اقوال رسالہ جواہر مضیہ ردِ نیچریہ کے بیان سے حالانکہ بعضے مضامین مؤلف براہین نے اپنی طرف سے لکھ کر اس رسالہ کی طرف

جھوٹا حوالہ کیا ہے، کہ بہتان ان کی جبلی عادت ہے، جیسے کہ حدیث ان الیھود و النصارٰی لایصبغون فخالفوھم کے پیچھے دو حدیث ایک حدیث ابی داؤد کی اور دوسری امام مالک کی درج کر دی ہے، اور اس دوسری حدیث میں اپنی قلم سے یوں لکھا ہے (ابراہیم خلیل الرحمٰن[1]) پس قطع نظر ایسے کذب اور افترا سے محض تعصب اور ضدیت کو قبلہ بنا لیا ہے، اور صریح حق کو پس پشت ڈال دیا ہے اس لئے کہ جب خان بہادر نیچری نے حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کا انکار کیا، اور کہا یہ مردود ہے اور لفظاً معنًی ثابت نہیں اور کافروں کے شعار میں تشبہ کرنے کی ہرگز کچھ قباحت نہیں ہے چنانچہ اس کی اخبار تہذیب الاخلاق میں اس پر تصریح ہے، پھر اپنی تفسیر القرآن میں حج اور روزہ رمضان اور نماز میں استقبال قبلہ کی عدم فرضیت کا اعلان کیا ہے اور سُود کی حرمت کا انکار کر کے فرشتوں اور جنوں اور دوزخ و بہشت اور انبیاء کے معجزات سب کا انکار صاف کر دیا ہے، اور اس میں سخت زبان درازی کی ہے، اس پر فقیر نے اس رسالہ میں یہ اس کی باتیں نقل کر کے قرآن اور حدیث اور عقلی دلیلوں سے اُس کی تردید کی ہے، اور یہ ظاہر کیا ہے کہ کافروں اور گناہ گاروں کے شعار میں قصد تشبہ کا یقیناً منع ہے، اور جو اس کا منکر ہو اور تشبہ کے قصد کو روا جانتے اور پسند کرے، اور عوام اہل اسلام کو مطلق العنان کرے اور اسلام کی تقییدات کو باطل ٹھہراوے، اور قطعی فرضوں کا منکر ہو جائے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، تو اس کی تصدیق میں اکثر علمائے ربانیین فقیر سے متفق ہوئے جیسا کہ اخیر اس رسالہ کے چالیس سے زائد علماء کی تصحیح موجود ہے، اور صاحب براہین نے بھی اس کی تقریظ

[1] یعنی علیٰ نبینا و علیہ السلام کو اختصار کیا ہے جس کی قباحت بارہا مذکور ہو چکی ہے ۱۲

میں لکھا ہے، کہ خدا جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہے ہدایت فرماتا ہے۔ صفحہ ۲۶ کی سطر ۱ میں دیکھو، اور اس سے پہلے بہت سے علمائے ہندوستان نے بھی رسالہ امداد الآفاق میں رئیس نیچر کی تکفیر کی ہے، جب معاملہ یوں ہے تو اب کیونکر لازم آتا ہے کہ حدیث تشبہ کے صحیح ماننے سے ہم تسلیم کر لیں کہ مجلس مولود اور طعام پر فاتحہ کہنا ایصال ثواب کے لئے شعار کفار سے مشابہ ہے، نہیں ہرگز نہیں اس لئے کہ قصد تشبہ جس پر نہی کا مدار ہے جیسا کہ معتبر کتب فقہ سے اوپر تحقیق ہو چکا ہے اور قریب پھر آوے[1] گا۔ اس جگہ موجود نہیں، پس یہ تشبہ ظاہری کچھ مضر نہیں باوجودیکہ مومنوں اور کافروں کے دلوں میں تغائر ہوتا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ کسی قدر تغائر اور فرق سے تشبہ رفع ہو جاتی ہے، جیسا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر ہم آئندہ سال تک زندہ رہے تو ایک روزہ نویں تاریخ کا بھی رکھ لیں گے، یعنی اتنے ہی فرق سے تشبہ رفع ہو گئی، جس کا ذکر بسط مناسب کے اوپر ہو چکا ہے، تو اب جواب تفصیلی والوں کی تطویل لاطائل اور فقیر پر سخت زبان درازی مکذبین کو کچھ بھی فائدہ مند نہیں ہے۔

تشبیہ مذموم کیا ہے؟

جواب تفصیلی میں ہے "اب دل چاہتا ہے کہ بحث تشبیہ کو کسی قدر اور بھی وسعت دوں، تا کہ طالب حق کی طمانیت کا باعث ہو، مشکوٰۃ میں صحیحین سے روایت ہے، جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے ولا تحینوا بصلوٰتکم

[1] برخلاف معاملہ نیچری کے کہ اس کو قصد تشبہ پر اصرار ہے ۱۲

طلوع الشمس ولا غروبها فانها تطلع بین قرنی الشیطان اس پر ملا علی[1] قاری لکھتے ہیں، کہ دو قرن شیطان سے دو جانب اس کے سر کی مراد ہے کیونکہ وہ سورج کے طلوع کے وقت اس کے روبرو کھڑا ہوتا ہے، پس سورج کا نکلنا اس کے دو قرنوں میں ہوتا ہے، پس وہ آفتاب پرستوں کا قبلہ بن جاتا ہے، پس اس وقت میں نماز پڑھنے سے منع کی گئی، تا کہ سورج پرستوں کی مشابہت نہ ہو جائے، عبادت میں دوسری روایت[2] مشکوٰۃ میں ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکوں کی مخالفت کرو، تم اپنی ریش بڑھاؤ، مونچھوں کو کترا ؤ یہ صحیحین میں ہے، تیسری روایت[3] مشکوٰۃ میں ہے، حجاج بن حسان کہتا ہے کہ ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ پر داخل ہوئے، پس میری ہمشیرہ مغیرہ نے مجھ سے کہا کہ تو اس وقت لڑکا تھا اور تیرے سر پر دو شاخیں یا دو چوٹیاں تھیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت کی اور کہا کہ ان دونوں کو یا اس کی دو چوٹیوں کو منڈا دو، کہ اس میں یہود سے مشابہت ہے، یہ ابوداؤد میں ہے، اور چوتھی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ

[1] عبارت قرنی الشیطان ای جانبی راسه لاینتصب قائما فی وجهه عند طلوعها لیکون شروقها بین قرنیه فیکون قبلة لمن یسجد للشمس فنهی عن الصلوٰة فی ذلك الوقت لئلا یتشبه بهم فی العبادة ۱۲ [2] حدیث عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحی واحفوا الشوارب ۱۲ [3] عبارت عن الحجاج بن حسان قال دخلنا علی انس بن مالك فحدثتنی اختی المغیرة قالت وانت یومئذ غلام ولك قرنان او قصتان فمسح راسك وبرك علیك واحلقوا هذین او قصوهما فان هذا زی الیهود ۱۲

کا فریک[1] بیری کے درخت پر ہتھیار لٹکاتے تھے اور اُس کے گرد بیٹھتے تھے، اور اس کو ذات انواط کہتے تھے، تو مسلمانوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے لئے بھی اسی طرح کا درخت مقرر کر دیجئے، تاکہ اس پر ہم ہتھیار لٹکائیں اور اس کے گرد بیٹھیں، تو آپ نے فرمایا، یہ تو ایسی بات ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کی[2] قوم نے عرض کیا تھا، اجعل لنا الٰہاً کما لہم آلہۃ۔ پانچویں مسلم[3] میں، مذکور ہے، تم اس وقت فارسیوں کا کام کرتے ہو وہ اپنے بادشاہوں پہ کھڑے رہتے ہیں اور بادشاہ بیٹھے رہتے ہیں، یہاں نماز کو جو عمدہ عبادتوں میں سے ہے کفار فارس و روم کے فعل کے ساتھ مشابہ کر دیا۔ ہدایہ[4] میں ہے جب امام قرآن سے یعنی دیکھ کر پڑھے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز ٹوٹ گئی، اور صاحبین کہتے ہیں کہ نماز تو پوری ہو گئی مگر یہ فعل مکروہ ہے کہ مشابہ اہل کتاب کے ہے، نہایہ[5] میں ہے کہ وہ ایسا ہی نماز پڑھتے ہیں پس مکروہ ہے تشبہ کے لئے، کیونکہ ہم ان کی مشابہت سے حتی الامکان منع کئے گئے ہیں، اور نیز دوسری[6] جگہ ہدایہ میں ہے، اور مکروہ ہے کہ امام محراب میں کھڑا ہو کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے، اسی طرح صدہا جزئیات مسائل فقہیہ میں

عبارت[1]۔ ان الکفار کانوا یعلقون الاسلحۃ علی شجرۃ السدرۃ و یقعدون حولہا و یسمونہا ذات انواط فقال المسلمون لرسول اللہ ان یعین لہم شجرۃ یعلقون علیہا الاسلحۃ و یقعدون حولہا فقال ہذا کما سئل موسیٰؑ قومہ اجعل لنا الٰہاً کما لہم آلہۃ ۱۲ عبارت[2] ان کدتم انفا تفعلون فعل فارس یقومون علی ملوکہم وہم قعود ۱۲ عبارت[3] اذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلوتہ عند ابی حنیفۃ و قالا ہی تامۃ الا انہ یکرہ لانہ تشبہ باہل الکتب ۱۲ عبارت[4] فانہم یصلون ھکذا فیکرہ للتشبہ لانا نہینا عن التشبہ بہم فیما لنا بد منہ ۱۲ عبارت[5] و یکرہ ان یقوم الامام فی الطاق لانہ صنع اہل الکتاب ۱۲

قاعدہ مسلمہ پر مترتب ہیں، خود مولانا قصوری صاحب نے اپنے رسالہ جواہر مضیہ کے صفحہ ۲۶ و ۲۷ پر مجوس کی ٹوپی پہننے اور زنار باندھنے اور زرد کپڑا کندھے پر دوخت کرانے اور طوق کاندھے پر رکھنے کو بروایات فقہیہ کفر ثابت کیا ہے الخ اب بعد تامل اختلاف روایات سے بخوبی سمجھ میں آیا ہے کہ کفار کی مشابہت بعض جگہ کفر گنتے ہیں اور بعض جگہ مکروہ۔ الغرض ادنیٰ مرتبہ مشابہت ممنوعہ میں کراہت ہے، جس سے علمائے امت کسی کو انکار نہیں اور خود مولانا قصوری صاحب بھی اس کے قائل ہیں، پھر معلوم نہیں کہ فاتحہ مروجہ وغیرہ میں کیا امر پیش آیا۔ کہ باوجودیکہ اُن کا مذہبی[1] بھائی مولوی عبدالسمیع تشبہ کو تسلیم کرتا ہے، اور غالباً آپ بھی تسلیم کرتے ہوں گے، ورنہ عدم تسلیم بوجہ ناواقفیت رسم ہنود کے ہو گی۔ پس واضح ہو گیا کہ ہم نے فاتحہ مروجہ کی ممانعت ایسی دلیل شرعی سے کی تھی جس پر امت متفق ہے، لیکن آپ کی عادت ہے کہ اپنے ہوائے نفسانی کے برخلاف کو خواہ وہ مدلل بدلیل شرعی ہو آپ اُس کو ضعیف اور بناوٹی بنایا ہی کرتے ہیں۔"

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے کہ دانش مندوں پر مخفی نہیں ہے کہ یہ تمام روایات مکذبین کے مدعا کے مفید نہیں ہیں۔ کہ یہ کوئی بھی مجلس مولود اور فاتحہ مروجہ کے منع پر نص نہیں ہیں اور نہ ان میں اس پر دلالت ہے کہ مشابہت ظاہری بھی کفار سے منع ہے، اور اُوپر بارہا گذر چکا ہے کہ اس جگہ مشابہت ہرگز مقصود نہیں ہے اور او پر ان مکذبین کے پیران پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے رسالہ سے جواز مجلس

---

[1] مسلمانوں کو مذہبی بھائی کہنا مکذبین کے سوا کسی اور مسلمان کا کام نہیں ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

مولود کی تقریر حاشیہ صفحہ ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ پر درج ہو چکی ہے اب اس فاتحہ مروّجہ کے جواز کی تحریر بھی انہیں حضرت کے رسالہ سے حاشیہ پر درج ہوتی ہے خدا کرے کہ ان مکذبین کو کچھ شرم دامن گیر ہو کہ اپنے پیروں کے بدعتی وغیرہ بنانے سے تو باز آئیں۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مروّجہ فاتحہ کے جواز میں!

دوسرا مسئلہ :۔ فاتحہ مروّجہ کا اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو مسئلہ مولد میں مذکور ہوئی بعض کلام یہ ہے کہ نفس ایصال ثواب بارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا واجب فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے' اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں' جیسا بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے' اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلایا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی' متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہرچند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب و لسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے' اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جاوے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہونچ جائے' تو بہتر ہے' پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا اشارہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو۔ کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے' اور اس کلام کا ثواب بھی پہونچ جاوے گا۔ کہ جمع بین العبادتین ہے ؎ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار۔ قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں اور کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے' پانی پلانا بھی بڑا ثواب ہے اُس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا' پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی۔ رہا تعیین تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اُس وقت وہ یاد آ جاتا ہے اور وہ ضرور ہو رہتا ہے' اور نہیں تو سالہا سال گذر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں جس کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تھوڑا سا (باقی آگے)

پھر پہلی روایت ان کی جب نص تھی ممانعت نماز پر طلوع اور غروب سورج میں تو فقہائے نے ایسے وقت میں نماز کے پڑھنے کو مکروہ لکھ دیا۔ جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے' تو اس روایت پر قیاس کر کے مجلس مولود یا فاتحہ مروّجہ کو مکروہ بنا دینا مقلّدوں کے اختیار سے باہر ہے' سید ابن عابدین رد المحتار حاشیہ درمختار میں سید احمد حموی کے رسالہ قول بلیغ فی حکم التبلیغ سے نقل کر کے لکھتے ہیں' کہ چوتھی صدی کے پیچھے قیاس منقطع ہو چکا ہے' اب اس کے بعد کسی کو اختیار نہیں کہ ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کرے' جیسا کہ ابن نجیم نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے' اھ

(سابقہ سے ملحق) بیان کیا گیا۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے' اور قطع نظر مصالح مذکورہ کے ان میں سے بعض اسرار بھی ہیں' پس اگر یہی مصالح بنائے تخصیص ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں رہا عوام کا غلو اُس کی اصلاح کرنی چاہئے' اس عمل سے کیوں منع کیا جائے' ثانیاً ان کا غلو اہل فہم کے فعل میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم۔ رہا شبہ تشبہ کا اس میں بحث طویل ہے مختصر اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبہ اُس وقت تک رہتا ہے' جب تک وہ عادت اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہو کہ جو شخص وہ فعل کرے اُسی قوم سے سمجھا جاوے' یا اس پر حیرت ہو' اور جب دوسری قوموں میں پھیل کر عام ہو جائے تو وہ تشبہ جاتا رہتا ہے' ورنہ اکثر امور متعلقہ عادات و ریاضات جو غیر قوموں سے ماخوذ ہیں مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے کہ کسی عالم و درویش کا گھر بھی اُس سے خالی نہیں' یہ امور مذموم نہیں ہو سکتے قصہ تطہیر اہل قبا کا اس میں کافی حجت ہے' البتہ جو ہیئت عام نہیں وہ موجب تشبہ ہے اور ممنوع پس ہیئت وجہ ایصال ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اھ گیارھویں حضرت غوث پاک قدس سرہ کی اور دسواں بیسواں چہلم ششماہی سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اور حلوائے شب برات اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدہ پر مبنی ہیں' اور مشرب فقیر کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ فقیر پابند اس ہیئت کا نہیں ہے' مگر کرنے والوں پر انکار نہیں کرتا اور جو عمل درآمد اس مسئلے میں رکھنا چاہئے یعنی دو فریقوں کا باہم مل جل کر رہنا اور مباحثہ اور قیل و قال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو بدعتی نہ کہنا اور عوام کو غلو اور جھگڑوں سے منع کرنا یہ سب بحث مولد میں گذر چکا ۲ (از رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ مولانا حاجی امداد اللہ صاحب صفحہ ۹ و ۱۰) (عبارت علی ان القیاس ۴)

اور یہی حال ہے دوسری تیسری روایت کا کہ ان میں ریش کا بڑھانا اور مونچھوں کا کتروانا مشرکین کی مخالفت کے واسطے اور چوٹی کا منڈانا یہودیوں کی مخالفت کے لئے نص ہے، پس فاتحہ مروجہ اور مجلس مولود کی کراہت پر حکم لگانا ان پر قیاس کرکے ہیچ دپوچ ہے، اور چوتھی حدیث جس کا جواب تفضیلی میں صرف ترجمہ ہی لکھا ہے، کسی حدیث کی کتاب کی طرف اس کو منسوب بھی نہیں کیا ہے، اس کے لفظوں اور معنوں میں بہت خیانت کی ہے، اس لئے کہ وہ سوال نو مسلموں کی طرف سے تھا، اور وہ درخت بیری کا مشرکین کا معبد تھا۔ جیسا کہ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ ابن اسحٰق اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی ہے تصحیح ترمذی کے کہ حارث بن مالک سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف نکلے، اور ہم قریب ہی مسلمان ہوئے، پس ہم آپ کے ساتھ سیر کرتے گئے اور کفار قریش وغیرہ کے لئے ایک بڑا درخت تھا جس کو ذات انواط کہتے تھے، کافر ہر سال اس کے پاس آتے اور اپنے ہتھیار اس سے لٹکاتے، اور اس کے پاس قربانی کرتے اور ایک دن وہاں معتکف رہتے تھے، پس ہم نے بھی چلتے چلتے ایک اونچا سبز بیری کا درخت دیکھا، اور راستہ کے کناروں سے آپ کو پکارا کہ اس کو ہمارے لئے ذات انواط بنا دیجئے جیسے کہ ان کے لئے ذات انواط ہے،

عبارت[1]۔ روی ابن اسحٰق والترمذی وصححہ والنسائی عن الحارث بن مالک خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی حنین ونحن حدیثوا عہد بالجاہلیۃ فسرنا معہ وکانت لکفار قریش ومن سواہم من العرب شجرۃ عظیمۃ یقال لہا ذات انواط یاتونہا کل سنۃ فیعلقون اسلحتہم علیہا ویذبحون عندہا فیعکفون علیہا یوما فراینا ونحن نسیر سدرۃ خضراء عظیمۃ فتنادینا من جنبات الطریق یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اجعل لنا ذات انواط کما لہم ذات انواط فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر (باقی آگے)

تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر فرمایا، بخدا تم نے ایسی بات کی جیسے حضرت موسٰی کی قوم نے کہا تھا۔ کہ ہمارے واسطے معبود بنا دے جیسا کہ ان کے لئے معبود ہے، تو جواب دیا کہ تم جاہل لوگ ہو، تم چڑھتے ہو راستہ ان لوگوں کا جو تم سے پہلے تھے، یہ ترجمہ ہے شرح مواہب کے تیسرے جلد کے صفحہ (٨) سے،

اور مجمع بحار الانوار[1] میں ہے، ذات انواط نام ہے درخت کا جس سے مشرک اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے گرد اعتکاف کرتے تھے، پس آپ سے سوال کیا گیا کہ مسلمانوں کے لئے بھی مثل اس کے مقرر کردیں، تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ اور وہ جمع ہے نوط کی، نام رکھا گیا ہے اس سے منوط کا، انتہی مترجماً۔

پس مکذبین کا اس کفار کے معبد کی مثل پر قیاس کرکے مجلس مولود و فاتحہ مروجہ کی کراہت ثابت کرنی جو کامل مسلمانوں اولیائے ربانی اور علماء شب بین کا نتیجہ ہے سوائے وہابیوں کے کسی ایمان دار کا کام نہیں ہے، اور خدائے پاک ہی اچھا منتقم ہے،

اور پانچویں حدیث جس سے ایک فقرہ نقل کرکے حکم لگا دیا کہ نماز کو جو عمدہ عبادتوں میں سے ہے، کفار فارس و روم کے فعل کے ساتھ مشابہ کردیا اہ بلفظہ۔ تو یہ حکم بھی کئی وجہ سے مخدوش ہے، اول یہ کہ صحیح مسلم[2] میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ کہا اس نے بیمار ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پس ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، اور آپ بیٹھے تھے، اور ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) آپ کی تکبیر

عبارت[1]۔ فیہ اجعل لنا ذات انواط ہی اسم شجرۃ کانت للمشرکین ینوطون بہا سلاحہم ای یعلقونہ بہا ویعکفون حولہا فسئلوہ ان یجعل لہم مثلہا فنہاہم عنہ وہو جمع نوط سمی بہ المنوط ١٢ عبارت[2] عن جابر رضی اللہ عنہ قال اشتکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراءہ وہو قاعد وابو بکر یسمع الناس تکبیرہ قال فالتفت

لوگوں کو سُناتے تھے، کہا پس آپ نے ہماری طرف اشارہ کیا، تو ہم بیٹھ گئے، [illegible] آپ کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھی، جب آپ نے سلام پھیرا فرمایا تم اب نزدیک ہو [illegible] کہ فارسیوں اور رُومیوں کا کام کرتے، وہ اپنے پادشاہوں پر کھڑے رہتے [illegible] وہ بیٹھے رہتے ہیں، تم ایسا مت کرو۔ اپنے اماموں کی پیروی کیا کرو۔ اگر وہ کھڑا [illegible] نماز پڑھے، تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم [illegible] بیٹھ کر نماز پڑھو۔ اھ مترجمًا۔

امام نوویؒ اس کی شرح میں کہتے ہیں، اِس حدیث میں نہی ہے اپنے بادشاہ بیٹھے ہوئے کے سر پر غلاموں اور نوکروں کے بغیر حاجت کھڑے رہنے سے، لیکن کھڑا ہونا کسی اہل فضل اور خیر کے تشریف لانے پر وہ اس نہی میں داخل نہیں، بلکہ ہے بہت حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور سلف اور خلف کا اس پر اتفاق ہے۔ اھ [illegible]

پس معلوم ہوا کہ نماز جو عمدہ عبادات سے ہے، وہ ہرگز کفار کے فعل سے مشابہ نہیں کی گئی، اس لئے کہ کوئی عاقل کھڑے ہونے کو نماز نہیں کہتا ہے، صرف بیٹھنے والے کے سر [illegible]ًا کھڑے ہونے کو فعل کفار سے تشبیہ دی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، ترجمہ باب صحیح مسلم میں ہے، یہ باب ہے امام معذور کے خلیفہ کرنے کا الی قولہ۔

الینا فرأنا قیامًا فاشار الینا فقعدنا فصلینا بصلوته قعودًا فلما سلم قال ان کدتم آنفا تفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وھم قعود فلا تفعلوا ائتموا بائمتکم ان صلی قائمًا فصلوا قیامًا وان صلی قاعدًا فصلوا قعودًا ۱۲ عبارت[1] فیہ النہی عن قیام الغلمان والاتباع علی رأس متبوعہم الجالس بغیر حاجۃ واما القیام للداخل اذا کان من اھل الفضل والخیر فلیس من ھذا بل ھو جائز قد جاءت بہ احادیث واطبق علیہ السلف والخلف ۱۲

اور مقتدیؒ کا بیٹھنا امام بیٹھنے والے کے پیچھے منسوخ ہے، جب وہ کھڑے ہونے پر قادر ہو، اھ مترجمًا۔ امام نووی لکھتے ہیں باب ہے امام کے خلیفہ بنانے کا جب وہ مرض اور سفر وغیرہ سے معذور ہو اور امامت کرا دے، اور جو امام[2] بیٹھنے والے کے پیچھے ہو کھڑے ہونے سے عاجز ہے، نماز پڑھے تو اُس کو کھڑا ہونا لازم ہے جب قیام پر قدرت رکھے اور بیٹھنے والے امام کے پیچھے مقتدی کا بیٹھنا جب وہ طاقت قیام رکھتا ہے منسوخ ہو گیا۔ اھ مترجمًا۔ اب یقینًا معلوم ہوا کہ وہ تشبیہ جو امام بیٹھنے والے کے پیچھے کھڑے ہونے کو فعل کفار سے دی گئی تھی، وہ بھی منسوخ ہو گئی۔ پس امر منسوخ کے ساتھ استدلال کرنی مسلمانوں کے نیک کاموں کی حرمت و کراہت پر سوائے وہابیوں کے کسی دوسرے کا کام نہیں ہے، تیسری وجہ یہ مکذبین کب قیاس کی لیاقت رکھتے ہیں، جن کو کلام کے سمجھنے کا بھی مادہ نہیں ہے اور بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں بھی امتیاز نہیں کر سکتے ہیں۔

رہا یہ جو ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ جب امام قرآن مجید سے پڑھے، تو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے، امام صاحب کے نزدیک تو ردالمحتار[3] میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے سبب فساد نماز کی دو وجہ مذکور ہیں، ایک یہ کہ قرآن مجید کا نماز میں اٹھانا اور دیکھنا اور ورقوں کا اُلٹنا پلٹنا عمل کثیر یعنی مفسد نماز ہے، دوسری

---

[1] عبارت۔ ونسخ القعود خلف القاعد فی حق من قدر علی القیام ۱۲ [2] عبارت۔ باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر من مرض وسفر وغیرھما من یصلی بالناس وان من صلی خلف امام جالس لعجزہ عن القیام لزمہ القیام اذا قدر ونسخ القعود خلف القاعد فی حق من قدر علی القیام ۱۲ عبارت[3]۔ ذکروا لابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی علۃ الفساد وجہین احدھما ان حمل المصحف والنظر فیہ وتقلیب الاوراق عمل کثیر والثانی انہ تلقن من المصحف فصار کما اذا

یہ کہ قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی دوسرے شخص سے پڑھنا
پس اس مسئلہ کو تو مشابہت سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے، اور وہ جو صاحبین سے کراہت
اور اس کی وجہ اہل کتاب سے مشابہت نقل کی ہے، تو اس کا جواب وہ ہے جو اوپر
درمختار و ردالمحتار و طحطاوی[1] سے بنقل معتبرات فقہ لکھا گیا ہے، کہ تشبہ مکروہ وہ ہے
جو بُرے کام میں ہو، اور تشبہ مقصود ہو نہ مطلقاً۔ اور[2] یہ بھی اس میں ہے کہ صاحبین کے
نزدیک نماز پوری ہوگئی۔ مگر یہ نماز میں مکروہ ہے، کہ اس میں اہل کتاب کے ساتھ تشبہ
ہے ایسا ہی کہا ہے اور اس میں اعتراض یہ ہے کہ ہر کام میں اہل کتاب سے تشبہ
مکروہ نہیں ہے، کیوں کہ ہم کھاتے ہیں جیسے وہ کھاتے ہیں اور ہم پیتے ہیں جیسے وہ
پیتے ہیں، حرام تشبہ وہ ہے جب کسی بُرے کام میں ہو اور تشبہ مقصود ہو۔ قاضیخاں
نے شرح جامع صغیر میں یوں کہا ہے، پس اس تقریر پر صاحبین کے نزدیک مکروہ
ہوئی، جیسا کہ بحرالرائق میں ہے، اور نیز اوپر امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے معتبر نقل
سے منقول ہوا ہے، کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نعلین پہنی جن
پر بال تھے، اور وہ لباس پادریوں کا تھا الخ اور نیز امام طحاوی وغیرہ سے منقول
ہوچکا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جب تک

تلقن من غیرہ ۱۲ عبارت[1]۔ بان التشبہ انما یکرہ فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ لا مطلقاً۔ ونقل من ابی یوسف قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لہا شعر وانہا من لباس الرہبان الخ ۱۲ عبارت[2] وعندہما صلوتہ تامۃ الا انہ یکرہ فی الصلوۃ لما فیہ من التشبہ باہل الکتاب لا یکرہ فی کل شئ فانا ناکل کما یاکلون ونشرب کما یشربون وانما الحرام التشبہ بہم فیما کان مذموما وما یقصد بہ التشبہ کذا قالہ قاضیخاں فی شرح الجامع الصغیر فعلی ھذا لو لم یقصد التشبہ لم یکرہ عندہما کما فی البحر ۱۲ عبارت[3] ان رسول اللہ

ان کے خلاف پر مامور نہ ہوتے۔ چنانچہ اُوپر لکھا گیا ہے، اور پھر جو ہدایہ سے نقل کیا ہے
کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، کہ یہ اہل کتاب کا کام ہے، تو اس کا جواب بھی
ردالمحتار میں لکھا ہے، کہ لیکن اُوپر گذرا ہے کہ تشبہ بُرے کام میں ہی مکروہ ہے اور
جہاں تشبہ مقصود ہو نہ مطلقاً۔ اور شاید یہ بُرا کام ہوگا اس میں غور کرو رملی کے حاشیہ
بحرالرائق میں ہے کہ وہ بات جو کلام فقہا سے ظاہر ہے یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے
غور کرو۔ یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار کا۔ پس باوصف اس کے مجلس مولود اور فاتحہ کے
مسئلہ کو قرآن کو دیکھ کر امام کے پڑھنے اور محراب میں کھڑے ہونے کے مسئلہ پر قیاس
کرنا ان مکذبین کا منصب نہیں ہے، پس یہ روایات جن کو مانعین مولود و فاتحہ دلائل
قطعیہ کہہ رہے تھے، منصفوں کے نزدیک ہرگز ہرگز اُن کے منع پر دلالت نہیں کرتے
ہیں پس ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر واضح ہوگیا کہ نہ کوئی دلیل شرعی متفقہ امت مکذبین نے
پیش کی، اور نہ فقیر نے ہوائے نفسانی سے اس کو ضعیف وغیرہ کہا ہے، اور خدا ہی حامی
اور معین ہے۔

جواب تفصیلی میں ہے "رہا یہ جو تحریر کیا ہے کہ جیسا عرب و عجم کے خواص
اور عوام سب میں رائج ہے، کیا آپ کو علم غیب کا دعویٰ ہے یا الہام ہوا ہے
جس سے سب جگہ رائج ہونا دریافت ہوا۔ قصوری صاحب تو تمام ہندوستان
بلکہ پنجاب بلکہ لاہور بلکہ قصور کی بھی خبر نہیں رکھتے، تو تمام عرب و عجم کی
کیا خبر ہوسکتی ہے؟ میں کہتا ہوں کہ یہ نظم اگر تمام عرب و عجم میں شائع ہو

صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب موافقۃ اھل الکتاب حتی یومر بخلاف ذلک ۱۲ عبارت[1] لکن تقدم ان التشبہ انما یکرہ فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ لا مطلقاً ولعل ھذا من المذموم تامل ھذا فی حاشیۃ البحر للرملی الذی یظہر من کلامہم ان الکراھۃ تنزیہیۃ تامل ۱۲

گئی ہے، تو اس سے وہ کراہت جو قواعد شرعیہ کے موافق اس میں پائی جاتی ہے کیوں کر مرتفع ہو جائے گی۔ اور عجب نہیں اگر وہاں بھی اہل ہند کی وجہ سے رائج ہوئی ہو، پھر اگر لفظ خواص سے موٹے موٹے دولت مند مراد ہیں، تو قابل اعتبار نہیں، اور اگر علمائے ربانیین مراد ہیں تو خود غلط اور کذب محض ہے، علاوہ شرعاً کوئی رسم ورواج سے جائز نہیں ہو سکتی، جب کہ اس میں دلیل ممانعت شرعی موجود ہو۔ نکاح ثانی کی بُرائی تمام ہندوستان کے اکثر خواص وعوام میں شائع ہے، یہاں تک کہ بعض علماء بھی اس بلا میں مبتلا ہیں، تو اس رواج کی وجہ سے یہ فعل جو شرعاً جائز ومستحسن ہے ممنوع نہیں ہو سکتا۔ پس قصوری صاحب کا اس رواج کو جواز کی دلیل قرار دینا دلیل ہے کہ آپ کو دلائل شرعیہ کی مطلق خبر نہیں ہے، اور نیز اس کی دلیل ہے کہ آپ دلیل سے عاجز ہو گئے، اور خدا جسے چاہے اپنے راہِ راست کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

الحاصل رسالہ براہین قاطعہ حسب تصریح وتصدیق علمائے ربانیین اُن مسائل حقہ سے جو موافق دلیل شرعیہ کے ہیں مالا مال ہے، اور ان کا منکر ستوجب خسران ونکال ہے، جس قدر اس پر اعتراضات ہوتے ہیں مبنی ان کا محض جہل یا تعصب یا ضد ہے، بالفعل بسبب عجلت وقت اسی قدر قلیل پر اکتفا کیا گیا، بعد اس کے انشاء اللہ تعالیٰ عن قریب قصوری صاحب کی اور اُن کے اعتراضات بلکہ تمام تالیفات کی قلعی کھول دی جائے گی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(حررہٗ خلیل احمد ۴ شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ۴ جون ۱۸۸۹ء یوم جمعہ بمقام بہاول پور انتہی بلفظہٖ)

علمائے عرب وعجم فاتحہ اور مولود کے قائل ہیں!

فقیر قصوری کان اللہ لہٗ کہتا ہے، کہ صاحب انوار ساطعہ نے بنقل رسالہ ابن الجوزی وعلامہ حلبیؒ وعلامہ قسطلانیؒ وعلامہ قاری وغیرہم علیہم رحمۃ الباری مفصل لکھا ہے کہ انعقاد مجلس مولود شریف کا تمام ملکوں میں شائع ہے، جیسے حرمین محترمین ومصر واندلس وممالک مغربیہ وروم وعجم وہندوستان وغیرہا جس میں اکابر علماء وحضرات صوفیہ شامل ہوتے ہیں، اور یہ مستحسن ہے بحکم حدیث اتبعوا السواد الاعظم آخر حدیث تک اور بفحوائے اس کے کہ جس کو مسلمان مستحسن جانتے ہیں، وہ خدا کے نزدیک بھی مستحسن ہے[1]، اور بے شک اِن مجالس مولود میں شیرینی حاضر کر کے اس پر فاتحہ پڑھتے اور بعد فراغ اس کو تقسیم کرتے ہیں۔ اب اس کے اظہار کو ادعائے علم غیب اور الہام نام رکھنا تعصب محض اور سخت ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ اور منقولات سابقہ سے بخوبی متحقق ہو چکا ہے کہ مجلس مولود شریف وفاتحہ مروجہ کے منع پر کوئی بھی دلیل شرعی قائم نہیں، اور وہ جو براہین وجواب تفصیلی میں تشبہ کی دلیل میں تطویل کی گئی ہے، تو وہ صرف اُن کا استنباط زعمی اور قیاس وہمی ہے، عقل سلیم اور قائم صراط مستقیم کے نزدیک اور نیز اُن کے جواز کے دلائل علمائے ربانیین کے رسائل میں بسط مناسب کے ساتھ مذکور ہیں، جیسا کہ انوار ساطعہ میں مسطور ہیں۔ اور فقیر بھی اس جگہ ان مکذبین کے استاذوں کے استاذ اور شیخ المشائخ عالم ربانی متقی حقانی حضرت شاہ عبد الغنی دہلوی ثم المدنی کے انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ سے جو

[1] حدیث۔ ما راٰہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن الخ ۱۲

حدیث نحن احق بموسیٰ منکم (یعنی ہم لائق تر ہیں ساتھ موسیٰ کے تم سے) کے
فرماتے ہیں، نقل کرتا ہوں۔ اور وہ[1] یہ ہے اور اس حدیث سے مستنبط ہے کہ مطلق
کفار کے ساتھ منع نہیں ہے، بلکہ منع وہ ہے جو ان کے خاص کاموں میں سے ہو، اگر
وہ کسی شریعت کے تابع نہیں ہیں جیسا کہ مجوسی اور اہل ہنود ولیکن وہ جو اپنے نبی
کی شرع کے تابع ہو، اور کوئی نیک کام کرے، اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس کام سے ہم کو منع نہ فرمایا ہو تو اس میں ان کی اتباع منع نہیں ہے کہ
خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے، جب تک
اس میں مامور نہ ہوں، اور نیز اس حدیث سے دنوں کے مقرر کرنے کے جواز پر
کسی خاص عبادت کے لئے خاص سبب سے دلیل لی گئی ہے، جیسے ارواح اموات پر
ان کی وفات کے دن تصدق کرنا اس لئے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
عاشورے کے دن کو روزہ کے لئے خاص فرمایا تھا۔ اور ایسا ہی دوشنبہ کے دن
کو اس واسطے کہ آپ اُس دن پیدا ہوئے تھے، اور اسی دن میں آپ پر وحی اُتری تھی
یہ ترجمہ ہے سنن ابن ماجہ مطبوعہ مطبع عمدۃ المطابع ۱۲۷۳ھ کے صفحہ ۱۳۰ کے حاشیہ سے۔

---

[1] عبارت۔ ویستنبط من ھذا الحدیث ان مطلق التشبہ بالکفار لیس بممنوع بل الممنوع
ما کان من خصوصیاتھم ان کانوا غیر متبعین بالشریعۃ کالمجوس والھنود واما
من کان اتبع شریعۃ نبیہ نفعل فعلا حسنا ولم ینہ عنہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
فاتباعھم لیس بممنوع فی ذلک فکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب موافقۃ اھل الکتب
ما لم یؤمر بہ واستدل بھذا الحدیث من جواز تعیین الایام بعبادۃ خاصۃ بسبب
خاص کالتصدق علی ارواح الاموات یوم وفاتھم لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
خص یوم عاشوراء بالصوم وخص یوم الاثنین کذلک لانہ ولد فیہ وفیہ انزل علیہ الوحی
انتھی من حاشیۃ صفحہ (۱۳۶) ۱۲ (نوٹ) اصل کتاب کی عربی عبارت میں صفحہ ۱۳۶ ہے اور ترجمہ میں

اور فقیر کان اللہ لہٗ ظاہر کرتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوشنبہ کے دن کو
روزہ کے واسطے خاص فرمانا صحیح مسلم[1] وغیرہ میں بروایت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ وارد
ہے، اُس نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن روزہ رکھنے سے
سوال کئے گئے، تو آپ نے فرمایا میں اس میں پیدا ہوا ہوں، اور اس میں مجھ پر وحی
اُتری ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے، اور صحیح مسلم[2] کے لفظ کا ترجمہ یہ ہے، کہ آپ
دوشنبہ کے روزے پوچھے گئے، فرمایا وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا، اور جس میں
میں پیغمبر ہوا یا مجھ پر وحی اُتری۔ اور اس حدیث میں روایت[3] شعبہ میں ہے کہ اس نے
کہا، آپ دوشنبہ اور پنج شنبہ کے دن میں روزہ رکھنے سے پوچھے گئے تھے، پس ہم ذکر
پنج شنبہ سے خاموش ہوئے کہ اس کو ہم وہم جانتے ہیں اھ مترجماً۔ امام نووی[4] قاضی
عیاض سے لکھتے ہیں، کہ پنجشنبہ کو اس لئے چھوڑا اور اُس سے خاموش ہوئے کہ آپ نے
فرمایا کہ میں اس میں پیدا ہوا اور پیغمبر ہوا یا مجھ پر وحی اُتری، اور یہ صرف روز دو
شنبہ میں ہوا ہے، چنانچہ باقی تمام روایات میں دوشنبہ کا ہی دن ہے سوائے
پنج شنبہ کے چھوڑا اس کو مسلم نے کہ اس کو وہم جانا ہے، قاضی نے کہا کہ شعبہ کی
روایت کی صحت بھی ہو سکتی ہے کہ پیدا ہونے اور پیغمبر ہونے کے وصف تو دوشنبہ

---

[1] عبارت عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن
صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی ۱۲ [2] عبارت وسئل علیہ السلام
عن صوم یوم الاثنین قال ذاک یوم ولدت فیہ ویوم بعثت وانزل علی فیہ ۱۲ [3] عبارت
قال وسئل عن صوم یوم الاثنین والخمیس فسکتنا عن ذکر الخمیس لما نراہ وھما ۱۲ [4] عبارت
قال القاضی عیاض رحمہ اللہ انما ترکہ وسکت عنہ لقولہ فیہ ولدت وفیہ بعثت او
انزل علی وھذا انما ھو فی یوم الاثنین دون ذکر الخمیس ترکہ مسلم لانہ راٰہ وھما قال
القاضی ویحتمل صحۃ روایۃ شعبۃ ویرجع الوصف بالولادۃ والانزال الی الاثنین

سے متعلق ہو سوائے پنج شنبہ کے اھ مترجماً۔ اور مرقات[1] میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے
پھر سوال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو شنبہ کے دن بہت روزہ رکھنے سے یا
مطلق روزہ اور اس کی فضیلت کا دوسرے دنوں میں سے خاص کرنا تو آپ کا جواب
یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر مجھ پر واجب ہے۔ اور دو شنبہ میں روزہ رکھنا میرے نزدیک
یعنی پسندیدہ ہے۔ طیبی[2] نے کہا اس میں تمہارے نبی کا وجود ہے، اور تمہاری کتاب کا
اُترنا اور حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ زمانہ شرف حاصل کرتا ہے اس چیز سے
جو اس میں واقع ہو، اور ایسا ہی مکان، اور اس لئے کہا گیا ہے کہ شرف مکان کا
مکان والے سے ہوتا ہے، اور مجمع بحار الانوار[3] میں ہے اے دو شنبہ میں تمہارے نبی
کا وجود ہوا ہے، اور تمہاری کتاب یعنی قرآن مجید اُترا ہے، پس کون سا دن روزہ
رکھنے میں اس سے بہتر ہوگا۔ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس حدیث کے نیچے لکھتے
ہیں، کہ ممکن ہے سوال دو شنبہ کے دن آپ کے روزہ رکھنے کے سبب سے تھا، یا دو شنبہ
میں روزہ کے استحباب سے سوال تھا، اور ہر صورت میں سبب اس کا آپ کے وجود مسعود
کی نعمت کے شکریہ کا ادا کرنا تھا۔ اور دین اور شرع کے وجود کا بھی شکریہ تھا اھ مترجماً
پس اس حدیث صحیح میں بموجب تصریح شراح کے براہین والے کے قول کی تردید
بخوبی ہو گئی، کہ ادائے شکر ولادت کے دن میں تھا۔ نہ ہر دن میں اور نیز اس کے

---

[1] عبارت، ثم السوال من کثرۃ صیامہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ او من مطلق الصیام وخصوص فضلہ من بین الایام فیجب شکرہ تعالیٰ علی والقیام بالصیام لدی ۱۲ [2] عبارت، فیہ وجود نبیکم ونزول کتابکم وفی الحدیث دلالۃ علی ان الزمان قد یتشرف بما یقع فیہ وکذا المکان ولذا قیل شرف المکان بالمکین ۱۲ [3] عبارت ای فیہ وجود نبیکم ونزول کتابکم فای یوم اولیٰ بالصوم منہ ۱۲

اس زعم کی کہ (تخصیص ہیئت وتقیید مطلق منع ہے) اور کسی مصلحت کے واسطے دن مقرر
کرنے کا اصل ثابت ہو گیا۔ پس یہ دونوں حدیثیں منجملہ دلائل شرعیہ کی ہیں، مجلس مولود
اور فاتحہ کے اثبات کے لئے جیسا کہ علمائے ربانیین نے اپنے رسائل میں بسط مناسب
کے ساتھ اس پر تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمادے، اور جب شرعاً
ثابت ہے کہ ایصال ثواب طعام یا کلام ارواح اموات کو روا ہے، پس اگر کوئی
دونوں کو جمع کر دے تو کیا مضائقہ ہے، البتہ جو یہ اعتقاد کرے کہ طعام کا ثواب
بدوں کلام کے نہیں پہنچتا ہے تو یہ اعتقاد فاسد ہے، اور جو رسالہ حاجی امداد اللہ
صاحب مکذبین کے پیران پیر سے اس کے جواز میں تحریر منقول[1] ہوئی ہے اس کو فراموش
نہ کرنا چاہیئے۔ تتمہ براہین قاطعہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے، کہ "برہمن سے کھانے
پر اشلوک گواتے ہیں" اور نیز صفحہ ۱۶۹ براہین میں تحفۃ الہند سے لکھا ہے، کہ "شعار
ہنود ہے کہ طعام پر بید پڑھواتے ہیں، پنڈت اس پر بید پڑھتا ہے"

کیا فاتحہ طریقۂ ہنود ہے؟

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے، کہ یہ بالکل جھوٹ ہے یعنی ہندوؤں کے سنکلپ کے
وقت کچھ بید سے پڑھتے ہیں، جیسا کہ اُن کی کتابوں میں مرقوم ہے، اور اُن کے
پنڈتوں سے پوچھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور باوصف اس کے سنکلپ کا
مال سوائے برہمنوں کے کوئی نہیں کھا سکتا۔ اور نہ اس وقت پنڈت ہاتھ اٹھاتا
ہے بخلاف معمول مسلمین کے کہ بوقت فاتحہ کچھ آیات قرآن مجید پڑھے جاتے ہیں"

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰ و صفحہ ۱۶۷) ۱۲

اور ایصال ثواب کے وقت دونوں ہاتھ بھی اُٹھاتے ہیں، اور فاتحہ کا طعام وغیرہ ہر شخص مسلمانوں سے لے لیتا ہے، پس کئی وجہ سے مشابہت رفع ہو گئی، اور خود براہین کے صفحہ ۲۴ سطر ۱۳ میں درج ہے (جس شعار میں تشبہ ہے اس میں من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے) جیسا مثلاً (تمام وردی نصاریٰ میں سے ایک کلاہ پہنے تو کلاہ من کل الوجوہ) مشابہ نصاریٰ کے ہو۔ اگر اس کلاہ میں بعض وجہ تشابہ کی ہووے گی، تو حرام نہ ہووے گی اھ بلفظہ۔ پس مکذبین کے اقرار سے ہی کراہت تشبہ نیست و نابود ہو گئی۔ اور خدائے معبود کے لئے ہی حمد ہے۔

پھر براہین والے کا یہ دعویٰ کہ یہ رسالہ براہین قاطعہ حسب تصریح و تصدیق علمائے ربانیین مسائل حقہ سے مالامال ہے الخ صرف اپنی زعمی خوشی ہے، ورنہ باری تعالیٰ کے امکان کذب کا مسئلہ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امکان نظیر کا قول اور آپ کے علم شریف کو شیطان لعین کے علم سے کم کہنا اور مجلس مولود مبارک کو جنم کھنیا سے اور ارواح طیبہ کے فاتحہ کو ہندؤں کے سنکلپ سے مشابہ بنانا، ہرگز ہرگز مسائل حقہ سے نہیں ہے، بلکہ واہیات اور خرافات سے ہے، جس سے اس نازک زمانہ میں علمائے ربانیین کے نزدیک دین اسلام کو سخت بٹہ لگا ناہے، اور سوائے ان قبیح باتوں کے اور بھی اس براہین میں تعصبات اور تحریفات ہی ہیں، جیسا کہ براہین والے نے ادعا کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشوراء کے دن روزہ رکھنا شکر نجات (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے نہ تھا بلکہ لعادتہ وافتراض اللہ تعالیٰ تھا، اور اس کی دلیل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لکھی ہے، کہ قریش زمانہ

عبارت حدیث۔ قالت کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیۃ وکان رسول اللہ

جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھتے تھے، پھر جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہ روزہ رکھا (اپنی عادت پر قسطلانی) اور لوگوں کو بھی روزہ کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان فرض ہوا (دوسرے برس میں) تو آپ نے عاشورا کا روزہ ترک کیا۔ پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے، انتہیٰ مترجماً۔

پس یہ قول باوصفیکہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جس میں نحن احق بموسیٰ منکم واقع ہے، اس میں لفظی اور معنوی تحریف بھی کی گئی ہے، لفظی تحریف تو یہ ہے کہ آپ کے روزہ رکھنے کے پیچھے سے لفظ (فی الجاھلیۃ) کا اڑا دیا ہے، حالانکہ یہ لفظ بخاری میں ابی الوقت اور ابوذر اور ابن عساکر تینوں کی علامت سے موجود ہے (مطبوعہ احمدی کے صفحہ ۲۶۸) میں دیکھو۔ اور نیز یہی لفظ موطا امام مالک میں جو صحیحین کا اصل ہے اور نیز سنن ابی داؤد وغیرہما میں موجود ہے، اور تحریف معنوی یہ ہے کہ اس حدیث کے لفظ سے لوگوں کے امر کرنے سے عاشورا کے روزہ کی فرضیت ثابت کی ہے، حالانکہ حکم مستحب کے لئے بھی ہوتا ہے، کہ حکم حق تعالیٰ کے فرض کرنے سے ہوتا ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں مقرر ہو چکا ہے البتہ حنفی مذہب میں ثابت ہے کہ عاشورا کا روزہ ابتداء ہجرت دار اسلام میں فرض تھا، پھر رمضان مبارک کی فرضیت سے منسوخ ہو گیا تھا دلیل

صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ (علی عادتہ قسطلانی) وامر الناس بصیامہ فلما فرض رمضان (فی السنۃ الثانیۃ) ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ ۱۲ منہ اور نیز صحیح بخاری کے باب ایام الجاہلیۃ میں اس حدیث کا درج ہونا صاف دلیل ہے اس پر کہ یہ معاملہ نبوت کے پہلے کا ہے، پس اس حدیث سے لفظ فی الجاہلیۃ کا اڑا دینا مکذبین کی صریح تحریف ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

یوں کی صحیحین کی حدیث[1] ہے کہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم سے ایک شخص کو فرمایا کہ لوگوں میں پکار دے کہ جس نے کچھ کھالیا ہو تو تمام باقی دن کا روزہ رکھے، اور جس نے کچھ نہیں کھایا وہ روزہ رکھ لے، کیوں کہ آج عاشورا کا دن ہے۔ اور امام نووی[2] نے کہا کہ سنن ابوداؤد میں ہے، کہ جس نے کچھ کھالیا ہو تو باقی کا دن کچھ نہ کھائے، اور روزہ قضا دے۔

فقیر کان اللہ لہٗ[3] کہتا ہے، کہ سنن ابی داؤد کی یہ روایت یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج تم نے روزہ رکھا ہے؟ وہ بولے نہیں! تو آپ نے فرمایا پس باقی دن پورا کرو اور قضا دے دینا اھ ترجمًا
پس ان احکام تاکیدی سے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابتدا میں عاشورا کا روزہ فرض تھا پھر رمضان کی فرضیت کے بعد منسوخ ہوگیا۔ تتمہ صحیح بخاری کے اس فقرہ پر (کہ زمانۂ[4] جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھتے تھے اور آپ بھی روزہ رکھتے تھے) حاشیہ سندی میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں یہود کو روزہ عاشورا کا رکھتے ہوئے پاکر خود بھی روزہ رکھا۔ اس ایام جاہلیت کے معاملہ کے برخلاف

---

[1] عبارت، عن سلمة بن الاکوع وغیرہ قال امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من اسلم ان اذن فی الناس ان من کان اکل فلیصم بقیة یومہ ومن لم یکن اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء ۱۲ [2] عبارت من اکل فلیصم بقیة الیوم ولیقض ۱۲ [3] عبارت ان اسلم اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال صمتم یومکم ھذا قالوا لا قال فاتموا یومکم واقضوا ۱۲ [4] عبارت قولہ کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاھلیة الخ لا ینافیہ ما سیجئ من قول ابن عباس رضی اللہ عنہما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة فوجد الیھود الخ لجواز ان عمل بمجموع الامرین، ثم حصل لا قتصار علی احدھما من بعض

نہیں اس لئے کہ آپ نے دونوں طور پر روزہ رکھا ہے، پھر بعض راویوں نے ایک معاملہ کے بیان پر کفایت کی، یا اس لئے کہ اس کو دوسرے امر کا علم نہ تھا یا وہ بھول گیا، اور خدا تعالیٰ کو بہت علم ہے اھ ترجمًا۔ اور صحیحین کی شرحیں اور مجمع البحار میں درج ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں قریش کے روزہ عاشوراء کو دیکھ کر روزہ رکھتے تھے، اور جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی نجات کے شکریہ کے واسطے عاشورا کا روزہ رکھا، یہ اُن کے خلاصہ کا ترجمہ ہے، پس صاحب براہین نے جو آپ کے روزہ شکریہ نجات حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا انکار کیا ہے، اور صحیح حدیث میں چون وچرا کی ہے، (دیکھو صفحہ ۱۶۴ میں) تو یہ نیچری کے شعار کا اختیار ہے جو پرلے درجے کی وہابیت ہے حق تعالیٰ اس سے پناہ دے۔

دوم صاحب انوار ساطعہ نے جب کہا کہ مجلس مولود کے جائز رکھنے والے اکثر علمائے عرب وعجم ہیں، اور اس مجلس کے منع کرنے والے بہت تھوڑے لوگ ہیں اور حدیث میں آیا ہے (اتبعوا السواد الاعظم) کہ بہت گروہ مسلمانوں کی اتباع کرو۔ تو اس کا جواب براہین والے نے یہ دیا ہے کہ ایک شخص مانع اس کا وہی سواد اعظم یعنی جماعت کثیر اور حق پر ہے، اور اس کا مخالف گو سارا جہان ہو وہ باطل پر ہے، دیکھو صفحہ ۱۶۹ میں، اب غور کرو کہ یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے

سوم براہین قاطعہ کے صفحہ ۱۳۱ اور صفحہ ۱۳۲ میں ہے کہ اجرت علی التعلیم مسئلہ مجتہد فیہ ہے، کہ شافعی اس کو جائز فرماتے ہیں، تو اس کی کراہت ہی مختلف فیہ ہوتی

الرواة اما لعدم علمہ بالاخر او سھوًا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲

اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلا ضرورت[1] جائز ہو جاتا ہے اھ بلفظہ۔

دیکھو یہ کیسا غیر مقلدیت کا افشا اور وہابیت کا اظہار ہے، پھر صفحہ ۲۷۰ میں براہین کے لکھا ہے، علی قاری شرح مناسک[2] میں لکھتے ہیں، پھر جان لے کہ تحقیق کہا گیا ہے کہ یہ بھی شرط ہے کہ حج کرنے والا فرائض کو وجہ مفروض پر اپنے اوقات میں ادا کرنے پر قادر ہو، کرمانی نے کہا، اس لئے کہ حکمت کو لائق نہیں کہ ایک فرض کو ایسے طور پر واجب کرے کہ دوسرا فرض فوت ہو جائے (یہ لکھتے لکھتے آخر میں لکھتے ہیں) اور پہلی بات کو تائید کرتا ہے قول ابن حاج مالکی کا کہ اگر ایک نماز کو ضائع کردے اور اپنے وقت سے نکال دے حج کے فرض کے ادا کرنے کے لئے تو یہ بالاتفاق ناروا ہے، اور تحقیق ہمارے علمائے مکلف کے حق میں کہا ہے، کہ جب اُسے یقین ہو کہ سفر حج میں میری ایک نماز بھی فوت ہو جائے گی، تو اس سے حج ساقط ہو گیا۔ انتہیٰ مترجمًا۔ اب مؤلف ذرا آنکھ کھول کر دیکھے، کہ خدشہ فوت ایک صلوٰۃ میں حج بھی ساقط ہو جاتا ہے، انتہیٰ بلفظہ۔

اب یہ مسئلہ کہ خدشہ فوت ایک صلوٰۃ میں حج بھی ساقط ہو جاتا ہے کیسا دین اسلام میں بہتان عظیم ہے، اس لئے کہ اصل عبارت شرح مناسک کی یہ ہے

---

[1] تمام دینی کتابوں میں درج ہے کہ دوسرے مذہب کے مسئلہ پر ضرورت کے وقت عمل جائز ہے، بلا ضرورت سخت ناروا ہے، جس کی تفصیل فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ میں درج کی ہے اور اثبات تقلید شخصی میں بے نظیر ہے ۱۲ [2] خلاصہ عبارت شرح المسلك المتقسط على المنسك المتوسط۔ ثم اعلم انہ قيل يشترط ايضًا ان يكون الحاج متمكنًا من اداء المكتوبات على وجہ المفروض فی الاوقات قال الكرمانی لانہ لا يليق با لحكمة ايجاب فرض على وجہ يفوتہ فرض اخر (یہ لکھتے لکھتے آخر میں لکھتے ہیں) ويؤيد الاول ايضًا ما قال ابن الحاج المالكی لو ضيع صلوٰۃ واخرجها عن وقتها لاجل فريضة الحج لا يجوز اجماعًا وقد قال علمائنا فی المكلف اذا علم انہ يفوتہ صلوٰۃ واحدۃ [illegible]

فی وقد قال علمائنا الخ جس کا حاصل یہ تھا، کہ مکلف کو جب یقین ہو کہ سفر حج میں نماز فرض فوت ہو جاوے گی، تو مالکیوں کے نزدیک حج ساقط ہو جاتا ہے تو اس میں صاحب براہین نے لفظ قال کا عبارت میں سے اڑا کر یوں بنا دیا کہ علامہ قاری علمائے حنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ خوف فوت ایک نماز میں حج ساقط ہو جاتا ہے، اور نیز یقینی فوت نماز کو خوف فوت نماز سے تعبیر کر کے مکلفین سے حنفیوں کے نزدیک حج کے ساقط ہونے کا فتویٰ دے دیا ہے، خصوصًا اس زمانہ میں کہ اکثر عوام حج کے راستہ میں نماز ہی نہیں پڑھتے، تو اب سب سے حج ہی ساقط ہو گیا۔ اس میں بھی نیچریوں کی اتباع ہے کہ وہ منکر فرضیت حج کے ہیں، اور اس مفتی نے بھی حج کے ساقط ہونے کا فتویٰ دے دیا۔ یہ دونوں احکام شرعیہ میں تحریف کرنے والے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون اور علیٰ ہذا براہین قاطعہ میں سخت خلل موجود ہیں، علمائے ربانیین کو غور سے معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور لعن وطعن کی گرم بازاری تو مکذبین کی جبلی عادت ہے۔

پھر چونکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و اطاعت حق تعالیٰ کی تعظیم و اطاعت ہے، اور ایسا ہی آپ کی توہین باری تعالیٰ کی توہین ہے تو مناسب ہوا کہ اس جواب الجواب کا نام "تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید و الخلیل" رکھا جائے غالب امید ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اس فقیر حقیر کے واسطے اس کو زاد آخرت بنا دے گا۔ اور اس کے حبیب قریب (علیہ السلام) کا روح پُر فتوح اس عاجز سے خوش ہو گا۔ اور زیارت حرمین محترمین مقبول ہو گی۔

اور آخری بات یہ ہے کہ سب تعریف خدا کے پروردگار عالمیان کیلئے خاص ہے[1] اور خدا کا درود و سلام اس کے بہترین خلائق اور اس کے لطف و احسان کے مظہر اتم سب رسولوں کے سردار محمد اور اس کی آل اور اصحاب اور جمیع خویشاوندوں پر ہو آمین یارب العالمین۔

یہ عربی رسالہ اخیر ماہ شوال ۱۳۰۶ھ میں وقت امامت مکہ معظمہ کے تمام ہوا۔ بار خدایا حرمین محترمین کی شرافت اور تعظیم بڑھا، اور اُن کے مجاورین پر فضل و کرم فرما طفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آمین

جب مولوی خلیل احمد کے یہ ظل ظاہر ہوئے پھر اس پر مکابرہ اور مجادلہ پر کمر باندھی اور توبہ کی طرف رجوع نہ کیا، تو حضرت صاحب سجادہ نشین چاچڑاں نے جو اس مناظرہ میں حکم تھے، بالاتفاق دوسرے علماء اہل سنت کے فتویٰ دیا کہ "یہ شخص دائرۂ اہل سنت سے خارج ہے" اور ریاست اسلامیہ بہاولپور سے وہ بہت ذلت سے نکالا گیا۔ پس، اب فقیر حقیر کان اللہ لہ، حضرات مفتیان حرمین الشریفین سے امیدوار ہے کہ اس رسالہ تائید دین متین کی رو سے ملاحظہ فرما دیں۔ اگر یہ حق اور قرآن و حدیث و اجماع اُمت کے مطابق ہو تو اپنی تصحیح سے مزین فرما دیں اور جو اس میں خطا اور لغزش ہو اس کی اصلاح کریں۔ اور یہ ظاہر کر دیں کہ یہ اعتراضات براہین قاطعہ اور اس کے مقرظ اور مؤیدین پر وارد و صحیح ہیں، اور ان کا حکم کیا ہے

---

[1] وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ ومظہر لطفہ واحسانہ سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ وعترتہ اجمعین۔ اللہم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ [2] یعنی خلیل احمد ۱۲

اللہ تعالیٰ اس کا اجر بخشے، اور دین متین اور تحقیق حق کے واسطے حق تعالیٰ آپ کو دائم و قائم رکھے، آمین یارب العالمین۔

(کتبہ العبد الحقیر ابو عبد الرحمٰن فقیر غلام دستگیر ہاشمی صدیقی حنفی قصوری کان اللہ لہ)

علمائے مکہ معظمہ و مدینہ منوّرہ کی رائیں!

تقریظ حضرت مفتی حنفیہ مکہ معظمہ!

سب[1] تعریف خدا کے لئے ہے، جو پروردگار عالمیان پاک ہے اس سے جو اس کے جلال کے لائق نہیں، اور درود و سلام ہمارے سردار محمد پر جو پاک ہے اس سے جو اس کے کمال کو ناشائستہ ہے، اور اس کی آل و اصحاب اور مددگاروں اور جماعتوں پر۔ بعد اس کے بیشک یہ اعتراضات مؤلف براہین قاطعہ اور اس کی تقریظ لکھنے والے اور مؤیدین پر وارد و صحیح ہیں، جیسا کہ یہ امر صاف ظاہر ہے اس پر جو ان کو مطالعہ کرے، قبیح وسوسوں سے خالی ہو کر اور یقیناً حکم صاحب براہین کا مع مددگاروں اور تقریظ لکھنے والوں کے حکم زندیقوں کا ہے، چنانچہ فقہاء اور محدثین کی کتابوں میں

---

[1] الحمد للہ رب العٰلمین المنزہ عما لا یلیق بجلالہ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المبرء عما لا ینبغی لکمالہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وانصارہ واحزابہ۔ اما بعد، فان ھذہ التعقبات علی صاحب البراھین ومقرظہ مع المؤیدین واردۃ صحیحۃ کما یظھر ذلک بالبداھۃ لمن طالعھا خالیاً من النزغات القبیحۃ وحکم صاحب البراھین مع المؤیدین والمقرظین حکم الزنادقۃ بیقین کما صرحت بہ کتب الفقہاء

اس پر تصریح ہے، ہم حق تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں اس سے جو سبب ہے ندامت اور رسوائی کا، اور موجب ہو افسوس اور روسیاہی کا قیامت کے دن میں۔ مَیں اپنے رب کو پاک جانتا ہوں دروغ گو ناخلف کی گفتگو سے جس نے اپنی کتاب کا نام براہین قاطعہ رکھا ہے، اور اس کا حکم سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جلاد اس کے بدن سے گردن کاٹ دے، تا کہ کج رو جاہلوں کے لئے عبرت ہو۔ اور حق تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے اس کو جس نے اس کے رد میں پیش قدمی کی۔ اور خدا اُسے حاسدوں اور دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے آمین۔ اس کے لکھنے کا حکم کیا شریعت کے خادم حق تعالیٰ کے پوشیدہ لطف کا امیدوار محمد صالح کمال ابن مرحوم صدیق کمال حنفی نے جو فی الحال مکہ مکرمہ کا مفتی ہے، خدا تعالیٰ ان دونوں کا مددگار ہو درود اور حمد کرتے ہوئے۔

محمد صالح کمال ۲ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ

تقریظ حضرت مفتی شافعیہ وشیخ العلماء مکہ معظمہ

سب حمد خدائے یگانہ کے لئے ہے اور حق تعالیٰ درود وسلام بھیجے ہمارے سردار

والمحدثين نعوذ بالله مما يوجب الخزي والندامة ويورث الحسرة وسواد الوجه في عرصات القيمة۔ انزه ربي عن مقالة كاذبة ؛ كفور بما سمي براهين قاطعة ؛ وما حكمه في ذا سوى ضربة امرئ ؛ بسيف له في الحق انوار ساطعة ؛ يباعد منها رأسه عن مكانه ؛ وتبقى لاهل الزيغ والجهل قامعة ؛ وجزى الله من تصدى للرد عليهم خير جزائه ووقاه شر حساده واعدائه آمين امر برقمه خادم الشريعة راجي اللطف الخفي محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الحنفي مفتي مكة المكرمة حالا كان الله لهما حامدا مصليا مسلما

محمد صالح كمال ٢ ذي الحجة سنة ١٣٠٧ھ

الحمد لله وحده وصلى الله وسلم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه السالكين

محمد پر اور اس کی آل واصحاب پر اور اُن پر جو اس کے پیچھے اُن کی اتباع کرنے والے ہیں، بار خدایا راہ صواب کی ہدایت فرمانا۔ بے شک مَیں نے کسی قدر کلام صاحب براہین اور اس کے مؤیدین کی دیکھی، اور جس نے صاحب براہین پر اعتراضات کئے ہیں اس کی کلام میں بھی نظر کی، پس چونکہ وہ اعتراضات کتب اہل سنت و جماعت سے منقول اور محفوظ ہیں تو بے شک وشبہ حق اور صواب معترض کے ساتھ ہے، ولیکن صاحب براہین اور اس کے مؤیدین ہر چند وہ یقینی کافر نہیں مگر شیطان تو اور اہل زیغ وزندیقوں سے ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے اور دین اسلام کی جانب سے اس شیخ معترض کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور اس بزرگ اور اس کے اعتراضات کو مسلمانوں کے دلوں میں بخوبی قبولیت بخشے، اور حق تعالیٰ اس کی کوشش مشکور کرے، اور دونوں جہان میں اس کو فائز المرام فرمائے، اور خدائے پاک کو بہت علم ہے، اپنے پروردگار سے کمال کامیابی کے امیدوار محمد سعید بن محمد بابصیل شافعیوں کے مفتی اور حرم محترم مکہ مکرمہ کے شیخ العلماء نے یہ تحریر کر دیا خدا اُس کو اور اُس کے ماں باپ ومشائخ اور بھائیوں اور دوستوں اور تمام مسلمانوں کو بخشے۔ آمین ؛

محمد سعید بابصیل سنہ ۱۲۹۰ھ

ومتبعهم بعده اللهم هداية للصواب، قد نظرت في جملة من كلام صاحب البراهين و كلام المؤيدين له ونظرت ايضا في كلام المعترض بالتعقيبات على صاحب البراهين فرأيت الحق والصواب الذي لا شك فيه ولا ارتياب مع المعترض بالتعقيبات المنقولة والمحفوظة من كتب اهل السنة والجماعة واما صاحب البراهين والمؤيدين له فهم اشباه الشياطين واهل الزيغ والزندقة ان لم يكونوا كفارا بيقين وجزى الله عنا وعن ديننا الشيخ المعترض بالتعقيبات الجزاء الجميل واحله وتعقيباته المذكورة من القلوب المحل الجليل وشكر الله مسعاه وانا له في الدارين من خير اتم ما يتمناه

(باقی آگے)

تقریظ حضرت مفتی مالکیہ مکہ محمیہ کی

حمد ہے اس ذات پاک کے لئے جو اپنے فضل سے ایسا شخص پیدا کرتا ہے جو اُس کے پیچھے دین کی تائید اور گمراہوں کے شبہوں کو نیست و نابود اور اُن کی بے ہودہ دلیلوں کی تردید فرماتا ہے' اور درود و سلام ہمارے سردار محمد پر ہو جو ہادی ہے ضلال سے' اور اُس کی آل پر اور جو اُن کے تابع ہیں اہل فضل و کمال سے خصوصاً علمائے اہل سنت و جماعت حق تعالیٰ ان کو تیر قاتل بنائے بدعتیوں اور گمراہوں کے واسطے آمین۔ اس کے پیچھے میں نے بتحقیق اس رد کو دیکھا بھالا پس میں نے پایا اس کے مؤلف کو جو اس نے بہت عمدہ بیان کیا' اور حد شرعی کو لازم پکڑا' اُس کی بھلائی اور نیکوکاری کو خدا ہی جانتا ہے جو ایسے فتنہ انگیز کے رد کے لئے پیش قدمی فرمائی' حق تعالیٰ اس کو بہت نیک بدلہ دے' اور خدا اس کی مانند بہت لوگ پیدا کرے' جب تک آسمان سے بارش ہوتی ہے۔

خدا بخشش فرمانے والے کی بخشش کے امیدوار محمد عابد ابن مرحوم شیخ حسین مفتی مالکیہ محمیہ نے درود اور سلام کے ساتھ اس کو لکھا۔

محمد عابد بن حسین
مفتی المالکیہ

(سابق سے ملحق) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ ورقمہ المرتجی من ربہ کمال النیل محمد سعید بن محمد بابصیل مفتی الشافعیہ و رئیس العلماء فی الحرم المکی غفر اللہ لہ ولوالدیہ ومشائخہ واخوانہ ومحبیہ وجمیع المسلمین آمین۔ [محمد سعید بابصیل] لہ الحمد لمن قیض من فضلہ من یؤید دینہ القویم وینفی عنہ شبہ اھل الضلال ویرد براھینھم العقیمۃ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد الھادی من الضلال وعلیٰ آلہ ومن تبعھم من اھل الفضل والکمال سیما علماء السنۃ والجماعۃ جعلھم اللہ سھما قاتلا لاھل البدعۃ والضلالۃ آمین۔ اما بعد فانی قد تصفحت غالبہ فی ھذا الرد فوجدت قائلہ قد اجاد ولزم الحد فللہ درہ من محسن حیث تصدی للرد علیٰ ھذا المفتن فجزاہ اللہ (باقی آگے)

تقریظ مفتی حنبلی مکہ معظمہ کی!

خدائے یگانہ کے لئے حمد ہے' اے رب مجھے علم زیادہ دے' میں خدا سے توفیق کی مدد چاہتا ہوں' اور سیدھے راستہ کی طرف ہدایت۔ اے سائل جان لے کہ حنبلیوں کا مذہب ایسے مسائل میں سلف کا مذہب ہے۔ جو کجی اور کھوٹ اور تاویل سے جو موجب عذاب کا ہے مامون ہے' اور بتحقیق جو ذات پاک باری تعالیٰ کو کذب سے متصف کرے بیشک وہ راہ بھولا ہوا اور مخالف ہوا اجماع کا اور موصوف ہوا کفر سے' اگر توبہ اور اس سے رجوع نہ کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے اور کون ہے خدائے تعالیٰ سے بڑھ کر راست گو اور راست سخن اور خدا پر جھوٹ کا افترا کرنے والے وہی ہیں جو اس پر ایمان نہیں لاتے' اور شیخ سفارینی حنبلی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ ہر نقص سے حق تعالیٰ بلند ہے' پس مبارک ہو اس کو جو اس سے دوستی کرتے ہیں' اور جواب الجواب براہین والے احمد اس کے مؤیدین کا ایسا حق ہے جس سے پھرا نہیں جا سکتا۔ پس حضرت معترض کو حق تعالیٰ مسلمانوں کی طرف سے نیک بدلہ دے اور بخشش اور رحمت اور ثواب عطا فرما دے

(سابقہ سے ملحق) احسن الجزاء واکثر من امثالہ مدۃ نزول الغیث من السماء کتبہ راجی العفو من واھب العطیۃ محمد عابد ابن المرحوم الشیخ حسین مفتی المالکیۃ ببلد اللہ المحمیۃ مصلیاً مسلماً۔ [محمد عابد بن حسین / مفتی المالکیۃ] لہ الحمد للہ وحدہ رب زدنی علماً استمد من اللہ التوفیق والرشاد لاقوم طریق۔ اعلم ایھا السائل ان مذھب الحنابلۃ فی مثل ھذہ المسائل مذھب السلف المامون من الزیغ والتزییف والتاویل مما یوجب العقاب فی الندمت وان من نسب للذات العلیۃ المقدسۃ الاتصاف بالکذب فقد اخطیٰ وخالف الاجماع واتصف بالکفران لم یتب ویرجع عن مقالتہ وفی الکتاب

اور خدائے پاک کو بہت علم ہے اس کے لکھنے کا حکم کیا حقیر خلف بن ابراہیم مکہ شریف میں حنبلیوں کے مفتی نے جو فی الحال ہے، حمد اور درود کے ساتھ۔

خلف بن ابراہیم

تقریظ حضرت مفتی حنفیہ مدینہ منورہ

خدائے تعالیٰ کے واسطے سب حمد ہے، میں خدائے مولیٰ بزرگ صاحب قدرت سے توفیق اور امداد اپنے کام اور ہر بات میں سوال کرتا ہوں۔ بار خدایا ہم تیری حمد کرتے ہیں، اے وہ ذات پاک! تو نے اس امت کے پرہیزگار علماء کو ایسے چراغ بنایا ہے جن کی راہ نمائی سے سخت اندھیری میں روشنی حاصل کی جاتی ہے، اور ان کے دلائل کی قاطع شمشیروں سے تو نے ہر گمراہی کے فتنہ باز کج رفتاروں کی پشت کاٹ دی ہے اور درود اور سلام اُس پاک ذات پر جو آیات بیّنات سے بھیجا گیا ہے، جس نے اُمت کو ڈرایا ہے کہ اس کے پیچھے بہت فتنے

العزیز قولہ سبحانہ وتعالیٰ۔ ومن اصدق من اللہ قیلاً ومن اصدق من اللہ حدیثاً وانما یفتری الکذب علی اللہ الذی لا یؤمنون باللہ الآیۃ۔ وقال الشیخ السفارینی الحنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ وکل نقص قد تعالی اللہ فیا بشری لمن والاہ وما اجاب بہ صاحب التعقیبات علی صاحب البراہین والمؤیدین لہ فہو الحق الذی لا محیص عنہ فجزاہ اللہ عن المسلمین خیراً فجزاہ مغفرۃ ورحمۃ واجراً واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ امر برقمہ الحقیر خلف بن ابراہیم خادم افتاء الحنابلۃ بمکۃ المشرفۃ حامداً مصلیاً مسلماً خلف بن ابراہیم ؎ الحمد للہ تعالیٰ۔ اسأل اللہ المولی الکریم ذی الطول التوفیق والاعانۃ فی الفعل والقول نحمدک اللّٰہم یا من جعلت العلماء المتقین من ہذہ الامۃ مصابیح یستضاء بہم فی ظلمۃ لیل الشک الداج وقصمت بماضی صوارم حججہم ظہر کل من تظاہر بضلالات الفتن من اہل الزیغ والاعوجاج

اور فساد ہوں گے، صاحب ایسے عمدہ دین روشن کا جس کی رات دن کی طرح ہے۔ جس نے یہ فرمایا کہ بڑی جماعت مسلمانوں کی اتباع کرو بے شک جو اُن سے علیحدہ ہوا دوزخ میں پڑا، اور اُس کی آل اور اصحاب پر جنہوں نے سنان ہائے زبان اور زبان ہائے سنان سے ہر فسادی اور جھوٹے کو خوار کر دیا۔ اور اپنے روشن فکروں کے چمکاروں سے ہر بھولے ہوئے راہ قرآن وحدیث کو رسوا کیا۔

اس سے پیچھے بے شک میں نے مطالعہ کیا اِس مضبوط رد اور اعتراضات کا جو لاغر اور فربہ میں فرق کرنے والے ہیں، وارد ہیں مؤلف براہین پر جو عقل کی ریت پر راہ دکھاتی ہے، اور اس کی سخت بُری باتیں کاذب کی کم عقلی پر دلیل ہیں، پس مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ صاحب براہین گمراہی کے دریاؤں میں گہرے غوطے لگا کر حق تعالیٰ سے مستحسن رسوائی کا ہے، اور اس تردید کے مؤلف کی نیکی کو خدا ہی جانتا ہے، بے شک اُس نے عمدہ فائدہ دیا اور اچھا بیان کیا ہے، خدا تعالیٰ اُس کو نہایت مراد تک پہونچاوے اور بہت پورا اچھا بدلہ دے

والصلوٰۃ والسلام علی المبعوث بالآیات البینات المنذر بانہ ستکون بعدہ فتن وہنات صاحب الملۃ البیضاء النقیۃ التی اللیل منہا کالنہار۔ القائل اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار وعلی آلہ واصحابہ القامعین باسنۃ الالسنۃ والسن الاسنۃ کل مبیر وکذاب والفاضحین بشہب ثواقب افکارہم کل متہوک ضل عن سنن السنۃ ومنہج الکتاب وبعد فقد اطلعت علی ہذا الرد المتین والاعتراض الفارق بین الغث والسمین علی صاحب البراہین التی دلت علی سراب بقیعۃ وبرہنت علی سخافۃ عقل ملفق کلماتہا القطیعۃ فلعمری انہ لعمیق الغوص فی لجج الضلال مستحق الخزی من ذی الملکوت والجلال وللہ در صاحب ہذا الرد فانہ قد افاد واجاد بلغہ اللہ غایۃ المراد وجزاہ خیر

اور بہت بزرگ مرتبہ اور قرب پر کامیاب کرے، اور خدا درود بھیجے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اول آخر ہے، اور اُس کی آل و اصحاب پر جنہوں نے ہدایت کے محکم ستون مضبوط کیے، اور خدائے پاک مالک ہدایت ہے اور اسی سے پاک دامنی در حمایت ہے، خدا کی بخشش کے محتاج عثمان بن عبد السلام داغستانی مدینہ منورہ کے مفتی نے خدا اس کو بخشے یہ تحریر کی۔ ۵ محرم ۱۳۰۸ھ۔

عثمان بن عبد السلام
داغستانی سنہ ۱۲۹۶

تقریظ بڑے مدرس مدینہ منورہ کی!

سب[1] تعریف اُس خدا کے لئے ہے جس نے اپنے بعض بندوں کا سینہ کھول دیا اور اُن کو روشن حق کی طرف راہ نمائی کی، اور بعضوں کا مبالغہ سے سینہ تنگ کیا تا کہ وہ پکے یقینی کاموں کے منکر ہو گئے۔ اور درود و سلام اُس پاک ذات پر جس نے دین کے ستون محکم کر دیئے، اور اُس کی آل اور اصحاب اور تابعینوں پر۔ اس سے بعد میں نے مطالعہ کیا اس روشن رد کا جو صاحب براہین کو رسوا کر رہا ہے پس اس کے بنانے والے کی نیکی کو خدا ہی جانتا ہے، ساری اُمت مرحومہ کی طرف

الجزاء الاوفی وانالہ اجل مکانۃ وزلفی وصلی اللہ علی سیدنا محمد الفاتح الخاتم وعلی آلہ واصحابہ الذین اشادوا للھدی محکم الدعائم واللہ سبحانہ ولی الھدایۃ وبہ العصمۃ والحمایۃ۔ نمقہ الفقیر الی عفو ربہ عثمان بن عبد السلام داغستانی مفتی المدینۃ المنورۃ الحنفی عفی عنہ۔ (عثمان بن عبد السلام داغستانی سنہ ۱۲۹۶)

[1] الحمد للہ الذی شرح صدور بعض عبادہ وھداہ الی الحق المبین وضیق صدر بعضھم وجعلہ حرجا حتی انکروا الامور الثابتۃ بالیقین والصلوۃ والسلام علی من شید ارکان الدین وعلی آلہ واصحابہ والتابعین وبعدہ

سے خدا اُس کو نیک بدلہ دے، اور اُس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میں اُس کو داخل کرے، اور جو اس بزرگ مؤلف رسالہ تردید نے صاحب براہین اور اس کے بدکار مؤیدین سے مقولے نقل کئے ہیں، وہ صریح کفر اور زندقہ ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو راہ حق و ہدایت پر قائم رکھے، اور جھوٹ و گمراہی کے راستہ سے برکنار کرے۔ بہت عاجز بندے محمد علی بن سید ظاہر وتری حنفی مدنی مدرس مسجد شریف نبوی نے حمد و درود و سلام سے اس تحریر کو لکھا۔

محمد علی بن ظاہر
السید سنہ ۱۳۰۹

فقد اطلعت علی ھذہ الرد الواضح الذی ھو لصاحب البراھین فاضح فللہ در مؤلفہ وجزاہ خیرا عن الامۃ وادخلہ فی شفاعۃ نبیھا نبی الرحمۃ اما ما نقلہ الشیخ الراد عن صاحب البراھین عن المؤیدین لہ الفسقۃ فانہ کفر صراح وزندقۃ۔ سلک اللہ بنا سبیل الحق والھدایۃ وجنبنا طریق الباطل والغوایۃ۔ کتبہ العبد الاحقر محمد علی ابن السید الظاھر الوتری الحنفی المدنی خادم العلم والحدیث بالمسجد الشریف النبوی حامدا مصلیا مسلما۔

محمد علی ابن الظاھر
السید سنہ ۱۳۰۹

ضمیمہ رسالہ تقدیس الوکیل

عن

اہانۃ الرشید والخلیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فقیر محمد ابو عبد الرحمٰن غلام دست گیر قصوری کان اللہ لہ نے مناظرہ ریاست بہاولپور میں براہین قاطعہ کے مضامین پر سات اعتراض کئے تھے، جس کا جواب تفصیلی مؤلف براہین نے بامداد چار دوسرے اپنے ہم مشرب علمائے ہندوستان کے دیا تھا جس کے چھ جوابوں کا جواب الجواب فقیر نے عربی عبارت میں مرتب کر کے واسطے تصحیح حضرات مفتیان حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً کے طیار کیا ہے، اور ساتواں سوال و جواب اس کے ساتھ ضم نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ اس میں علماء و اہل فتویٰ حرمین محترمین زادہما اللہ سبحانہ حرمۃً کا شکوہ شکایت ہے، تو اس کا پیش کرنا بخدمت مفتیان موصوف ظاہر بینوں کی نظر میں یہ نتیجہ پیدا کرے گا کہ اپنی شکایت وغیرہ کو دیکھ کر علمائے حرمین مکرمین زادہما اللہ الکریم کرامۃً نے اس رسالہ پر تصدیق کر دی، حالاں کہ فی الواقع تصدیق وغیر تصدیق بموجب صحت و سقم مسائل ہوا کرتی ہے، مگر تاہم کوتہ اندیشوں کی زبان بندی کے واسطے اس سوال و جواب و جواب الجواب کو عربی میں ترجمہ کر کے رسالہ عربیہ کے شامل نہیں کیا، بلکہ اُن چھ جواب الجواب پر حضرات مفتیان ممدوحین سے تصحیح و اصلاح کی درخواست

کی گئی ہے، اور اس ایک جواب الجواب کو ویسا ہی اُردو میں تحریر کر کے بجنسہٖ عبارات کو اُن حضرات علمائے کبار کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جو سالہا سال سے مکہ معظمہ میں قیام پذیر ہیں، اور یہاں کے حالات سے بخوبی آگاہ و ماہر ہیں۔ تاکہ اس جواب الجواب اور رسالہ عربیہ دونوں کو ملاحظہ بغور فرما کر واقعی امر کی تصدیق فرما دیں، اور غلط بات کی اصلاح، تاکہ عنداللہ تعالیٰ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔ اب میں بعون المعین مطلب شروع کرتا ہوں، وباللہ التوفیق۔

اعتراضِ ہفتم!

رسالہ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ میں مولود شریف کی مجالس کے جواز کے دلائل میں حرمین شریفین کے علما کا فتویٰ بھی ذکر کیا، اور ایک لطیفہ لکھا۔ کہ دو شخص مجلس مولود میں مختلف ہوئے، مثبت نے کہا کہ علمائے حرمین شریفین سے فتویٰ طلب کرو، منکر نے کہا علمائے دیوبند سے پوچھو، مثبت نے کہا کہ حرمین محترمین کی تعریفیں قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، دیوبند کی تعریف میں کونسی آیت و حدیث ہے۔ اس پر براہین والے نے علمائے مدرسہ دیوبند کی تعریفیں اور علمائے حرمین شریفین کی قباحتیں یوں ذکر کی ہیں۔ کہ "ایک صالح فخرِ عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے، تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی، آپ تو عربی ہیں، فرمایا کہ جب سے علمائے دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی، سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا (صفحہ ۲۶) اور نیز (صفحہ ۱۸۶، ۱۸۷) براہین میں لکھا ہے اقوال علمائے دیوبند کا حال جو کچھ ہے، وہ سب روشن ہے، کہ ظاہر لباس وضع ہیئت موافق شرع ہے، نماز بجماعت پڑھتے ہیں، امر معروف میں بشرط قدرت کوتاہی نہیں کرتے، تحریر فتوے میں رعایت غنی فقیر کی نہیں کرتے، حق جواب دیتے ہیں اور اپنی خطا کو بشرط صحت قبول کر لیتے ہیں، جو چاہے امتحان کر لے یہی قبولیت عند اللہ کا نشان ہے، اور لہ سے مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل و علم کے ساتھ

دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے، جو نہیں گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل مشاہدہ کے جانتا ہے کہ اکثر وہاں کے علماء نہ کہ سب کیوں کہ اکثر وہاں متقی بھی ہیں، اس حالت میں ہیں کہ لباس اُن کا خلاف شرع اسبال آستین اور دامن کا چغہ و قمیص میں کرتے ہیں، ریش اکثروں کی قبضہ سے کم، نماز میں بے احتیاطی، امر بالمعروف کا باوصف قدرت کے نام و نشان نہیں۔ اکثر انگوٹھی چھلے غیر مشروع ہاتھوں میں پہنے ہوتے ہیں، قطع صفوف شائع ہے، فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوا لو۔ اُن کو عصیاں سے کوئی مطلع کرے تو مارنے کو موجود ہو جاتے ہیں، اور خود شیخ العلمائے نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں، اور بغدادی رافضی سے کچھ لے کر ابو طالب کو مومن لکھ دیا خلاف روایات صحاح احادیث کے اور علیٰ ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علمائے حرمین لکھوں، مگر بناچاری لکھنا پڑا۔ اگر ایسی حالت میں علمائے دیوبند کو علمائے حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دے دی تو کونسا غضب کیا۔ اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علمائے دیوبند کا فتویٰ قابل اعتماد ہو گا یا علمائے حرمین کا۔ مثلاً ایک عالم فاجر مسجد میں رہتا ہے دوسرا متقی بازار میں، اگر کوئی کہے مسجد خیر البقاع والے سے مسئلہ پوچھو بازار شر البقاع والے سے مت پوچھو، تو اس مسجدی بھاٹ کو لوگ احمق کہیں گے یا نہیں۔ انتہیٰ بلفظہ ملخصاً۔"

فقیر کو اس پر یہ اعتراض ہے، کہ علمائے دیوبند کی فضیلت پر جس کی بنیاد مجہول الاسم کی خواب پر ہے تو اس قدر ناز ہے کہ تقریر اور تحریر سے در گذر

چھپوا کر شائع کر رہے ہیں اور علمائے حرمین محترمین کے یقینی فضائل جیسا کہ مسجد حرام و مسجد نبوی میں ہمیشہ نمازیں ادا کرنی اور بیت اللہ شریف کا حج و عمرہ کرنا اور حدیث[1] من زارنی متعمدًا کان فی جواری یوم القیٰمۃ ومن سکن المدینۃ وصبر علٰی بلائہا کنت لہ شہیدًا وشفیعًا یوم القیٰمۃ ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللّٰہ من الاٰمنین یوم القیٰمۃ کذا فی المشکوٰۃ اِن سب کو فراموش کر کے اپنی زعمی باتوں اور واہی حکایتوں پر اعتماد کر کے اس قدر توہین و تخفیف علماء و مفتیان حرمین شریفین کی کتابوں میں چھپوا دینی خدا جانے یہ کون سا دین و ایمان ہے، ہندوی لوگ بھی نماز میں بسخت پابند ہیں، جیسا کہ مشاہد ہے، تو علمائے حرمین شریفین کے حق میں نماز کی بے احتیاطی کا گمان سراسر خطا ہے۔ بمبئی جو عرب کا دروازہ ہے وہاں کی صوم و صلوٰۃ کی احتیاط مشہور ہے، تو حرمین شریفین کے سکنا خصوص علماء و اہل افتا کی پابندی نماز کا کیا ذکر کیا جاوے۔ اور ریش کا قبضہ سے کم ہونا دیار عرب و ترکستان میں غالباً خلقی امر ہے، اور بعض علماء سے فقیر نے سُنا کہ اگر ٹھوڑی کے اُوپر ہاتھ رکھ کر قبضہ پورا کریں تو محل طعن نہیں ہو سکتا ہے پھر فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوا لو، یہ تو ایسا بہتان عظیم ہے کہ عقل سلیم اس کو باور ہی نہیں کر سکتی کیا معنی کہ رشوت دے کر کفر کو اسلام اور اسلام کو

---

[1] جو ارادہ سے میری زیارت کرے قیامت کے دن میری ہمسائیگی میں ہو گا۔ اور جو مدینہ میں رہے اور اس کی تکلیف پر صبر کرے قیامت کو میں اس کی شہادت دوں گا۔ اور شفاعت کروں گا۔ اور جو مکہ یا مدینہ میں فوت ہو گا حق تعالیٰ اس کو قیامت میں امن والوں سے اُٹھاوے گا۔ حدیث مشکوٰۃ میں ہے ۱۲

کفر اور حرام کو حلال اور حلال کو حرام لکھوا لینا مُفتیان حرمین شریفین سے کب باور ہو سکتا ہے؟ مفتیانِ دیوبند کی فتویٰ نویسی میں عدم رعایت تو اوپر سے ظاہر ہے کہ اپنے پیشواؤں کی سخت غیر مشروع اقوال کے پاس میں امکان کذب باری تعالیٰ و تقدس اور امکان مثل خاتم المرسلین اور آپ کی برادری و بشریت میں برابری اور آپ کے علم شیطان کے علم سے کم ہونے کے فتوے مشتہر کرنے لگ گئے، اور بلا دلیل شرعی مجلس مولود شریف میں قصد مشابہت بکفار پیدا کر کے اُس کی حرمت اور بدعیت کے قائل ہو کر اہل اسلام عرب و عجم کی تکفیر پر کمر باندھ لی، اور علمائے حرمین شریفین کی یہاں تک توہین شائع کر دی کہ جس کو دیکھ کر اہل اسلام کیا دوسرے دین والے بھی ناپسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون جیسے کافر کے مقابلے میں دو اپنے معظم و مکرم رسولوں[1] کو فرمایا کہ فقولا لہٗ قولًا لیّنًا الاٰیۃ اور یہاں مفتیان حرمین شریفین کے بارہ میں ایسی سخت کلامی یہ قبول عند اللہ کی نشان ہے، شرعًا ثابت ہے کہ مسلمان کا خون، مال، عزت تینوں حرام ہیں اور مجمع البحار میں ہے[2] وعن عمر رضی اللہ عنہ ما لکم اذا رأیتم الرجل یخرق اعراض الناس ان لا تعربوا علیہ ای ما یمنعکم ان تصرحوا علیہ بالانکار ولا تستاتروہ تو خواص اہل اسلام کی طرف سے فقیر کا لکھنا مثل تحریرات بالا کے محض للہ فی اللہ ہے اللہ تعالیٰ قبول فرماوے، آمین یا رب العٰلمین۔ اور علماء خصوص عرب کے مفتیان

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علی نبینا و علیہم السلام کو فرمایا کہ تم دونوں جاؤ فرعون کی طرف اُس نے سر اُٹھایا۔ سو کہو اُس سے نرم بات شاید وہ سوچ کرے یا ڈرے ۱۲
[2] کیا ہے تم کو جب تم کسی کو دیکھتے ہو کہ لوگوں کی عزت خراب کرتا ہے، تو تم اُس پر کیوں انکار نہیں کرتے ہو اس کی پردہ پوشی نہ کرو ۱۲

وفضلاء کی عداوت و توہین کے قبائح جو کچھ کہ ہیں سب ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک توفیق رفیق فرماوے۔ فقط

اس کا جواب مؤلف براہین مع حوارمین نے یہ لکھا ہے :۔

براہین قاطعہ میں جو ایک مرد صالح کا خواب علمائے دیوبند کی شان میں نقل کیا تھا، اس پر معترض صاحب نے اس صالح کے مجہول الاسم ہونے کا اعتراض کیا ہے، یہ نہ سمجھے کہ وہ مرد صالح جنہوں نے یہ خواب دیکھا ہے بوجہ بعض مصلحتوں کے اُن کے نام نہ لکھنے سے مجہول ہونا اُن کا لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا[1] وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗ سو رجل مومن اُس شخص کا نام نہیں بلکہ عموم طور پر اُس کی صفت ہے تو اس سے بموجب قول مولانا قصوری کے جہالت ذات خداوندی کی لازم آتی کہ متکلم کلام ہے تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اور مخاطب ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسی کلام خداوندی کے ساتھ کہ جس کی تعیین اور تشخیص نہ ہو نعوذ باللہ من ذلک۔ تو گویا یہ کلام بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمل اور غیر موضوع ہوئی، استغفر اللہ اگر مولانا قصوری اس امر کی تحقیق چاہیں تو ہمارے پاس آئیں ہم اُن کو اس بزرگ کا نام بتا دیں گے، پھر غالباً اُن کی جہالت دُور ہو جاوے گی، انتہیٰ بلفظہ

فقیر کان اللہ لہٗ کہتا ہے، یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جس کا نام نہ لکھا جاوے

[1] اور کہا ایک مرد مومن نے آل فرعون سے جو اپنا ایمان چھپاتا تھا۔

اور اس سے کچھ روایت ہو تو کہا جاوے گا کہ یہ روایت مجہول الاسم کی ہے جیسا کہ اصول حدیث کے ماہروں پر مخفی نہیں، اور کلام الٰہی میں تو کسی کے نام لکھنے کی حاجت ہی نہیں، وہ تو اصدق الصادقین کی بات ہے، بہر وجہ مفید ایمان و ایقان ہے، البتہ جو امکان کذب کے قائل ہیں اُن کے نزدیک رجل مؤمن کی روایت سے جہالت وغیرہ کا ثبوت واقعی ہے، مقام غور ہے کہ منصفانہ طور سے جو ایک اعتراض کیا گیا تھا، اس سے اُن کو اس قدر غصہ آیا اور اپنے مقتدا کے پاس دامن گیر ہوئے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی جہالت ثابت کرنے اور قرآن کی آیت کے مہمل بنا دینے تک نوبت پہونچا دی، حالانکہ ہر اد نیٰ و اعلیٰ ذی علم جانتا ہے کہ راوی کے مجہول الاسم ہونے سے قائل کی جہالت نہیں ثابت ہوتی ہے، اور بندوں کی کلام کے متعلق قاعدہ کلیہ بیان کرنا اللہ تعالیٰ کی کلام میں اس کے جاری کرنے کو لازم نہیں پکڑتا ہے، ایسے دہن دریدہ اور شوخ دیدہ لوگوں سے مخاطب ہونا بھی شرعاً ناپسند ہے مگر عوام اہل اسلام اور دین متین کی خیر خواہی کی نیت سے کچھ لکھنا بولنا پڑ جاتا ہے، تاکہ قیامت کے مؤاخذہ سے سبکدوشی حاصل ہو جاوے۔ اب آئندہ ان کی کلام کا خلاصہ بلفظہ قال لکھ کر اس کا مختصر جواب اقول سے لکھ دوں گا

قال اور وہ علمائے حرمین کہ پرہیزگار ہیں، لباس اُن کا موافق شرع کے اور خلاف شرع و بدعات سے مجتنب ہیں، عقائد میں بھی موافق قرآن و حدیث و کتب کلامیہ کے ہیں فضیلت اُن کی علمائے دیوبند پر ثابت ہے اور دعویٰ ہمارا فضیلت علمائے دیوبند کا علمائے حرمین پر بعض کی نسبت ہے،

نہ کُل کی سوا الا ماشاء اللہ اگر ایسے اشخاص نکلیں گے تو چند ہی نکلیں گے۔

اقول براہین قاطعہ میں اکثر علمائے حرمین شریفین پر اعتراض کیا ہے اور صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ اس بندہ عاجز نے ایک عالم نابینا سے جو مسجد مکہ میں بعد نماز عصر کے وعظ کہتے ہیں، حال مجلس مولود کا پوچھا، تو انہوں نے فرمایا بدعۃ حرام۔ پس وہاں کے علماء حقانی اس عمل کو مذموم جانتے ہیں انتہیٰ۔ اور اُوپر اسی براہین کے صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰ سے نقل کیا گیا ہے کہ اکثر ملعین اور جماعت کثیرہ اور سوادِ اعظم اہل سنت ہیں، پس جو اس کے موافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو، وہ سوادِ اعظم اور حق ہے، اور جو اس کے خلاف کہے اگرچہ تمام عالم ہو باطل ہے انتہیٰ۔ پس ثابت ہوا کہ اُن کے نزدیک وہ ایک نابینا عالم مکہ معظمہ کا جس نے مجلس مولود کو بدعت حرام کہا ہے وہی سوادِ اعظم اور اہل سنت اور حق پر ہے، باقی سب کے سب جو مجلس مولود کو جائز جانتے اور اس میں شامل ہوتے ہیں باطل اور ناحق پر ہوتے۔ اور جواب تفصیلی میں جو کچھ گول گول لکھا ہے تو یہ اراکین ریاست بہاول پور سے تقیہ ہے۔

قال معترض کو مکان، اور مکین میں بھی فرق نہیں معلوم ہوتا، ہر شخص جانتا ہے کہ دیوبند کیا حرمین شریفین تمام رُوئے زمین کے مکانوں سے افضل ہیں، پھر معترض صاحب علمائے دیوبند کو مقابلہ حرمین شریفین کے کیوں ذکر کرتا ہے!

اقول شاید اِن لوگوں نے اندھیری کوٹھڑی میں بیٹھ کر استاذ سے تعلیم پائی تھی کر وہ تاریکی اُن کے ظاہر و باطن پر چھا گئی کہ ہر جگہ تحریف و بہتان سے کام چلاتے ہیں، فقیر کا اعتراض اوّل سے آخر تک پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ علمائے دیوبند

یا دیوبند کا مقابلہ حرمین شریفین سے نہیں کیا، بلکہ علمائے دیوبند کے علمائے حرمین شریفین سے مقابلے کو ناپسند کیا ہے، مگر مکذبین کذب کے عاشق ہیں۔

قال۔ حدیث من زارنی متعمداً کان فی جواری یوم القیٰمۃ جو مشکوٰۃ سے منقول ہوئی ہے، اس میں بجائے متعمداً کے معتمداً کا لفظ ہے، جو تحریف حدیث و اصلاح حدیث ہے، اور اس حدیث کے تین فقرے ہیں، پہلے فقرے من زارنی متعمداً پر مرقات میں لکھا ہے ای لا یقصد غیر زیارتی من الامور التی تقصد فی اتیان المدینۃ من التجارۃ وغیرھا او المعنی لا یکون مشوبا بالسمعۃ ریا واغراض فاسدۃ بل یکون عن احتساب واخلاص، تو اب یہ قرینہ ظاہر ہے کہ ماورا مدینہ کے لوگوں کے لئے ہے، نہ خاص مدینہ والوں کے لئے جیسا کہ معترض سمجھا۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی لمعات میں متعمداً کے لفظ پر یہ لکھا ہے ای لا یکون تبعاً للحج فان قصد الزیارۃ فقط فذالک ظاہر وان قصد الحج والزیارۃ جمیعاً فھذا ایضاً لا ینافی تعمد الزیارۃ اس عبارت شیخ سے بھی مستحق وعدہ نبوی کے باہر کے لوگ معلوم ہوتے ہیں جو اور ملکوں کے ہیں۔ پھر اس جملہ حدیث کو ان میں حصر کرنا خلاف محمل حدیث اور خلاف سیاق و سباق کے ہے۔ البتہ عموماً یہ حدیث باہر والوں کو شامل ہے، اگر خاص کر مدینہ والوں کو ہی مشتمل ہو جائے تو ہمارے مدعا کے خلاف نہیں، اس لئے کہ جو شخص قصد زیارت کا کر کے جاوے گا وہی وعدہ

---

۱ میری زیارت کے سوا کسی اور کام کو مقصود نہ جانے مدینہ کے جانے میں تجارت وغیرہ سے، یا معنی یہ ہوں کہ میری زیارت کو ریا وغیرہ فاسد غرضوں سے ملوث نہ کریں بلکہ نیک نیتی و اخلاص سے ہو ۱۲۔ ۲ میری زیارت تابع حج کے نہ ہو، پس اگر صرف زیارت کا قصد کیا تو یہ ظاہر ہے اور اگر حج و زیارت دونوں کا قصد کیا تاہم یہ منافی قصد زیارت کے نہیں ہے ۱۲

میں شامل ہوگا اگرچہ کہیں کا ہو نہ یہ کہ وہاں کے لوگ ہی ہوں۔

اقول جو لوگ ایسے صریح بہتانوں پر کہ بندوں کی کلام میں راوی کے مجہول الاسم ہونے سے کلام الٰہی میں یہ قاعدہ جاری ہو کر معاذ اللہ اس عالم الغیب والشہادۃ کا جاہل ہونا لازم آتا ہے، اور آیت قرآنی کا مہمل ہونا اور صریح علمائے دیوبند و علمائے حرمین شریفین کے تقابل میں گفتگو کہ تقابلہ دیوبند و حرمین محترمین پر حمل کر کے مکان اور مکین میں فرق نہ کرنے کا طعن کرنا کمر باندھ لیں، تو ان سے کب بعید ہے کہ لفظ متعمداً کو معتمداً قرار دے کر کاتب کی تحریف تک نوبت پہونچاویں، اور فقیر نے کب دعوٰی کیا تھا کہ حدیث من زارنی متعمداً احرمین شریفین کے باشندوں سے خاص اور اُن کے حق میں حصر ہے، تاکہ اعتراض اس کے عموم کا فقیر پر عائد ہوتا اور اس میں تو شک نہیں کہ من زارنی متعمداً کی بشارت میں اہل حرمین محترمین اولاً واصالۃً داخل ہیں، کیوں کہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان لوگوں کو یہ سعادت سب سے بڑھ کر نصیب ہے۔ پھر بعد ازاں فقرہ ومن سکن المدینۃ وصبر علی بلائہا الخ اور فقرہ ومن مات فی احد الحرمین الخ کو بھی عام ٹھہرا کر اخیر میں لکھا ہے، ان تینوں جملہ مذکورہ بالا حدیث سے عمومیت معلوم ہوتی ہے نہ خصوصیت انتہی۔

تو اس کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر گذرا ہے، کہ دعوٰی خصوص اور حصر کا کسی نے نہیں کیا، البتہ اولاً واصالۃً یہ بشارت اہل حرمین محترمین کے حق میں ہے، اب غور کیجئے کہ اوپر یہ عذر تھا کہ ہم سب کے علمائے حرمین شریفین اور ان کی فضیلت میں انکار نہیں، اب ان کی فضیلت ظاہر با ہر کے عموم وغیرہ میں طول طویل کلام ہو کر ورق سیاہ ہوئے ہیں، جن کو فقیر نے بطور خلاصہ و اختصار کمال بیان کیا ہے، پھر

اس حدیث پر جو یہ طعن کیا ہے کہ عن رجل من آل الخطاب سے شروع ہے، حالانکہ رجل کو آپ نہیں جانتے، اور مرد صالح کو ہم جانتے ہیں۔ انتہی۔

فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ رجل من آل الخطاب کلام دینی کتابوں میں تحریر ہے، مرقات میں عن رجل من آل الخطاب کے نیچے لکھا ہے وکتب میرک علی الھامش ابی حاطب بالحاء المہملۃ وکسر الطاء ووضع علیہ الطاء وکتب تحتہ کذا فی الترغیب للمنذری انتہی ملخصًا اور علاوہ اس سے صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں میں یہی مضمون موجود ہے، جس کے راوی اکابر صحابہؓ سے ہیں، مشکوٰۃ کے اسی باب کے پہلے اور دوسرے فصل میں دیکھ لو۔ پس اس حدیث شریف کے ارشاد نبوی ہونے میں کوئی بھی خلل نہیں ہے، اور سکنائے حرمین شریفین کی فضیلت پر خصوصاً اور دوسرے زائرین و مقیمین کی بشارت پر نص صریح ہے، اور علمائے دیوبند کی یہ فضیلت کہ گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُردو بولی میں استاذ ہیں قطع نظر اس سے کہ مجہول الاسم کی روایت ہے، نقلاً وعقلاً محال بھی ہے، عربی زبان سے کون سی زبان اشرف ہے جس کے سیکھنے اور بولنے میں عربی پر ترجیح ہو تنویر الابصار اور اس کی شرح در مختار میں ہے للعربیۃ[1] فضل علی سائر الالسن وھو لسان اھل الجنۃ من تعلمھا او علمھا غیرہ فھو ماجور وفی الحدیث احبوا[2] العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اھل الجنۃ فی الجنۃ عربی انتہی

[1] عربی زبان کو تمام زبانوں پر فضیلت ہے، اور وہ بہشتیوں کی زبان ہے، جو اس کو سیکھے یا سکھلائے تو وہ ثواب دیا جائے گا ۱۲

[2] عرب کو تین وجہ سے دوست رکھو، کہ میں عربی ہوں، اور قرآن عربی ہے، اور بہشتیوں کی زبان عربی ہوگی بہشت میں ۱۲

ردالمحتار علی الدرالمختار میں ہے، وقد ورد فی حب العرب احادیث کثیرۃ تصیر الحدیث بمجموعہا حسنًا وقد افردھا بالتالیف جماعۃ الخ انتہی ملخصًا اور جو لوگ امکان کذب باری تعالیٰ کے اور قلت علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شیطان لعین کے علم سے وغیرہ ذلک ایسی ہزلیات کے معتقد ہوں، اور ان باتوں کو اس آخر زمانہ بہجوم اعدائے دین میں بذریعہ اخبارات شائع کریں، اور کتابوں میں چھپوا دیں، بھلا کوئی دیندار اُن کی خوابوں پر اعتبار کر سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔

قال بدوی لوگوں کا نماز پر سخت پابند ہونا بالکل خلاف واقع ہے آپ تو وہاں گئے نہیں مگر حاجیوں سے ذرا تحقیق کر لیتے تو حال معلوم ہو جاتا۔

اقول نہایت معتبر حاجیوں نے ایسا ہی بیان کیا۔ فقیر کے احباب تمام مُسلمانوں پر نیک گمان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم کو خویشتن بینی اور دوسروں پر بدبینی سے پناہ میں رکھے، عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

مرا پیر دانائے مرشد شہاب — دو اندرز فرمود بر روئے آب

یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش — دوم آنکہ بر غیر بدبیں مباش

جو لوگ علمائے شریعت اور مشائخ طریقت کہلا کر علمائے حرمین محترمین پر بدبینی کریں، اور اپنی خودبینی یہاں تک کہ در پردہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

۱؎ بیشک محبت عرب میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں، جو حسن ہیں، اور بہت سے علماء نے اُن کو جمع کیا ہے ۱۲ منہ وروایت فی رسالۃ کتاب التقرب فی محبۃ العرب الباب التاسع عشر فی ان کلام من یحسن العربیۃ بالفارسیۃ نفاق والباب العشرون فی ان الکلام بالفارسیۃ ینقص المروۃ واثبت ھذا الامر بالحدیث الصحیح من المستدرک وقال رجال ثقات انتہی فلما کان الحال ھکذا فی الفارسیۃ فما ظنک بتکلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالھندیۃ

کی اُستاذی تک نوبت پہونچا دیں، اللہ تعالیٰ ان کو توبہ و انابت کی ہدایت فرمائے اور دین متین پر اعدائے شرع مبین کو نہ ہنساوے، آمین یا رب العالمین۔

قال بمبئی میں اکثر میمن لوگ ہیں، جو کئی پشت یا دو پشت سے مسلمان ہیں سود خواری اور بدعات میں منہمک ہیں، اپنے بڑوں کی طرح علماء اُن کو سمجھاتے ہیں، مگر وہ باز نہیں آتے، سو بدعتی کی نسبت مشکوٰۃ میں حدیث ہے من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام یعنی جن کی عزت کرنے سے اعانت ہدم اسلام ہوتی ہے، تو اُن کا قول وفعل کیونکر معتبر ہوگا، اور ان کا صوم وصلوٰۃ کیونکر مقبول ہوگا۔ البتہ وہ بہت مالدار ہیں، جو علماء اُن کی خواہش کے مطابق فتوے دیتے اور بدعات میں اُن کے شامل ہوتے ہیں، تو وہ اُن کو روپیہ دیتے ہیں اس وجہ سے شاید بمبئی والے قابل تعریف ہونگے، مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ حج کے سفر کا مسافر خواہ کیسی ہی لجاجت سے دعا مانگے، جب اس کا کھانا پینا، لباس حرام ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی، جب اجابت دعا نہ ہوئی تو سب عبادات اُن کی ضائع اور رائیگاں ہوئی۔ میمنان بمبئی کا ایسا ہی حال ہے الا ماشاء اللہ، ایسے لوگوں کی عبادت کی سند پکڑنی اور اُن کو باعتبار عبادت کے محتاط کہنا آپ ہی کا کام ہے۔

اقول ماشاء اللہ علم نافع اور رشد اسی کا نام ہے، بمبئی کی مساجد میں ہجوم نمازیوں کا بہ نسبت ہندوستان و پنجاب کے بہت ہے علی العموم اس کا ذکر تھا، علمائے دیوبند کی سلامت روی، اور پابندی شرع نے میمنوں کی شکوہ شکایت اور خوشامدی علماء کی مداہنت اور اُن کے عدم قبول عبادت میں اس قدر

زبان درازی فرمائی کہ کوئی دقیقہ دقائق بدگوئی سے نہ چھوڑا ہم تو اپنے لئے اور جمیع اہل اسلام کے لئے یہی دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فسق اعتقادی اور فسق عملی سب سے سچی توبہ نصیب کرے، بے شک ان کی یہ بھی صفت ہے ؎

گناہ آمرز رنداں قدح خوار بطاعت گیر پیران ریاکار

فقیر اگبوٹ کی انتظاری میں چندے بمبئی میں قیام پذیر رہا۔ مسجدوں میں جو میمن لوگ وغیرہ دولت مند دیکھے تو متواضع اور بُردباری پائے، عجب نہیں کہ خود بین علمائے ان کا خاتمہ اچھا ہو جاوے، اگر فی الواقع سُود خواری اور بدعات انکار وتیہ ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کو توبہ نصیب کرے، اور حلال کی لذت چکھاوے اور حرام کی اُلفت اُن کے دلوں سے ہٹاوے۔ صاحب براہین کی اکثر عمر نوکری چاکری اور دولت مندوں کی تعظیم و تکریم میں گذری، اور مدرسہ دیوبند کا چندہ بھی جن لوگوں سے ملتا ہے جب تفتیش کی جاوے، تو ان کا حال بھی بمبئی کے میمنوں سے بہتر نہ ہوگا۔ تو اب خدا جانے کہ اُن کی دُعا و عبادت حسب اُن کے فتوے کے کیونکر قبول ہوگی، اللہ تعالیٰ نیک سمجھ دیوے۔

قال ریش کا قبضہ سے کم ہونا دیار عرب و ترکستان میں غالباً یہ امر خلقی ہے، کیا خوب یہ صریح امر کا انکار ہے، کہ عربوں اور ترکوں کی ڈاڑھیں اصلی اور خلقی ہی ایسی ہیں یہ ع

دروغ گویم بر روئے تو

ہے، اور ترکوں کا حال حاجیوں سے دریافت کرنا چاہیئے کہ ڈاڑھی بموجب قاعدہ فوجی مونڈی ہوئی ہوتی ہے، یا اصلی ہی ایسی ہوتی ہے۔

اقول گفت گو تو اس میں ہے کہ اکثر ترکوں اور عربوں کی ڈاڑھی چھوٹی ہے خلقی طور پر جیسا کہ بہت سے یار قندی بخاری عربی جو پنجاب میں وارد ہوتے ہیں، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا۔ اور یہ تو دعویٰ نہیں کہ ترکوں کی ڈاڑھی بالکل ہوتی ہی نہیں جیسا کہ عیب چین نے اس پر بخلاف منطوق کلام کے حمل کر لیا اور اب مکہ معظمہ میں بہت سے ترکوں کی ڈاڑھیاں دیکھی گئی ہیں، لشکری لوگ البتہ منڈواتے ہیں سو عرب کے علما ر اس امر کو ناجائز کہتے ہیں۔ ایک دن بعد صبح کے ایک عالم مکہ معظمہ نے ڈاڑھی کے منڈوانے کی ممانعت کے ہی مسائل بیان کئے تھے، سو کلام علمائے حرمین شریفین میں تھی۔ عام لشکری لوگوں میں مباحثہ ڈال دیا۔ فقیر کے بزرگوار عربی تھے، اور عرب سے محبت بھی ہے، جو کوئی اُن کا شکوہ کرتا ہے تو بُرا معلوم ہوتا ہے، چہ جائے کہ کتابوں میں سخت توہین ان کی چھپ جاوے، شرع اسلام میں ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمة و الموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن کا حکم ہے، نہ کہ خواہ مخواہ جھوٹ سچ ملا کر طومار باندھ کر ایسے متبرک مقام کے عمائد کے ہجو پر لے درجے کی چھپوا دینی کوئی بھی دین دار عالم اس کو پسند نہ کرے گا۔

قال اور ٹھوڑی کے اوپر ہاتھ رکھ کر پورا کرنے کی روایت جو بعض علما سے لکھی ہے، وہ کون علما ہیں اور کس کتاب میں ہے، مسائل فقہیہ میں بھی اجتہاد شروع کر دیا۔ آپ تو مقلد ہیں، ناک اور ماتھے پر ہاتھ رکھ کر قبضہ پورا کیا جاوے تو ٹھوڑی اور مونچھ کو بھی تراش ڈالنا پڑے گا۔ عالمگیری میں موجود ہے کہ

ـــــــــــــــــــ

ؔ بُلا خدا کے راستہ کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے اور جھگڑا کر اُن سے اچھے طریق سے ۱۲

القص[1] سنة فيهما وهو ان يقبض الرجل لحيته فان زاد منها على قبضة قطعه كذا ذكر محمد في كتاب الآثار۔ اِس روایت سے ڈاڑھی کا قبضہ پورا کرنا لکھا ہے نہ ٹھوڑی سے۔ اہل عرب کی ڈاڑھی تم شوانی پر ایسی کمر باندھی کہ روایات فقہیہ میں بھی تغیر و تبدل اور ایجاد بندہ پیدا کر دیا۔ شیخ عبدالحق لمعات میں توربشتی سے نقل کرتے ہیں۔ قال التوربشتي قص اللحية كان من وضع الاعاجم وهو اليوم شعار كثير من المشركين كالافرنج والسود ومن لاخلاق له في الدين من الفرقة الموسومة بالقلندرية طهر الله عنهم لدن اس عبارت سے بخوبی عیاں ہو گیا کہ جو مقدار ڈاڑھی کے رکھنے کی ہے وہ عند الشرع قبضہ ہے، اس سے کم کرنا یا منڈوانا عرب کا طریقہ نہیں بلکہ عجم کا فعل ہے، اور اب فرنگی و حبشی اور قلندریہ نے یہ طرز اختیار کر رکھا ہے، وہ لوگ بد دین ہیں، اب آپ فرمائیں کہ یہ تاویلات جو آپ نے کی ہیں بے ہودہ ہیں یا نہیں اور آپ غلطی محض پر ہیں یا نہیں؟"

اقول فقیر کو تحقیق یہی ہے کہ ڈاڑھی قبضہ کے برابر رکھنی مسنون ہے، اور اس سے کم کو کتروانا مکروہ ہے، اور منڈوانا حرام ہے، اور بعض علماء کا قول جو فقیر نے نقل کیا واسطے تردید سخت ہجو کے تو اس سے فقیر پر الزام اجتہاد وغیرہ کا لگانا عیب چین صاحب کی دریدہ دہانی ہے، مگر اب تک اُن کی طرف سے کوئی ایسی دلیل نہیں گذری جس سے ثابت ہوتا کہ جو بال مسترسل عن الذقن ہوں اُن کا نام ہی ڈاڑھی ہے، تاکہ اِن کا مدعا مدلل ہوتا۔ حالانکہ اگر کوئی بعض علماء کی طرف سے

---

[1] قص سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی ڈاڑھی قبضہ کرے، اگر اس سے کچھ زائد ہے تو اس کو کترا دے امام محمد نے کتاب آثار میں ایسا ہی ذکر کیا ہے ۱۲

یہ اعتراض ان پر کرنے کہ لحیہ نام اُن بالوں کا ہے جو رخساروں اور ٹھوڑی پر نکلتے ہیں، جیسا کہ مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اللحية[1] اسم لجمع من الشعر ما نبت على الخدين والذقن انتهى۔ تو اب ذقن کے اوپر کے بالوں کا نام بھی لحیہ ہوا، اور بعض علمائے قول کی دلیل ثابت ہو گئی، تو اس کا جواب بذمہ عیب چین باقی رہا۔ اور فقیر تو خود بھی مسترسل بالوں سے قبضہ پورا کر کے اپنی ڈاڑھی برابر کرتا ہے، اور ایسے ہی لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں، اور جو اس کا خلاف کرتے ہیں اُن کو دیکھ کر بشرط مقدور منع کرتا ہوں، ورنہ دل سے بُرا جانتا ہوں۔ اللہ تعالٰے جمیع اہل اسلام کو بد عقیدوں اور خود پسندوں سے پناہ میں رکھے، ولنعم ما قیل ؎

عیب خود ابلہ نہ بیند در جہاں   باشد اندر جستن عیب کساں

واللہ ہو الہادی۔ قال "اور مفتیان حرمین کی نسبت" الخ جناب مولوی صاحب یہ احتمال عقلی نہیں جس کو آپ تحریر فرماتے ہیں کہ عقل سلیم کب اس کو تسلیم کر سکتی ہے، بلکہ خبر ہے مطابق محکی عنہ کے کرتا اس کا ضروری امر ہے، اگر مطابق ہو تو سچی ہے ورنہ کاذب، سو آپ عرب نہیں گئے اور نہ حاجیوں سے دریافت کیا، اگر اُن سے دریافت کرتے تو آپ کو وہاں کا حال معلوم ہوتا۔ چنانچہ بعضے مفتیوں نے حال ہی میں کچھ روپیہ بغدادی رافضی سے لے کر ابوطالب کو مسلمان لکھ دیا حالانکہ ابوطالب کا کفر حدیث صحیح سے ثابت ہے، پھر یہ کون سی دیانت و

---

[1] ماقبل اس کے یہ عبارت ہے۔ ن واعفوا اللحى بكسر لام افصح من ضمه جمع لحية لا ينافيه ح كان ياخذ من لحيته من طولها وعرضها لان المنهى قصها كالاعاجم او جعلها كذنب الحمام والاخذ من مجمع الاطراف لا يكون من القص في شئ۔ پھر تو کوئی علامت کے بعد وہ عبارت لکھ دی جو متن میں منقول ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

پرہیز گاری ہے، اور مولوی صدیق حسن سرگروہ غیر مقلدین کی کتاب عون الباری اور نیل الاوطار شوکانی جو مصر میں طبع کرائی ہے، اس پر علمائے مکہ کی تقریظیں لکھوائی ہیں، باوجودے کہ حنفیہ کے مخالف ہے، اس پر تقریظیں لکھ دیں۔

اقول رشوت دے کر جو کچھ کوئی چاہے علمائے حرمین محترمین سے لکھوائے یہ بڑا بھاری اعتراض ہے، اور میاں رشید احمد بھی قسمیں کھا کر ایسا کہا کرتا ہے جیسا کہ بعضے ثقات نے فقیر سے ذکر کیا۔ اور خود اُن کی تقریظ براہین کے اخیر ہے جس میں یہ اعتراض درج ہے، تو یہ بالکل ہرزہ درائی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بغدادی رافضی کا رشوت دینا کیا اُن کے روبرو ہوا تھا، یا کون سے شاہد عادل نے اُن کے پاس شہادت دی تھی، اور فتویٰ ایمان ابوطالب صاحب کا کون ہے اس کی نقل کرنی اور بجنسہٖ دکھانا موجب اطمینان ہے پس جب ان امور شنیعہ یقین سے کوئی بھی بیان نہ کیا اور یوں ہی رجماً بالغیب طومار باندھ رہے ہیں تو اس میں عند الشرع یہ خود مفتری قرار دیئے جاویں گے۔ اور در اصل بات یہ ہے کہ جو شخص اُن کے برخلاف ہو خواہ وہ کیسا ہی حق صریح پر ہو، یہ اس کے معاند سخت بن جاتے ہیں۔ فقیر کو کئی ارا کین ریاست بہاول پور کے روبرو میری غیبوبیت میں صاحب براہین کمال تعریف سے سراہا کرتا تھا، اور کہتا تھا کہ اس شخص نے اپنے آپ کو دینی کاموں کے سرانجام کے لئے وقف کر رکھا ہے، اب جب ان کی غلطیوں کو ظاہر کیا تو کہیں فقیر کو بدعتی، کہیں خوشامدی، کہیں مشرک، کہیں کافر بنا رہے ہیں، جیسا کہ اُوپر کی تحریر سے ناظرین پر ہویدا ہے، اور حضرات علماء و مفتیان حرمین محترمین بہت سے مسائل میں اُن کے زعمی اجتہاد کے مخالف

ہیں، جیسا کہ اُن کے نزدیک تکرار جماعت ایک مسجد میں بالکل ناروا ہے۔ اور حرمین شریفین میں یہ امر بموجب حکم شرعی کے رائج ہے، اور مجلس مولود مروج اور قیام اس میں اُن کے نزدیک مکروہ، حرام، بدعت، کفر، شرک تک پہونچ گیا ہے اور حرمین مکرمین میں عمدہ طور سے رائج ہے۔ مرزا قادیانی براہین احمدیہ میں انبیاء سے برابری کرتے سے بڑھ کر نبیوں سے اپنے آپ کو اونچا کر رہا ہے۔ میاں رشید احمد اس کو مرد صالح سے تعبیر کرتے ہیں، اور فقیر نے جب اس کا رد لکھ کر مع اس کی اصل کتاب اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے جس میں اُس نے مرزا کے اقوال کی تائید کی ہے، حرمین معظمین بھیج کر فتویٰ طلب کیا تو اوّل مولانا و بالفضل والکمال اولنا محی السنۃ قامع البدعۃ حضرت مولوی محمد رحمت اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ سلمہ اللہ اور پھر مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وغیرہم مدرسین نے اس کی تکفیر و تفسیق فرمائی تو اس قسم کے اختلافات سے حضرات علمائے کبار دیار عرب ہدف سہام ملام اُن کے نہ ہوں تو اور کیا ہو، اور بنا بر اپنی سخن پروری کے رشوت خوری اور خلاف شرعی کے دھبے اُن کے دامن عصمت کو لگانے شروع کر دیئے، اور یہ شرم نہ آئی کہ مخالف و موافق اس میں کیا کہیں گے، یہ ہم کیسی بے حیائی کر رہے ہیں۔ شعر

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی!

پھر بعد ازاں مفتیان دیوبند کی تعریفات میں مبالغے کئے ہیں، وہ سب کے سب اُن کے عقائد مرقومہ بالا اور عیب چینی اکابر علمائے عرب سے تصدیق ہو رہے ہیں جس کو دانشمند لوگ بخوبی جان گئے اور جان جائیں گے۔

قال ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ حرام ما بین عیر وثور فمن احدث فیہا حدثا او اوی محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ صرف ولا عدل

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، کہ جو شخص حرم مدینہ طیبہ میں رہ کر کسی قسم کی بدعت کرے، یا جگہ دے کسی بدعتی اور ظالم کو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی ہوگی، اور اس کے فرض ونفل بھی قبول نہ ہوں گے۔ یہ کیسی بڑی وعید ہے اُن لوگوں کے لئے جو وہاں رہ کر بدعات کے کام کرتے اور بدعتیوں کو ٹھکانا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے تو عام عجم ہی کے لوگ اچھے ہیں، چہ جائے کہ خصوص علما اس طرف کے جیسے حرمین کے سکنا کو نیکی کا ثواب زیادہ ہے، ویسے ہی بُرے کام کا گناہ بھی تو المضاعف ہے پھر عام طور پر معترض صاحب کا وہاں کے لوگوں کے لئے فضائل ثابت کرنے خواہ وہ بدعتی یا عاصی یا ظالم کو ٹھکانا دینے والے ہوں۔ یا خلاف سنت کرنے والے ہوں، باطل اور لغو ہے۔ البتہ جو لوگ سکنائے مدینہ طیبہ صلحا، و محتاط و متقی ہیں بدعات و خلاف شرع سے بچتے ہیں، تو وہ لائق فضائل اور نور علی نور ہیں، ذرہ سی نیکی اُن کی اَحدوں کی نیکی پر بدرجہا فضیلت رکھتی ہے۔

اقول ۔ مکہ معظمہ میں جو اب آکر دیکھا اور چھ مہینے تک رہنے کا اتفاق ہوا تو عرب خاص اس قدر کم نظر آتے کہ آٹے میں نمک بھی نہیں۔ اکثر سندھی، بنگالی، ترکی وغیرہا ملکوں کے لوگوں سے مکہ معظمہ پُر ہے، جو خاص للہ فی اللہ کی غرض سے ہجرت کر کے آئے، اور تائید دین متین کرتے والے ہیں وہ بہت

قلیل ہیں، اکثر دکاندار اور دنیاوی اغراض کے حاصل کرنے والے اور معاش پیدا کرنے کو بیٹھے ہیں۔ فقیر جس آگبوٹ میں بمبئی سے روانہ مکہ معظمہ ہوا تھا، میرے قریب کی چوکی پر ایک نوجوان ہندوستانی بیٹھے تھے، اور وہ مکی معلم حجاج کہلاتے اور حاجیوں کو اپنی طرف بلاتے تھے، جب بوقت نماز ہم لوگ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو وہ شخص یا تو قبلہ کی طرف پاؤں پسارے ہوئے لیٹا ہوتا تھا یا کبھی کبھی اِدھر اُدھر پھرتا تھا۔ اور اکثر اوقات اس کے اشعار اُردو عشقیہ پڑھنے اور خط و خال کی تعریف میں بسر ہوتے تھے، جب حاجیوں کو اپنی طرف رغبت دلاتا تھا تو اس قدر خلاف واقعہ باتیں کرتا تھا کہ العیاذ باللہ گویا جھوٹ کا پُتلا تھا۔ پھر قمران میں جب اُترے تو ایک مال مردم خوری کے واقعہ میں وہ اور کئی اس کے ہم پیشہ گرفتار ہو کر آٹھ نو دن محبوس رہے، پھر مکہ معظمہ میں ماہ مبارک رمضان میں تو وہ کبھی نظر نہ آیا۔ نصف شوال کے بعد مطاف میں کبھی دو تین عورتوں کو کبھی دو ایک مردوں کو طواف کراتا نظر آیا جس سے بلاحظہ دوسرے واقعات یہی یقین ہوا کہ ایسے لوگ بیرون جات نے اہل عرب کو بدنام کر رکھا ہے،

عیب چین اہل مدینہ منورہ کی وعیدات کی روایات نقل کرتا ہے، اور اُن کے فضائل و ثواب کی احادیث صحیحہ جس کا شمہ رسالہ جذب القلوب میں مذکور ہے نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو وہ زبان نہ دے کہ علماء حرمین شریفین کی نکوہش کریں، یہاں کے باشندے خصوص علمائے جو مبعوث عنہم ہیں اُن کے ثوابات اور فضائل کا اگر شمار کریں تو دفتر ہی بن جائیں، اور بہر حال جس قدر

بدعات وفسق اعتقادی وعملی ہندوستان وپنجاب وغیرہما میں ہیں، یہاں پر اس کا عشرِ عشیر بھی نہ ہوگا۔ اور وہاں سے یہ آتشِ فتنہ یہاں بھی آپہونچی ہے، کئی نیچری بہت سے وہابی غیر مقلد وغیرہما اس جگہ بھی شرارت انگیزی کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے پناہ میں رکھے۔ اور عیب چین جن علمائے عرب کی تعریف کرتا ہے، جی ایک نابینا عالم تھے، جن سے اس کو حرمت اور بدعت مجلس مولود کا فتویٰ ملا تھا، جیسا کہ براہین سے اُوپر منقول ہو چکا ہے، حرمین شریفین کے فاسقوں سے عجم کے عوام لوگوں کو اچھا کہنا محض عناد کی وجہ سے ہے، ورنہ ہر کوئی جانتا ہے جن گناہ گاروں کو ہر سال حج ورمضان شریف کے عمرے کرنے کا اتفاق ہو تو اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ کیوں نہ معاف فرمادے گا۔ فقیر نے مکہ معظمہ میں کنز العمال حضرت علی متقی علیہ الرحمۃ کی دیکھی، تو اس میں ایک حدیث دیکھی جس کا مضمون یہ ہے کہ جو پچاس طواف کرے، اس کی ساری عمر کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔" لیجئے اَب حج کے آگے پیچھے بھی اُن کے لئے وسائل مغفرت موجود ہیں، اللہ تعالیٰ پناہ دیوے ایسے لوگوں سے جو حرمین شریفین کے سکنا کے پیچھے پڑجاویں اور اہل حرمین محترمین کو بھی حق تعالیٰ اپنی مرضیات میں معروف رکھے، آمین

قال۔ فَقُولَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا میں باری تعالیٰ نے تبلیغ احکام میں نرمی کا حکم فرمایا ہے، اس لئے کہ نصیحت اور سمجھانا نرمی سے چاہیئے، اور جب دوسرے کا حال بیان ہوتا ہے، تو اصلی ہی بیان ہوتا ہے جیسا کہ اسماء الرجال میں دستور ہے ایسے ہی ہم حال بیان کر رہے ہیں، تا کہ اُن کے قول وفعل کی لوگ سند نہ پکڑیں۔ دوسری وجہ قول لین کی امام رازی نے یہ لکھی ہے کہ

جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرعون کے یہاں پرورش پائی تھی تو وہ بمنزلہ باپ کے ہوا۔" ایسے مربی کے روبرو نرمی سے ہی گفتگو چاہیئے نہ کہ ہر شخص کے لئے، اور حدیث مجمع البحار کی جو غرض مسلم میں لکھی ہے تو اس کی تخریج نہیں کی، قابل استدلال کیوں کر ہو اوروں پر بوجہ ضعف رواۃ کے اعتراض کرنا اور خود ایسی حدیث پیش کرنا۔

اقول۔ اسماء الرجال والے بزرگوار تو علی العموم واسطے تائید دین متین اور تحقیق روایت مسائل شرعیہ کی وجہ سے سب کے سب راویوں کا حال بیان کر دیتے ہیں، ان کو نہ کسی سے بغض ہوتا ہے نہ عناد، اور یہ عیب چین لوگ جب علمائے عرب کے کئی مسائل شرعیہ میں مختلف ہوئے اور اپنے فتویٰ کو اُن کے فتوے پر ترجیح دینے کے واسطے اُن کی عیب چینی اور غیبت اور بہتان کے ذریعے ہوئے اور پھر اس کو اصلی بیان اسماء الرجال والوں کا سا حال نام رکھنا محض خام خیالی ہے، اور امام رازی سے جو نقل لی ہے اس میں خیانت کی ہے جیسے کہ اُن کی عادت ہے، امام رازی نے کافر جاحد کے ساتھ نرمی کے امر کی دو وجہ لکھی ہیں۔ الاول انہ علیہ السلام کان قد رباہ فرعون فامرہ ان یخاطبہ بالرفق رعایۃ لتلک الحقوق وھذا تنبیہ علی نہایۃ تعظیم حق الوالدین انتہی بلفظہ۔ اَب اس وجہ میں فرعون کو بمنزلہ باپ کے نہیں لکھا ہے، بلکہ مربی لکھا ہے، اور مربی کی رعایت سے نہایت تعظیم حق الوالدین لکھی ہے، پھر ہر شخص سے نرمی کے انکار کو دوسری وجہ امام رازی کی باطل کر رہی ہے، الثانی ان من عادۃ الجبابرۃ اذا اغلظ لہم فی الوعظ ان یزدادوا عتواً وتکبیراً والمقصود

من البعثة حصول النفع لاحصول الضرر فلهذا امر الله تعالى بالرفق
اور اخیر سب کے جو امام رازی لکھتے ہیں۔ واعلم ان هذا التكليف لا يعلم سره
الا الله تعالى لانه تعالى لما علم انه لا يؤمن قط كان ايمانه ضد ذلك
العلم الذی يمتنع زواله فيكون سبحانه عالما بامتناع ذلك الايمان
واذا كان عالما بذلك فكيف امر موسى عليه السلام بذلك الرفق و
كيف بالغ فی ذلك الامر تاقول وی يا اخی العقول قاصرة عن معرفة
هذه الاسرار ولا سبيل فيها الا التسليم وترك الاعتراض والسكوت
بالقلب واللسان ويروى عن كعب انه قال والذی يحلف به كعب
انه لمكتوب فی التورٰة فقولا له قولا لينا وسأقسی قلبه فلا يؤمن انتهى
تو اس پر فقیر کان اللہ لہ عرض کرتا ہے، کہ آیت فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ [1]
وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔ اور حدیث مشکوٰۃ
عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی صلی الله عليه وسلم من اعطی
حظه من الرفق اعطی حظه من خير الدنيا والآخرة ومن حرم حظه
من الرفق حرم حظه من خير الدنيا والآخرة۔ رواه فی شرح السنة
وعن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم

---

[1] اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو اُن کے لئے نرم ہو۔ اور اگر تو درشت گو سخت دل ہوتا تو تجھ سے بھاگ چلتے۔ آپ نے فرمایا جو نرمی کا حصہ دیا گیا وہ دنیا اور آخرت کی نیکی دیا گیا اور جو نرمی کے حصہ سے محروم رہا، وہ دنیا اور آخرت کی نیکی سے محروم رہا۔ اور فرمایا میں تم کو خبر دوں جو دوزخ پر حرام ہے، اور جس پر دوزخ حرام ہے۔ ہر نرم مزاج شیریں گفتار و رفتار پہلی حدیث شرح السنہ کی دوسری احمد و ترمذی کی ہے ۱۲

الا اخبركم بمن يحرم على النار وبمن تحرم النار عليه كل هين لين قريب
رواه احمد والترمذی وقال هذا حديث حسن غريب۔ بخوبی فرما
رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مقبولوں اور نائبوں کے اخلاق سنوارنے منظور ہیں
اور شیریں زبانی و نرم کلامی بڑے عمدہ حسن اخلاق سے ہے، حضرت مرشد و
استاذ قبلہ میاں صاحب قصوری اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ صاحب دہلوی
سے نقل فرماتے تھے، کہ جب کسی پر آپ کو سخت غصہ آتا، تو اس کو حضرت سلامت
سے خطاب کر کے جواب ارشاد فرماتے قدس سرہما العزیز۔ اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کے
تو یہ حال تھے، اب مفتیان دیوبند اور مرشدان گنگوہی وغیرہ علمائے عرب کے
قبائح غیبت اور بہتان کے طور پر کتابوں میں چھپواتے ہیں، اور اس کا نام رشد و
ہدایت رکھا ہے۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا!

اور حدیث مجمع البحار شرح صحاح ستہ کو جس میں ان معتبر حدیث کی کتابوں
کی احادیث کی شرح ہے، ناقابل استدلال کہنا اپنی کم مائگی اور ضد کمال کا اظہار
ہے، البتہ اگر اس حدیث کو تلاش کر کے اس کے راویوں کا ضعف وغیرہ بیان
کریں تو قابل جواب ہے، جیسا کہ فقیر نے اکثر اُن کی احادیث جن پر کسی کتاب
حدیث کا پتہ نہ تھا، اُن کا پتہ کتاب بتلا کر معتبر حوالوں سے ان کی تحریف یا
تضعیف ثابت کر دکھائی ہے، جو ناظرین رسالہ عربیہ پر مخفی نہیں ہے۔

قال علاوہ یہ کہ ہمارا ایسا لکھنا علمائے حرمین کی نسبت اظہار حق ہے
نہ توہین، حضرت ابو سعید خدری سے منقول ہے، سمعت رسول الله صلی الله

علیہ وسلم یقول من رأی منکم منکرًا فاستطاع ان یغیرہ بیدہ فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ذلک اضعف الایمان[1] پھر بعض اہل عرب کہ جن کا شعار و لباس خلاف شرع ہے، اور ہیئت اور وضع ان کی بھی خلاف وضع اتقیا کے ہے، اگر ہم حدیث مذکورہ بالا کے ہم نے اُن کی فہمائش کے لئے اور اس ملک کے باشندوں کو کہ عرب کے قول و فعل کو سند پکڑتے ہیں، گو وہ کیسی ہی بدعت اور خلاف شرع ہوں اُن کے متنبہ کرنے کے لئے کچھ لکھ دیا تو کیا وہ اظہار حق نہ ہوگا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے عقد الجید میں کتاب تخلیص عسقلانی سے اُس نے حاکم اُس نے اوزاعی سے نقل کیا ہے، قال الاوزاعی یترک من قول اهل الحجاز خمس[2] استماع الملاهی والمتعة واتیان النساء فی ادبارهن والصرف والجمع بین الصلاتین بغیر عذر۔ پھر عقد الجید میں ابن حجر اور عبدالرزاق اور ان دونوں نے معمر سے نقل کیا ہے، لو ان[3] رجلاً اخذ بقول اهل المدینة فی استماع الغناء واتیان النساء فی ادبارهن وبقول اهل مکة فی المتعة والصرف کان شر العباد الله۔ اب ظاہر ہے کہ زمانہ سلف اور قرب

---

[1] جو دیکھے تم سے بُرا کام اور طاقت اس کے بدلنے کی رکھے تو اس کو ہاتھ سے بدل دے اگر نہ ہو سکے تو زبان سے، اگر نہ ہو سکے تو دل سے، اور یہ بہت ضعیف ایمان ہے ۱۲ [2] اوزاعی نے کہا اہل حجاز کی پانچ باتیں ترک کی جائیں۔ مزامیر کا سُننا اور متعہ اور عورتوں سے لواطت اور صَرف اور بے عذر دو نمازوں کا جمع کرنا ۱۲ [3] اگر کوئی شخص غناء کے سننے میں اور عورتوں کی دُبر میں جماع کرنے میں اہل مدینہ کا قول اور متعہ اور بیع صرف میں اہل مکہ کا قول لیوے گا تو ہوگا وہ شخص بہت بُرا بندوں اللہ تعالیٰ کے سے ۱۲

خیر القرون میں اہل حرمین کے بعضے اُمور نامشروع واجب الترک تھے، تو اس زمانہ پُرفتن میں جس میں خیر و برکت کے لوگ کم ہیں، ہر فعل و قول عرب کا کیوں کر قابل سند کے ہوگا۔ بلکہ بعض اقوال و افعال اہل حرمین کے متروک العمل اور غیر معمول بہ ہیں، واللہ الہادی الی صراط مستقیم انتہی ملخصًا۔

اقول حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی نقل میں اوّل تو کسی کتاب حدیث کا نام نہیں لکھا، تا کہ اس کا اعتبار وغیرہ معلوم ہوتا جیسا کہ اکثر جگہ براہین وغیرہ میں یہی دستور ہے، کما لایخفی علی الناظرین فی الرسالة الغیر مبینة اور ظاہرًا اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوٹا بھائی جانتے ہیں، پھر بڑے بھائی کی کلام کی نقل میں کسی اور کتاب کے نام لینے کی کیا حاجت ہے؟ یہ حدیث مشکوٰۃ کے باب الامر بالمعروف کے پہلے فصل کی پہلی حدیث ہے جو صحیح مسلم سے منقول ہے، اور علامہ قاری مرقات میں لکھتے ہیں کہ مسند امام احمد و سنن ابو داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و سنن ابن ماجہ میں بھی ہے، مشکوٰۃ اور مرقاۃ وغیرہما میں یوں تحریر ہے، عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان اور جن لفظوں سے عیب چینوں نے لکھی ہے ایک فقرہ از خود بڑھا دیا ہے پھر مرقاۃ میں اس کے معنی یوں لکھے ہیں وخلاصة[1] الکلام من ابصر ما انکرہ الشرع فلیغیرہ بیدہ ای بان یمنعہ من الفعل بان یکسر الآلات ویریق المسکر

---

[1] خلاصہ کلام کا معنی حدیث میں یہ ہے کہ جو دیکھے مخالف شرع کام کو تو اپنے ہاتھ سے اس کو بدل دے

ویرد المغصوب الی مالکہ فان لم یستطع ای التغیر بالید لکون فاعلہ اقوی منہ فبلسانہ ای فلیغیرہ بالقول وتلاوۃ ما انزل اللہ من الوعید علیہ وذکر الوعظ والتخویف والنصیحۃ فان لم یستطع ای التغیر باللسان ایضًا فبقلبہ بان لا یرضی بہ وینکر فی باطنہ علی متعاطیہ فیکون تغیرًا معنویًا اذ لیس فی وسعہ الا ہذا القدر من التغیر تا قول وے وقد قال بعض علمائنا الامر الاول للامراء والثانی للعلماء والثالث لعامۃ المؤمنین تا قول وے ثم اعلم انہ اذا کان المنکر حرامًا وجب الزجر عنہ واذا کان مکروہا یندب والامر بالمعروف ایضًا تبع لما یؤمر بہ فان وجب فواجب وان ندب فندب ولم یتعرض لہ فی الحدیث لان النہی عن المنکر شامل لہ اذ النہی عن الشیٔ امر بضدہ وضد المنہی اما واجب او مندوب او مباح والکل معروف وشرطہا ان لا یودی الی الفتنۃ کما

بدیں طور کہ اس کام کرنے سے منع کردے، اگر راگ سنتے ہیں تو مزامیر توڑدے اگر نشہ پیتے ہوں تو نشہ کی چیز پھینک دے کسی کی چیز چھینی ہوتی ہے تو مالک کو دلوادے اگر اپنے ہاتھ نہیں بدلا سکتا کہ وہ خلاف شرع کام کرنے والا اس سے قوی ہے تو اپنی زبان سے وعید کا حکم اس کو سنادے، وعظ نصیحت کردے، اگر زبان سے بھی نہیں کرسکتا تو اپنے دل سے اُس کو بُرا جانے اور اُس سے خوش نہ ہو، پس گویا اس نے وہ بُرا کام بدل دیا، کیوں کہ اس کے امکان میں اتنا ہی ہے بعضے علمائے کہا ہے کہ پہلی بات امیروں کے لئے ہے دوسری علماء کے واسطے، تیسری عام مسلمانوں کے واسطے۔ پھر جان لو کہ اگر بُرا کام حرام ہے تو اس سے روکنا واجب ہے، اور اگر مکروہ ہے تو روکنا مستحب ہے، اور امر بالمعروف بھی تابع مامور بہ چیز کے ہے، اگر واجب ہے، تو اس کا امر کرنا بھی واجب ہے اگر مستحب ہے تو اس کا کہنا بھی مستحب ہے۔ حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ بُرے کام سے روکنا اس کو شامل ہے، کیونکہ منع کرنا چیز کا اس کی ضد کا امر کرنا ہے، اور منع کی ضد یا واجب ہے

علم من الحدیث تا قول وے وینبغی للآمر والناہی ان یرفق لیکون اقرب الی تحصیل المطلوب فقد قال الامام الشافعی من وعظ اخاہ سرًا فقد نصحہ وزانہ ومن وعظ علانیۃ فقد فضحہ وشانہ انتہٰی بقدر الحاجۃ۔

اور شیخ عبدالحق ترجمہ مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

"و امر معروف باید کہ بطریق رفق وملائمت بود و برائے خدا بود نہ برائے نفس تا تاثیر کند و بر آں ثواب مترتب گردد۔ وگفتہ اند کہ نصیحت در ملا فضیحت است وباللہ التوفیق انتہٰی"۔

اب اس حدیث اور شارحین کے بیان سے معلوم ہوا کہ میاں رشید احمد اور خلیل احمد جب حرمین شریفین میں آئے تھے، تو جو کچھ مخالف شرع دیکھا اس کو خفیہ طور پر نصیحت اور خیر خواہی کی وجہ سے ادا کرتے تو وہ اس حدیث پر عمل تھا، اور یہ علانیہ نصیحت کرنے سے بڑھ کر ہندوستان میں جاکر اُردو کی کتاب میں غیبت اور بہتان سے کمال ہی سخت وسُست علمائے حرمین شریفین پر لکھ کر اس کو چھپوا دیا اور اس کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رکھنا محض قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اور صرف اپنا فروغ اور تعلی وتکبر منظور ہے کما لا یخفی علی اولی النہٰی پھر عقد الجید سے جو کچھ لکھا ہے اولاً تو اس میں دھوکہ دہی ہے، کیا معنی کہ شاہ ولی اللہ

یا مستحب یا مباح، اور یہ سب نیک ہیں۔ اور شرط امر معروف اور نہی منکر کی یہ ہے کہ فتنہ تک نہ پہنچے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوگیا ہے، اور امر معروف اور نہی منکر کرنے والے کو چاہئے کہ نرمی سے کرے تاکہ جلدی مطلب حاصل ہوجائے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنے بھائی کو چھپ کر نصیحت کی تو یہ اس کی خیر خواہی اور زینت ہے، اور جس نے علانیہ طور پر ایک خاص کو کہا، تو اس کی فضیحت ورسوائی کی ۱۲ یہ ترجمہ ہے عبارت مرقاۃ کا۔

حمہ اللہ نے عقد الجید میں مفتیان متاخرین مذاہب اربعہ کے رسائل سے کچھ مسائل
در باب جواز عمل دوسرے مذہب کے نقل کئے ہیں، اور صاحبان رسائل کا کوئی نام و
نشان نہیں لکھا ہے، اسی کے ضمن میں اوزاعی اور ابن حجر سے دونوں عبارتیں نقل کی ہیں
اور پھر سب کا اخیر لکھا ہے، ھذا خلاصۃ ما فی رسائلھم مع تنقیح وتحریر جس سے
معلوم ہوا کہ یہ قول عیب جینوں کا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے عقد الجید میں کتاب
تلخیص فی تخریج احادیث الرافعی سے الخ نقل کرتے ہیں، کذب اور دھوکہ دہی ہے
ثانیاً پیشتر اس سے روافض کا دستور تھا کہ اہل سنت پر طعن کیا کرتے تھے کہ
امام مالک علیہ الرحمۃ کے مذہب میں عورت سے لواطت اور متعہ جائز ہے، تو اس کا
دندان شکن جواب اہل سُنت دیا کرتے تھے کہ خود امام مالک صاحب کی کتابوں سے
اس امر کا بہتان ہونا ثابت ہے، اور فقیر نے بھی رسالہ "نصرۃ الابرار فی جواب الاخیار"
میں بجواب رسالہ براہین الانصاف زین العابدین رافضی کے جہاں اس نے آئمہ
اربعہ پر بہتانات کی رو سے حلال کرنا محرمات قطعیہ کا لکھا ہے، امام مالک علیہ الرحمۃ
کے مؤطا سے حرمت لواطت منکوحہ نقل کر کے بدمذہبوں کے افترا اور بہتان ظاہر
کئے ہیں، پھر بعد ازاں ایک آریہ کافر نے مرزا قادیانی کی کتاب کے رد میں امرت سر
میں رسالہ تکذیب براہین احمدیہ چھپوایا، اور اس میں بسند آیت نساءکم حرث
لکم فاتوا حرثکم انّٰی شئتم کے جمیع اہل اسلام پر عموماً اور حضرت امام مالک علیہ
الرحمۃ پر خصوصاً طعن حلت لواطت منکوحہ درج کیا ہے، فقیر نے اس کے رد میں مضمون
اظہار اس کے اور بہت سخت بہتانات کے افترا ہونا اس امر کا انہیں تفسیروں اور
کتابوں سے جن کا اس نے حوالہ دیا تھا بخوبی ظاہر کر دیا۔ اور اہل ہنود کے اہل علم

سے اس پر تصدیق کرا دی کہ اس کے حوالے غلط ہیں۔ اب وہی طعن رشید احمد کی ذریت
یعنی خلیل احمد مدرس دیوبند و مالیر کوٹلہ وغیرہ نے اگلے علمائے کبار حرمین محترمین پر
بنقل رسالہ عقد الجید کے لگا دیئے، اور خوب پیتا اور اپنی شرذمہ قلیلہ کا دل خوش کیا
اور یہ نہ سمجھے کہ جھوٹی خوشی ماتم سے بھی بدتر ہوتی ہے، ذرا غور کر کے سنئے کہ اس نقل
کی ایک دو باتوں کا بہتان ہونا ثابت کر کے بطور مشتے نمونہ خروارے منصفوں کو وقس
علیٰ ھذا کا فقرہ یاد دلاتا ہوں۔ مخفی نہ رہے کہ مسئلہ لواطت منکوحہ کی بابت
عقد الجید مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۳ھ کے حاشیہ پر لکھا ہے، وممن نقلھا البخاری عن ابن
عمرؓ وممن نقلھا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنھما انتھی مصححہ من حاشیۃ
صـ۲۱ سو واضح رہے کہ یہ بخاری پر بہتان ہے، صحیح بخاری کی کتاب التفسیر باب
فاتوا حرثکم انّٰی شئتم میں درج ہے وعن عبد الصمد حدثنی ابی قال
حدثنی ایوب عن نافع عن ابن عمرؓ۔ فاتوا حرثکم انّٰی شئتم قال
یاتیھا فی انتھی۔ سو جمیع نسخ بخاری میں فی کا مجرور ظاہر نہیں کیا، اور کہیں بھی فی
الدبر نہیں لکھا جس سے بخاری کی طرف اُس کو منسوب کیا جاتا۔ اور محل اشتباہ
یہ ہے کہ بعض نے خیال کیا کہ بخاری مستکرہ جان کر دُبر کا لفظ ظاہر نہیں کیا۔ ہر چند
اس میں یہ اعتراض ہے کہ جو کسی کا مذہب ہو، وہ اس کے بیان کو ہرگز مستکرہ نہیں
جانتا۔ مع ہذا یہ خلاف تحقیق بھی ہے، اور محقق یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
کی روایت مختلف ہے، کسی میں فی الدبر کسی میں فی الفرج کا لفظ ہے، گو صحیح تر روایت
اِن سے فی الفرج کی ہے، مگر امام بخاری پر ترجیح ظاہر نہ ہوئی۔ اس لئے فی کے مابعد
بیاض چھوڑ دی کہ جو امر مرجح ہو گا ابن عمر کی روایت میں درج کیا جائے گا۔

اور چونکہ بخاری کا مذہب حرمت لواطت منکوحہ ہے جیسا کہ اس کی حدیث جابر جو اخیر اسی باب کے درباره نازل ہونے آیت نساءکم حرث لکم یہود کے رد میں ثابت ہو رہا ہے، تو حمیدی نے کتاب الجمع بین الصحیحین میں قال یأتیہا فی الفرج لکھ دیا شارح عسقلانی نے جو اس امر پر اعتراض کیا ہے، تو عینی نے اس کا جواب عمدہ لکھ دیا ہے، جس کو قسطلانی نے بھی مستحسن جانا ہے، اور صحیح بخاری کی شروح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منکوحہ کی لواطت کی حرمت میں بہت روایات لکھی ہیں، اور امام مالک علیہ الرحمۃ کا بھی اس سے سخت انکار درج کیا ہے، اور امام اعظم اور دیگر ائمہ مجتہدین سے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا فی الفرج من الدبر پر حمل کرنا لکھا ہے، چنانچہ اس خلاصۂ تحریر سند شروح بخاری سے منقول ہوتی ہے۔ مولوی احمد علی سہارن پوری حبیب جینوں کے استاذ الاستاذ صحیح بخاری کے حاشیہ پر نقل کرتے ہیں وقد[1] اختلف النقل فیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ابوحنیفۃ وجمہور اہل السنۃ بحرمتہ وحملوا ما ورد عن ابن عمر انہ یأتیہا فی قبلہا من دبرہا کذا فی القسطلانی انتہی۔ شارح عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ قولہ[2] یأتیہا فی، ہکذا فی جمیع النسخ لم یذکر ما بعد الظرف وہو المجرور ووقع فی الجمع بین الصحیحین للحمیدی یأتیہا فی الفرج وہو من عندہ بحسب

---

[1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس باب میں مختلف نقل ہے، امام اعظم رضی اللہ عنہ اور جمہور اہل سنت جماع دُبر کی حرمت کے قائل ہیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو اس پر حمل کیا ہے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ عورت کو اُلٹا لٹا کر فرج میں جماع کرے۔ یہ قسطلانی میں ہے ۱۲

[2] بخاری کا یہ فقرۂ حدیث کہ عورت سے صحبت کرے بیچ، ایسا ہی تمام نسخوں میں ہے کہ فی کے مجرور کے ذکر نہیں کیا ہے، اور حمیدی کی کتاب میں جو صحیحین کی جامع ہے یوں لکھا ہے کہ فرج میں

ما فہمہ ثم وقفت علی سلفہ فیہ وہو البرقانی فرأیت فی نسخۃ الصغانی زاد البرقانی یعنی الفرج ولیس مطابقا لما فی نفس الروایۃ عن ابن عمر لما ساذکرہ پھر آگے جا کر حضرت ابن عمر سے لکھا ہے، فقال اتدرون فیما انزلت ہذہ الآیۃ قلت لا قال نزلت فی اتیان النساء فی ادبارہن۔ پھر لکھا ہے فذکرہ بلفظ یأتیہا فی الدبر۔ پھر آگے جا کر لکھا ہے سنن ابوداؤد سے، حتی بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تعالیٰ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم مقبلات ومدبرات ومستلقیات فی الفرج واخرج احمد و الترمذی من وجہ آخر صحیح عن ابن عباس قال جاء عمر فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلکت حولت رحلی البارحۃ فنزلت ہذہ الآیۃ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم اقبل وادبر واتق الدبر والحیضۃ پھر لکھا ہے عن اسرائیل بن روح قال سئلت مالکا عن ذلک فقال ما انتم قوم عرب ہل یکون الحرث الا موضع الزرع انتہی بقدر الحاجۃ۔ اور علامہ عینی

جماع کرے اور یہ حمیدی نے اپنی فہمید کے موافق لکھا ہے پھر میں نے اس سے پہلے کی روایت دیکھی وہ برقانی ہے۔ پس میں نے نسخہ صغانی میں دیکھا کہ برقانی نے فرج کا لفظ زائد کیا ہے اور یہ نفس روایت کے موافق نہیں جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے جیسا کہ عنقریب ذکر کریں گے۔ پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لکھا ہے کہ تم جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے حق میں اُتری ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا، کہا عورتوں کی دُبر میں جماع کرنے میں، پس لفظ فی الدبر ذکر کیا پھر سنن ابوداؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آیت نساءکم حرث لکم اُتری یعنی عورت کو سیدھا اُلٹا پہلو پر لٹا کر فرج میں ہی جماع کرو امام احمد و ترمذی نے دوسری وجہ صحیح سے کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ میں ہلاک ہوا اپنی عورت کو اُلٹا لٹا کر جماع کیا تو یہ آیت اُتری کہ تمہاری عورتیں کھیتیاں جیسے چاہو جاؤ۔ دُبر اور حیض سے بچو۔ اور مالک سے معنی آیت کے پوچھے تو اس نے جواب دیا تم عربی نہیں کھیتی مقام زراعت کو

شرح بخاری میں لکھتے ہیں قال یاتیہا فی، وھذہ[1] الروایۃ یرویہا ابن
جریر فی التفسیر عن ابی قلابۃ الرقاشی عن عبدالصمد بن عبدالوارث
حدثنی ابی فذکرہ بلفظ یاتیہا فی الدبر ووقع ھھنا فی روایۃ البخاری
یاتیہا فی، وسکت عن مجرورھا ولم یذکر فی ای شیٔ وھٰکذا فی
جمیع النسخ ولکن الحمیدی ذکر فی الجمع بین الصحیحین یاتیہا فی
الفرج وھذا قد بین مجرور کلمۃ فی ھو قولہ فی الفرج وقال بعضہم
ھو من عندہ بحسب ما فہمہ ولیس مطابقاً لما فی نفس الامر وایّد
کلامہ بقولہ وقد قال ابو بکر بن العربی اورد البخاری ھذا الحدیث
فی التفسیر فقال یاتیہا فی وترک بیاضاً انتہٰی قلت لا نسلم عدم
المطابقۃ لما فی نفس الامر لان ما فی نفس الامر عند من لا یری اباحۃ
اتیان النساء فی ادبارھن ان یقدر بعد کلمۃ فی اما لفظ الفرج او القبل او
موضع الحرث والظاھر من حال البخاری انہ لا یری اباحۃ ذلک ولکن لما
ورد فی حدیث ابی سعید الخدری ما یفہم من اباحۃ ذلک ووردت احادیث

---

[1] اور اس روایت میں ابن جریر نے تفسیر میں ابو قلابہ رقاشی سے عبدالصمد سے اُس نے اپنے باپ سے
بیان کیا کہ جماع دُبر میں کہا۔ اور بخاری کی روایت میں فی کے پیچھے کچھ نہیں لکھا۔ اور ایسا ہی تمام
نسخہ بخاری میں مگر حمیدی نے صحیحین کی جمع کی کتاب میں فی الفرج لکھا ہے تو بیان کر دیا کہ فی
کے پیچھے فرج کا لفظ ہے۔ عسقلانی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ حمیدی نے اپنی سمجھ سے ایسا لکھا
اور یہ مطابق واقع کے نہیں، کیونکہ اس حدیث کو بخاری نے کتاب تفسیر میں بھی وارد کیا ہے اور فی
کے پیچھے سفیدی چھوڑ دی ہے، میں کہتا ہوں یعنی علامہ عینی کہ فی الفرج کو غیر مطابق واقع کے کہنا
غیر مسلم ہے اس لئے کہ فی الواقع جو عورتوں کے اغلام کو ناروا جانتا ہے اس کے نزدیک فی کے پیچھے
لفظ فرج یا قبل یا موضع حرث کا مقرر کرنا ضروری ہے اور ظاہر حال بخاری سے یہی ہے کہ وہ اس کو
روا نہیں جانتا۔ ولیکن جب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا مباح ہونا سمجھا گیا

کثیرۃ فی منع ذلک تامل البخاری فی ذلک ولم یترجح عندہ فی ذلک الوقت
احد الامرین فترک بیاضاً وبقی بعدہ مستمراً فجاء الحمیدی وقدر ذلک
حیث قال یاتیہا فی الفرج نظراً الی حال البخاری انہ لا یری خلافہ
ولو کان الحمیدی علم من حال البخاری انہ یبیح الاتیان فی ادبار النساء
لم یقدر بہذا التقدیر بل کان یقدر یاتیہا فی دبرھا۔ پھر آگے جا کر لکھتے
ہیں وقد[1] اختلف عن عبداللہ ابن عمر بن الخطاب والاصح عنہ المنع اور پھر اخیر
حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے جس میں یہود کے رد کے لئے نازل ہونا اس آیت کا
لکھا ہے ابو زکریا سے نقل کرتے ہیں کہ اتفاق ہے علماء کا تحریم وطی دُبر میں قال[2]
وقال اصحابنا لا یحل الوطی فی الدبر فی شیٔ من الآدمیین ولا غیرہم
من الحیوانات علی حال من الاحوال انتہٰی بقدر حاجت علامہ قسطلانی شرح
بخاری میں قال یاتیہا زوجہا فی بحذف المجرور کے ذیل میں لکھتے ہیں[3] روی
الخطیب عن مالک عن طریق اسرائیل بن روح قال سئلت مالکاً عن ذلک
فقال ما انتم قوم عرب ھل یکون الحرث الا موضع الزرع لا تعدوا الفرج

اور بہت حدیثیں اس کی ممانعت میں وارد ہوئیں تو بخاری نے اس میں تامل کیا، اور اس وقت
دونوں کاموں میں کوئی بات اس کے نزدیک غالب نہ ہوئی، تو بخاری نے سفیدی چھوڑ دی۔
یعنی فی کے پیچھے کچھ نہ لکھا اور ویسا ہی رہا۔ پھر حمیدی نے فی کے پیچھے فرج کا لفظ ذکر کر دیا بخاری
کے حال کے دلالت سے کہ وہ اس کے خلاف کا معتقد نہیں، اگر حمیدی جانتا کہ بخاری عورت
کے اغلام کو روا جانتا ہے تو فی الفرج نہ کہتا بلکہ فی الدبر لکھ دیتا ۱۲ [1] حضرت ابن عمر رضی اللہ
عنہما سے بھی اختلاف ہے مروی ہے اور صحیح تر ان سے منع کی روایت ہے ۱۲ [2] ابو زکریا کہتا ہے کہ ہمارے
علما کہتے ہیں کہ کسی حال میں بھی آدمی یا کسی حیوانات سے اغلام روا نہیں ہے ۱۲ [3] خطیب مالک سے
طریق اسرائیل ابن روح سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے امام مالک سے پوچھا عورت کے

شرح بخاری میں لکھتے ہیں قال یاتیہا فی، وھذہ[1] الروایۃ یرویھا ابن
جریر فی التفسیر عن ابی قلابۃ الرقاشی عن عبد الصمد بن عبد الوارث
حدثنی ابی فذکرہ بلفظ یاتیہا فی الدبر ووقع ھٰھنا فی روایۃ البخاری
یاتیہا فی، وسکت عن مجرورھا ولم یذکر فی ای شئ وھکذا فی
جمیع النسخ ولکن الحمیدی ذکر فی الجمع بین الصحیحین یاتیہا فی
الفرج وھذا قد بین مجرور کلمۃ فی ھو قولہ فی الفرج وقال بعضھم
ھو من عندہ بحسب ما فہمہ ولیس مطابقاً لما فی نفس الامر وایدہ
کلامہ بقولہ وقد قال ابوبکر بن العربی اورد البخاری ھذا الحدیث
فی التفسیر فقال یاتیہا فی وترک بیاضاً انتہٰی قلت لا نسلم عدم
المطابقۃ لما فی نفس الامر لان ما فی نفس الامر عند من لا یری اباحۃ
اتیان النساء فی ادبارھن ان یقدر بعد کلمۃ فی اما لفظ الفرج او القبل او
موضع الحرث والظاھر من حال البخاری انہ لا یری اباحۃ ذلک ولکن لما
ورد فی حدیث ابی سعید الخدری ما یفہم من اباحۃ ذلک ووردت احادیث

---

[1] اور اس روایت میں ابن جریر نے تفسیر میں ابو قلابہ رقاشی سے عبد الصمد سے اُس نے اپنے باپ سے
بیان کیا کہ جماع دُبر میں کہا۔ اور بخاری کی روایت میں فی کے پیچھے کچھ نہیں لکھا۔ اور ایسا ہی تمام
نسخہ بخاری میں مگر حمیدی نے صحیحین کی جمع کی کتاب میں فی الفرج لکھا ہے تو بیان کر دیا کہ فی
کے پیچھے فرج کا لفظ ہے عسقلانی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ حمیدی نے اپنی سمجھ سے ایسا لکھا
اور یہ مطابق واقع کے نہیں کیونکہ اس حدیث کو بخاری نے کتاب تفسیر میں بھی وارد کیا ہے اور فی
کے پیچھے سفیدی چھوڑ دی ہے، میں کہتا ہوں یعنی علامہ عینی کہ فی الفرج کو غیر مطابق واقع کے کہنا
غیر مسلم ہے اس لئے کہ فی الواقع جو عورتوں کے اغلام کو ناروا جانتا ہے اس کے نزدیک فی کے پیچھے
لفظ فرج یا قبل یا موضع حرث کا مقرر کرنا ضروری ہے اور ظاہر حال بخاری سے یہی ہے کہ وہ اس کو
روا نہیں جانتا۔ ولیکن جب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا مباح ہونا سمجھا گیا

کثیرۃ فی منع ذلک تامل (ای البخاری) فی ذلک ولم یترجح عندہ فی ذلک الوقت
احد الامرین فترک بیاضاً وبقی بعدہ مستمراً فجاء الحمیدی وقدر ذلک
حیث قال یاتیہا فی الفرج نظراً الی حال البخاری انہ لا یری خلافہ
ولو کان الحمیدی علم من حال البخاری انہ یبیح الاتیان فی ادبار النساء
لم یقدر بھذا التقدیر بل کان یقدر یاتیہا فی دبرھا۔ پھر آگے جا کر لکھتے
ہیں وقد[1] اختلف عن عبد اللہ ابن عمر بن الخطاب و الاصح عنہ المنع اور پھر اخیر
حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے جس میں یہود کے رد کے لئے نازل ہونا اس آیت کا
لکھا ہے ابو زکریا سے نقل کرتے ہیں کہ اتفاق ہے علماء کا تحریم وطی دُبر میں قال[2]
وقال اصحابنا لا یحل الوطی فی الدبر فی شئ من الآدمیین ولا غیرھم
من الحیوانات علی حال من الاحوال انتہٰی بقدر حاجت علامہ قسطلانی شرح
بخاری میں قال یاتیہا زوجہا فی بحذف المجرور کے ذیل میں لکھتے ہیں روی[3]
الخطیب عن مالک عن طریق اسرائیل بن روح قال سئلت مالکاً عن ذلک
فقال ما انتم قوم عرب ھل یکون الحرث الا موضع الزرع لا تعدوا الفرج

اور بہت حدیثیں اس کی ممانعت میں وارد ہوئیں تو بخاری نے اس میں تامل کیا، اور اس وقت
دونوں کاموں میں کوئی بات اس کے نزدیک غالب نہ ہوئی، تو بخاری نے سفیدی چھوڑ دی۔
یعنی فی کے پیچھے کچھ نہ لکھا اور ویسا ہی رہا۔ پھر حمیدی نے فی کے پیچھے فرج کا لفظ ذکر کر دیا بخاری
کے حال کے دلالت سے کہ وہ اس کے خلاف کا معتقد نہیں، اگر حمیدی جانتا کہ بخاری عورت
کے اغلام کو روا جانتا ہے تو فی الفرج نہ کہتا بلکہ فی الدبر لکھ دیتا ۱۲ [1] حضرت ابن عمر رضی اللہ
عنہما سے بھی اختلاف ہے مروی ہے اور صحیح تر ان سے منع کی روایت ہے ۱۲ [2] ابو زکریا کہتا ہے کہ ہمارے
علماء کہتے ہیں کہ کسی حال میں بھی آدمی یا کسی حیوانات سے اغلام روا نہیں ہے ۱۲ [3] خطیب مالک سے
طریق اسرائیل ابن روح سے روایت کرتا ہے کہ اس نے کہا میں نے امام مالک سے پوچھا عورت کے

قلت یا ابا عبداللہ انہم یقولون انک تقول ذلک قال یکذبون علی یکذبون علی۔ پھر لکھا ہے ومذہب الشافعی وابی حنیفۃ وصاحبیہ واحمد والجمہور التحریم لورود النہی عن فعلہ وتعاطیہ ففی حدیث خزیمۃ بن ثابت عند احمد نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یاتی الرجل امرأتہ فی دبرہا و حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عند الترمذی مرفوعاً لا ینظر اللہ الی رجل اتی امرأتہ فی دبرہا وفی ھذا الباب احادیث کثیرۃ یطول ذکرھا وحملوا ما ورد عن ابن عمر علی انہ یاتیہا فی قبلہا من دبرہا وقد روی النسائی باسناد صحیح عن ابی النضر انہ قال لنافع انہ قد اکثر علیک القول انک تقول عن ابن عمر انہ افتی ان یؤتی النساء فی ادبارھن قال کذبوا علی ولکن ساحدثکم کیف کان الامر ان ابن عمر عرض المصحف یوما وانا عندہ حتی بلغ نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم فقال

اغلام سے تو انہوں نے جواب دیا کہ تم عربی نہیں، حرث یعنی کھیتی مقام زراعت کا نام ہے، فرج سے تجاوز نہ کرو۔ میں نے کہا اے امام مالک لوگ کہتے ہیں کہ آپ عورت سے اغلام کو روا جانتے ہیں تو امام مالک نے جواب دیا کہ یہ مجھ پر جھوٹ باندھا ہے ۱۲ منہ اور مذہب امام شافعی اور امام اعظم وصاحبین اور امام احمد حنبل وجمہور علما کا حرام ہونا اغلام کا ہے کیونکہ اس کی نہی وارد ہوئی ہے، مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی دبر میں جماع کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ترمذی نے حدیث مرفوع ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نظر نہیں کرتا جو اپنی عورت کی دبر میں جماع کرتا ہے اور اس مضمون کی بہت حدیثیں ہیں جن کے ذکر میں طول ہے، اور علمائے روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اس پر حمل کیا ہے کہ اپنی عورت کو الٹا پا کر فرج میں جماع کرے، نسائی نے سند صحیح سے ابی نضر سے روایت کی ہے کہ اس نے نافع سے کہا کہ تجھ سے مشہور ہے کہ تو نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے عورت سے اغلام کا فتویٰ دیا ہے

یا نافع هل تعلم من امر هذه الآیۃ قلت لا قال انا کنا معشر قریش نجبی النساء فلما دخلنا المدینۃ ونکحنا نساء الانصار اردنا منهن مثل ما کنا نرید فاذا هن قد کرهن ذلک واعظمنہ وکانت نساء الانصار قد اخذن بحال الیهود انما یؤتین علی جنوبهن فانزل اللہ تعالیٰ نساءکم حرث لکم وقد روی ابو جعفر الفریابی عن ابی عبد الرحمٰن الحبلی عن ابن عمر مرفوعاً سبعۃ لا ینظرهم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیهم ویقول ادخلوا النار مع الداخلین الفاعل والمفعول وناکح یدہ وناکح البهیمۃ وناکح المرأۃ فی دبرها والجامع بین المرأۃ وبنتها والزانی بحلیلۃ جارہ والموذی جارہ حتی یلعنہ انتهی بقدر الحاجۃ۔ جب ان منقولات معتبرہ سے بہتان عیب جینوں کا درباب حلت لواطت منکوحہ ظاہر ہوگیا، اور نیز بخوبی ثابت ہوا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے تو وہ محمول فی قبلہا من دبرہا ہے کیونکہ فاتوا حرثکم موضع حرث کو بخوبی نکال رہا ہے، جس کا بیان فقیر نے رسالہ تبصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار میں بقدر

نافع نے جواب دیا کہ مجھ پر یہ بہتان ہے، مگر میں تم سے اس کی کیفیت ذکر کرتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک دن قرآن پڑھ رہے تھے، اور میں اُن کے پاس تھا تا آیت نساءکم حرث لکم تک پہنچے تو کہا اے نافع تجھے اس آیت کا حال معلوم ہے، میں نے کہا نہیں، کہا ہم قریش اپنی عورتوں کو الٹا لٹا کر قبل میں جماع کر لیتے تھے پھر جب ہم مدینہ آئے، اور انصار عورتوں سے نکاح کیا اور ویسا کرنا چاہا تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ وہ یہود کے دستور کے موافق پہلو پر لٹا کر جماع کی عادت رکھتی تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی، کہ تمہاری عورتیں کھیتی ہیں تمہاری۔ اور ابو جعفر فریابی نے ابو عبد الرحمٰن سے اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ سات آدمیوں کی طرف قیامت کو حق تعالیٰ نظر نہ کرے گا اور نہ ان کو پاک کریگا۔ اور کہیگا کہ دوزخ میں داخل ہو جاؤ دوزخیوں کے ساتھ۔ زانی زانیہ اور مشت زن اور چوپائے سے جماع کرنیوالا اور عورت کی دبر میں جماع کرنیوالا اور اپنی عورت کی بیٹی کو نکاح کرنیوالا اور ہمسایہ کی عورت سے زنا کرنے والا۔ اور ہمسایہ کو

یعنی موضع [illegible] ۱۲

یعنی دبر سے کہ جس تک نوبت پہنچانے والا ۱۲ منہ

ضرورت لکھا ہے تو اب بہتان ہوتا جواز متعہ کا بھی باختصار اظہار ہوتا ہے حق تعالیٰ

سورۂ نساء میں فرماں ہے فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن تفسیر خازن میں

لکھتے ہیں اختلفوا فی معناه فقال الحسن والمجاهد اراد ما انتفعتم وتلذذتم

بالجماع من النساء بنكاح صحيح لان اصل الاستمتاع فی اللغة الانتفاع

وكل ما انتفع به فهو متاع (فاتوهن اجورهن) يعنی مهورهن وانما

سمی المهر اجرا لانه بدل المنافع ليس بدل الاعيان كما سمی بدل منافع

الدار والدابة اجرا وقال قوم المراد من حكم الاية هو نكاح المتعة وهو

ان ينكح امرأة الى مدة معلومة بشئ معلوم فاذا انقضت تلك المدة

بانت منه بغير طلاق وتستبرئ وليس بينهما ميراث وكان هذا فی

ابتداء الاسلام ثم نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم عن المتعة فحرمها

عن سبرة بن معبد الجهنی انه كان مع رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال

يا ايها الناس انی كنت اذنت لكم فی الاستمتاع من النساء وان الله قد

لہ اس آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے حسن اور مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو تم نے نکاح صحیح کے ساتھ عورتوں سے لذت حاصل کی اور نفع لیا کیونکہ اصل نفع لینا لغت میں نفع حاصل کرنا ہے، اور جو نفع حاصل ہو وہ تمتع ہے، پس عورتوں کو اُن کے مہر دیدو۔ مہر کو اجرت اس لئے کہا کہ وہ نفع کا بدلہ ہے عین کا بدلہ نہیں ہے، جیسے کہ گھر اور سواری کے نفع کے بدل کو اجرت کہتے ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ آیت کے حکم سے مراد متعہ کا نکاح ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی عورت سے کچھ دیکر کچھ مدت تک نکاح کرنا جب وہ مدت گذری عورت بغیر طلاق کے چھوٹ گئی، اور استبرا کرے اور اُن میں میراث جاری نہیں ہوتا اور یہ ابتداء اسلام میں تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع اور حرام کر دیا۔ صحیح مسلم میں سبرہ بن معبد سے روایت ہے کہ وہ آپ کے ساتھ تھا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اے لوگو میں نے تم کو عورتوں کے متعہ کے واسطے اذن دیا تھا اور بیشک

حرم ذلك الى يوم القيمة فمن كان عنده منهن شئ فليخل سبيله ولا

تاخذوا مما اتيتموهن شيئا والى هذا ذهب جمهور العلماء من الصحابة

فمن بعدهم ای ان نكاح المتعة حرام والاية منسوخة واختلفوا فی

ناسخها فقيل نسخت بالسنة وهی ما تقدم من حديث سبرة الجهنی (ق)

عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال نهی رسول الله صلی الله عليه

وسلم عن متعة النساء يوم خيبر وعن اكل لحوم الحمر الانسية وهذا على

مذهب من يقول ان السنة تنسخ القران ومذهب الشافعی ان

السنة لا تنسخ القران ومذهب الشافعی ان السنة لا تنسخ القران

فعلى هذا نقول ان ناسخ هذه الاية قوله تعالى فی سورة المؤمنون

والذين هم لفروجهم حفظون الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم

فانهم غير ملومين والمنكوحة فی المتعة ليست بزوجة ولا ملك يمين

واختلف الروايات عن ابن عباس فی المتعة فروی عنه ان الاية محكمة

حق تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہے تا قیامت، پس جس کے پاس کوئی متعہ والی عورت ہو تو اس کو نکال دے اور جو اس کو دیا ہے واپس نہ کرے اور یہی مذہب ہے، اکثر علماء کا صحابہ اور تابعین وغیرہم کا یعنی کہ نکاح متعہ حرام ہے اور آیت منسوخ ہے، اور اس کے ناسخ میں اختلاف ہے، بعضے کہتے ہیں کہ اسی حدیث اُوپر والی سے منسوخ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیحین میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا جنگ خیبر میں اور گدھے کے گوشت سے اور یہ اُس کے مذہب ہے جو قائل ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ کر دیتی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حدیث کو ناسخ قرآن نہیں جانتے اُن کے نزدیک ناسخ اس کا آیت سورۂ مومنون ہے کہ جو لوگ اپنے فرجوں کو نگاہ رکھتے ہیں مگر اپنی عورتوں اور کنیزوں پر کہ اس میں ملامت نہیں، اور عورت متعہ والی نہ زوجہ ہے نہ کنیز ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعہ کے باب میں روایات مختلف ہیں

ضرورت لکھا ہے تو اب بہتان ہونا جواز متعہ کا بھی باختصار اظہار ہوتا ہے حق تعالیٰ
سورۂ نساء میں فرمان ہے فما استمتعتم به منهن فاٰتوهن اجورهن تفسیر خازن میں
لکھتے ہیں اختلفوا فی معناه فقال الحسن والمجاهد اراد ما انتفعتم وتلذذتم
بالجماع من النساء بنكاح صحيح لان اصل الاستمتاع فی اللغة الانتفاع
وكل ما انتفع به فهو متاع (فاٰتوهن اجورهن) يعنی مهورهن وانما
سمی المهر اجرًا لانه بدل المنافع ليس بدل الاعيان كما سمی بدل منافع
الدار والدابة اجرًا وقال قوم المراد من حكم الاٰية هو نكاح المتعة وهو
ان ينكح امرأة الی مدة معلومة بشیٔ معلوم فاذا انقضت تلك المدة
بانت منه بغير طلاق وتستبرء وليس بينهما ميراث وكان هذا فی
ابتداء الاسلام ثم نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم عن المتعة فحرمها (م)
عن سبرة بن معبد الجهنی انه كان مع رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال
يا ايها الناس انی كنت اذنت لكم فی الاستمتاع من النساء وان الله قد

لہ اس آیت کے معنی میں اختلاف کیا ہے حسن اور مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جو تم نے
نکاح صحیح کے ساتھ عورتوں سے لذت حاصل کی اور نفع لیا کیونکہ اصل نفع لینا لغت میں نفع
حاصل کرنا ہے، اور جو نفع حاصل ہو وہ تمتع ہے، پس عورتوں کو اُن کے مہر دیدو۔ مہر کو اجرت اس لئے
کہا کہ وہ نفع کا بدلہ ہے عین کا بدلہ نہیں ہے، جیسے کہ گھر اور سواری کے نفع کے بدل کو اجرت کہتے
ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ آیت کے حکم سے مراد متعہ کا نکاح ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی عورت سے
کچھ دیکر کچھ مدت تک نکاح کرنا جب وہ مدت گذری عورت بغیر طلاق کے چھوٹ گئی، اور استبرا
کرے اور اُن میں میراث جاری نہیں ہوتا اور یہ ابتداء اسلام میں تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس کو منع اور حرام کر دیا۔ صحیح مسلم میں سبرہ بن معبد سے روایت ہے کہ وہ آپ کے ساتھ
تھا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اے لوگو میں نے تم کو عورتوں کے متعہ کے واسطے اذن دیا تھا اور بیشک

حرم ذلك الی يوم القيمة فمن كان عنده منهن شیٔ فليخل سبيله ولا
تاخذوا مما اٰتيتموهن شيئًا والی هذا ذهب جمهور العلماء من الصحابة
فمن بعدهم ای ان نكاح المتعة حرام والاٰية منسوخة واختلفوا فی
ناسخها فقيل نسخت بالسنة وهی ما تقدم من حديث سبرة الجهنی (ق)
عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه قال نهی رسول الله صلی الله عليه
وسلم عن متعة النساء يوم خيبر وعن اكل لحوم الحمر الانسية وهذا علی
مذهب من يقول ان السنة تنسخ القراٰن ومذهب الشافعی ان
السنة لا تنسخ القراٰن ومذهب الشافعی ان السنة لا تنسخ القراٰن
فعلی هذا نقول ان ناسخ هذه الاٰية قوله تعالیٰ فی سورة المؤمنون
والذين هم لفروجهم حافظون الا علی ازواجهم او ما ملكت ايمانهم
فانهم غير ملومين والمنكوحة فی المتعة ليست بزوجة ولا ملك يمين
واختلف الروايات عن ابن عباس فی المتعة فروی عنه ان الاٰية محكمة

حق تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہے تا قیامت، پس جس کے پاس کوئی متعہ والی عورت ہو تو اس کو
نکال دے اور جو اس کو دیا ہے واپس نہ کرے اور یہی مذہب ہے اکثر علماء کا صحابہ اور تابعین وغیرہم کا
یعنی کہ نکاح متعہ حرام ہے اور آیت منسوخ ہے اور اس کے ناسخ میں اختلاف ہے، بعضے کہتے ہیں
کہ اسی حدیث اُوپر والی سے منسوخ ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیحین میں کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعہ سے منع فرمایا جنگ خیبر میں اور گدھے کے گوشت سے اور یہ اُس کے
مذہب ہے جو قائل ہے کہ حدیث قرآن کو منسوخ کر دیتی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ جو حدیث
کو ناسخ قرآن نہیں جانتے اُن کے نزدیک ناسخ اس کا آیت سورۂ مومنون ہے کہ جو لوگ اپنے فرجوں
کو نگاہ رکھتے ہیں مگر اپنی عورتوں اور کنیزوں پر کہ اس میں ملامت نہیں، اور عورت متعہ والی نہ
زوجہ ہے نہ کنیز ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعہ کے باب میں روایات مختلف ہیں

وكان يرخص فى المتعة قال عمارة سئلت ابن عباس رضى الله عنهما عن المتعة أسفاح ام نكاح فقال لا سفاح ولا نكاح قلت فما هى قال متعة قال الله تعالى فما استمتعتم به منهن قلت هل لها عدة قال حيضة قلت هل يتوارثان قال لا وروى ان الناس لما ذكروا الاشعار فى فتيا ابن عباس بالمتعة قال قاتلهم الله انا ما افتيت باباحتها على الاطلاق لكن قلت انما تحل للمضطر كما تحل الميتة له وروى انه رجع عنه وقال بتحريمها وروى عطاء الخراسانى عن ابن عباس فى قوله فما استمتعتم به منهن انما صارت منسوخة بقوله يايها النبى اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن وروى سالم بن عبد الله بن عمر ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه صعد المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال ما بال اقوام ينكحون هذه المتعة وقد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها الا اجد رجلاً

اُن سے روایت ہے کہ آیت محکم ہے، اور وہ متعہ میں رخصت دیتے تھے، عمارہ نے کہا۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کا حال پوچھا کہ زنا ہے یا نکاح، تو جواب دیا کہ نہ زنا ہے نہ نکاح میں نے کہا پس کیا ہے، کہا متعہ جو آیت، فما استمتعتم میں مذکور ہے، میں نے کہا اس کے لئے عدت بھی ہے کہا ایک حیض، میں نے کہا ان میں وراثت ہے کہا نہیں، اور روایت ہے کہ لوگوں نے جب ذکر کیا کہ ابن عباس نے متعہ کا حکم دیا ہے، تو انہوں نے کہا خدا اُن کو ہلاک کرے میں نے متعہ کی حلت کا علی الاطلاق فتویٰ نہیں دیا ہے بلکہ مضطر کے واسطے جیسا کہ اس کو مُردار حلال ہے، اور یہ بھی مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے متعہ کی حلت سے رجوع فرمایا ہے، اور اُس کی تحریم کے قائل ہوگئے اور عطا خراسانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت فما استمتعتم به منهن (یعنی جو دلیل متعہ کی ہے، منسوخ ہے آیت سُورہ طلاق سے جس کے معنی یہ ہیں کہ اے نبی جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو پس طلاق دو ان کو وقت عدت انکی کے اور گنو تم عدت کو اور روایت کی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے، حضرت خلیفہ ثانی امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے ممبر پر چڑھ کر خدا تعالیٰ

نكحها الا رجمته بالحجارة وقال هدم المتعة النكاح والطلاق والعدة والميراث قال الشافعى لا اعلم فى الاسلام شيئاً احل ثم حرم ثم احل ثم حرم غير المتعة وقال ابو عبيد المسلمون اليوم مجمعون على ان متعة النساء قد نسخت بالتحريم نسخها الكتاب والسنة هذا قول اهل العلم جميعاً من اهل الحجاز والشام والعراق من اصحٰب الاثر والرأى وانه لا رخصة فيها لمضطر ولا لغيره۔ پھر صاحب خازن نے تفسیر ابن جوزی سے قرآن کی آیت سے اس کا ثبوت اور حدیث سے اس کا نسخ بتکلف نقل کرکے آیت کو نکاح صحیح پر محمول لکھا ہے، اور تفسیر طبری سے یوں نقل کیا ہے، وقال ابن جرير الطبرى اولى التاويلين فى ذلك بالصواب تاويل من تاوله فما نكحتموه منهن فجامعتموهن فاتوهن اجورهن لقيام الحجة بتحريم الله تعالى متعة النساء على لسان رسول الله صلى الله عليه وسلم انتهى بلفظه۔ اور تفسیر مدارک وغیرہ میں بھی متعہ کی مراد کو آیت سے بلفظ قیل نقل کیا ہے، اور حاشیہ جمل میں بھی متعہ کی مراد کو بلفظ قیل کے

کی حمد و ثنا کرکے فرمایا کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو متعہ سے جماع کرتے ہیں، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے، میں جس کو متعہ کرتے دیکھوں گا سنگسار کردونگا اور کہا کہ نکاح اور طلاق اور عدت اور میراث نے متعہ کو نابود کر دیا ہے، امام شافعی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے مجھے اسلام میں کوئی ایسی چیز معلوم نہیں ہے کہ حلال کی گئی پھر حرام ہوئی پھر حلال کی گئی پھر حرام ہوئی سوائے متعہ کے ابو عبیدہ نے کہا ہے، آج سب مسلمانوں کا اجماع ہے اس پر کہ عورتوں سے متعہ منسوخ حرام ہو چکا ہے، قرآن و حدیث نے اس کو منسوخ کر دیا۔ یہ سب اہل علم کا قول ہے اہل حجاز و شام و عراق کے محدثین و فقہاء سے اور بیشک متعہ کی رخصت کسی کو بھی نہیں ہے مضطر ہو یا غیر سے ۱۲ منہ اور کہا ابن جریر طبری نے کہ دونوں تاویلوں سے اولیٰ بصواب تاویل اس کی ہے جس نے یوں مراد بیان کی ہے (یعنی آیت فما استمتعتم به منهن کے معنی یہ ہیں) پس جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا ان کے مہر انکو دیدو۔ اس لئے کہ عورتوں سے متعہ کے حرام ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے دلیل قائم

روایت کر کے عبارت ضروری تفسیر خازن کی نقل کر کے پھر تفسیر قرطبی سے لکھا ہے وفی القرطبی[1] وقال ابن العربی واما متعة النسآء فھی من غرائب الشریعة لانھا ابیحت فی صدر الاسلام ثم حرمت یوم خیبر ثم ابیحت فی غزوة اوطاس ثم حرمت بعد ذلك واستقر الامر علی التحریم ولیس لھا اخت فی الشریعة الا مسئلة القبلة فان النسخ طرء علیھا مرتین ثم استقرت اھ انتھی۔ تنویر الابصار و در مختار میں لکھتے ہیں۔ وبطل[2] نکاح متعة وموقت وان جھلت المدة اوطالت فی الاصح اس پر صاحب رد المحتار علی الدر المختار لکھتے ہیں:۔ ثم ذکر[3] فی الفتح ادلة تحریم المتعة وانہ کان فی حجة الوداع وکان تحریم تابید لاخلاف فیہ بین الائمة وعلماء الامصار الا طائفة من الشیعة ونسبة الجواز الی المالك کما وقع فی الھدایة غلط انتھی بقدر الحاجة۔ اب بخوبی ظاہر ہو گیا کہ نسبت جواز متعہ کی اہل مکہ کی طرف عیب جیبنوں کا بہتان ہے صرف شیعہ کی ایک جماعت اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور مزامیر کی حلت بھی اہل مدینہ پر بہتان ہے، چاروں مذہبوں میں ان کی حرمت منصوص ہے، تمام دینی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے، واللہ ہو الہادی۔

---

[1] اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ ابن عربی نے فرمایا ہے، ولیکن متعہ عورتوں کا شریعت کے اچنبھا مسائل سے ہے، کیونکہ ابتدائے اسلام میں مباح ہوا، پھر جنگ خیبر میں حرام کیا گیا۔ پھر جنگ اوطاس میں حلال کیا گیا پھر حرام کیا گیا۔ اور تحریم پر بات قرار پا چکی۔ اور اس کی نظیر شرع اسلام میں سوائے مسئلہ قبلہ کے کوئی نہیں ہے، کیونکہ اس پر دوبارہ نسخ عارض ہوئی، پھر اسی پر قرار پا گیا ۱۲ [2] نکاح متعہ و موقت باطل ہے اگرچہ مدت معلوم نہ ہو یا دراز ہو صحیح تر روایت کی رُو سے ۱۲ [3] پھر فتح القدیر میں متعہ کے حرام ہونے کے دلائل لکھے ہیں، اور یہ کہ تحقیق حرمت اس کی حجة الوداع میں ہوئی اور ہمیشہ کے واسطے حرام تھا اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اماموں اور تمام شہروں کے علماء میں سے (باقی برصفحہ ۴۱۴)

اب اسی قدر اُن کے بہتانات اور ہذیانات کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اس پچھلے ہذیان کی بخوبی تفصیل کر سُناتا مگر عاقل دین دار کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو جو صرف اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ اور تائید شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اس فقیر سے قبول فرما کر ہر کام میں مع اقربا و احبا خاتمہ بالخیر فرمائے اور حرمین محترمین کی برکتیں شامل حال کر کے نہال اور مالا مال کر دے۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین اللھم ارحمنا معھم برحمتك یا ارحم الراحمین اٰمین ؁

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۳) مگر ایک جماعت شیعہ کی (یعنی اس کو مباح جانتے ہیں) اور امام مالک کی طرف اس کے جواز کی نسبت کرنی جیسا کہ کتاب ہدایہ میں واقع ہوا ہے غلط ہے ۱۲ منہ

تقریظ!

حضرت مولنا بالفضل والکمال اولنا حضرت مولوی رحمت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ بایۂ حرمین شریفین مہاجر مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً وتعظیماً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد اور نعت کے کہتا ہے، راجی رحمت ربہ المنان رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن غفر لہما الحنان کہ مدت سے بعض باتیں جناب مولوی رشید احمد صاحب کی سنتا تھا۔ جو میرے نزدیک وہ اچھی نہ تھیں، اعتبار نہ کرتا تھا کہ انہوں نے ایسا کہا ہوگا۔ اور مولوی عبدالسمیع صاحب کو جو اُن کو میرے سے رابطہ شاگردی کا ہے، جب تک مکہ معظمہ میں نہیں آئے تھے تحریراً منع کرتا تھا۔ اور مکہ معظمہ میں آنے کے بعد تقریراً بہت تاکید سے بالمشافہ منع کرتا تھا کہ آپس میں مختلف نہ ہوں، اور علمائے مدرسہ دیوبند کو اپنا بڑا سمجھو پر وہ مسکین کہاں تک صبر کرتا۔ اور میرا اعتبار نہ کرنا کس طرح ممتد رہتا کہ حضرات علمائے مدرسہ دیوبند کی تحریر اور تقریر بطریق تواتر مجھ تک پہونچی کہ تمام افسوس سے کچھ کہنا پڑا، اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔ سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف کچھ اور ہی نکلے جس طرف آئے اُس طرف ایسا تعصب برتا کہ اُس میں اُن کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔ حضرت نے اول قلم اس پر اُٹھایا کہ جس مسجد میں ایک دفعہ

لہ حاجی امداد اللہ صاحب مکذبین کے پیران پیر کے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے صفحہ ۱۵ و ۱۶ میں تحریر ہے پانچواں مسئلہ جماعت ثانیہ کا یہ مسئلہ سلف سے مختلف فیہ ہے، امام ابو حنیفہ (باقی آگے)

جماعت ہوئی ہو اُس میں دوسری جماعت گو بغیر اذان اور تکبیر کے ہو، اور دوسری جگہ ہو جائز نہیں، آپ کا اور آپ کے متبعین کا وہ حکم تو نہ تھا جو نجدیوں کا وقت حکومت مکہ معظمہ کے تھا۔ کہ جو جماعت اول میں حاضر نہ ہو اُس کو سزا دیتے تھے، سو آپ کا اور آپ کے متبعین کا ایسا حکم جاہلوں کے واسطے منّ وسلویٰ ہو گیا کہ سب موسموں میں خاص کر شدت گرمی کے موسم میں عذر ہاتھ لگ گیا، کہ عذر کے سبب اب تو جماعت فوت ہو گئی ہے، دوسری جماعت جائز نہیں، دوکان اور گھر چھوڑ کر مسجد میں کس واسطے جاویں۔ اور علماء نے جو مخالف اُن کے لکھا کب سُنتے تھے اپنی ہٹ پر روز بروز بڑھتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۵) رحمہ اللہ سے کراہت و امام ابو یوسف سے بعض شرائط کے ساتھ جواز منقول ہے اور ترجیح وتصحیح دونوں جانب موجود ہے، اس میں گفتگو کو طول دینا نازیبا ہے، کیونکہ جانبین کو گنجائش عمل ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں قولوں میں تطبیق دی جاوے، کہ اگر جماعت اولیٰ کاہلی اور سستی سے فوت ہو گئی ہے اور جماعت ثانیہ میں شرکت سے منع کرنا اُس شخص کے لئے موجب زجر وتنبیہ ہوگا تو اس کیلئے جماعت ثانیہ کی کراہت کا حکم کیا جائے، اور قائلین بالکراہت کی تعلیل تقلیل جماعت اولیٰ سے یہی معلوم ہوتا ہے اور اگر کسی معقول عذر سے جماعت رہ گئی تو دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا تنہا پڑھنے سے بہتر ہے، یا کوئی شخص ایسا لاابالی ہے کہ جماعت ثانیہ سے منع کرنا اس کے حق میں کچھ بھی موجب زجر نہ ہوگا۔ بلکہ تنہا پڑھنے کو غنیمت سمجھے گا کہ جلدی سے چار ٹھونگیں مار کر رخصت ہوگا ایسے شخص کو منع کرنے سے کیا فائدہ بلکہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے کسی قدر تعدیل و اطمینان سے ادا کرے گا عمل درآمد اس مسئلہ میں بھی ایسا ہی رکھنا چاہئے کہ ہر فریق دوسرے فریق کو عمل بالدلیل کی وجہ سے محبوب رکھے، اور جہاں جماعت ثانیہ ہوتی ہو وہاں تنہا پڑھنے خواہ مخواہ جماعت نہ کرے انتہیٰ بلفظہ۔ فقیر کان اللہ لہ کہتا ہے کہ فقہی کتابوں میں اس مسئلہ کی بخوبی تحقیق موجود ہے جو ہیئت کے بدلنے سے جواز جماعت ثانیہ پر نص ہے، چنانچہ رد المحتار علی الدر المختار میں دو جگہ اس کی تحقیق موجود ہے اور علمائے حرمین محترمین کے تکرار جماعت ثانیہ کو تسلیم کیا گیا ہے پھر تاہم مولوی رشید احمد کا انکار پر اصرار کئے جانا اور حرمین محترمین کے علماء کو مطعون بتانا سوائے خود پسندی اور سخت مخالفت فیصلہ اپنے مرشد کے کیا تصور کیا جائے ۱۲ منہ

پھر ایک فاسق مردود کو جو اپنے کو حضرت عیسیٰ کے برابر سمجھتا تھا، اور سب انبیاء بنی اسرائیل سے اپنے کو افضل گنتا تھا، اور اپنے بیٹے کو درجہ خدائی پر پہونچاتا تھا، عیسے اور موسیٰ اور پیغمبر علیہم السلام کا کیا ذکر ہے اور اس کے مرید تو کھلم کھلا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت بہاؤالدین نقشبندی اور حضرت شہاب الدین سہروردی اور حضرت معین الدین چشتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کو کہ جن کے سلسلوں میں لکھو کھہا صالحین اور ہزارہا اولیائے مقبول رب العلمین گذرے ہیں کافر اور گمراہ بتلاتا تھا، اور بفحوائے سه

این سلسلہ از طلائے ناب است، این خانہ تمام آفتاب است

بڑا بھائی اس مردود کا دنیا کی کمائی کے لئے اور ہی طریقہ برتتا ہے اور دوسرا چھوٹا بھائی اس کا امام الدین نامی چوہڑوں اور بھنگیوں کی پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے اور اُن کے نزدیک بڑا مقبول پیغمبر ہے، حضرت مولوی رشید احمد اس مردود کو مرد صالح کہتے تھے، اور جو علماء اس مردود کے حق میں کچھ کہتے تھے مولوی رشید احمد اپنی ہٹ سے نہیں ہٹتے تھے، اور کہتے تھے مرد صالح ہے، الحمد للہ کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو جھوٹا کیا، اور بیٹے کے حق میں جو دعویٰ کرتا تھا اس میں بالکل ہی جھوٹا کیا۔

پھر حضرت مولوی رشید احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کی طرف متوجہ ہوئے، اور اُن کی شہادت کے بیان کو بڑی شدت سے محرم کے دنوں میں گو کیسا ہی روایت صحیح سے ہو منع فرمایا۔ اور حالانکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے جناب مولانا اسحٰق مرحوم تک عادت تھی کہ عاشورے کے دن بادشاہ دہلی کے پاس جاکر روایات صحیح سے بیان حال شہادت کرتے تھے، سو یہ سب اُن مشائخ کرام و اساتذہ

عظام میں ہیں، سو آپ کے تشدد کے موافق ان مشائخ کرام و اساتذہ عظام کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے، اور میرے نزدیک اگر روایات صحیحہ سے حال شہادت کا بیان ہو، تو فائدہ سے خالی نہیں۔ میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ جب میں ہندوستان میں تھا اور عاشورے کے دن حال شہادت کا بیان کرتا تھا۔ اُس مجلس میں کم سے کم ہوں تو ہزار آدمی سے زیادہ ہی ہوتے تھے، اور اس بیان شہادت میں تعزیوں کے بنانے کی برائی اور جو رسوم اور بدعات تعزیوں کے سامنے کی جاتی ہے اُن کی برائی بیان کرتا تھا، اور اس میں تین فائدے تھے، اول یہ کہ میں چھ گھڑی دن چڑھے اس وعظ کو شروع کرتا تھا اور دوپہر تک اس مجلس کو ممتد بناتا تھا۔ سو ہزار سے زیادہ آدمی تعزیوں کے دیکھنے اور ان رسوم اور بدعات کے کرنے سے رُکے رہتے تھے۔ دوسری یہ کہ اُس بستی میں ساٹھ تعزیے بنتے تھے، جن میں سے دو شیعوں کے اور اٹھاون اہل سنت و جماعت کے، سو اٹھاون میں سے دو ہی برس میں اکتیس کم ہو گئے تھے۔ دو برس بعد غدر پڑ گیا اور میں ہندوستان سے نکل کھڑا ہوا۔ امید کہ ایک برس اگر رہنا میرا اور ہوتا تو یہ ستائیس جو اٹھاون میں سے باقی تھے یہ بھی موقوف ہو جاتے۔ تیسرے یہ کہ ہزار آدمیوں سے اوپر کو بلا واسطہ اور ہزاروں مرد اور عورت اور بچوں کو بواسطہ ان ہزار کے برائیے تعزیہ کی اور اُن بدعات کی معلوم ہو جاتی تھی، پر شکر کرتا ہوں کہ حضرت رشید نے حرمت بیان شہادت پر قلم اُٹھایا، اور شہادت کے باطل کرنے پر لب نہ کھولی۔ پھر حضرت رشید نے جو نواسے کی طرف توجہ کی تھی اُس پر بھی اکتفا نہ کرکے خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ پہلے مولود کو کنہیا کا جنم اشٹمی ٹھہرایا اور اُس کے بیان کو حرام بتلایا اور کھڑے ہونے کو گو کوئی

کیسے ذوق و شوق میں ہو بہت بڑا منکر فرمایا، اس ٹھہرانے بتلانے فرمانے سے لکھو کھہا علما
صالحین اور مشائخ مقبول رب العلمین اُن کے نزدیک بڑے نفرتی ٹھہر گئے۔ پھر ذات
نبوی میں اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اور امکان ذاتی سے تجاوز کر کے خود خاتم النبیین بالفعل
ثابت کر بیٹھے، اور امکان ذاتی کے باعتبار تو کچھ حد ہی نہ رہی اور اُن کا مرتبہ کچھ بڑے
بھائی سے بڑا نہ رہا۔ اور بڑی کوشش اس میں کی کہ حضرت کا علم شیطان لعین کے
علم سے کہیں کمتر ہے، اور اسی عقیدے کے خلاف کو شرک فرمایا۔ پھر اس توجہ پر جو
ذات اقدس نبوی کی طرف تھی اکتفا نہ کیا ذات اقدس الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔
اور جناب باری تعالیٰ کے حق میں دعویٰ کیا کہ اللہ کا جھوٹ بولنا ممتنع بالذات نہیں
بلکہ امکان جھوٹ بولنے کو اللہ کی بڑی وصف کمال کی فرمائی۔ نعوذ باللہ من ہذہ
الخرافات۔ میں تو اِن امور مذکورہ کو ظاہر اور باطن میں بہت بُرا سمجھتا ہوں اور اپنے
محبین کو منع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید کے اور اُن کے چیلے چانٹوں کے ایسے
ارشادات نہ سنیں، اور میں جانتا ہوں کہ مجھ پر بہت کھلم کھلا تبرا ہوگا، لیکن جب
جمہور علماء صالحین اور اولیائے کاملین اور رسول رب العلمین اور جناب باری
جہاں آفرین اُن کی زبان اور قلم سے نہ چھوٹے تو مجھے کیا شکایت ہوگی۔

قصبہ گنگوہ مدت ہائے دراز تک محل اولیائے کرام سلسلہ چشتیہ صابریہ کا رہا
اُن میں سے ایک ناپاک اللہ بخش نامی بعد مرنے کے خلق کے نزدیک ایسی روح نجس
موذی مشہور ہوا کہ صدہا کوس تک اُس کی ایذا سے خلق ڈرتی ہے، کیا اُس روح نجس
کے سبب اِن اولیاء کو جو بکثرت ہوئے بُرا کہہ سکتا، حاشا و کلا وہ تو اپنی زندگی
جہل کے سبب کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا۔ خوف یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا اعتبار والا حضرت

گنگوہ میں نکل کھڑا ہو تو اُس سے کتنا خوف ہوگا، اور جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں کتاب
الامارہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے (نعوذ باللہ من رأس السبعین و امارۃ
الصبیان)[1] میں بھی اس زمانے کے حالات اور حضرت رشید اور اُن کے چیلے چانٹوں
کی تقریر اور تحریر سے پناہ مانگتا ہوں۔ جو اس مقدمہ میں وہ کچھ میرے اوپر تحریر
کریں گے تین سبب سے اُس کے جواب کی طرف التفات نہ کروں گا۔ اول یہ کہ شدت
کا ضعف ہے اور مجھ میں طاقت اِن چیزوں کی طرف توجہ کی ہی نہیں، دوسری یہ کہ
اس امر میں توجہ مصلحت زمانہ کے بالکل مخالف ہے، تیسری یہ کہ اور بہت اللہ کے
بندے اُن کے مقابلہ پر کھڑے ہیں، باقی رہی اور دو بات ایک یہ کہ فرماتے ہیں بموجب
خواب کسی شخص کے کہ علمائے دیوبند کے علمائے حرمین سے افضل ہیں، سبحان اللہ چھوٹا
منہ بڑی بات، شیخ عبدالرحمٰن سراج نے بیس برس منصب افتا پر قیام کیا، اِن بیس
برس میں صغیر اور کبیر موافق مخالف اُن کے دیانت کے قائل ہیں، اُن سے پہلے سید
عبداللہ مرغنی جو مفتی تھے، اُن کی دیانت امانت بھی ضرب المثل ہے، اور اکثر علمائے
صالحین یہاں موجود ہیں، گو بعض غیر صالحین بھی یہاں موجود ہیں بعض کی خطا سے اکثر
کے حق میں بدگمان ہونا شان مسلم کی نہیں۔ دوسرے یہ کہ فرماتے ہیں مسجد الحرام میں ایک
عالم نابینا سے مولود کا حال پوچھا گیا۔ اُنہوں نے کہا بدعت و حرام، شاید وہ نابینا
مولوی محمد انصاری سہارنپوری ہوں گے جو تقیہ سے نام اُن کا نہیں لیا، کہ اُن کو مکہ
کا ہر صغیر و کبیر اہل علم سے بُرا کہتا ہے، یا اور کوئی ایسا اندھا عقل اور بینائی کا ہوگا
سبحان اللہ خواب ایک شخص مجہول سے دیوبند کے علماء حرمین کے علماء سے افضل ٹھہریں

[1] ہم پناہ مانگتے ہیں ابتداء سر ستر سے اور حکومت لڑکوں سے ۱۲ منہ

اور ایک بینائی کے اندھے کے کہنے سے جو حقیقت میں وہ عقل کا بھی اندھا ہے، مولود بدعت اور حرام ٹھہر جائے، اس پر مجھے ایک نقل یاد آئی، کہ مداری فقیروں میں کہ اکثر اُن میں کے رند و بد مذہب ہوتے ہیں گو شاذ و نادر بعض اُن میں کے اچھے بھی ہوں ایک اپنے مرید کو کہتا تھا کہ بعد کچھ خدمت کے تجھے ایک نکتہ فقیری کا بتاؤں گا۔ بعد چند مدت کے اُس نے خدمت کر کے جو وہ نکتہ پُوچھا تو کہا کہ مولی محمد، مدار، تینوں کے اوّل میں میم ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ تینوں کا درجہ ایک ہی رہا۔ دوسرا نکتہ تجھے بعد اور کچھ خدمت کے بتاؤں گا۔ بعد گذرنے مدت اور کرنے خدمت کے جو وہ دوسرا نکتہ پُوچھا تو کہا کہ مکہ مدینہ، مکھن پور تینوں کے اوّل میں میم ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ یہ تینوں آپس میں برابر ہیں۔ اُس رند نے مکہ مدینہ کو مکھن پور کے برابر بتلایا تھا، حضرت مرجع نے بفحوائے "ہر کہ آمد براں مزید کرد"۔ دیوبند کو مکہ مدینہ دونوں سے افضل ٹھہرا دیا۔ کیوں نہ ہو شاباش۔ ع "ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند"

اور دوسری بات یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں انوار ساطعہ کے جواب میں کوئی فقرہ نہ ہوگا کہ اُس کے مصنف کو صراحۃً کلمات فحش سے یاد نہ کرتے ہوں۔ اس پر مجھے دوسری نقل یاد آئی کہ جامع مسجد کے شہدے کہ رنڈی اور گالی گلوچ بکنے میں مشہور ہیں، اُن میں سے ایک کی بیعت کا جو میں نے حال سُنا تو معلوم ہوا کہ اُس کے مرشد نے وقت بیعت لینے کے یہ کہا تھا کہ سُن رے جوا کھیلیو، گالی گلوچ بکیو، پر کاف لام سے رکیو۔ سُن کر کے یہ مضمون میری سمجھ میں نہ آیا۔ میں نے اُن کے ایک معتبر سے پُوچھا کہ اس قول کے کیا معنی ہیں؟ کہا کاف سے مراد کسی کو کافر کہنا اور لام سے لعنت کرنا۔ سُبحان اللہ جامع مسجد کے شہدے کافر کہنے اور لعنتی کہنے کو ایسا بُرا سمجھیں اور براہین قاطعہ کے مصنف

انوار ساطعہ کے مصنف کو مشرک اور کافر بتلا دیں۔ بعض جگہ بعض چیزوں میں مشہور ہیں، جیسی میری بستی کرانہ اور نانوتہ جس کے رہنے والے مولوی قاسم اور مولوی یعقوب وغیرہما تھے نحوست میں مشہور ہے کہ عوام صبح کو اُن کا نام بھی نہیں لیتے۔ کرانہ کو بیریوں والا شہر اور نانوتہ کو چھوٹا شہر کہتے ہیں، اور کرسی اور کاندہلہ اور انبیٹھہ حمق میں مشہور ہیں، اور ان بستیوں کے اہالی میں کچھ نہ کچھ تاثر ہوتے ہیں۔ میری بستی کی تاثیر میرے میں یہ ہوئی کہ ایسا زمانہ نحوست دیکھا۔ اللہ تعالیٰ مولوی خلیل احمد کو اُن کی بستی کے خواص سے بچاوے۔ اور حضرت مولوی غلام دستگیر صاحب کو اُن کے رد میں جزائے خیر عطا فرماوے آمین ثم آمین۔

(العبد محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمن غفر لہما المنان۔ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ از مکہ معظمہ)

محمد رحمت اللہ
۱۲۹۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عربی رسالہ جناب مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کا جواب میں براہین قاطعہ کے من اولہا الی آخرہا جناب مولوی رحمت اللہ صاحب نے سُنا، اور میں نے سُنایا سننے کے بعد آپ نے اِس کے مضامین کی تائید میں تقریظ مرقومہ بالا اپنی زبان فیض بیان سے فرمائی، اور اس کے اخیر میں اپنی مہر کرائی۔

(العبد حضرت نور۔ مدرس اوّل مدرسہ ہندیہ مکیہ۔ تحریر، ۱۷ ماہ ذی قعدہ)

حضرت نور ۱۲۹۸ھ

اُردو رسالہ جو عربی رسالہ کا ضمیمہ ہے، جواب میں براہین قاطعہ کے تصنیف جناب مولوی غلام دست گیر صاحب قصوری من اولہا الی آخرہا جناب مولوی رحمت اللہ

صاحب نے سنا، اور اس احقر نے سُنایا۔ اور بعد سننے کے اس کے مضامین کی تائید میں
زبان فیض بیان سے یہ تقریظ مرقوم بالا فرمائی، اور اس کے اخیر میں اپنی مُہر ثبت
کرائی۔ فقط العبد عبدالسبحان عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ ہندیہ واقعہ مکہ معظمہ

بقلم خود عبدالسبحان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اما بعد واضح ہو کہ عربی رسالہ مزینہ بمواہیر مفاتی الحرمین الشریفین وغیرہم
اور ضمیمہ اُس کا جو کہ اُردو میں ہے ورد جواب سوال در باب ثبوت امکان کذب باری
تعالیٰ۔ تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً مصنفہ مولانا علامہ عمدۃ المحققین زبدۃ المدققین
جناب حاجی مولانا مولوی غلام دستگیر سلمہ اللہ الرب القدیر حضرت مولانا و مقتدانا
مولوی رحمت اللہ صاحب نے متع المسلمین بطول بقائہ کہ جن کو حضرت سُلطان رُوم
وفقنا و وفقہ اللہ لما یحب و یرضی نے بتجویز جناب شیخ الاسلام و مفتی الانام علم
العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتورعین ینبوع الفضل والیقین عریانی زادہ
احمد اسعد افندی ادام اللہ فضائلہ کے خطاب پایۂ حرمین شریفین عطا فرمایا ہے،
اور اپنے فرمان شاہی میں مولانا موصوف کو مخاطب بالقاب اقضی قضاۃ المسلمین
واولی ولاۃ الموحدین معدن الفضل والیقین رافع اعلام الشریعت والدین وارث
علوم الانبیاء والمرسلین کیا ہے، اول سے آخر تک سب بالکل خوب سنا، اور یہ تقریظ
اُس کے اخیر میں لکھوائی، اور اپنی خاص مُہر سے اُس کو مزین فرمایا۔ یہ امر ایسا یہاں
مشہور ہے کہ خاص و عام اس سے واقف ہیں، اور چونکہ صاحب البراہین القاطعہ علی

ظلام الانوار الساطعہ نے خود اس اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸ سطر ۲ میں در باب جناب مولنا
مولوی رحمت اللہ صاحب کے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ لکھا ہے، اور اسی کتاب کے
صفحہ ۲۷۶ میں سطروں کے آخر میں مع دوسری سطر کے یوں لکھا ہے اور اس آخر وقت
میں اب جناب مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علمائے مکہ پر فائق اور باقرار علمائے
مکہ اعلم ہیں، لہٰذا اب یہ تقریظ حضرت مولنا صاحب موصوف کی کافی ہے، کسی اور کی
اب کچھ [illegible]نے کی حاجت نہیں، اور جو اسی کتاب البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ
میں صفحہ ۱۷ سطر ۱۵ میں لکھا ہے در باب مدح علمائے دیوبند کہ جو اُن کو کوئی متنبہ کسی خطا
پر کر دیوے تو بشرط صحت کے قبول سے دریغ نہیں، بسر و چشم معترف ہوتے ہیں انتہی
بحروفہ۔ پھر اُس کے بعد اسی صفحہ میں سطر ۱۶ میں ہے کہ جس کا دل چاہے دیکھ لیوے
امتحان کر لیوے، اور یہی قبولیت عند اللہ کا نشان ہے انتہی بحروفہ۔ سُبحان اللہ
یہ کیا ہی عمدہ پسندیدہ بات ہے، پس اب سب کو اس کے موافق عمل کرنا چاہیے کیونکہ
جب کہ صحت خطا بلکہ صحت خطیئات بافتاء علما و مفاتی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ و تحریر
پایۂ حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تشریفاً کہ جن کو صاحب البراہین القاطعہ نے
اپنی اس کتاب میں شیخ الہند و تمام علمائے مکہ پر فائق و باقرار علمائے مکہ اعلم لکھا ہے
ثابت کئے گئے ہیں، چنانچہ یہ امر یعنی صحت خطیئات خوب دیکھنے والوں عربی رسالہ اور
اس کے ضمیمہ ورد جواب سوال در باب ثبوت امکان کذب جناب باری تعالی نعوذ باللہ
منہ پر واضح و روشن ہے، جو چاہے دیکھ لیوے یہاں پر بطور انموذج کے بعض خطا اول
کا ذکر کر دیتا ہے کہ خوب اچھی طرح سے واضح ہو جائے کہ اسی طرح سے بہت سے فی الواقع
خطا ہے۔ سو اب جاننا چاہیئے کہ جواب اعتراض چہارم میں صفحہ ۲۷۵ میں لکھا ہے۔

درشان علم حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین علیہم صلوات اللہ رب العلمین خیال کرنا چاہئے کہ تھوڑے سے وقت دو چار گھنٹہ میں تمام معلومات کا بیان کر دینا اور بعض صحابہ کا اُس کو یاد کر لینا ایسا امر ہے کہ جس کو بداہت عقل جائز نہیں سمجھتی۔ اور اُس کو کسی نے معجزہ پر بھی محمول نہیں کیا۔ انتہی بحروفہٖ۔ اور صفحہ ۲۶ میں یوں لکھا ہے کہ لازم آتا ہے بعض وہ صحابہ جنہوں نے اُن کو یاد رکھا تو وہ بھی عالم الغیب ہوں، سو اب واضح ہو کہ یہ بات محض غلط ہے۔ حضرت ابو زید یعنی عمر بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جو کہ صحیح مسلم میں ہے، اس طرح ہے صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا اس حدیث شریف کو مشکوٰۃ المصابیح میں باب فی المعجزات کے فصل ثالث میں بروایت مسلم ذکر کیا ہے، مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ احمدی میں صفحہ ۵۳۵ میں موجود ہے، جو چاہے دیکھ لیوے، اور وہ ایک اور بات ضرور یاد رکھئے، وہ یہ ہے کہ اس میں ایک بڑی غلطی ہو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی نے اس روایت میں لکھ دیا ہے فاخبرنا بما ھو کائن الی یوم القیٰمۃ اور حالانکہ یہ روایت صحیحہ موافق روایت مسلم کے یوں ہے فاخبرنا بما ھو کان وبما ھو کائن۔ ما کان کو نکال ڈالا الی یوم القیٰمۃ اپنی طرف سے اس روایت میں بڑھا دیا ہے، خوب ملاحظہ فرمانا چاہئے کہ اس حذف و زیادہ میں کیسا تصرف ہوا ہے، تنقیص علم کے واسطے نعوذ باللہ منہ۔ اور واضح ہو کہ اس حدیث شریف کو علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص الکبریٰ میں ذکر المعجزات فیما اخبر بہ من الکوائن بعدہٗ فوقع کما اخبر میں ذکر فرمایا ہے، جو چاہے دیکھ لیوے اور اُسی ذکر میں یہ حدیث شریف بھی ذکر فرمائی ہے، واخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا وانا انظر الیہ والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفی ھٰذہٖ الحدیث۔ سو المختصر صاحب براہین کا یہ لکھنا کہ اُس کو کسی نے معجزہ پر محمول نہیں کیا غلط ہوا۔ یہ بلا شک و شبہ آنحضرت سرور عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وآلہم اجمعین کے معجزات میں سے ہے اور بعض صحابہ کا اُس کو یاد کر لینا کرامات سے ہے، کرامات الاولیاء حق یہ تو عقائد کے مسئلہ مشہورہ میں سے ہے، اور جاننا چاہئے کہ جواب سوال پنجم میں صفحہ ۳۱۹ میں ہے در بیان راوی بشر بن رافع اور اُن کے شیخ عبداللہ بن سلیمان جن راویوں کی تضعیف جناب نے بیان کی ہے، وہ تضعیف متفق علیہ نہیں، ابن حبان نے توثیق کی ہے، انتہی بحروفہٖ۔

سو اب معلوم کرنا چاہئے کہ یہ بات صریح خطا ہے، کیونکہ میزان الاعتدال فی نقد الرجال مطبوعہ لکھنوی کے صفحہ ۱۲۷ میں لکھا ہے شان بشر بن رافع میں اس طرح پر قال ابن حبان یروی (عن) بشر بن رافع اشیاء موضوعۃ کانہ المتعمد لھا انتہی بحروفہٖ۔ یعنی کہا ابن حبان نے کہ روایت کرتا ہے وہ بشر بن رافع اشیاء موضوعہ کو۔ گویا کہ بیشک وہ قصد کرنے والا ہے واسطے اُن اشیاء موضوعہ کے تو ابن حبان نے توثیق راوی بشر بن رافع کی کہاں کی ہے۔ حضرت جناب مولانا ملا مولوی غلام دستگیر صاحب دام اللہ فیضہ و شکر سعیہ نے تقریب التہذیب سے بشان

صفحہ تضعیف بیان فرمائی تھی، مولوی خلیل احمد صاحب نے اس کے رد میں تحریر فرمایا کہ وہ تضعیف متفق علیہ نہیں ہے، ابن حبان نے توثیق کی ہے تو یہ بات توثیق کی بہ نسبت بشر بن رافع کے محض غلط ہے، صریح خطا ہے، اب اس خطا کی صحت ثابت ہوگئی سو اب ضرور چاہیئے کہ موافق اپنے اس لکھنے کے ان اپنی خطاؤں کو قبول سے دریغ نہ فرماویں بسر وچشم معترف ہوں، تاکہ یہ خلاف آپس کا کہ جسے مخالف دین متین خوشی وہنسی کرتے ہیں اُٹھ جاوے، رفع دفع ہو جاوے۔ اور اگر مبادا خیر مبدل بشر ہو تو اُس کا حال اور اُس کی وجہ[1] صحیح حدیث شریف میں موجود ہے، قصہ اس کا مشہور ہے، محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خوب اس سے واقف ہیں۔ اور چونکہ وارد ہے الدین النصیحۃ اس لئے ایک بات بڑی خیر خواہی کی لکھتا ہے خوب معلوم رہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مخالف اپنے اس لکھنے کے اپنی خطاؤں کے قبول سے دریغ کریں بسر وچشم معترف نہ ہوں بلکہ اس بات پر جو کہ آخر جواب اعتراض ہفتم کے صاحب البراہین قاطعہ نے درباب مدح رسالہ براہین لکھا ہے عمل کریں۔ اور وہ بات بعینہ یہ ہے، الحاصل رسالہ براہین قاطعہ بحمد اللہ تعالیٰ حسب تصریح وتصدیق علمائے ربانیین اُن مسائل حقہ سے جو موافق دلیل شرعیہ کے ثابت ہیں مالامال ہے اور اُن کا منکر مستوجب خسران ونکال ہے، جس قدر اس پر اعتراض ہوتے ہیں، مبنی ان کا محض جہل یا تعصب اور ضدیت ہے، انتہیٰ بحروفہ۔ اور باوجود اظہار خطاؤں صریحہ کے اُسی پر آڑے رہیں تو ایسے لوگوں سے چاہیئے کہ کوئی علم دین حاصل

---

[1] جیسا کہ علمائے ربانیین کی تعریفیں قرآن وحدیث میں مسطور ہیں، ویسا ہی علمائے سوء کے حق میں ان شر الشر شرار العلماء، واقع ہے یعنی سب بُروں کے بُرے بے عمل علماء ہیں اور ضلوا فاضلوا بھی ان کے ہی حق میں واقع ہے، یعنی خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا ۱۲

نہ کرے، کیونکہ حضرت ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ھذا الحدیث دین فانظروا عمن تاخذون دینکم یہ بات بڑے فائدہ کی آخر شمائل ترمذی میں موجود ہے اور اکثر روایات ان ھذا العلم دین ہے، اور حدیث شریف مرفوع میں بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وارد ہے العلم دین والصلوٰۃ دین فانظروا عمن تاخذون ھذا العلم وکیف تصلون ھذہ الصلوٰۃ فانکم تسئلون یوم القیمۃ واللہ اعلم بالصواب

وھذہ ام الکتب، حررہ العبد الضعیف الملتجی بحرم ربہ الھادی القوی الباری عبد اللہ السندی المتعلوی المشہودی بالمتاری عفی عنہ شاگرد ومرید حضرت شیخ المشائخ مولانا الحاج الحافظ محمد عبد الحق الہ آبادی مہاجر حرمین محترمین زادہما اللہ تعالیٰ حرمۃ وعزۃً

الحافظ عبد اللہ المتاری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد[1] للہ الذی ازال ظلمات الاوھام بسواطع الادلۃ۔ وابرز دقائق المشکلات علی السنۃ جھابذۃ الاجلۃ۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ شھادۃ تکون بنصرۃ الحق وابطال الباطل حملۃ واشھد ان سیدنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم عبدہٗ ورسولہ المبعوث الی

---

[1] سب تعریف خدائے تعالیٰ کے لئے ہے جس نے وہموں کی تاریکیوں کو روشن دلیلوں سے زائل کر دیا ہے، اور مشکلات مسائل کی باریکیوں کو ثقات فضلا کی زبانوں سے ظاہر فرما دیا ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا بے شریک کے سوا کوئی لائق بندگی کے نہیں ہے۔ ایسی گواہی جو حق کی مدد اور جھوٹ کے باطل کرنے میں مشہور ہو۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارا سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا خاص بندہ

کافۃ الناس بخیر ملۃ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ صلوٰۃً وسلاماً
دائمین متلازمین علی تعاقب الاھلۃ۔ اما بعد فقد تأملت فی ھذہ
الرسالۃ وضمیمتھا والجواب التفصیلی للاعتراضات السبعۃ الذی حررہ
المولوی خلیل احمد بیدہ وکتب فی آخرہ حررہ خلیل احمد ۱۴ شوال
سنۃ ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۸۹ء یوم جمعۃ مقام بھاولپور فرأیت
ما افادہ العلامۃ البحر الطمطام المقوال المفضال المنعام النکر (زیرک ۱۲) البحر
الھمام۔ الاریب اللبیب القمقام۔ ذو الشرف والمجد القدام الذکی
الکرام۔ مولٰنا المولوی الحاج غلام دستگیر سلمہ الرب القدیر فی
ھذہ الرسالۃ وضمیمتھا وما کتبہ مفاتی العظام والعلماء الاعلام
فی تقریظھا ھو الصواب الموافق للحق بلا شک ولا ارتیاب۔ فیجب ان
یکون المرجع عند الاشتباہ الیہ والمعول علیہ وجادت ترجمۃ عبارات
البراھین والجواب التفصیلی بالعربیۃ موافقۃ لما فیھا فجزی اللہ مولانا
الجزاء التام واسبغ علیہ نعمہ غایۃ الانعام واطال طیلتہ طول الدھر

اور اس کا رسول مقبول ہے جو سب آدمیوں کی طرف اچھا دین لیکر بھیجا گیا ہے، حق تعالیٰ اُس پر دُرود و سلام
بھیجے، اور آل و اصحاب پر ایسا دُرود و سلام جو ہمیشہ چاندوں کے گذرنے پر لازم رہیں۔ اس کے پیچھے بیشک
میں نے اس رسالہ عربیہ اور اس کے ضمیمہ اور جواب تفصیلی سات اعتراضات میں جن کو مولوی خلیل احمد نے
اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، اور آخر اس کے تحریر ہے کہ اس کو ۱۴ شوال ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۸۹ء میں
بروز جمعہ مقام بہاولپور میں خلیل احمد نے لکھا ہے، سو میں نے دیکھا ہے جو علامہ علم کے دریائے عمیق
بہت صحیح بولنے والا بہت نعمت والا دانش مند دریا بزرگ زیرک دانش مند قدیمی بزرگی اور اقبال کا
صاحب دانشمند تیز طبع بہت بزرگ مولانا مولوی حاجی غلام دستگیر نے خدا پروردگار اس کو سلامت
رکھے اس رسالہ اور اس کے ضمیمہ میں فائدہ دیا ہے۔ اور جو بزرگ مفتیوں اور مشہور علمائے اس کی
تقریظوں میں لکھا ہے وہی صواب اور بے شک و شبہ موافق حق کے ہے، پس اشتباہ کے وقت (باقی آگے)

المدام بارغد عیش لا یسام ولا یسأم۔ بحق سید المرسلین سیدالانام
علیہ وعلی آلہ الکرام وصحابتہ الفخام ازکی صلوٰۃ اللہ واطیب السلام۔
حررہ العبد الضعیف الملتجی بحرم ربہ القوی المتین الصمد الاحد
امام الدین احمد غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ شاگرد و مرید حضرت
شیخ المشائخ مولٰنا الحاج الحافظ محمد عبد الحق صاحب الہ آبادی
مہاجر حرمین محترمین زادھما اللہ تعالیٰ حرمۃ وشرفاً۔

امام الدین احمد
عفی عنہ ۱۲۹۹

فقیر کان اللہ لہ چار مہینہ تک مکہ معظمہ میں رہا، اور یہ رسالہ شریفہ بھی تصدیق
علمائے کبار سے مکمل ہوا۔ تب بعد ادائے حج کے فقیر اخیر ذیحجہ میں مدینہ منورہ کو روانہ
ہوا۔ تیسری منزل اثناء راہ میں بعالم رؤیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ منورہ پہونچ گیا
ہوں، اور ایک شخص گندم گوں نے دو میٹھی روٹی دے کر کہا کہ یہ تیرے لئے رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجی ہیں، فقیر نے چند لقمہ اُس کے کھائے اور حظ وافر
اٹھایا۔ اور شکر بے حد بجا لایا۔ جس سے دریافت ہوا کہ یہ جلد رخصت کا نشان
ہے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ جو ارادہ تھا کہ دو ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام کروں گا

(سابق سے ملحق) میں اسی کی طرف رجوع اور بازگشت لازم ہے اور اسی پر اعتماد واجب ہے۔ اور جو ترجمہ رسالہ
عربیہ میں براہین قاطعہ اور جواب تفصیلی کی عبارات کا ترجمہ کیا ہے وہ اُن سے مطابق پایا گیا ہے پس
خدائے تعالیٰ مولانا موصوف کو پورا بدلہ دے اور نہایت درجہ کی نعمتوں کو اُن پر تمام فرمائے اور دراز
دراز اُن کی عمر میں برکت بخشے بہت اچھی زندگی سے جس میں ملال اور تکلیف نہ ہو، برکت سید المرسلین
کے جو تمام آدمیوں کا سردار ہے، اس پر اور اس کی آل بزرگ اور صحابہ کرام پر حق تعالیٰ کے بہت
عمدہ درود اور بہت پاکیزہ سلام ہوں۔ عاجز بندہ ضعیف نے جو پروردگار قوی طاقت اور بے نیاز
یگانہ کے حرم محترم کا ملتجی ہے نام امام الدین احمد خدا اس کے گناہ بخشے اور عیب چھپائے اس تحریر کو لکھا ہے ۱۲ منہ

سو بعد ایک جمعہ کے بسبب ممانعت رہائش کے کہ قافلہ میں مرض وبا تھی، قافلہ واپس مکہ معظمہ ہوا۔ فقیر مکہ معظمہ میں جب واپس آیا تو حضرت مولانا صاحب یا یہ حرمین شریفین سے دریافت ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایک فتویٰ امتناع کذب باری تعالیٰ بھیجا ہے، جس کے آخر میں درج ہے کہ حق تعالیٰ مغفرت کفار پر قادر ہے، اور یہ عقیدہ جمیع علمائے امت سیدہ کا ہے الخ ہم نے تو اس پر تصدیق نہیں کی کہ اس دھوکہ سے وہ اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں، مگر سنا گیا ہے کہ مفتی صاحب حنفی مکہ معظمہ سے ان کے بعضے دوستوں نے اس فتوے پر کچھ لکھوالیا ہے، اس کا حال معلوم کرنا لازم ہے، تب فقیر نے مفتی صاحب موصوف سے دریافت کیا، تو انہوں نے یہ فتویٰ اور اپنی تصدیق دکھلائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سئل[1] فی ان اللہ تعالیٰ هل یتصف بصفة الکذب ام لا ومن یعتقد انه یکذب کیف حکمه افتونا ماجورین۔

الجواب:۔ ان اللہ تعالیٰ منزہ من ان یتصف بصفة الکذب لیست فی کلامه شائبة الکذب ابداً کما قال ومن اصدق من اللہ قیلاً۔ ومن یعتقد او یتفوہ بانه تعالیٰ یکذب فهو کافر وملعون قطعاً ومخالف بالکتاب والسنة واجماع الامة تعالیٰ اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا

---

[1] سوال حق تعالیٰ صفت کذب سے موصوف ہوتا ہے یا نہیں۔ اور جو یہ اعتقاد کرے کہ باری تعالیٰ کذب سے متصف ہے اس کا حکم کیا ہے؟ آپ ہم کو فتویٰ دیں، اجر ملے گا۔ جواب۔ بیشک حق تعالیٰ کذب سے موصوف ہونے سے پاک ہے، اس کی کلام میں شائبہ کذب نہیں ہے ہمیشہ کے لئے جیسا کہ فرمایا ہے اور خدا سے راست گو کون ہے، اور جو یہ اعتقاد کرے یا زبان پر لائے کہ باری تعالیٰ دروغ گو ہے تو وہ کافر اور ملعون ہے یقیناً۔ اور قرآن و حدیث و اجماع امت کے برخلاف ہے، خدا تعالیٰ ظالموں کی بات سے

نعم اعتقاد اهل الایمان ان ما قال اللہ تعالیٰ فی القرآن فی حق فرعون وهامان وابی لهب انهم جهنمیون فهو حکم قطعی لا یفعل خلافه ابداً لکنه تعالیٰ قادر علی ان یدخلهم الجنة ولیس بعاجز عن ذلك ولا یفعل هذا مع اختیاره قال تعالیٰ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس هدٰها ولکن حق القول منی لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین۔ فتبین من هذه الاٰیة انه تعالیٰ لو شاء لجعل کلهم مومنین ولکنه لا یخالف ما قال وکل ذلك بالاختیار لا بالاضطرار وهو فاعل مختار فعال لما یرید هذا عقیدة جمیع علماء الامة قال البیضاوی تحت تفسیر قوله تعالیٰ ان تغفر لهم الخ وعد غفران الشرك مقتضی الوعید فلا امتناع فیه لذاته۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوهی)

بہت اونچا ہے، ہاں مومنوں کا یہ اعتقاد ہے کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن مجید میں فرعون وہامان و ابولہب کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ دوزخی ہیں، تو یہ حکم قطعی ہے، اس کا خلاف حق تعالیٰ کبھی بھی نہیں کرے گا لیکن حق تعالیٰ قادر ہے کہ اُن کو بہشت میں داخل کر دے اور خدا اس سے عاجز نہیں، اور باوجود اپنے اختیار کے ایسا نہیں کرتا۔ قرآن میں ہے اگر ہم چاہتے تو البتہ ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے، ولیکن ثابت ہوا ہے مجھ سے یہ حکم کہ ہم دوزخ کو جن اور آدمیوں سے بھر دیں گے۔ پس اس آیت سے ظاہر ہو گیا کہ اگر حق تعالیٰ چاہتا تو سب کو مسلمان کر دیتا۔ ولیکن اپنے کہے کے مخالف نہیں کرتا، اور یہ سب اختیار سے ہے نہ بے اختیاری سے، اور وہ فاعل مختار ہے جو ارادہ کرے کرتا ہے یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے۔ بیضاوی نے آیت ان تغفر لهم کے نیچے کہا ہے کہ شرک کا نہ بخشنا موافق وعید کے ہے، تو وہ ممتنع لذاتہ نہیں ہے، اور خدا کو صواب کا بہت علم ہے۔ رشید احمد گنگوہی نے یہ لکھا ہے ۱۲ منہ

الحمد[1] لمن هو به حقيق ومنه استمد العون والتوفيق ما اجاب به العلامة رشيد احمد المذكور هو الحق الذي لا محيص عنه لان الكذب نقص وكل نقص مستحيل عليه تعالى ومعتقد اتصافه بالكذب كافر قطعا الا لعنة الله على الكافرين وفي الفتاوى الهندية عن البحر يكفر اذا وصف الله تعالى بما لا يليق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انكر وعده او وعيده او جعل له شريكا او ولدا او زوجة او نسبه الى الجهل او العجز او النقص الخ والكفر تكذيب محمد صلى الله عليه وسلم في شئ مما جاء به من الدين ضرورة وقد جاء صلى الله عليه وسلم بقوله جل وعلا ومن اصدق من الله قيلا وبقوله ومن اصدق من الله حديثا اي لا احد اصدق من الله قولا وفي نسبة الكذب الى الله جل شانه تكذيب له عليه الصلوة والسلام فيما جاء به ضرورة وفي شيخ زاده في شرح تفسير قوله تعالى ولو شئنا لاتينا كل نفس هداها الخ

---

[1] تعریف اُس کو ہے جو حمد کے لائق ہے اور اُسی سے مدد اور توفیق کا خواستگار ہوں، جو مولوی رشید احمد نے جواب دیا ہے وہی حق ہے جس سے کنارہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ کذب نقص ہے اور ہر نقص خدا پر محال ہے پس کذب بھی اُس پر محال ہے اور معتقد حق تعالیٰ کے کذب سے موصوف ہونے کا یقینی کافر ہے۔ خبردار خدا کی لعنت کافروں پر ہے، فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے بحرالرائق کی نقل سے کافر ہوتا ہے جو نالائق سے حق تعالیٰ کی وصف کرے یا اس کے کسی نام سے مسخرہ پن کرے یا اس کے وعد یا وعید کا انکار کرے یا اُس کیلئے شریک یا فرزند یا جورو مقرر کرے یا اُس کو نادانی یا عاجز یا نقص سے نسبت کرے الخ اور کفر تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا ضروریات دین میں سے کسی چیز پر اور بیشک آپ اللہ تعالیٰ سے یہ حکم لائے ہیں کہ خدا بہت راست گو ہے یعنی اللہ سے بڑھ کر کوئی راست گو نہیں ہے اور خدا کی طرف کذب کی نسبت میں آپ کے ضروری حکم شرع کی تکذیب ہو گئی، شیخ زادہ تفسیر آیت ولو

روى عن الحسن انه قال خطبنا ابو هريرة رضى الله عنه على منبر رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ليعتذرن الله تعالى الى آدم على نبينا وعليه الصلوة والسلام ثلث معاذير يقول الله تعالى يا آدم لولا اني لعنت الكذابين وابغضت الكذب والخلف واعذب لهم لرحمت اليوم ولدك اجمعين من شدة ما اعددت لهم من العذاب الحديث وفي هذا القدر كفاية لمن حلت قلبه الهداية والله الهادي الى سواء السبيل لا رب غيره ولا خير الا خيره وصلى الله على النبي وعلى آله وصحبه وسلم امر برقمه خادم الشريعة راجي اللطف الخفي محمد صالح ابن المرحوم صديق كمال الحنفي مفتي مكة المكرمة متعا الله كان الله لهما حامدا ومصليا ومسلما۔

اس فتوے کو دیکھ کر فقیر نے مغفرت کفار کے امکان کے رد میں چند صفحہ کی تحریر مرتب کر کے حضرت مولانا صاحب پایہ حرمین شریفین کی خدمت میں پیش کی

شئنا لاتینا کل نفس ھداھا کے بیان میں لکھتا ہے حسن سے مروی ہے کہ اُس نے کہا ہم پر ابوہریرہ نے خطبہ پڑھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر اور کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت آدم سے تین عذر کریں گے، فرماویں گے اے آدم اگر میں نے جھوٹوں کو لعنت نہ کی ہوتی اور جھوٹ کو دشمن نہ رکھتا۔ اور یا جھوٹ کا عذاب نہ مقرر کیا ہوتا تو آج تیری سب اولاد کو رحمت کر دیتا اس شدت عذاب سے جو اُن کے لئے مقرر کیا ہوا ہے اور اسی قدر میں کفایت ہے اُس کے لئے جس کے دل میں ہدایت داخل ہے اور خدا ہی ہادی ہے سیدھے راستہ کی طرف اس کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے اور درود بھیجے حق تعالیٰ اپنے نبی اور اس کی آل اور اصحاب پر اور سلام اس کے لکھنے کا حکم کیا خادم شرع لطف خفی کے امیدوار محمد صالح بن مرحوم صدیق کمال حنفی نے جو مفتی مکہ مکرمہ کا مفتی ہے، اللہ تعالیٰ ان دونوں کی امداد کرے حمد و درود و سلام کرتے ہوئے ۱۲

جس پر انہوں نے یہ تقریظ لکھوائی قد اجاد فیما افاد فللّٰہ درہ محمد رحمت اللہ عفی عنہ۔

محمد رحمت اللہ
۱۲۹۳

چونکہ اس تحریر کے دلائل رسالہ عربیہ میں موجود تھے' اس لئے اس کا اندراج ضروری نہ جان کر وہ تحریر لکھتا ہوں جو حضرت مفتی حنفی مکہ معظمہ کی خدمت میں تحریر پیش کی تھی' وھو ھذا:۔

لاشكّ فی ان حضرة المفتی الحنفیة انما صدق جواب رشید احمد فی امتناع اتصافه تعالٰی بالکذب لعدم الاختلاف فیه بین المسلمین لکن لا یخفی ان غرض رشید احمد من ازدیاد قوله نعم اعتقاد اهل الایمان ان ما قال اللہ تعالٰی فی القرآن الخ اثبات امکان الکذب له تعالٰی عما یقول الظلمون علوا کبیرًا لان خلیل احمد تلمیذه قال فی قوله الاول من البراهین القاطعة علی ظلام الانوار الساطعة ان خلف الوعید جائز عند الاشاعرة وامکان کذبه تعالٰی فرع خلف الوعید انتهی مترجمًا وملخصًا وایضًا قال فی الجواب التفصیلی عن الاعتراض علی هذا القول ان امکان کذبه تعالٰی شعبة عموم قدرته تعالٰی الخ و

لہ اس میں شک نہیں کہ حضرت مفتی صاحب حنفی نے اللہ تعالیٰ ان کی پسندیدہ ہدایات ہمیشہ رکھے۔ مولوی رشید احمد کے فتوے کو صرف امتناع کذب باری تعالیٰ میں تصدیق فرمائی ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے' لیکن مخفی نہ رہے کہ مولوی مذکور کی غرض اس اخیر فقرہ کے بڑھانے سے حق سبحانہ کے امکان کذب کا ثابت کرنا ہے' کیونکہ اس کے شاگرد خلیل احمد نے اپنی براہین قاطعہ کے پہلے قول میں لکھا ہے کہ خلف وعید اشاعرہ کے نزدیک جائز ہے' اھ امکان کذب باری تعالیٰ خلف وعید کی فرع ہے اھ اور نیز جواب تفصیلی میں لکھا ہے کہ امکان کذب باری تعالیٰ شعبہ عموم قدرت ہے۔ اھ اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے' اور اس کا مخالف دائرۂ اہل سنت سے خارج ہے اھ

هذا اعتقاد اهل السنة ومخالفه خارج عن دائرة اهل السنة انتهی وهذا رشید احمد قد قرظ علی البراهین القاطعة وصدقه بکمال التصدیق ولقبه بالدلائل الواضحة علی کراهة المروج من المولود والفاتحة وامر بطبع ذلك واشتهاره غاية التشهير فلما رد اقوالهم وفی مناظرة بها ولفود صار استیصالهم واشتهر ان تردیدهم زین بتصحیح علماء الحرمین المحترمین فالان اراد رشید احمد ان یثبت مسئلة امکان کذبه تعالٰی بالخداع والاختراع فلهذا یستفتی من حضرات مفاتی مکة المکرمة دام فضلهم ورشدهم ان یبینوا حکم مسئلة مغفرة الکفار وان رشید احمد مع کونه حنفیا ماتریدیا یثبت قول الاشاعرة ویدعی ان هذه عقیدة جمیع علماء الامة کیف حکمه افتونا ماجورین وعلی اعداء الدین منصورین۔

جواب حضرت مُفتی حنفی مکّہ مُعظمہ

الحمد لمن هو به حقیق ومنه استمد العون والتوفیق۔ اعلم رحمك اللہ انی

اور اس حضرت رشید احمد نے اسی براہین قاطعہ کی کمال تصدیق کر کے اس کو یہ لقب دیا ہے کہ یہ روشن دلیلیں ہیں' مولود اور فاتحہ مروجہ کی کراہت پر اور اس کے چھپوانے کا حکم دیا جو اس کی لوح پر درج ہے' پس جب مناظرہ ریاست بہاول پور میں ان کی تردید واقعی اور بیخ کنی ہو کر یہ بھی مشہور ہو گیا کہ اُن کے رد میں واقعی طور پر علمائے حرمین محترمین کی بخوبی تصدیق ہے تو اب مولوی رشید احمد نے یہ چاہا کہ کسی طرح سے امکان کذب باری تعالیٰ ثابت کیا جائے' پس اس لئے حضرت مفتی حنفی مکہ معظمہ سے استفتاء کیا جاتا ہے کہ مسئلہ مغفرت کفار ظاہر فرما دیں۔ اور رشید احمد صاحب حنفی ماتریدی اشاعرہ کے قول کو ثابت کرتا ہے' اور مدعی ہے کہ یہ عقیدہ سب علمائے امت کا ہے' اس کا حال بیان کرو' اللہ تعالیٰ سے ثواب ملیگا اور دین کے دشمنوں پر فتح ہو گی۔ جواب حضرت مفتی حنفی مکہ معظمہ۔ سب تعریف اس ذات پاک کو ہے جو حمد کے لائق ہے' اور میں اس سے مدد توفیق کا

لما سودت الجواب على السوال الذي اجاب عليه رشيد احمد كان في
عزمي التكلم على ما استدرك به رشيد المذكور بقوله نعم الخ بانه مخالف
لما عليه الماتريدية وهو الصحيح الذي عليه المعول وعند امري
بتبييضه وكان السائل يعجل علي في الجواب أنسيت ذلك فكتب
الجواب مقتصرا على ما في السوال واقول الآن ان الحنفية لا يجوزون
غفران الكفر عقلا كما لا يجوز سمعا لان تعذيب الكفار واقع لا محالة
فيكون وقوعه على وجه الحكمة فالعفو عنهم على خلاف الحكمة فيجب
تنزيهه تعالى عنه كذا قاله ابو البقاء في كلياته في مبحث الوعد
فانظره وفي معين المفتي على جواب المستفتي للعلامة محمد بن عبد الله
التمرتاشي الحنفي صاحب تنوير الابصار العفو عن الكفر لا يجوز عقلا
خلافا للاشعري وتخليد المؤمنين في النار والكافرين في الجنة يجوز
عقلا عندهم الا ان السمع ورد بخلافه وعندنا لا يجوز ولا يوصف الله

سائل ہوں، جان تو خدا تجھ پر رحم کرے جب میں نے رشید احمد کے جواب پر اوپر کی تحریر کا مسودہ
لکھا تو میرا پختہ ارادہ تھا کہ میں اس کے اخیر قول پر اعتراض کروں گا کہ وہ مخالف مذہب ماتریدیہ
کے ہے، اور صحیح معتبر ماتریدیہ کا مذہب ہے۔ اور جب میں نے منشی کو اس کے لکھ دینے کا حکم کیا۔ اور
سائل جلد جواب مانگ رہا تھا مجھے وہ پچھلی بات لکھنی بھول گئی، اور امتناع کذب تک ہی لکھا تھا
تو اب میں کہتا ہوں کہ حنفیوں کے نزدیک کفر کی بخشش عقلاً بھی ناروا ہے جیسا کہ سمعاً بھی ناجائز
ہے اس لئے کہ کافروں کو عذاب ضروری ہونے والا ہے، پس اس کا ہونا ہی حکمت ہے اور ان کی
بخشش خلاف حکمت ہے پس اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اس سے واجب ہے، علامہ ابو البقا نے کلیات کے
مبحث وعد میں ایسا کہا ہے، تو اس کو دیکھو اور علامہ تمرتاشی حنفی صاحب تنویر الابصار کی کتاب
معین المفتی میں ہے کہ کفر کی بخشش عقلاً بھی ناروا ہے خلاف اشعری کے اور مومنوں کا ہمیشہ دوزخ
میں رہنا اور کافروں کا ہمیشہ بہشت میں رہنا اشعریہ کے نزدیک روا ہے مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف

تعالى بالقدرة على الظلم والسفه والكذب لان المحال لا يدخل تحت
القدرة وعند المعتزلة يقدر ولا يفعل انتهى وقال صاحب العمدة من
الحنفية وهو العلامة ابو البركات النسفي تخليد المؤمن في النار والكافر
في الجنة يجوز عقلا عندهم يعني للاشاعرة الا ان السمع ورد بخلافه و
عندنا معشر الحنفية لا يجوز انتهى وفي حاشية شرح العقائد لرمضان
افندي وزعم بعضهم من اهل السنة اي في الجواب عن تمسك المعتزلة
وهو ليس بمرضي عند الشافعي رحمه الله تعالى ان الخلف كرم فيجوز
من الله تعالى والمحققون على خلافه كيف اي كيف يجوز الخلف من
الله تعالى في الوعيد وهو اي الخلف تبديل للقول وقد قال الله
تعالى ما يبدل القول لدي الخ انتهى وفي رد المحتار وصرح التفتازاني
وغيره بان المحققين على عدم جواز خلف الوعيد وصرح النسفي بانه

ہے اور ہمارے نزدیک یہ ناروا ہے اور حق تعالیٰ کا ظلم و بے عقلی و کذب پر قادر ہونے سے موصوف ہونا
ناروا ہے کیونکہ محال قدرت کے نیچے داخل نہیں ہوتا ہے، اور معتزلہ کے نزدیک قادر ہے اور کرتا
نہیں اھ اور علامہ نسفی نے عمدہ میں کہا ہے کہ مومن کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا اور کافر کا بہشت میں
رہنا اشاعرہ کے نزدیک عقلاً روا ہے، مگر دلیل سمعی اس کے برخلاف ہے اور ہم حنفیوں کے نزدیک
عقلاً سمعاً ناروا ہے اھ اور حاشیہ شرح عقائد میں علامہ رمضان آفندی نے لکھا ہے اور بعضے
اہل سنت نے معتزلہ کے جواب میں زعم کیا ہے کہ خلف وعید کرم ہے پس حق تعالیٰ سے روا ہے
اور یہ زعم خود امام شافعی کے نزدیک بھی ناپسند ہے، اور محققین اس کے خلاف پر ہیں حق تعالیٰ
سے خلف وعید کیونکر روا ہو کہ یہ تبدیل قول ہے، اور قرآن میں فرمان ہے کہ خدا کے نزدیک بات
نہیں بدلتی الخ اور رد المحتار میں ہے کہ تفتازانی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ محققین خلف وعید کے
عدم جواز پر ہیں، اور امام نسفی نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے کہ خدا پر یہ محال ہے بدلیل آیت عدم تبدیل

الصحیح لاستحالتہ علیہ تعالیٰ لقولہ تعالیٰ ما یبدل القول لدیّ وقولہ ولن یخلف اللہ وعدہ ای وعیدہ وانما یمدح بہ العباد خاصتہ انتہی وحیث کان ہذا ہو الصحیح الذی علیہ المحققون فاستدراک رشید احمد المجیب لما ذکر بقولہ نعم الخ وہو ماتریدی العقیدۃ قبیح جداً وعبارۃ البیضاوی التی اوردہا المجیب فی الاستدلال علی ذلک لم یعرج علیہا صاحب الجلالین ولا محشی الجمل ولا صاحب در المنثور مع کونہم اشعریین وما ذلک الا لکونہا خلاف الصحیح حتی عندہم بدلیل ما فسروا بہ الآیۃ وہی ان تعذبہم ای من اقام علی الکفر منہم فانہم عبادک وان تغفر لہم ای لمن آمن منہم الخ واما ما تفوہ بہ صاحب البراہین القاطعۃ لدما لم یسبقہ علیہ احد من اہل السنۃ فہو شعبۃ عموم جہلہ المرکب وان قرظ علیہ من برشید تلقب اذ لا یرضی بان یسمعہ اشعری ولا ماتریدی فضلاً عن کونہ یتمذہب اللہ

قول وآیت عدم خلاف وعد یعنی وعید کے صرف بندوں کی مدح خلاف وعید سے ہوتی ہے اھ جب یہی صحیح اور محققین کا مذہب ہوا تو رشید احمد مذکور کا کفر کی بخشش سے استدراک کرنا حالانکہ وہ ماتریدی ہے سخت قبیح ہے، اور بیضاوی کی عبارت جو اس نے دلیل میں لکھی ہے تو دوسرے مفسرین نے جیسے کہ صاحب جلالین اور اس کا محشی جمل اور صاحب در منثور باوصفیکہ وہ بھی اشعری ہیں ایسا نہیں لکھا ہے اس لئے کہ یہ بات ان کے نزدیک بھی غیر صحیح ہے، اس دلیل سے کہ انہوں نے آیت ان تعذبہم کے معنی یہ کئے ہیں کہ اگر تو کافروں کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر مومنوں کو بخشے الخ ولیکن صاحب براہین نے جو بکواس کی ہے کہ کسی نے اہل سنت سے ایسا نہیں کیا تو یہ اس کی جہل مرکب عام ہونے کا شعبہ ہے۔ ہر چند رشید نے اس پر تقریظ لکھی ہے کوئی اشعری نہ ماتریدی اس پر خوش ہوگا چہ جائے کہ کوئی ایسا مذہب رکھے۔ اور خدا ہی ہدایت کی توفیق دینے والا ہے اور

الموفق للرشاد واعاذنا وجمیع المسلمین عن سوء الاعتقاد والافساد وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ الامجاد۔ امر برقمہ خادم الشریعۃ راجی لطف الخفی محمد صالح کمال ابن المرحوم صدیق کمال الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ حالاً کان اللہ لہما حامداً ومصلیاً ومسلماً۔

جب مفتی صاحب نے اس قول بے عول کی بخوبی تردید کردی تو فقیر نے گنگوہی صاحب کے دوستوں کو بخوبی واقف کردیا۔ اور حضرت مولنا و بالفضل والکمال اولنا حضرت حاجی مہاجر مکہ معظمہ پایہ حرمین شریفین نے بھی اس باب میں بہت ہی تائید فرمائی، بلکہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بھی ان کی ترک مدد کے واسطے بہت گفتگو درمیان میں آئی، چنانچہ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں حضرت حاجی صاحب موصوف نے فقیر کی دو مرتبہ دعوت فرمائی، اور ارشاد کیا کہ آپ کسی کا نام نہ لکھو، صرف مسائل متنازعہ لکھ دو، ہم بھی اس پر دستخط و مہر کردیں گے۔ تب فقیر نے یہ تحریر ان کی خدمت میں پیش کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد جاننا چاہئے کہ شرعاً وعرفاً وعقلاً امکان کذب حق سبحانہ وتعالیٰ محال اور ممتنع ہے اور ایسا ہی امکان نظیر سرور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم محال وممتنع ہے

ہم کو اور سب مسلمانوں کو برے اعتقاد اور فساد پھیلانے سے پناہ دے، اور حق تعالیٰ ہمارے سردار محمد اور اس کی آل اور اصحاب پر درود بھیجے، اس کے لکھنے کا حکم کیا شرع کے خادم لطف خفی کے امیدوار محمد صالح کمال حنفی مکہ مکرمہ کے فی الحال مفتی نے حمد و درود اور سلام سے ۱۲ منہ

کیونکہ قرآن میں فرمان ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور خلاف وعدہ محال وممتنع ہے، علامہ تمرتاشی صاحب تنویر الابصار معین المفتی فی جواب المستفتی میں لکھتے ہیں۔ ولا یوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم والسفہ والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرۃ وعند المعتزلۃ یقدر ولا یفعل انتہیٰ۔ اور مؤلف رسالہ تنزیہ الرحمٰن نے بھی یہی عبارت نقل کی ہے، اور امام نسفی کے عقائد نظمیہ میں بھی یہی عبارت بجنسہ موجود ہے، اور علامہ ابراہیم باجوری متن سنوسیہ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ القدرۃ لا تتعلق بالمستحیل فلا ضیر فی ذلک کما لا ضیر فی ان یقال لا یقدر اللہ علیٰ ان یتخذ ولدًا او زوجۃ او نحو ذلک انتہیٰ وفی کفایۃ العوام فی علم الکلام ومن الجہل قول من قال ان اللہ قادر علی ان یتخذ ولدًا لانہ لا تعلق للقدرۃ بالمستحیل واتخاذ الولد مستحیل ولا یقال انہ اذا لم یکن قادرًا علی اتخاذ الولد کان عاجزًا لانا نقول انما یلزم العجز لو کان المستحیل من وظیفۃ القدرۃ ولم تتعلق بہ مع انہ لیس من وظیفتہا الا الممکن اھ اور امکان کذب باری تعالیٰ کے اعتقاد کو امام رازی نے تفسیر کبیر میں قریب بکفر لکھا ہے۔

۲- بشریت وغیرہ میں سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے جملہ بنی آدم کو مساوی جاننا محققین کی تصریح کے خلاف ہے، تفسیر کبیر میں آیت ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحًا کے نیچے امام حلیمی علیہ الرحمۃ کی کتاب کے حوالہ سے لکھا ہے، فی المنہاج ان الانبیاء علیہم السلام لا بد وان یکونوا مخالفین بغیرہم فی القوی الجسمانیۃ والروحانیۃ تا قول مے واعلم ان تمام الکلام فی ہذا الباب ان النفس القدسیۃ النبویۃ مخالفۃ بماہیتہا لسائر

النفوس انتہیٰ ملخصًا۔ اور تفسیر ابو السعود وغیرہ میں ایسا ہی مذکور ہے، اور تفسیر نیشاپوری میں آیت اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے نیچے بھی یہی تحقیق مسطور ہے، اور بیضاوی وغیرہ میں بھی ایسا ہی تحریر ہے، اور آیت قل انما انا بشر مثلکم کو مفسرین نے تواضع پر حمل کیا ہے، جیسا کہ تفسیر کبیر اور نیساپوری اور معالم التنزیل اور خازن وغیرہما میں موجود ہے، جو چاہے دیکھ لے۔

۳- شیطان لعین کی وسعت علم اور احاطہ زمین کو نصوص قطعیہ سے ثابت جاننا اور عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وعترتہ اجمعین کی وسعت علم کو بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کہنا اور اس کو شرک سے تعبیر کرنا اور آپ کے علم شریعت کو معاذ اللہ شیطان کے علم سے کم لکھ دینا یہ آپ کی سخت توہین ہے کیونکہ شرعًا ثابت ہے کہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اعلم مخلوقات ہیں، تفسیر نیشاپوری میں آیت فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ کے نیچے لکھا ہے، والظاہر انہا اسرار وحقائق ومعارف لا یعلمہا الا اللہ ورسولہ انتہیٰ۔ تفسیر کبیر میں ہے معناہ اوحی اللہ تعالیٰ الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما اوحیٰ الیہ للتفخیم والتعظیم انتہیٰ اور ایسا ہی اکثر تفاسیر میں لکھا ہے، اور آیت وعلمک ما لم تکن تعلم کے نیچے تفسیر مدارک وخازن وغیرہما میں ہے وعلمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب اھ اور حدیث مسلم میں بروایت عمرو ابن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارد ہے فاخبرنا بما کان وبما ہو کائن اور مواہب لدنیہ میں ہے اخرج الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا والی ما ہو کائن فیہا الی یوم القیٰمۃ کانما انظر الی کفی ہذہ اور اس حدیث کو امام سیوطی نے خصائص کبریٰ میں بھی نقل کیا ہے۔

پس بشہادت قرآن و حدیث اکابر علمائے اہل سنت نے تصریح کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان و ما یکون کا حاصل ہے، جیسا کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا میں اور علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ وغیرہ میں اس پر تصریح کی ہے۔

مجلس مولود شریف مروجہ عرب و عجم کو کنھیا کے جنم سے مشابہت دینی اور بدعت سیئہ و حرام کہنا اور اس مجلس کے قیام کو جو بنظر تعظیم ذکر خیر و رعایت ادب کے مستحسن جانا گیا ہے حرام بلکہ شرک و کفر لکھ دینا اور فاتحہ ارواح اولیاء و صلحاء و سائر مومنین کو برہمنوں کے اشلوک پڑھنے کے مشابہ کہنا سخت قبیح کلمات ہیں جو امور خیر صدہا سال سے خواص اہل اسلام میں جاری ہوں اور بدعات منکرات سے خالی ہوں، اور تشبہ بھی مقصود نہ ہو، اور ان کی سند شرعی بھی موجود ہو، ان کے بارہ میں ایسا لکھنا سخت بیجا ہے اللہ تعالیٰ توفیق ادب رفیق فرمائے۔

علمائے دین متین خصوص مفتیان حرمین شریفین زادہما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً کے شکوے و معائب تحریر کر کے چھپوانے تشہیر کرنی نہایت مخالفت شرع از بس ہے، کسی ایک عام شخص کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی خلوت میں سمجھانا مامور ہے، جیسا کہ دینی کتابوں میں بعد   سبحانہ   مسطور ہے، اللہ تعالیٰ مخالف شرع کاموں سے سچی توبہ نصیب کرے۔ آمین

(بقلم محمد ابو عبد الرحمٰن فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ در مکہ معظمہ شریف)

۸ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ

حضرت حاجی صاحب موصوف نے اس تحریر کو ملاحظہ فرما کر حضرت مولانا بالفضل والکمال مولنا الحاج الحافظ محمد عبدالحق صاحب کی خدمت میں بھیجا، تو انہوں نے اس پر یہ لکھا حامداً و مصلیاً و مسلماً ما کتب فی ھذا القرطاس صحیح لا ریب فیہ

واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم حررہٗ محمد عبدالحق عفی عنہ۔

محمد عبدالحق ۱۲۸۱

پھر حضرت حاجی صاحب نے یہ تحریر فرمائی۔ تحریر بالا صحیح اور درست ہے اور مطابق اعتقاد فقیر کے ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کاتب کو جزائے خیر دے۔ ؎

بے سبب گر عزیما موصول نیست   قدرت از عزل سبب معزول نیست

محمد امداد اللہ فاروقی

الجواب صحیح محمد انوار اللہ۔ جو عقائد اس جواب میں مذکور ہیں وہ اہل سنت کے کتب میں مسطور ہیں، واللہ اعلم۔ حررہٗ المفتقر الی امداد القوی حمزۃ النقوی عفی عنہ

عبدہ حمزہ
الناصر لنور الدین

عقائد مندرجہ رسالہ ہذا مطابق کتب اہل سنت والجماعت کے ہیں فقط۔

حررہٗ نورالدین عفی عنہ   نورالدین

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ رسالہ تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل پر علاوہ تصدیق حضرت مولنا و مولی الکل حامی دین متین سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مولنا الحاج المہاجر فی اللہ مولنا محمد رحمت اللہ عافاہ اللہ جو مخاطب الخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں زادہما اللہ تعالیٰ عزۃً و شرافۃً کے مفتیان اربعہ مذاہب مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی تصحیح و تعریف و تقریظ سے مزین ہوا، اور اب ابتدائے ربیع الاول ۱۳۰۸ھ میں جناب حاجی صاحب پیشوائے سالکان شریعت و طریقت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ نے بھی اس رسالہ کی ملخص تحریر پر اپنے دستخط خاص سے تصدیق تسطیر فرمائی، اور اس کے مؤلف کے حق میں امداد دعا لکھ کر اپنی مُہر شریف اس پر ثبت کی۔ ایسے جلسہ میں جہاں اکثر مولوی صاحبان و دیگر طالبان طریق خداوانی منتسبان سلسلہ عالیہ حاضر تھے، چنانچہ آپ کی تقریظ اور مُہر کے نیچے مولنا مولوی انوار اللہ صاحب

جو مشاہیر علمائے ریاست حیدر آباد و استاذ نظام ریاست موصوفہ ہیں، اور نیز مولنا مولوی سید حمزہ صاحب وغیرہما مریدان حضرت حاجی صاحب موصوف ممدوح نے اپنے تصحیحات و مواہیر درج کیں، الحق یعلو ولا یعلی کا مضمون خوب ظاہر ہوا اب غالب امید ہے کہ مولوی رشید احمد و خلیل احمد صاحبان مع دیگر ہم مشربوں اور مؤیدین کے اپنی خطاؤں سے باز آئیں گے، اور ہٹ دھرمی نہ فرمادیں گے، کیونکہ اُن کے خطا حضرت مولانا صاحب پایۂ حرمین شریفین کی شہادت صادقہ سے جن کی حقانیت و تبحر علم و فضل کا ان کو خود اقرار ہے، جیسا کہ بجا ہائے متعدد براہین قاطعہ میں اس کا اشتہار ہے، اور نیز اُن کے پیر و مرشد جناب حاجی صاحب موصوف و ممدوح کی ارشاد سے ثابت ہوگئے ہیں، اور کوئی شک و شبہ مردود ہونے اعتقاد امکان کذب باری تعالیٰ و امکان نظیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و تصریح قلت علم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان لعین کے علم سے معاذ اللہ وغیر ذلک من الہفوات ہیں نہیں رہا ہے، اللہ تعالےٰ توفیق اشتہار توبہ نصوح رفیق فرمائے، اور ناحقہ فساد کو رفع و دفع کرے آمین یا رب العالمین۔

محررہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۰۸ھ از مکہ معظمہ مدرسہ صولتیہ العبد محمد سعید عفی عنہ

محمد سعید مطیع ۱۳۰۸ | ابو معظم سید اعظم حسین عفی اللہ عنہ | عصمت علی ۱۳۰۶

الحمد للہ تعالیٰ حمداً کثیراً کہ مدینہ منورہ کی زیارت با بشارت کے بعد جو دو مہینہ سے کچھ زائد مکہ معظمہ میں رہائش ہوئی تو اس مبارک رسالہ کی بخوبی تکمیل ہوگئی۔ اور شمول عرس حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی سعادت اور مکہ معظمہ کی مجلس مولود شریف کے اشتمال کی برکت حاصل ہوئی۔ ایک ہفتہ کم ایک سال کے بعد وطن میں آنے کا اتفاق ہوا۔ اللّٰھم ارزقنا العود الی الحرمین المحترمین مع الامن والایمان والسلامۃ والاسلام آمین یا ذا الجلال والاکرام ❊

تمت بالخیر!

پیر سیّد محمد عثمان نوری کی روشن اور ایمان افروز کتابیں

